قرآنِ کریم

اور

"سبعہ احرف"

Quran e Kareem & Saba'tu Ahruf

(مؤلف)

عبدالکریم اثری**

انجمن اشاعتِ اسلام (رجسٹرڈ) ٹھٹھہ عالیہ ضلع منڈی بہاؤالدین

0546-593213, 0301-6296850, 0346-6286669

کیا اب قران کے بیس مختلف نسخے پڑھنا ہوں گے؟

Compiled by: Rana Ammar Mazhar

**
: Imam Jamia Masjid Ahle-Hadith, Jinnah Street, Gujrat, Punjab, Pakistan

Detailed Rebuttals To:

ماہنامہ رشد کا علم قراءت نمبر (حصہ اول)

http://kitabosunnat.com/kutub-library/article/urdu-islami-kutub/quran-aur-uloom-ul-quran/31-qirat-saba-wa-ashra/435-monthly-rushad-ka-qirat-no.html

ماہنامہ رشد کا علم قراءت نمبر (حصہ دوم)

http://kitabosunnat.com/kutub-library/article/urdu-islami-kutub/quran-aur-uloom-ul-quran/31-qirat-saba-wa-ashra/437-monthly-rushad-ka-qirat-no.html

ماہنامہ رشد کا علم قراءت نمبر (حصہ سوئم)

http://204.188.223.9/kutub-library/article/urdu-islami-kutub/quran-aur-uloom-ul-quran/31-qirat-saba-wa-ashra/584-mahnama-rushd-ka-ilam-e-qirat-number3.html

نام کتاب:	قرآنِ کریم اور "سبعہ احرف"
مؤلف:	عبدالکریم اثری
طابع:	عبدالمنان کلیم
مطبع:	ندیم یونس پریس
ایڈیشن:	اوّل
تاریخ اشاعت:	ستمبر2010ء
تعداد:	2200
اشاعت فنڈ:	200روپے

جہاں سے چاہیں منگائیں

مکتبہ الاثریہ جناح اسٹریٹ گجرات 0333 - 8406422

انجمن اشاعتِ اسلام ٹھٹھہ عالیہ 0344 - 6532653, 0546 - 593213

نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور 042 - 7321865

مکتبہ اخوت مچھلی منڈی اردو بازار لاہور 042 - 7235951

محمد امتیاز عثمانی راولپنڈی 051 - 5531396, 0333 - 5154969

قیوم بک ڈپو اردو بازار کراچی 021 - 2631268

ایچ ایم سعید کمپنی پاکستان چوک کراچی 021 - 4912806

Contents فہرست المحتویات

عنوان صفحہ شمار

س۱۴: رشد کی تین جلدوں میں سینکڑوں علمائے کرام لکھنے والے ہیں جن میں سے اکثریت نے یہ ثابت کیا ہے کہ "جب یمامہ کی لڑائی ہوئی اس میں پانچ سو سے زیادہ قراء قرآن شہید ہو گئے اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں صحابہ کرامؓ کی وفات سے قرآن معدوم نہ ہو جائے" کیا آپ بھی اس کو صحیح سمجھتے ہیں؟ 235

[illegible]

ابتدائیہ

"سبعہ احرف" کیاہے؟

"سبعہ احرف" وہ پاکیزہ، مبارک اور بابرکت جملہ ہے جو روایات میں نبی اعظم و آخر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف منسوب ہے۔ اس مبارک اور بابرکت جملہ کے کم و بیش چالیس مفاہیم و مطالب کتب اسلامی میں گشت کرتے دیکھے جاسکتے ہیں جن میں سے بعض آپس میں مترادف ہیں لیکن اکثر ایک دوسرے کے مخالف و متضاد ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی مفہوم و مطلب بھی ایسا نہیں جو خود نبی اعظم و آخر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف منسوب ہو۔ گویا روایات کے مطابق "سبعہ احرف" وہ مبارک جملہ ہے جس کا مطلب و مفہوم آپؐ نے واضح نہیں فرمایا کیوں؟ "اس لیے کہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو اس کے پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی کہ سب کے سب صحابہ کرام اس کو جانتے تھے۔" (رشد)

مختصر یہ کہ یہ مبارک جملہ ان سینکڑوں مبارک جملوں میں سے ایک ہے جو نبی اعظم و آخر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانہ اقدس میں تو مشہور و معروف تھے لیکن آپؐ کے اُٹھائے جانے کے بعد ان کا مفہوم و مطلب غائب ہو گیا پھر سو، سوا سو سال گذرنے کے بعد جب ان کے مفہوم و مطلب کی ضرورت محسوس ہوئی تو بسیار کوشش کے باوجود دستیاب نہ ہوا لہٰذا علمائے گرامی قدر نے سر توڑ کوشش کے بعد ان کا مفہوم و مطلب متعین کرنے کی سعی فرمائی اور اس سعی و کوشش کے باعث وہ سینکڑوں سالوں میں چالیس مختلف مفاہیم و مطلب اخذ کر سکے۔ دس گیارہ صدیاں گذرنے کے بعد علمائے گرامی قدر نے کوئی نیا مطلب و مفہوم تلاش کرنے کی ضرورت پر پابندی عائد کر دی اور طے پایا کہ ان چالیس مطالب و مفاہیم میں سے جسے چاہیں پسند کر لیں اور باقی کو جس طرح چاہیں رد کر دیں تاکہ اس طرح کی بحث کہیں ختم ہو کر معدوم نہ ہو جائے کہ "سبعہ احرف" کیا ہے؟ کیونکہ آنے والے اوقات میں اس سے ایک بہت اہم کام لیا جانے والا ہے۔ ہاں! اب اس کا وقت بالکل قریب آگیا ہے۔

"سبعہ احرف" کے ان مفاہیم و مطالب کے بیان کرنے والے کوئی معمولی لوگ نہیں بلکہ ان میں بڑے بڑے متبحر علمائے گرامی قدر کے مبارک نام ہیں اور ان میں ایسے ایسے بزرگ اور لاثانی بحر العلماء ہیں جن کا ان کے زمانہ میں تمام ملکوں میں علمی لوہا مانا جاتا تھا اور آج بھی تمام اسلامی مدارس میں ان کے اسمائے گرامی ایک سے بڑھ کر ایک بدستور چلے آرہے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان کی رایوں کو ایک دوسرے کی رائے کے ساتھ رد و قبول کرنے کی اجازت موجودہ علمائے گرامی قدر کی طرف سے دی جاتی ہے۔

"سبعہ احرف" پر قلم فرسائی کرنے والا کون ہو، کہاں ہو اور کیسا ہو اس کے لیے لازم و ضروری ہے کہ ان چالیس مفاہیم و مطالب میں سے چار پانچ کو منتخب کر کے چار کی تردید پر چاہے جتنا زور صرف کرے لیکن کسی پانچویں کی تصدیق پر دلائل کے انبار لگادے اور کوشش کرے کہ وہ عقلی ہونے کے ساتھ ساتھ نقلی بھی ہوں کیونکہ ایسا کرنے سے اس سلسلہ کی تمام روایات صحیح اور درست ثابت ہو جاتی ہیں۔ گویا "سبعہ احرف" کا مبارک جملہ جن روایات میں آتا ہے دراصل ان تمام روایات کو صحیح اور درست تسلیم کرنا اور کرانا اصل مقصود ہے "سبعہ احرف" کا مطلب مفہوم متعین کرنا اصل مقصود نہیں اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ سب کو معلوم ہے کہ ناممکن کو ممکن نہیں بنایا جاسکتا۔

دیکھیں "رشد" کے مضمون نگاروں میں جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا اسم گرامی بھی موجود ہے جو قبل ازیں اسلامی بینک کاروں میں پانچ انگلیاں پانچوں گھی میں ڈال چکے ہیں اُنہوں نے بھی یہی کیا کہ پانچ مطالب کو انتخاب کر کے چار کی تردید پر سارا زور صرف کرتے ہوئے پانچویں کی تصدیق اس طرح کی کہ گویا وہ قرآن کے ساتھ ہی آسمان سے اترا ہے لیکن وحی متلو کے طور پر پڑھا نہیں گیا۔

جان لیں کہ یہ تو "رشد" والوں کی مہربانی ہے کہ اُنہوں نے "رشد" کا قراءت نمبر تین ضخیم جلدوں میں نکال کر پاکستان کے عوام کو "سبعہ احرف" کے نام سے متعارف کرادیا لیکن تعجب یہ ہے کہ "سبعہ احرف" کا یہ تعارف بھی ایسا کرایا کہ جدھر سے آواز آتی ہے یہی سنائی دیتا ہے کہ "سبعہ احرف" کیا ہے؟

لاریب ناچیز بندہ نے بھی طالب علمی کے دور میں "سبعہ احرف" کی روایات پڑھی تھیں کبھی کبھی استادِ محترم سے اس سلسلہ میں بات بھی ہوتی رہی سوال بھی اُٹھائے گئے جھڑکیاں بھی کھائی گئیں کچھ کچھ منتا مناتا بھی رہا اور گاڑی کے مسافروں کی طرح آخر کار منزلِ مقصود تک پہنچ گیا اور درسِ نظامی کی سند فراغت حاصل کر کے معیشت کی چکی میں جُت گیا جو ہاتھ کی کمائی تھی اس لیے وقت نے فرصت ہی نہ دی کہ اس سلسلہ میں پڑھے ہوئے کو پھر دوبارہ غور و توجہ سے پڑھا جائے۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ "سبعہ احرف" کی طرح سینکڑوں جملے ہیں جو روایات میں نظر تو آتے ہیں لیکن مفہوم و مطلب میں بدستور مبہم ہیں اور علمائے گرامی قدر ان کی اُدھیڑ بن میں لگے رہتے ہیں اور ہمارے ہاں اس اُدھیڑ بن کا نام دراصل علم ہے۔ پنجابی کا محاورہ ہے "وہلی جٹی اُن ویلے"۔

غور کریں کہ "جہاد" تو اُس وقت سے جاری تھا جب سے اسلام اور کفر کا آپس میں تعارف ہوا تمام انبیاء کرام نے اس کو جاری رکھا اور دوسرے نبیوں اور رسولوں کی طرح نبی اعظم و آخر ﷺ نے بھی بعثت کے بعد شروع کیا اور تیرہ سالہ مکی زندگی میں بدستور جاری و ساری رہا اور دفاعی طور پر مدنی زندگی میں قتال کی بھی آپ کو اجازت دی گئی جو جہاد کی ایک قسم ہے لیکن جو "جہاد" امریکہ اور اُس کے اتحادیوں نے مختلف ناموں اور مختلف تنظیموں سے جاری کروایا یہ ایسا انوکھا جہاد ہے جس کی مثال اسلامی دنیا میں اس سے پہلے نہیں پائی جاتی اس حقیقت کو سمجھنا ہو تو احقر کی کتاب "جہاد کیا ہے؟" کا مطالعہ کریں۔

یہی حال لفظ "الربوا" کا ہے کہ اس کے معنی کے متعلق علماء نے واضح فرمایا کہ سود نہیں لیکن چونکہ اردو زبان میں "الربوا" کے کوئی معنی نہیں بنتے لہٰذا مجبوراً سود کہہ کر اس کو حرام قرار دے دیا وضاحت کے لیے ہماری کتاب سود کیا ہے؟ کا مطالعہ کریں۔

"سبعہ احرف" کا جملہ بھی آج سے صدیوں پہلے کا ہے ہماری کتابوں میں اس پر بے شمار بحث بھی کی گئی ہے قراء حضرات اور علمائے کرام پڑھتے پڑھاتے بھی آئے ہیں، پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے رہیں گے لیکن اس کے باوجود اسلامی دنیا قرآنِ کریم کے معاملہ میں متفق و متحد ہے کہ اس کا متن مکمل طور پر محفوظ ہے اس میں لفظی کمی و بیشی تو دور کی بات ہے ایک حرف و شوشہ کا فرق بھی موجود نہیں۔ جس طرح اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے اس طرح اس کا کلام بھی ایسا ہے کہ جس کی مثل نہیں نیز اس کی حفاظت بھی اللہ ربِّ کریم نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔

جس طرح "جہاد" جیسی مبارک اسلامی سعی و کوشش کو بعض تنظیموں کے ذریعہ ایک مستقل اسکیم کے تحت بدنام کر کے اِس کا نام دہشت گردی مشہور کیا گیا؟ بالکل اسی طرح وہی ہاتھ اب قرآنِ کریم کے پیچھے نظر آ رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح مسلمانوں کے ہاتھوں "جہاد" جیسی مبارک چیز کو دہشت گردی میں تبدیل کرایا گیا ہے بالکل اسی طرح مسلمانوں کے ہاتھوں قرآنِ کریم کو غیر محفوظ ثابت کرادیا جائے اور قرآنِ کریم ایک نہ رہے بلکہ بیسیوں ہو جائیں تاکہ یہودیت و عیسائیت پر جو اس طرح کا لیبل لگ چکا ہے کہ وہ اپنی آسمانی کتابوں کو محفوظ نہیں رکھ سکے اور ان میں تحریف ہوتی رہی ہے، ہو رہی ہے اور یقیناً ہوتی رہے گی کیونکہ جو چیز ایک بار ہو جائے وہ بدستور جاری رہتی ہے لہٰذا قرآنِ کریم میں بھی عملاً یہ عمل جاری ہو جائے کہ "رہے بانس نہ بجے بانسری۔"

نتیجہ کیا ہو گا؟ یہی کہ جو کام "رشدی" نہ کر سکا اگرچہ وہ بھی نام کا ایک مسلمان تھا جو دیارِ غیر میں رہ رہا تھا وہ کام "رشد" کر دکھائے جو ایسے ملک سے باقاعدگی کے ساتھ جاری و ساری ہے جس کو غیر مسلم ممالک میں اسلام کے قلعہ کے نام سے معروف کیا گیا ہے جب سے پاکستان کے نام سے وہ معرضِ وجود میں آیا ہے۔

غور کیجئے کہ کس پیارے انداز کے ساتھ تمام مکاتب فکر کے بڑے بڑے متبحر علمائے گرامی قدر کے مضامین "رشد" نے ایک جگہ جمع کر دیئے ہیں گویا اس طرح تمام مکاتب فکر کو ایک زنجیر میں جکڑ دیا گیا ہے اگرچہ تمام مضامین آپس میں مختلف اور متضاد بھی ہیں لیکن وہ تو وہی سمجھیں گے جو اتنے بڑے ضخیم "رشد" کی تمام جلدوں کا مطالعہ کریں گے لیکن اس دور میں کہاں کسی کے پاس اتنا وقت ہے کہ وہ اتنی ضخیم جلدوں کو پڑھ، دیکھ اور سمجھ کر کسی نتیجہ پر پہنچے، جب فہرست میں تمام مکاتب فکر کے ان نامور لوگوں کے نام کوئی دیکھے گا تو یہی سمجھے گا کہ ان سب کی رائے وہی ہے جو "رشد" نے قائم کی ہے اور اعلان فرما دیا ہے کہ:

"کلیۃ القرآن جامعہ لاہور الاسلامیہ نے جہاں خدمت قرآن کے بہت سے سلسلے شروع کر رکھے ہیں (ان خدمات میں ایک خدمت وہ بھی ہے جو رمضان المبارک میں مختلف کوٹھیوں پر جامعہ اسلامیہ کی طالبات سے تراویح کی جماعت کرا کرلی جا رہی ہے) وہاں جمع کتابی کے سلسلہ میں بھی کسی سے پیچھے نہیں رہا اور اس نے وہ کام کیا ہے جو تاریخ اسلام میں اپنی نوعیت اور جامعیت کے اعتبار سے یگانہ حیثیت کا حامل ہے وہ یہ کہ قراءت قرآنیہ عشرہ متواترہ جو کہ کلیات اور مدارس میں صدیوں سے پڑھائی جا رہی ہیں اور جیسا کہ ہم نے پہلے کہا ہے کہ قواعد وضوابط اور پڑھنے کے انداز تو کتب قراءات میں موجود ہیں لیکن باقاعدہ مصاحف کی شکل میں موجود نہیں ہیں۔ کلیۃ القرآن الکریم جامعہ لاہور الاسلامیہ کے فضلاء میں سے تقریباً بارہ محقق اساتذہ نے محنت شاقہ فرما کر تین سال کے عرصہ میں وہ تمام غیر متداولہ قراءات میں سولہ مصاحف تیار کر لیے ہیں اور جیسا کہ راقم نے پہلے عرض کیا ہے کہ یہ کام اپنی نوعیت اور جامعیت کے حوالے سے تاریخ اسلامی کا پہلا کام ہے۔"

اہل "رشد" کے مقابلہ میں ناچیز بندہ کی کوئی حیثیت نہیں اور اہل "رشد" کے پیچھے جو اصل طاقت ہے اُس کا توڑ ابھی تک پوری دُنیا میں نہیں پایا جاتا لیکن "ہر کمالے راز والے" بھی ایک بہت پرانا محاورہ ہے۔ اہل "رشد" سے ناچیز بندہ کی ملتجانہ عرض ہے کہ وہ اس کام کو اس جگہ بند کر دیں جو حاصل ہو چکا اُس پر اکتفا کر لیں اور اس تحریک کو کسی دوسری طرف موڑ دیں کہ کرنے کے کام اور بھی بہت ہیں "کپڑے کا کارخانہ جل جائے تو تیل کی ریفائیزی بھی لگائی جا سکتی ہے" اور یہ اہل ثروت کے لیے اتنا مشکل کام نہیں۔

جامعہ لاہور کے ان بارہ محقق اساتذہ کو یقیناً تین سال کی محنت کا معاوضہ مل چکا ہو گا ان کو مزید مصروف رکھنے کے لیے بہتر ہے کہ سیدنا عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدنا ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی قراءت میں جو فرق تھا جس کے باعث دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کے درمیان اتنی سخت لے دے ہوئی تھی اُس کی تلاش پر لگا دیں کہ وہ فرق دراصل کیا تھا کیونکہ مکمل قرآنِ کریم کی چھ ہزار سے زائد آیات کریمات ہیں اور سورہ الفرقان کی صرف ستتر (77) آیات ہیں پورے قرآنِ کریم کے مقابلہ میں یہ بہت کم وزنی کام ہے اگر وہ یہ کام سرانجام دے سکے تو مبارک کے مستحق ٹھہریں گے اور پوری اسلامی دنیا ان کے علمی لوہا کو مان جائے گی اور اہل "رشد" وہ کام کر دکھائیں گے جو آج تک تقریباً تیرہ سو سال میں کوئی نہ کر سکا، کیا اتنا بڑا اعزاز حاصل کرنا معمولی بات ہے؟ بلاشبہ یہ اتنا بڑا اعزاز ہے کہ اسلامی دنیا میں کوئی خلیفہ و بادشاہ بھی اس کو حاصل نہ سکا۔

حقیر وناچیز بندہ کو یہ معلوم ہے کہ "رشد" والے میری یہ بات ہرگز ہرگز نہیں مانیں گے کیونکہ وہ بہت بڑے لوگ ہیں اور ان کے پیچھے اتنی بڑی طاقت ہے کہ شاید وہ حکومت پاکستان کہے تو اس کی بات بھی تسلیم نہ کریں بلکہ اپنی بات حکومت پاکستان سے منوا لیں کہ حکومت پاکستان قبل ازیں ضیاء الحق کے دور میں جہاد کے معاملہ میں ان کی بات مان چکی ہے پھر ضیاء الحق کی حکومت کے بعد مشرف جی کی حکومت سے وہ اس جہاد کو دہشت گردی کے نام میں تبدیل کرا کر عوامی حکومت سے بھی سر تسلیم خم کرا چکے ہیں پھر "رشد" والے آخر میری بات کو کیسے مان جائیں گے جب کہ وہ اتنی بڑی طاقت کی نمائندگی کر رہے ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس ناچیز بندہ کی سن لے اور اپنے خاص ہاتھ سے ان کی اس تحریک کو روک دے کہ وہ تمام طاقتوروں سے زیادہ طاقت

رکھتاہے۔ ہاں! اس بات پر مجھے پورا یقین ہے کہ اگر یہ سولہ یا بیس مصاحف طبع ہو کر پوری دنیا کی لائبریریوں میں پھیلا بھی دیئے گئے تو قرآنِ کریم کی حفاظت پر یہ اثرانداز نہیں ہو سکیں گے کیونکہ قرآنِ کریم کی حفاظت کا یہ وعدہ خداوندی ہے اور اللہ اپنے وعدہ کا خلاف نہ کرتا ہے اور نہ ہونے دیتا ہے۔

"رشد" والوں کی اس تحریک سے فتنے پیدا ہو سکتے ہیں وہ پہلے بھی پیدا ہوتے آئے ہیں، ہو رہے ہیں اور پیدا ہوتے رہیں گے۔ ان چیزوں کا اثر اسلام پر نہیں بلکہ مسلمانوں پر پڑتا ہے جس سے موجوہ مسلمان من حیث القوم کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ اسلام کا پرچم کسی ایسے علاقہ کی طرف منتقل ہونے والا ہو جو اس وقت تک من حیث القوم مسلمانوں کا علاقہ معروف نہ ہو کیونکہ دین اسلام اصولوں کا نام ہے کسی قوم یا علاقہ کا نام نہیں۔

بات "سبعہ احرف" سے چلی تھی چونکہ "سبعہ احرف" کے موضوع کو "رشد" نے نئے جذبہ اور نئی تحریک سے متحرک کیا ہے اس لیے ہر زبان پر "رشد" کا نام آنے لگا اور وہ اس تحریر کا بھی حصہ بن گیا۔

نبی اعظم و آخر ﷺ کی بعثت کے بعد دین اسلام کی اصل و اساس کا اصل سرچشمہ قرآنِ کریم ہے جس کا نزول آپؐ کی بعثت کے ساتھ 21 رمضان المبارک سنہ ایک نبوی دوشنبہ کی رات مطابق 10 اگست 610ء میں شروع ہوا جو تیئیس(23) سال تک تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوتا رہا اور آپؐ کی وفات تک جاری رہا پھر آپؐ کے اُٹھائے جانے کے ساتھ ہی یہ سلسلہ ختم ہو گیا گویا آپ کے صانع ارتحال کے وقت انسانوں کی ہدایت کے لیے صرف اور صرف قرآنِ کریم اور آپؐ کے ارشادات جو لوگوں کی زبانوں پر تھے باقی رہ گئے قرآنِ کریم کی کتابت مکمل ہو چکی تھی اور "عرضہ اخیرہ" میں اس کی سورتوں کی ترتیب اور آیات کا احصاء وغیرہ سب کچھ محفوظ ہو چکا تھا اس کے ساتھ ہی آپؐ کا تمام طریقہ کار آپؐ کی سنت کی شکل وصورت میں تمام انسانوں کے سامنے روزِ روشن کی طرح موجود تھا۔

اس وقت ذخیرہ کتب اسلامی جو ہمارے پاس ہے وہ بہت بعد میں مدون ہوا جو نزول وحی کے ختم ہو جانے کے دو اڑھائی سو سال بعد معرضِ وجود میں آنا شروع ہوا تفصیلات کا یہ موقع نہیں قارئین کرام صرف اس ذخیرہ کتب کو معرض وجود میں لانے والے نفوس رحمہم اللہ میں سے بعض کی ایک جھلک اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں پھر ان شاءاللہ "سبعہ احرف" کی مختصر بات ہو گی۔

نمبر شمار	نام	ولادت	وفات
1	ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ	194ھ	256ھ
2	ابو الحسن مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیریؒ	204ھ	261ھ
3	ابو عبداللہ مالک بن انس بن مالک رحمہ اللہ	95ھ	179ھ
4	ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ	150ھ	204ھ
5	امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ	164ھ	241ھ
6	ابو داؤد سجستانی رحمہ اللہ	202ھ	275ھ
7	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ ترمذیؒ	209ھ	279ھ
8	ابو عبدالرحمن بن احمد بن شعیب نسائی رحمہ اللہ	215ھ	303ھ
9	ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ رحمہ اللہ	209ھ	273ھ

10	ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی رحمہ اللہ	171ھ	255ھ
11	ابو الحسن بن علی بن عمر الدار قطنی رحمہ اللہ	205ھ	285ھ
12	ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ	384ھ	458ھ
13	ابو الفرج عبد الرحمن بن علی الجوزی رحمہ اللہ	510ھ	597ھ
14	امام نووی محی الدین ابوز کریا یحییٰ بن شرف النوویؒ	631ھ	676ھ
15	ابو داؤد سلیمان بن داؤد البصری رحمہ اللہ	124ھ	204ھ
16	محمد بن عمر الواقدی رحمہ اللہ	207ھ	---
17	ابو محمد عبد الملک بن ہشام رحمہ اللہ	---	218ھ
18	محمد بن سعد کاتب الواقدی رحمہ اللہ	---	230ھ
19	عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ رحمہ اللہ	---	235ھ
20	ابو جعفر محمد بن عبد اللہ اسکانی رحمہ اللہ	---	240ھ
21	احمد بن جنبل بن ہلال اسد الزھلی ایشیائی المروزیؒ	164ھ	241ھ
22	ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الدنیوریؒ	203ھ	276ھ
23	امام ابو الحسن احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذریؒ	---	279ھ
24	ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر الخراسانی	215ھ	303ھ
25	ابو جعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ	---	310ھ
26	ابن عبد ربہ رحمہ اللہ	246ھ	328ھ
27	ابو الحسن علی بن حسین مسعودیؒ	---	346ھ
28	محمد بن عباس ابو بکر الخوارزمی رحمہ اللہ	323ھ	383ھ
29	ابو الحسن علی بن عمر دار قطنی رحمہ اللہ	305ھ	385ھ
30	ابو عبد اللہ الحاکم نیشاپوری رحمہ اللہ	321ھ	405ھ
31	ابو احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصبہانی رحمہ اللہ	323ھ	416ھ
32	الحافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاقؒ	336ھ	430ھ
33	امام ابو الحسن علی بن محمد البصری الماوردیؒ	---	450ھ
34	ابو بکر احمد بن حسین البیہقی رحمہ اللہ	384ھ	458ھ
35	یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر الاندلسیؒ	368ھ	463ھ
36	حافظ ابو بکر احمد بن علی الخطیب بغدادی رحمہ اللہ	392ھ	463ھ
37	ابو الحسن علی بن احمد الواحدی رحمہ اللہ	---	468ھ
38	امام حجۃ الاسلام زین الدین ابو الطوسی الغزالیؒ	---	505ھ

39	ابو الحسن علی بن محمد المعروف ابن المغازیؒ	---	483ھ
40	شیرویہ بن شہر دار بن شیرویہ رحمہ اللہ	---	509ھ
41	ابو المؤید الموفق بن احمد بن ابی سعید اسحقؒ	484ھ	568ھ
42	حافظ الکبیر ابو القاسم علی بن الحسین بن عساکرؒ	---	571ھ
43	ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ السہیلی	508ھ	581ھ
44	ابن الاثیر الجزری رحمہ اللہ	544ھ	606ھ
45	ابو الحسن علی بن ابی الکرم محمد بن الکریمؒ	---	630ھ
46	ضیاء مقدسی رحمہ اللہ	569ھ	643ھ
47	کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحہؒ	584ھ	652ھ
48	محمد بن یوسف الکنجی الشافعی رحمہ اللہ	---	658ھ
49	شمس الدین ابو المظفر المعروف بسبط بن الجوزیؒ	---	654ھ
50	عبد الحمید بن ہبۃ اللہ بن محمد بن ابی الحدید عز الدین المدائنیؒ	586ھ	655ھ
51	حجۃ الدین احمد بن عبد اللہ بن محمد طبریؒ	615ھ	694ھ
52	عماد الدین اسماعیل ابو الندا ءرحمہ اللہ	---	732ھ
53	قاضی القضاۃ شمس الدین احمد بن محمد الاربلی بابن فلکانؒ	---	681ھ
54	یوسف بن عبد الرحمن بن علی بن ابی الزہراء المزیؒ	654ھ	742ھ
55	محمد بن احمد بن عثمان ابو عبد اللہ الذھبی۔	673ھ	748ھ
56	عبد اللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان بن فلاح الیافعیؒ	698ھ	768ھ
57	امام الحافظ عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیرؒ	---	774ھ
58	شیخ کمال الدین الاسیری رحمہ اللہ	742ھ	808ھ
59	محب الدین ابو الولید محمد بن محمد الشہیر ابن شحنہ الحلبیؒ	749ھ	817ھ
60	شمس الدین ابو الخیر محمد بن محمد المعروف بابن الجزریؒ	751ھ	833ھ
61	قاضی شہاب الدین بن شمس الدین بن عمرؒ	---	849ھ
62	ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ	773ھ	852ھ
63	علامہ عینی رحمہ اللہ	762ھ	855ھ
64	میر حسین میبندی رحمہ اللہ	---	893ھ
65	نور الدین علی بن عبد اللہ السمہودی رحمہ اللہ	---	911ھ
66	جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ	850ھ	911ھ
67	غیاث الدین بن سہام الدینؒ	---	932ھ

68	ابن حجر مکی رحمہ اللہ	885ھ	973ھ
69	علی المتقیؒ صاحب کنزالعمال	---	975ھ
70	جلال الدین عطاءاللہ بن فضل اللہ شیرازیؒ	---	1000ھ

مذکورہ سنین میں کمی بیشی ممکن ہے جس طرح تحقیق چاہیے تھی نہیں کی گئی۔

"مشتے از خروارے" کے طور پر جن بزرگ ہستیوں کے ناموں کا ذکر اس جگہ کیا گیا ہے ان کی کتب کے مبارک نام اسلامی لٹریچر میں جگہ جگہ پائے جاتے ہیں اس لیے کہ اُنھوں نے کتاب و سنت کی اپنے اپنے طور طریقہ پر وضاحت پیش کی ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ ان بزرگ ہستیوں کی کتب پر قرآنِ کریم کو حاکم بنا کر دیکھنا ہے یا یہ تمام کتب قرآنِ کریم پر حاکم ہیں کہ جو کچھ یہ فرمائیں قرآنِ کریم کو اس طرح سمجھنا ضروری ہے؟ حقیر و ناچیز بندہ کا جواب یہ ہے کہ ان تمام بزرگوں اور جن کا ذکر اس جگہ نہیں کیا گیا سب کی کتابوں پر قرآنِ کریم حاکم ہے اس لیے قرآنِ کریم کو نگاہ میں رکھتے ہوئے ان کا مطالعہ مفید مطلب ہو سکتا ہے۔ ان کو زیرِ نگاہ رکھ کر قرآنِ کریم کا مطالعہ نہیں کرنا چاہیے اگر ایسا نہیں کریں گے تو یہ تمام کتابیں کتاب اللہ پر حاکم ہو جائیں گی جو کسی حال میں بھی صحیح نہیں بلکہ سو فی صد یہ نظریہ غلط ہے۔

"رشد" میں جتنے مضامین لکھے گئے ہیں ان میں اکثر جگہ ان بزرگوں کی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے لیکن اس انداز میں کہ گویا جو کچھ یہ کہیں قرآنِ کریم کو اس طرح سمجھنا ضروری ہے۔ جس طرح یہ حکم دیں قرآنِ کریم کو اس طرح پڑھا جائے جس طرح یہ حکم دیں اس طرح قرآنِ کریم کو تحریر کیا جائے جس طرح یہ حکم دیں قرآنِ کریم کو اس طرح سمجھا جائے۔ قرآنِ کریم نہ خود اپنی وضاحت آپ کر سکتا ہے نہ وہ اس قابل ہے کہ کوئی شخص ان کتابوں کے توسط کے بغیر اس کو سمجھ سکے۔ قرآنِ کریم کے رد و قبول کے لیے یہ تمام کتابیں حاکم ہیں گنجائش صرف اس بات کی ہے کہ ان کتب کے دائرہ کے اندر رہ کر ان میں سے بعض کو رد کیا جا سکتا ہے جب کہ بعض کو قبول بھی کیا جائے۔ مثلاً ان کتابوں میں ایک چیز کے چالیس مطالب بیان کیے گئے ہیں اس لیے اِس سلسلہ میں کچھ لکھنے والے کو یہ اجازت ہے کہ وہ ان میں سے چار پانچ مطالب کو منتخب کر لے پھر چار کو یا ایک کے سوا سب کو رد کرتے ہوئے کسی پانچویں کو قبول کر لے اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو اُس کے لیے کفر کا فتویٰ موجود ہے اور وہ اس سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ کیونکہ وہ متفق علیہ کا فر قرار دیا جائے گا۔

"سبعہ احرف" کا مضمون ان میں سے بعض کتابوں میں روایتاً آیا ہے اور اکثر و بیشتر میں ان روایات کی تشریح و مطلب بیان کیا گیا ہے پھر جس کی مرضی میں جو آیا اُس نے بے دھڑک کہہ دیا ہے کیونکہ تقریباً ایک ہزار سال تک کے بزرگوں کو یہ حق تھا کہ وہ جو چاہیں فرما دیں لیکن ہزار سال گزرنے کے بعد اب یہ بین (Ban) ہے کہ مزید کچھ نہیں کہا جا سکتا اس ہزار سال تک کیے ہوئے کو رد و قبول کرنا ہے۔ ہاں! رشد کے بانیوں کو اتنی اجازت ضرور ہے کہ اپنی طرف سے فرضی سوالات پیدا کر کے اپنی مرضی کے جوابات دے سکتے ہیں جب کہ وہ ساتھ اتنی بات تحریر کر دیں کہ قبل ازیں فلاں فلاں امام نے بھی کہا ہے۔ "رشد" کے تمام مضامین سے یہ بات ثابت ہے اسی طرح! "اہل رشد" کو یہ بھی اجازت ہے کہ وہ ان کتابوں کو اچھی طرح دیکھ کر اور خوب چھان پھٹک کر جو قرآنِ کریم کے متعلق ان کتابوں میں کہا گیا ہے وہ قرآنِ کریم کے اندر داخل کر کے اس کو ایک قرآنِ کریم کی بجائے بیس قرآنِ کریم بنا دیں اور ان کتابوں کے بل بوتہ پر ثابت کر دکھائیں کہ یہ بیس قرآن مل کر ایک قرآن مکمل ہوتا ہے گویا نزول کے وقت سے لے کر ابھی تک قرآنِ کریم مکمل نہیں ہوا آج تک جو قرآنِ کریم پڑھا جا رہا ہے وہ مکمل قرآنِ کریم کا صرف پانچواں حصہ ہے چار حصے ابھی مکمل کیے جا رہے ہیں جو جامعہ لاہور کے محقق اساتذہ کرام مکمل کر رہے ہیں۔ اس پر انا للہ وانا الیہ راجعون ہی پڑھا جا سکتا ہے علاوہ ازیں کچھ کہنے سے ڈر لگتا ہے۔

"سبعہ احرف" کی تمام روایات کو ایک جگہ جمع کرنا تو ایک بہت بڑا کام ہے "رشد" سے تین جلدیں تحریر کرنے کے باوجود ان تمام روایات کو ایک جگہ جمع نہیں کیا جاسکا انہوں نے صرف یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ کمپیوٹر پر ایک بار کلک کریں تو ساڑھے سات سو قراءات کی روایات سامنے آ جاتی ہیں۔ کاش کہ وہ سات سو بار کلک کر کے صرف ایک بار عمر بن خطاب اور ہشام بن حکیم کی الگ الگ قراءات کو منظر عام پر لے آتے۔ ناچیز بندہ اس جگہ صرف ایک روایت کو درج کرنے کی ہمت کر رہا ہے جو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں پانچ بار مختلف ابواب کے تحت درج کی ہے۔ روایت تو ایک ہی ہے لیکن چونکہ پانچ بار درج کی گئی ہے اس لیے اس ایک ہی روایت کو امام موصوف کے پانچ جگہ درج کرنے میں جو حکمت ہے وہ باقی رہے اس کو بدستور اسی طرح پانچ بار درج کیا جارہا ہے جو اصل کے مطابق درجِ ذیل ہے۔

کتاب الخصومات ص۳۲۴ باب کلام الخصوم بعضھم فی بعض:

1۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ: اَخْبَرَنَا مَالِکٌ، عَنِ ابْنِ شِہَابٍ، عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِیِّ اَنَّہٗ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ ھِشَامَ بْنَ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ یَقْرَاُ سُوْرَۃَ الْفُرْقَانِ عَلٰی غَیْرِ مَا اَقْرَؤُھَا، وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَقْرَاَنِیْھَا وَکِدْتُ اَنْ اَعْجَلَ عَلَیْہِ ثُمَّ اَمْھَلْتُہٗ حَتّٰی انْصَرَفَ ثُمَّ لَبَّبْتُہٗ بِرِدَائِہٖ فَجِئْتُ بِہٖ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَقُلْتُ: اِنِّیْ سَمِعْتُ ھٰذَا یَقْرَاُ عَلٰی غَیْرِ مَا اَقْرَاْتَنِیْھَا، فَقَالَ لِیْ: ((اَرْسِلْہُ))، ثُمَّ قَالَ لَہٗ: ((اِقْرَاْ)) فَقَرَاَ، قَالَ: ((ھٰکَذَا اُنْزِلَتْ)) ثُمَّ قَالَ لِیْ: ((اِقْرَاْ)) فَقَرَاْتُ فَقَالَ: ((ھٰکَذَا اُنْزِلَتْ))، اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ فَاقْرَؤُوْا مِنْہُ مَا تَیَسَّرَ۔

کتاب نالشوں اور جھگڑوں کا بیان

باب مدعی اور مدعا علیہ جو کچھ کہیں وہ غیبت میں نہیں آتا (امام بخاریؒ کا اشارہ ہے)

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی انہوں نے ابن شہاب سے انہوں نے عروہ بن زبیر سے انہوں نے عبدالرحمن بن عبد قاری سے انہوں نے کہا میں نے حضرت عمر بن خطاب سے سنا وہ کہتے تھے میں نے ہشام بن حکیم بن حزام کو سورہ فرقان جس طرح میں پڑھتا تھا اس کے سوا دوسری طرح پڑھتے سنا اور مجھ کو یہ سورت خود نبی کریم ﷺ نے پڑھائی تھی میں قریب تھا کہ ہشام بن حکیم بن حزام پر کچھ جلدی سے کر بیٹھوں مگر میں صبر کیے رہا۔ جب وہ پڑھ چکے تو میں نے ان کے گلے میں چادر ڈال کر گھسیٹتا ہوا نبی کریم ﷺ کے پاس لے گیا اور عرض کی کہ یارسول اللہ سورہ فرقان میں نے ان کو اس طرح پڑھتے سنا جس طرح آپ ﷺ نے مجھے نہیں پڑھائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو چھوڑ دے پھر ہشام بن حکیم سے آپ ﷺ نے فرمایا پڑھ، اُنہوں نے پڑھی آپ ﷺ نے فرمایا "اس طرح اُتری ہے" اس کے بعد مجھ سے فرمایا تو پڑھ میں نے بھی پڑھی تو آپ ﷺ نے فرمایا "اسی طرح اُتری ہے"۔ دیکھو، قرآن سات طرح پر اُترا ہے جیسے تم کو آسان ہو اُسی طرح پڑھو۔

کتاب فضائل القرآن ص۱۰۸۷ باب انزل القران علی سبعۃ احرف

2۔ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عُفَیْرٍ: حَدَّثَنِی اللَّیْثُ: حَدَّثَنِیْ عُقَیْلٌ، عَنِ ابْنِ شِہَابٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ: اِنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَۃَ، وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدِ الْقَارِیِّ حَدَّثَاہُ: اَنَّھُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ ھِشَامَ بْنَ حَکِیْمٍ یَقْرَاُ سُوْرَۃَ الْفُرْقَانِ فِیْ حَیَاۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَتِہٖ فَاِذَا ھُوَ یَقْرَاُ عَلٰی حُرُوْفٍ کَثِیْرَۃٍ لَمْ یُقْرِئْنِیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَکِدْتُ اُسَاوِرُہٗ فِی الصَّلَاۃِ۔ فَتَصَبَّرْتُ حَتّٰی سَلَّمَ فَلَبَّبْتُہٗ بِرِدَائِہٖ فَقُلْتُ: مَنْ اَقْرَاَکَ ھٰذِہِ السُّوْرَۃَ الَّتِیْ سَمِعْتُکَ تَقْرَاُ؟ قَالَ اَقْرَاَنِیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَقُلْتُ: کَذَبْتَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَدْ اَقْرَاَنِیْھَا عَلٰی غَیْرِ مَا قَرَاْتَ، فَانْطَلَقْتُ بِہٖ اَقُوْدُہٗ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقُلْتُ: اِنِّیْ سَمِعْتُ ھٰذَا یَقْرَاُ بِسُوْرَۃِ الْفُرْقَانِ عَلٰی حُرُوْفٍ لَمْ تُقْرِئْنِیْھَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((اَرْسِلْہُ، اِقْرَاْ یَا ھِشَامُ)) فَقَرَاَ عَلَیْہِ الْقِرَاءَۃَ الَّتِیْ سَمِعْتُہٗ یَقْرَاُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((کَذٰلِکَ اُنْزِلَتْ)) ثُمَّ قَالَ: ((اِقْرَاْ یَا عُمَرُ)) فَقَرَاْتُ الْقِرَاءَۃَ الَّتِیْ اَقْرَاَنِیْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((کَذٰلِکَ اُنْزِلَتْ، اِنَّ

ھٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ فَاقْرَئُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْہُ))

ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا کہا مجھ سے لیث بن سعد نے، کہا مجھ سے عقیل نے اُنہوں نے ابن شہاب سے، کہا مجھ سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا اُن سے مسور بن مخزمہ اور عبدالرحمن بن عبد قاری نے اُن دونوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سُنا وہ کہتے تھے میں نے ہشام بن حکیم کو نبی اعظم و آخر ﷺ کی زندگی میں سورہ فرقان پڑھتے سنا، میں سنتا رہا دیکھا تو وہ ایسے کئی طریقوں پر پڑھ رہے ہیں جن طریقوں پر آپ ﷺ نے مجھ کو یہ سورۃ نہیں پڑھائی تھی میں عین نماز میں ہی اُن پر حملہ کرنا چاہتا تھا مگر میں نے نماز سے فراغت تک صبر کیا جب اُنہوں نے سلام پھیرا تو میں نے چادر اُن کے گلے میں ڈالی اور اُن سے پوچھا کہ یہ سورت تم کو کس نے پڑھائی ہے اُنہوں نے کہا آپ ﷺ نے۔ میں نے کہا نہیں، تم جھوٹ بول رہے ہو آپ ﷺ نے خود مجھ کو یہ سورت اور طریقہ سے پڑھائی۔ آخر میں ان کو کھینچتا ہوا آپ ﷺ کے پاس لے گیا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ سورۃ فرقان کو اور ہی طریقہ پر پڑھتے ہیں جس طریقہ پر آپ ﷺ نے مجھے نہیں پڑھائی۔ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا اچھا ہشام کو چھوڑ دو پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ہشام پڑھ اُنہوں نے اس طریقہ پر پڑھا جس طریقہ پر پہلے میں نے اُن کو پڑھتے سنا تھا۔ جب وہ فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ سورت اسی طرح اُتری ہے۔ پھر مجھ سے فرمایا اے عمرؓ اب تو پڑھ میں نے وہ سورت اس طرح پر پڑھی جس طرح پر آپ ﷺ نے مجھ کو سکھائی تھی۔ جب میں بھی پڑھ چکا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! "یہ سورت اسی طرح اتری ہے"۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو یہ قرآن سات محاوروں پر اُترا ہے جو محاورہ تم پر آسان معلوم ہو اس طرح پڑھو۔

کتاب فضائل القران ص ۱۰۹۵، ۹۶ باب من لم یر باسا ان یقول سورۃ البقرۃ وسورۃ کذا وکذا

۔حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ: اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ، عَنِ الزُّھْرِیِّ قَالَ: اَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ عَنْ حَدِیْثِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَۃَ، وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِیِّ اَنَّھُمَا سَمِعَا عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ ھِشَامَ بْنَ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ یَقْرَأُ سُوْرَۃَ الْفُرْقَانِ فِیْ حَیَاۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَتِہٖ فَاِذَا ھُوَ یَقْرَؤُھَا عَلٰی حُرُوْفٍ کَثِیْرَۃٍ، لَمْ یُقْرِئْنِیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَکِدْتُ اُسَاوِرُہٗ فِی الصَّلَاۃِ، فَانْتَظَرْتُہٗ حَتّٰی سَلَّمَ فَلَبَّبْتُہٗ، فَقُلْتُ: مَنْ اَقْرَاَکَ ھٰذِہِ السُّوْرَۃَ الَّتِیْ سَمِعْتُکَ تَقْرَاُ؟ قَالَ: اَقْرَاَنِیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ، فَقُلْتُ لَہٗ: کَذَبْتَ فَوَاللّٰہِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ لَھُوَ اَقْرَاَنِیْ ھٰذِہِ السُّوْرَۃَ الَّتِیْ سَمِعْتُکَ، فَانْطَلَقْتُ بِہٖ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَقُوْدُہٗ فَقُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ، اِنِّیْ سَمِعْتُ ھٰذَا یَقْرَاُ سُوْرَۃَ الْفُرْقَانِ عَلٰی حُرُوْفٍ لَّمْ تُقْرِئْنِیْھَا، وَاِنَّکَ اَقْرَاْتَنِیْ سُوْرَۃَ الْفُرْقَانِ، فَقَالَ((یَاھِشَامُ اَقْرَاْھَا)) فَقَرَاَھَا الْقِرَاءَۃَ الَّتِیْ سَمِعْتُہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((ھٰکَذَا اُنْزِلَتْ)) ثُمَّ قَالَ: ((اِقْرَاْ یَا عُمَرُ)) فَقَرَاْتُھَا الَّتِیْ اِقْرَاَنِیْھَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((ھٰکَذَا اُنْزِلَتْ)) ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ فَاقْرَئُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْہُ))۔

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا کہ ہم کو شعیب نے الزہری سے خبر دی اُنہوں نے کہا کہ مجھے عروۃ بن زبیر نے مسعود بن مخرمہ اور عبدالرحمن بن عبدالقاری دونوں نے کہا کہ ہم دونوں سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ کہتے تھے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ہشام بن حکیم رضی اللہ کو کئی ایک ایسے حروف پر سورۃ الفرقان نماز میں پڑھتے ہوئے سنا جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے نہیں پڑھائے تھے۔ قریب تھا کہ میں نماز میں ان پر لپکتا مگر میں نے ان کے سلام پھیرنے تک انتظار کیا جب اُنہوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان کے گلے میں انہی کی چادر کو کھینچتے ہوئے پوچھا کہ آپ کو یہ سورت کس نے پڑھائی ہے؟ اُنہوں نے جواباً کہا کہ مجھے اللہ کے نبی ﷺ نے پڑھائی ہے۔ میں نے کہا تم غلط کہہ رہے ہو کیونکہ مجھے نبی ﷺ نے یہ سورت اور طرح پڑھائی ہے۔ میں اُنہیں کھینچتا ہوا آپ ﷺ کے پاس لے آیا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! ہشام رضی اللہ عنہ سورہ الفرقان کو کئی ایسے حروف پر پڑھ رہے تھے جو آپ ﷺ نے مجھے نہیں پڑھائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہشام کو چھوڑ دو اور آپ ﷺ نے ہشام رضی اللہ عنہ کو تلاوت کا حکم فرمایا اُنہوں نے ویسے ہی قراءت کی جس طرح میں نے سنی تھی آپ ﷺ نے سن کر فرمایا کہ "یہ سورت اس طرح نازل ہوئی ہے۔" پھر آپ ﷺ نے مجھے تلاوت کا حکم دیا تو میں نے اس طرح پڑھی جس طرح آپ

ﷺ نے مجھے پڑھائی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا "یہ اسی طرح نازل ہوئی ہے"۔ یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے جو آسان لگے اسے پڑھ لو۔"

کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین وقتالھم ص ۱۴۵۵ اباب ماجاء فی المتاولین

4۔ قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰہِ: وَقَالَ اللَّیْثُ: حَدَّثَنِیْ یُوْنُسُ بْنُ یَزِیْدَ، عَنِ ابْنِ شِھَابٍ قَالَ: اَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ: اِنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَۃَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدِ الْقَارِیَّ اَخْبَرَاہُ: اَنَّھُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ ھِشَامَ بْنَ حَکِیْمٍ یَقْرَاُ سُوْرَۃَ الْفُرْقَانِ فِیْ حَیَاۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ، فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَتِہٖ فَاِذَا ھُوَ یَقْرَؤُھَا عَلٰی حُرُوْفٍ کَثِیْرَۃٍ لَّمْ یُقْرِئْنِیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کَذٰلِکَ، فَکِدْتُ اُسَاوِرُہٗ فِی الصَّلَاۃِ فَانْتَظَرْتُہٗ حَتّٰی سَلَّمَ ثُمَّ لَبَّبْتُہٗ بِرِدَاءِہٖ اَوْ بِرِدَاءِیْ، فَقُلْتُ: مَنْ اَقْرَاَکَ ھٰذِہِ السُّوْرَۃَ؟ قَالَ: اَقْرَاَنِیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ، قُلْتُ لَہٗ، کَذَبْتَ، فَوَاللّٰہِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَقْرَاَنِیْ ھٰذِہِ السُّوْرَۃَ الَّتِیْ سَمِعْتُکَ تَقْرَؤُھَا، فَطَلَّقْتُ اَقُوْدُہٗ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقُلْتُ لَہٗ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اِنِّیْ سَمِعْتُ ھٰذَا یَقْرَاُ سُوْرَۃَ الْفُرْقَانِ عَلٰی حُرُوْفٍ لَّمْ تُقْرِئْنِیْھَا، وَاَنْتَ اَقْرَاْتَنِیْ سُوْرَۃَ الْفُرْقَانِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَرْسِلْہُ یَا عُمَرُ، اِقْرَاْ یَا ھِشَامُ))، فَقَرَاَ عَلَیْہِ الْقِرَاءَۃَ الَّتِیْ سَمِعْتُہٗ یَقْرَؤُھَا۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((ھٰکَذَا اُنْزِلَتْ))، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((اِقْرَاْ یَا عُمَرُ))، فَقَرَاْتُ فَقَالَ ((ھٰکَذَا اُنْزِلَتْ))، ثُمَّ قَالَ ((اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ۔ فَاقْرَؤُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْہُ))۔

باب تاویل کرنے والوں کا بیان

ابو عبد اللہ لیث بن سعد نے کہا مجھ سے یونس نے بیان کیا، اُنہوں نے ابن شہاب سے کہا مجھ کو عروہ بن زبیر نے خبر دی ان سے مسعود بن مخرمہ اور عبد الرحمن بن عبد قاری نے بیان کیا، اُنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ اُنہوں نے کہا کہ میں نے ہشام بن حکیم کو سورہ فرقان پڑھتے سنا آپ ﷺ کی زندگی میں، کان لگا کر جو سنتا ہوں تو معلوم ہوا وہ ایسی بہت سی قراءتوں پر پڑھ رہے ہیں جو آپ ﷺ نے مجھ کو نہیں پڑھائی تھیں۔ قریب تھا کہ میں نماز ہی میں اُن پر حملہ کر بیٹھوں مگر میں ٹھہرا رہا۔ جب اُنہوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان ہی کی چادر یا اپنی چادر اُن کے گلے میں ڈالی اور ان سے پوچھا کہ تم کو یہ سورت کس نے پڑھائی ہے وہ کہنے لگے نبی کریم ﷺ نے اور کس نے؟ میں نے کہا تم غلط کہتے ہو۔ خدا کی قسم یہی سورۃ جو تم نے پڑھی اور میں نے سنی مجھ کو نبی کریم ﷺ نے خود پڑھائی ہے۔ آخر میں اُن کو گھسیٹتا ہوا نبی کریم ﷺ کے پاس لے گیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے ان کو سورت فرقان اور طرح پر پڑھتے سنا ہے یعنی اس کے خلاف جس طرح آپ ﷺ نے مجھ کو پڑھائی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عمرؓ! ہشام کو چھوڑ دے۔ پھر ہشام سے فرمایا پڑھ، اُنہوں نے اسی طرح پڑھا جس طرح میں نے اُن کو پڑھتے سنا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں! یہ سورت اسی طرح اُتری ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے عمرؓ! تو پڑھ میں نے بھی پڑھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! اسی طرح اُتری ہے۔ اس کے بعد فرمایا، دیکھو یہ قرآن سات طرح پر اُترا ہے جس طرح آسان معلوم ہو پڑھو۔

کتاب التوحید ص ۱۵۸۶ اباب قول اللہ تعالیٰ: (فاقروا ماتیسر منہ)

5۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّیْثُ، عَنْ عُقَیْلٍ، عَنِ ابْنِ شِھَابٍ: حَدَّثَنِیْ عُرْوَۃُ: اِنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَۃَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدِ الْقَارِیَّ حَدَّثَاہُ: اَنَّھُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ ھِشَامَ بْنَ حَکِیْمٍ یَقْرَاُ سُوْرَۃَ الْفُرْقَانِ فِیْ حَیَاۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ، فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَتِہٖ فَاِذَا ھُوَ یَقْرَاُ عَلٰی حُرُوْفٍ کَثِیْرَۃٍ لَمْ یُقْرِئْنِیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ، فَکِدْتُ اُسَاوِرُہٗ فِی الصَّلَاۃِ۔ فَتَصَبَّرْتُ حَتّٰی سَلَّمَ فَلَبَّبْتُہٗ بِرِدَاءِہٖ فَقُلْتُ: مَنْ اَقْرَاَکَ ھٰذِہِ السُّوْرَۃَ الَّتِیْ سَمِعْتُکَ تَقْرَاُ؟ قَالَ: اَقْرَاَنِیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ، فَقُلْتُ: کَذَبْتَ، اَقْرَاَنِیْھَا عَلٰی غَیْرِ مَا قَرَاْتَ۔ فَانْطَلَقْتُ بِہٖ اَقُوْدُہٗ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقُلْتُ: اِنِّیْ سَمِعْتُ ھٰذَا یَقْرَاُ سُوْرَۃَ الْفُرْقَانِ عَلٰی حُرُوْفٍ لَّمْ تُقْرِئْنِیْھَا، فَقَالَ: ((اَرْسِلْہُ، اِقْرَاْ یَا ھِشَامُ))، فَقَرَاَ الْقِرَاءَۃَ الَّتِیْ سَمِعْتُہٗ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((کَذٰلِکَ اُنْزِلَتْ))، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((اِقْرَاْ یَا عُمَرُ))، فَقَرَاْتُ فَقَالَ: ((کَذٰلِکَ اُنْزِلَتْ، اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ فَاقْرَؤُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْہُ))۔

باب اللہ تعالیٰ کا فرمان جتنا تم سے آسانی کے ساتھ ہو سکے اتنا قرآن پڑھو۔ (نماز میں)

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا کہا ہم سے لیث نے انہوں نے عقیل سے اُنہوں نے ابن شہاب سے کہا مجھ سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا اُن سے مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمن بن عبد قاری نے ان دونوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے ہشام بن حکیم کو سورہ فرقان پڑھتے سنا آپ ﷺ کی زندگی میں۔ کان لگا کر جو سنتا ہوں، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایسی قراءتیں اس میں پڑھ رہے ہیں جو نبی کریم ﷺ نے مجھ کو نہیں پڑھائی تھیں۔ میں قریب تھا کہ نماز میں ہی ان پر حملہ کر بیٹھوں لیکن میں صبر کیے رہا۔ جب اُنہوں نے سلام پھیرا تو میں نے چادر اُن کے گلے میں ڈالی اور پوچھا کہ تم کو یہ سورت کس نے پڑھائی جو میں نے ابھی تم کو پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ اُنہوں نے کہا نبی کریم ﷺ نے پڑھائی ہے اور کسی نے نہیں پڑھائی۔ میں نے کہا واہ واہ کیا جھوٹ ہے آپ ﷺ نے تو خود مجھ کو دوسرے طریقہ پر پڑھائی ہے تم جیسا پڑھتے ہو اس طرز پر نہیں۔ آخر میں ان کو کھینچتا ہوا نبی کریم ﷺ کے پاس لے گیا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ یہ سورہ فرقان اور طرح پڑھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے مجھ کو اس طرح نہیں پڑھائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو چھوڑ دے پھر اُن سے فرمایا ہشام پڑھو اُنہوں نے اس قراءت پر پڑھی جس طرح میں ان سے سن چکا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا صحیح ہے۔ یہ سورت اس طرح اتری ہے۔ پھر مجھ سے فرمایا عمرؓ اب تم پڑھو میں نے وہ قرات سنائی جو آپ ﷺ نے مجھ کو سکھائی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ سورت اسی طرح اُتری ہے۔ پھر فرمایا: دیکھو یہ قرآن عرب کی سات بولیوں پر اُتارا گیا ہے جو تم سے آسانی کے ساتھ ہو سکے اسی طرح پڑھو۔

امام بخاریؒ نے جو روایت پانچ بار درج کی وہ آپ حضرات نے پڑھ لی اور ترجمہ بھی دیکھ لیا جو میرا نہیں بلکہ اہل رشد یا علامہ وحید الدین کا ہے اس کے ساتھ ایک روایت کا ترجمہ جو مسلم میں بیان کی گئی ہے ایک نظر اُس کو بھی دیکھ لیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا تو ایک آدمی آیا وہ نماز پڑھنے لگا اس نے ایسی قراءت کی جسے میں نے درست نہیں سمجھا پھر ایک دوسرا آدمی آیا اُس نے اس کے خلاف قراءت کی جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو ہم سب رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے میں نے کہا بے شک اس نے ایسی قراءت کی ہے جسے میں نے درست نہیں سمجھا اور دوسرا آیا تو اُس نے پہلے کے خلاف قراءت کی آپ ﷺ نے ان دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا اُنہوں نے پڑھا تو آپ ﷺ نے اُن دونوں کی توثیق کی۔ میرے دل میں تکذیب کا وسوسہ پیدا ہوا جو کہ زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی پیدا نہ ہوا تھا۔ جب آپ ﷺ نے میری حالت دیکھی تو میرے سینے پر ہاتھ مارا تو میں پسینہ پسینہ ہو گیا، گویا کہ خوف کی وجہ سے میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا اے ابی! میری طرف فرشتہ بھیجا گیا کہ میں قرآن کو ایک طریقہ پر پڑھوں میں نے تکرار کی کہ میری امت پر آسانی فرمائیں۔ دوسری مرتبہ میری طرف فرشتہ بھیجا گیا کہ میں قرآن کو دو طریقوں پر پڑھوں میں نے تکرار کی کہ میری امت پر آسانی فرمایئے۔ تیسری مرتبہ میری طرف فرشتہ بھیجا گیا کہ میں قرآن کو سات قراءتوں پر پڑھوں۔"

اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اس روایت اور اس جیسی دوسری روایات کو ناچیز بندہ بھی صحیح اور درست مانتا ہے لیکن روایت کے طور پر "مثل قرآن" نہیں تاہم اس روایت یا اس جیسی دوسری روایات کا جو مطلب و مفہوم عام طور پر سمجھا گیا ہے خصوصاً جو "اہل رشد" نے بیان کیا ہے اُس کے ساتھ مجھے مکمل اتفاق نہیں وضاحت ان شاء اللہ اپنے وقت پر آئے گی۔

جیسا کہ پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے کہ روایت تو ایک ہے لیکن پانچ بار ذکر کی گئی ہے جس کی مصلحت امام صاحب موصوف کے ابواب واضح کر رہے ہیں۔ اس روایت کو ایک سے زیادہ بار ذکر کرنے سے جو مضمون اور الفاظ کی کمی بیشی ہے وہ بھی اپنے اندر بہت حکمت رکھتی ہے جو مفہوم بیان کرنے میں بہت مدد دیتی ہے اس کے ساتھ ہی میرے جیسے ناخواندہ اور سطحی علم رکھنے والے لوگوں میں اس کو بغور پڑھنے سے کچھ ایسے سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کا جواب "رشد" کے مضامین نگاروں کے ذمہ عموماً اور ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی صاحب کے ذمہ خصوصاً لازم آتا ہے امید ہے کہ وہ

ہم جیسے عامی لوگوں کی تفہیم کی کوشش کریں گے تا کہ ہم جیسے لوگ بھی "رشد" کا مطالعہ کرتے رہیں۔ اس روایت سے فطرتاً پیدا ہونے والے سوالات درج ذیل ہیں۔

۱۔ کیا ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ جماعت کروا رہے تھے جب اُنہوں نے سورہ الفرقان پڑھی تھی اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ جماعت میں شریک تھے؟

۲۔ اگر ہشام بن حکیم جماعت کرا رہے تھے تو یہ کس وقت کی نماز تھی؟ کیونکہ وہ قرآنِ کریم کی تلاوت جہر کر رہے تھے؟

۳۔ کیا آپؐ کی موجودگی میں بھی دوسرے صحابہ کرام جماعت کرا لیا کرتے تھے؟ یا فرض کے علاوہ نوافل کی جماعت کرایا کرتے تھے؟

۴۔ اگر ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ انفرادی طور پر نمازِ نفل ادا کر رہے تھے تو کیا اُس وقت ابھی انفرادی نماز ادا کرنے والا بھی اپنی نماز میں قرآنِ کریم جہر پڑھتا تھا؟

۵۔ کوئی نمازی دورانِ نماز جب قرآن کی تلاوت کر رہا ہو تو اُس کو غلطی لگے تو دوسرے کا حق تصحیح کرانا نہیں؟ جس کو لقمہ دینا کہتے ہیں؟ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے واقف نہیں تھے یا کوئی اور بات ہے؟ وضاحت درکار ہے۔

۶۔ کیا سورہ الفرقان اُس وقت آیات کی موجودہ ترتیب کے لحاظ سے مکمل ہو چکی تھی؟

۷۔ کیا دو یا دو سے زیادہ آدمی انفرادی طور پر اپنی اپنی نماز ادا کر رہے ہوں تو ان کو قراءت جہر کرنی چاہیے یا خفی، اپنی اپنی قراءت پر خیال رکھنا چاہیے یا دوسروں کی قراءت پر؟ جیسا کہ صحابہ کرام نے کیا؟

۸۔ کیا آپؐ ہر ایک صحابی کو فرداً فرداً قرآنِ کریم کی آیات پڑھایا کرتے تھے اور ہر ایک کو الگ الگ الفاظ یاد کراتے تھے؟

۹۔ کیا اس روایت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ دونوں صحابہ کرام نے مختلف طریقوں سے سورہ الفرقان کو پڑھا اور دونوں کو آپؐ نے فرمایا کہ یہ آیت یا سورت "اس طرح نازل ہوئی" تسلیم ہے کہ ایک کا پڑھنا تو ایسا ہی تھا جیسا کہ اس وقت قرآنِ کریم میں ہم سورہ الفرقان کو پڑھتے ہیں کیا دوسرے صحابی کا پڑھا ہوا ابھی کسی جگہ محفوظ ہے اگر ہے تو کہاں ہے؟ اگر نہیں تو قرآنِ کریم محفوظ کیسے رہا؟

۱۰۔ "سبعہ احرف" سات حروف میں سے کسی ایک حرف پر پڑھنے سے جو آسانی مطلوب تھی اُس کا تقاضا ہے کہ ان سات حروف سے سب واقف ہوں جب ان سات میں سے ایک کے سوا کسی دوسرے حرف کا علم ہی نہ ہو تو آسانی کس چیز میں ہوئی؟ کیا یہ بات مہمل نہیں ہو جاتی؟ پھر کسی مہمل بات کو آپؐ کی طرف منسوب کرنا روا ہو سکتا ہے؟

۱۱۔ "پورا قرآنِ کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے" پورے قرآن کریم میں چھ ہزار سے زائد آیات ہیں کہیں سے صرف دس آیات مسلسل "سات حروف" پر بتا دیں تا کہ کچھ سمجھنے کی کوشش کی جائے؟

۱۲۔ جب کسی ایسی بات کی نسبت آپؐ کی طرف ہو جو آپؐ کے شایانِ شان نہ ہو تو کیا اُس سے بھی اعراض نہیں کیا جا سکتا؟ نہیں تو پھر اس آیت کا مفہوم کیا ہے کہ "جب تم نے ایسی بات کو سنا (جو آپ کے شایانِ شان نہیں تھی) تو تم نے کیوں نہ کہہ دیا کہ ہم کو زیب نہیں دیتا کہ اس طرح کی بات اپنی زبان پر لائیں۔ اے اللہ! تو پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے" (۲۴:۱۶)

۱۳۔ ایک لفظ یا جملہ قرآنِ کریم ہے لیکن قرآنِ کریم میں موجود نہیں تو اُس کو قرآنِ کریم کی طرح محفوظ کیسے کہا جا سکتا ہے؟ مثال دے کر واضح کریں تا کہ بات سمجھنا آسان ہو؟

۱۴۔ روایات میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کے واقعہ کے علاوہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ بالکل اسی طرح کا واقعہ پیش آیا ان دونوں واقعات میں پہلے کونسا واقعہ ہوا؟ پھر واقعہ اتنا اہم ہے کہ ایک کے بعد بھی دوسروں

پر یہ بات واضح نہ ہو سکی، پھر دونوں صحابہ کرام کو تکذیب کا خیال بھی یکساں ایک جیسا آیا اور دونوں کے سینہ پر ہاتھ مارنے سے تسلی ہو گئی کیا یہ حسن اتفاق ہے؟ یا کوئی اور بات ہے۔

۱۵۔ مشاہدہ میں آنے والی باتوں میں سے جس بات کی سمجھ نہ آئے اُس کو بغیر سمجھے تسلیم کر لینا اگر ضروری ہے تو اس کا ثبوت کیا ہے؟ حالانکہ قرآنِ کریم کی ہدایت تو یہ ہے کہ "اور یہ وہ لوگ ہیں جب ان کو اُن کے رب کی آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔" (۲۵:۷۳) گویا اصل مفہوم کے لحاظ سے اس آیت کا مقصد اللہ کی آیات میں غور و فکر اور اثر پزیری ہے جو تفہیم کے بعد پیدا ہوتی ہے۔

قارئین کرام کہہ سکتے ہیں کہ میں نے یہ فرضی سوال پیدا کر کے روایات کی تنقیص کی ہے اور خیال نہیں کیا کہ یہ انتخاب امام بخاری جیسے جلیل القدر محدث رحمہ اللہ کا ہے اور سند کے لحاظ سے بالکل صحیح روایات ہیں ان پر اس طرح کے سوال پیدا کرنا کسی مسلمان کا شیوہ نہیں ہو سکتا؟ ہاں! قارئین کرام ایسا کہنے کا حق رکھتے ہیں بلکہ علاوہ ازیں بھی جو کچھ وہ کہنا چاہیں کہیں اور آزادی سے کہیں صرف اتنا خیال کر لیں کہ ان روایات میں جس ذاتِ اقدس کی بات کی جا رہی ہے وہ نبی اعظم و آخر ﷺ کی ذات گرامی ہے جو ان روایات کے تمام راویان اور امام بخاری رحمہ اللہ سے زیادہ احترام اور تقویٰ کی حامل ہے بلکہ ایک مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے آپؐ کی طرف مشاہدہ میں آنے والی کسی ایسی بات کو منسوب کرنا جس کا کوئی مفہوم و مطلب متعین نہ ہو سکے سراسر زیادتی ہے اس طرح کسی مفہوم کو فرضی طور پر آپؐ کی طرف منسوب کرنا اس زیادتی پر مزید زیادتی ہے جس کا کوئی جواز نہیں۔ بات یقیناً کچھ ہو گی لیکن راویانِ حدیث اس کو واضح نہیں کر سکے بلکہ ان کے اس طرح کے بیانات نے قرآنِ کریم کو عام لوگوں کی نظروں میں بھی غیر محفوظ ثابت کر دیا ہے اور اہل رشد نے اس کو محفوظ کرنے کے لیے سولہ قرآن الگ الگ طباعت کرنے کے عزم کا اظہار فرمایا ہے اور یہی وجہ ہے کہ "رشد" کے تمام مضمون نگاروں نے بھی فرضی سوال پیدا کر کے ان کے فرضی جواب دینے کی جو کوشش کی ہے وہ ایک ناکام کوشش ہے جو تمام مضامین میں واضح اور صاف نظر آ رہی ہے ہم نے یہ سوال اس لیے اُٹھائے ہیں کہ فرضی سوال اُٹھا کر فرضی جواب دینے والے ان کے جوابات بھی دیں جو روایات کو دیکھنے سے ہر ذہن میں اُٹھتے ہیں۔

ہم مختلف قراءت کا انکار نہیں کر رہے قراءت ایک فن ہے جس کا تعلق محض فن سے ہے اور لحن و لہجہ سے ہے قرآنِ کریم کی عبارات کو بدلنے سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے قرآنِ کریم کے الفاظ میں تغیر و تبدل، کمی و بیشی اور غلط ملط کرنے کی کسی انسان کو اجازت نہیں دی جا سکتی خواہ وہ کون ہو، کہاں ہو اور کیسا ہو؟ ہمارا ایمان ہے کہ آپؐ نے بھی کبھی ایسا نہیں کیا اور نہ ایسا کرنے کا حکم دیا۔ بات اور تھی لیکن بدقسمتی سے کچھ اس طرح گڈ مڈ کر دی گئی کہ اس کو خواہ مخواہ ایک چیستاں بنا کر رکھ دیا گیا جس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

قرآنِ کریم کو مختلف قراء حضرات کی طرف منسوب کرنا کہ فلاں نے اس طرح پڑھا اور فلاں نے اس طرح اور ہماری اس سرزمین میں فلاں قاری کی قراءت پڑھی جاتی ہے اور فلاں فلاں علاقہ اور ملک میں فلاں فلاں قاری کی قراءت پڑھی جاتی ہے اور یہ تمام قراءتیں آپس میں مختلف ہیں اور سب منزل من اللہ ہیں اس طرح کے بیان کی کوئی حیثیت نہیں قرآنِ کریم اللہ رب کریم کا کلام ہے جو نبی اعظم و آخر ﷺ کے سینہ اقدس میں نازل کیا گیا ہے شفوی اور سمعی طور پر آپؐ کے حکم کے مطابق مختلف کاتبانِ وحی نے تحریر کیا ہے جس کے باعث رسم الخط میں یقیناً فرق پایا جاتا ہے اور یہ ایک فطری چیز ہے لیکن شفوی اور سمعی صورت میں مکمل طور پر یکساں ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے خط کو توقیفی کہا گیا ہے جس میں ردوبدل جائز نہیں۔ ہاں اس کے متن کو اس رسم الخط میں تحریر کرنے کے ساتھ ساتھ شفوی صوت کو محض لوگوں کی تفہیم کے لیے تحریراً پیش کیا جا سکتا ہے تاکہ عام لوگ بھی جو قراء حضرات سے تلقی بالقبول کے طور پر نہیں پڑھ سکتے وہ حروف کی شناخت سے تلفظ کو صحیح طور پر ادا کر سکیں جس طرح اردو خواں لوگوں کے لیے ناچیز بندہ نے قرآنِ کریم کے متن کے نیچے تجوید الحروف کے لحاظ سے صوتِ قرآنی کو درج کیا ہے جس

کو ملک عزیز میں مختلف ادارے طباعت کرا رہے ہیں اور بیرونِ ملک بھی اردو خواں لوگوں کی سہولت کے لیے طبع کیا جارہا ہے۔ اور اس طرح اس کے تلفظ کو دوسری زبانوں میں بھی ان کے اپنے حروف ہجا کے ساتھ متن قرآنی کے تحت پیش کیا جاسکتا ہے اس لیے کہ قرآنِ کریم صرف عربی بولنے والوں کے لیے نہیں بلکہ تمام جہانوں کے انسانوں کے لیے یکساں ایک جیسا ہے۔ یہی وہ سہولت ہے جو روایات میں بیان کی گئی ہے۔ گویا "سبعہ احرف" کی تمام قراء اتیں ہی قرآنِ کریم کے اندر موجود ہیں۔

دنیا میں جتنے حروف ہجا ایجاد کیے گئے ہیں اور مختلف لوگوں کی بول چال میں استعمال ہوتے ہیں جس سے کوئی بھی زبان یعنی بولی معرضِ وجود میں آتی ہے اُس میں ارتقا جاری رہا ہے اس طرح اُس کا رسم املائی بھی ارتقاء حاصل کرتا آیا ہے کر رہا ہے اور کرتا رہے گا لیکن قرآنِ کریم کے رسم الخط کو اس لیے توقیفی کہا گیا ہے کہ وہ رسم ارتقائی صورت کو قبول نہیں کرتا محض اس لیے کہ رسم املائی میں خواہ کتنا بھی ارتقاء ہو شفوی صوت وہی رہے گی وہ بدل نہیں سکتی کیونکہ وہ "تلقی بالقبول" کے تحت آپؐ سے براہ راست حاصل کی گئی ہے اور بدستور اسی طرح آگے چلتی آرہی ہے کہ اس کی حفاظت کا وعدہ خداوندی ہے جس کے باعث اس میں تغیر و تبدل ممکن نہیں۔ ہاں! کسی علاقہ یا ملک میں بھیجے گئے مصحف اول سے قرآنِ کریم کی طباعت میں قرآنِ کریم کا کوئی لفظ قرآنِ کریم ہی کے کسی دوسرے لفظ کے مطابق بدل گیا ہو اور آگے طباعت اُس طرح ہوتی چلی آرہی ہو تو یہ دوسری بات ہے کیونکہ قرآنِ کریم میں ہزاروں مقامات پر الفاظ و جملے قرآن کریم کی آیات میں ایکدوسرے کے ساتھ بدل کر آتے ہیں جو ہر صفحہ پر دیکھے جاسکتے ہیں جو حفاظ کے لیے تشابہ کا باعث ہوتے ہیں۔ یہ قرآنِ کریم میں اختلاف نہیں بلکہ ان کا نزول ہی اس طرح ہوا ہے۔

جب تک نزول جاری رہا اس طرح کے تشابہات کا پیدا ہونا ایک فطری امر تھا لیکن قرآنِ کریم کے نزول کی تکمیل کے بعد جب عرضہ آخیرہ میں اس کی تکمیل ہوگئی تو موجودہ ترتیب کے مطابق اگر کسی جملہ یا لفظ پر تشابہ ہوا تو مکمل تحریر نے اُس کو حل کر دیا اور قرآنِ کریم کی ترتیب و تکمیل کے بعد اس طرح کے تشابہات خود بخود ختم ہوگئے اب جو لفظ جس مقام پر آیا وہ اُس مقام پر اس طرح پڑھا جائے گا اگرچہ بدل کر پڑھنے سے بھی وہ قرآن ہی رہے گا کیونکہ قرآنِ کریم کے کسی دوسرے مقام پر موجود ہے جس کی سینکڑوں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ گذشتہ روایت میں جس سورت کا ذکر کیا گیا ہے یعنی سورہ الفرقان کا اس میں بھی بدستور ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں صرف غور و فکر کی ضرورت ہے جو ہمارے ہاں مفقود ہے۔

16 / ستمبر 2009ء کو ایک دوست کا فون آیا جس نے "رشد" کے قراءات نمبر کا ذکر کیا مجھے معلوم نہیں تھا میں نے عدم علم کا ذکر کیا تو اُس نے مجھے کچھ کاغذات بھجوا دیئے جن میں بعض سوال درج تھے بعض میں واویلا تھا کہ "رشد" نے کیا تحریر کر دیا۔ پھر کراچی سے ایک دوست کا فون اور بعد ازیں ایک مضمون دیکھنے کے لیے ملا جس کے باعث ناچیز بندہ کی توجہ اس طرح مبذول ہوئی۔ مختصر یہ کہ میں نے "رشد" کی دوسری جلد منگوائی کہ پہلی ختم ہو چکی تھی جو بعد میں ایک جہانیاں کے دوست نے مجھے روانہ کر دی دونوں جلدوں کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ کام یقیناً ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت ہو رہا ہے کیونکہ اتنا بڑا جو نتیجہ کے لحاظ سے محض فضول کام ہے کوئی بھی خیراتی ادارہ اپنے ذمہ نہیں لے سکتا۔

ایک عرصہ کی بات ہے کہ ایک بزرگ دوست کے ساتھ مل کر کراچی مفتی رشید احمد صاحب کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں طلباء کو جس حال میں میں نے دیکھا باہر آکر میں نے اپنے بزرگ دوست سے عرض کیا کہ یہ لوگ جو وہاں بیٹھے تھے طلباء تھے؟ اُنہوں نے فرمایا کہ ہاں طلباء ہیں۔ میں نے عرض کیا مدرسہ کے طلباء تو معلوم نہیں ہوتے چونکہ آپ فرما رہے ہیں اس لیے مجھے خاموش رہنا ہی بہتر ہے لیکن چند ہی دنوں کے بعد معلوم ہو گیا کہ وہ طلباء نہیں تھے بلکہ طالبان تھے۔ اُس وقت افغانستان میں جہاد جاری تھا اور فلسطین و کشمیر میں بھی زور و شور سے کام ہو رہا تھا کہ ہر زبان پر طالبان، اسلام اور جہاد کا راگ شروع ہو گیا پھر جو کچھ ہوا وہ ہر آنکھ نے دیکھا اور جو کچھ ہو رہا ہے ہر آنکھ دیکھ رہی ہے تاہم ایسا ہونے کی وجوہات کا سب کو علم نہیں بلکہ بہت ہی کم لوگوں کو علم ہے۔

مختلف قراءات کا معاملہ بھی بارہ تیرہ سو سال سے جاری ہے اور تقریباً ہر دور میں اس کا ذکر ہوتا آیا ہے ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا لیکن مختلف قراءات کے باعث مستقل بیس قرآنِ کریم کے طبع ہونے کی بات اس نئے اسلامی جہاد کے معاً بعد شروع ہو جانا اور اس پر باقاعدہ کام کا آغاز ہونا کسی مدرسہ کے طلباء کا کام نہیں بلکہ یہ اُس تحریک کا کام ہے جو پوری اسلامی دنیا میں تمام حکمرانوں کے آنکھوں میں نمک چھڑک کر باور کرا رہی ہے کہ تمہاری آنکھوں میں کسی وبائی مرض کا عارضہ ہو رہا ہے جس کا علاج صرف اور صرف اس تحریک کے پاس ہے اور تمام اسلامی ممالک کے حکمران اس تحریک کے شکر گذار ہو رہے ہیں۔

جہاد اسلام کا کام تھا اور قرآنِ کریم اسلام کی تھیوری ہے ظاہر ہے کہ اسلام کا نام جہاں بھی اور جب بھی آئے گا تو علمائے اسلام ہی اس کا بیڑا اُٹھا سکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جہاد کا کام بھی علمائے اسلام کے توسط سے شروع ہوا اور اسلامی حکومتیں ان کی نگران تھیں، ہیں اور رہیں گی بالکل اسی طرح اب قرآنِ کریم کا کام شروع ہوا ہے تو وہ بھی علمائے اسلام ہی کے توسط سے شروع ہونا چاہیے۔ پھر جب جہاد پہلے والا جہاد نہیں رہا بلکہ وہ نئی مختلف اقسام میں تقسیم ہو گیا ہے تو قرآنِ کریم کو بھی پہلے والا قرآن نہیں رہنا چاہیے اُس کا نئی اور مختلف اقسام میں تقسیم ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ جہاد اور قرآن دونوں لازم و ملزوم ہیں جب ایک میں تغیر و تبدل ہوا ہے تو دوسرے میں آخر کیوں نہ ہو۔

آج /10 فروری 2010ء تک "رشد" کی تیسری جلد میں نے نہیں دیکھی وہ طبع ہو کر آچکی ہے یا نہیں میرے علم میں نہ ہے جب تیسری جلد بھی طبع ہو کر آئے گی تو اُس کا جائزہ لینے کے بعد اس کا جائزہ گذشتہ دونوں جلدوں پر جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اُس کے ساتھ ملا یا جائے گا پھر ان شاء اللہ اس کی طباعت کا بندوبست بھی ہو گا اس طرح "رشد" پر جو کچھ لکھا گیا ہے ان شاء اللہ کم و بیش دو صد صفحات کی ایک جلد معرض وجود میں آجائے گی فی الحال "سبعہ احرف" کا یہ ابتدائیہ کتابت کے مراحل سے گذار کر دوستوں کو بھیجا جا رہا ہے جنہوں نے بیسیوں سوالات مجھے بھیجے ہیں ان کے سوالات کے جوابات ان شاء اللہ عنقریب کتاب کے اندر ان کو مل جائیں گے بشرطیکہ اُنہوں نے مطالعہ کیا۔

فقط

والسلام

عبدالکریم اثری

یکم فروری 2010

حصہ اول : الحمدللہ

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ، ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ ونشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ امابعد۔ فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ o الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ o (۹۶:۱تا۵)

1۔ "(اے پیغمبر اسلام!) اپنے رب کا نام لے کر پڑھ جس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ جس نے انسان کو ایک خون کے لو تھڑے سے پیدا کر دیا۔ (اے پیغمبر اسلام!) پڑھ اور آپؐ کا رب بڑا ہی بزرگی والا ہے۔ جس نے قلم سے علم سکھایا۔ اُس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا ہے جو وہ پہلے نہیں جانتا تھا"۔ (۹۶:۱تا۵)

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا o (۱۷:۸۸)

2۔ "(اے پیغمبر اسلام!) اس بات کا اعلان کر دے کہ اگر تمام انسان اور جن اکٹھے ہو کر چاہیں کہ اس قرآن کی مانند کوئی کلام پیش کر دیں تو کبھی پیش نہ کر سکیں گے اگرچہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا مددگار ہی کیوں نہ ہو۔" (۱۷:۸۸)

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىہُ ط قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِہٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ o فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰہِ وَاَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ج فَھَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ o (۱۱:۱۳،۱۴)

3۔ "پھر کیا لوگ ایسا کہتے ہیں کہ اس نے قرآن اپنے جی سے گھڑ لیا ہے؟ تو کہہ دے اگر تم اپنی اس بات میں سچے ہو تو اس طرح کی دس سورتیں گھڑی ہوئی بنا کر پیش کر دو اور اللہ کے سوا جس کسی کو پکار سکتے ہو پکار لو۔ پھر اگر وہ تمہاری پکار کا جواب نہ دیں تو سمجھ لو کہ قرآن اللہ کے علم سے اترا ہے اور یہ بات بھی سچی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اب بتلاؤ کیا تم یہ بات تسلیم کرتے ہو؟" (۱۱:۱۳،۱۴)

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىہُ ط قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّثْلِہٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ o (۱۰:۳۸)

4۔ "کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص (محمد ﷺ) نے اللہ کے نام افتراء کیا ہے؟ تم کہو، اگر تم اپنے اس قول میں سچے ہو تو قرآنِ کریم کی مانند ایک سورت بنالاؤ اور اللہ کے سوا جن جن ہستیوں کو اپنی مدد کے لیے بلا سکتے ہو، بلالو۔" (۱۰:۳۸)

وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ وَادْعُوْا شُھَدَآءَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ o (۲:۲۳)

5۔ "اگر تمہیں اس کلام کی سچائی میں کوئی شک ہے جو ہم نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر نازل کیا ہے تو تم بھی اس کی سی ایک سورت بنالاؤ اور اللہ کے سوا جن جن کو تم نے اپنا حمایتی سمجھ رکھا ہے ان سب کو بھی اپنی مدد کے لیے بلالو اگر تم سچے ہو۔" (۲:۲۳)

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ط وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا o (۴:۸۲)

6۔ "پھر کیا یہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے؟ اگر یہ کسی دوسرے کی طرف سے ہوتا اللہ کی طرف سے نہ ہوتا تو ضروری تھا کہ یہ اس کی بہت سی باتوں میں اختلاف پاتے۔" (۴:۸۲)

یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ کَثِیْرًا مِّمَّا کُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْکِتٰبِ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ ط ۵ قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ o یَّھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِہٖ وَیَھْدِیْھِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ o (۵:۱۵،۱۶)

7۔ "اے اہل کتاب یہ واقعہ ہے کہ ہمارا رسول تمہارے پاس آ چکا، کتاب الٰہی کی بہت سی باتیں جنہیں تم چھپاتے رہے ہو وہ تم سے صاف صاف

بیان کرتا ہے اور بہت سی باتوں سے درگزر کر جاتا ہے۔ اللہ کی طرف سے تمہارے پاس روشنی آچکی اور ایسی کتاب آچکی جو روشن کتاب ہے۔ اللہ اسی کتاب کے ذریعے اُن لوگوں پر جو اللہ کی خوشنودیوں کے تابع ہوں سلامتی کی راہ کھول دیتا ہے اور اپنے خاص حکم سے انہیں تاریکیوں سے نکالتا، روشنی میں لاتا اور (پہلے ایمان لانے والوں کی) سیدھی راہ پر لگا دیتا ہے۔" (۵:۱۶،۱۵)

لَاتُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ وَهُوَيُدۡرِكُ الۡاَبۡصَارَ وَهُوَاللَّطِيۡفُ الۡخَبِيۡرُ o(۶:۱۰۳)

8۔ "دیکھو تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس علم و دلیل کی روشنیاں آچکی ہیں، پس اب جو کوئی دیکھے تو خود اس کے لیے ہے اور جو کوئی اندھا ہو جائے تو اس کا وبال بھی اُس کے سر آئے گا اور میں تم پر کچھ پاسبان نہیں ہوں۔" (۶:۱۰۴)

ثُمَّ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِىۡۤ اَحۡسَنَ وَ تَفۡصِيۡلًا لِّكُلِّ شَىۡءٍ وَّهُدًى وَّرَحۡمَةً
لَّعَلَّهُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّهِمۡ يُؤۡمِنُوۡنَ o اَنۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اُنۡزِلَ الۡكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيۡنِ مِنۡ قَبۡلِنَا وَاِنۡ كُنَّا عَنۡ دِرَاسَتِهِمۡ لَغٰفِلِيۡنَ o(۶: ۱۵۵،۱۵۷)

9۔ "اور یہ کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے برکت والی پس چاہیے کہ اس کی پیروی کرو اور پرہیزگاری کا ڈھنگ اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ ہم نے یہ کتاب اس لیے نازل کی ہے کہ تم یہ نہ کہو کہ اللہ نے صرف دو جماعتوں پر ہی کتاب نازل کی ہے جو ہم سے پہلے تھیں اور ہمیں ان کے پڑھنے پڑھانے کی خبر یعنی سمجھ نہ تھی۔ یا کہو، اگر ہم پر کتاب نازل ہوتی تو ہم ان جماعتوں سے زیادہ ہدایت والے ہوتے، سو دیکھو تمہارے پاس بھی تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل ہدایت اور رحمت آگئی، پھر بتاؤ اس سے بڑھ کر ظالم کون انسان ہے جو اللہ کی نشانیاں جھٹلائے اور ان سے گردن موڑے؟ جو لوگ ہماری نشانیوں سے گردن موڑتے ہیں ہم انہیں اس کی پاداش میں عنقریب سخت عذاب دینے والے ہیں۔"
(۶:۱۵۵ تا ۱۵۷)

وَالَّذِيۡنَ يُمَسِّكُوۡنَ بِالۡكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُصۡلِحِيۡنَ o(۷:۱۷۰)

10۔ "اور جو لوگ کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں اور نماز ادا کرنے میں سرگرم ہیں تو ہم کبھی سنوارنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔" (۷:۱۷)

وَاِذَا لَمۡ تَاۡتِهِمۡ بِاٰيَةٍ قَالُوۡا لَوۡلَا اجۡتَبَيۡتَهَا ؕ قُلۡ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا يُوۡحٰۤى اِلَىَّ مِنۡ رَّبِّىۡ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنۡ رَّبِّكُمۡ وَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ o وَاِذَا قُرِئَ الۡقُرۡاٰنُ فَاسۡتَمِعُوۡا لَهٗ وَاَنۡصِتُوۡا لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ o (۷: ۲۰۳،۲۰۴)

11۔ "اور جب تم ان کے پاس کوئی نشانی لے کر نہ جاؤ تو کہتے ہیں کیوں کوئی نشانی پسند کر کے نہ چن لی، تم کہو در حقیقت حال اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ جو کچھ میرے پروردگار کی طرف سے مجھ پر وحی کی جاتی ہے اس کی پیروی کرتا ہوں۔ یہ قرآنِ کریم تمہارے پروردگار کی طرف سے سرمایۂ دلائل ہے اور ان سب کے لیے جو یقین رکھنے والے ہیں ہدایت اور رحمت ہے۔ اور جب قرآنِ کریم پڑھا جائے تو جی لگا کر سنو اور چپ رہو تاکہ اللہ کی مہربانی کے مستحق ثابت ہو۔" (۷:۲۰۳،۲۰۴)

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡكُمۡ مَّوۡعِظَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوۡرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ o قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰهِ وَبِرَحۡمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلۡيَفۡرَحُوۡا ؕ هُوَ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ o(۱۰:۵۷،۵۸)

12۔ "اے لوگو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی جانب سے ایک ایسی چیز آگئی جو موعظت ہے دل کی تمام بیماریوں کے لیے شفا ہے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔ تم کہہ دو یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ کی رحمت ہے پس چاہیے کہ اس پر خوشی منائیں اور یہ اُن ساری چیزوں سے بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے رہتے ہیں۔" (۱۰:۵۷،۵۸)

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ o(۱۵:۹)

13۔ "بلاشبہ ہم نے یہ "الذکر" اتارا ہے اور بلاشبہ ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔" (۱۵:۹)

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝ (۱۷:۹)

14۔ "بلاشبہ یہ قرآنِ کریم اس راہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھی راہ ہے اور ایمان والوں کو جو نیک عملی میں سرگرم عمل رہتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ انہیں بہت بڑا اجر ملنے والا ہے۔" (۱۷:۹)

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۝ (۲۰:۱۲۴ تا ۱۲۶)

15۔ "اور جو کوئی میری یاد (قرآنِ کریم) سے روگرداں ہوگا تو اس کی زندگی ضیق میں گزرے گی اور قیامت کے دن بھی اسے اندھا اُٹھاؤں گا۔ وہ کہے گا پروردگار! تونے مجھے اندھا کر کے کیوں اُٹھایا؟ میں تو اچھا خاصا دیکھنے والا تھا۔ ارشاد ہوگا ہاں! اس طرح ہونا تھا، ہماری نشانیاں تیرے سامنے آئیں مگر تونے انہیں بھلا دیا سو اس طرح آج تو بھلا دیا گیا ہے۔" (۲۰:۱۲۴ تا ۱۲۶)

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝ (۲۵:۱)

16۔ "کیا ہی پاک اور برکتوں کا سرچشمہ ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر "القرآن" نازل کیا تاکہ وہ دنیا جہان والوں کے لیے ڈرانے والا ہو؟" (۲۵:۱)

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ (۲۶:۱۹۲ تا ۱۹۶)

17۔ "اور بلاشبہ یہ قرآنِ کریم تمام جہانوں کے پروردگار کا اتارا ہوا ہے۔ اس کو دیانتدار فرشتہ لے کر اُترا ہے۔ آپؐ کے دل پر اُتارا گیا ہے تاکہ آپؐ ڈرانے والوں میں ہو جائیں۔ شگفتہ عربی زبان میں اور بلاشبہ اس کا ذکر پہلی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ کیا یہ بات ان کے لیے سند نہیں کہ علمائے بنی اسرائیل کو بھی اس کا علم ہے۔" (۲۶:۱۹۲ تا ۱۹۷)

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۭ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ۝ (۳۲:۲۲)

18۔ "اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جس کو اس کے پروردگار کی آیتوں سے سمجھایا گیا، پھر اُس نے ان سے روگردانی کی۔ بلاشبہ ہم ان مجرموں سے بدلہ لیں گے۔" (۳۲:۲۲)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ۭ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ۭ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاۗءٌ ۭ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۝ (۴۱:۴۲،۴۴)

19۔ "جو اس قرآنِ کریم کا جب کہ وہ ان کے پاس پہنچتا ہے انکار کرتے ہیں تو سراسر جاہل ہیں، حالانکہ یہ بڑی ہی باوقار کتاب ہے۔ جس پر باطل کا گزر ہی نہیں نہ آگے سے نہ پیچھے سے کیونکہ یہ قرآنِ کریم بڑے حکمت والے اور ستودہ صفات اللہ کا اُتارا ہوا ہے۔ اے پیغمبر اسلام! آپؐ سے جو کچھ کہا جاتا ہے وہ وہی ہے جو آپؐ سے قبل رسولوں سے کہا گیا، بلاشبہ آپ کا رب بہت بخشنے والا ہے۔ اگر ہم اس قرآن کریم کو عجمی زبان میں اتارتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیات عربی زبان میں واضح طور پر کیوں نہ بیان کی گئیں اور کیا خوب ہے کہ قرآن تو عجمی ہے اور رسول عربی، آپؐ فرما دیجئے کہ یہ قرآنِ کریم تو ایمان والوں کے لیے ہدایت ہے اور شفا ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ قرآن ان کے حق میں تاریکی ہے۔ یہ لوگ ایسے ہیں جن کو کسی دور افتادہ مقام سے پکارا جا رہا ہے۔" (۴۱:۴۱ تا ۴۴)

اِنَّہٗ لَقُرۡاٰنٌ کَرِیۡمٌ o فِیۡ کِتٰبٍ مَّکۡنُوۡنٍ o لَّا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَہَّرُوۡنَ o تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ o اَفَبِہٰذَا الۡحَدِیۡثِ اَنۡتُمۡ مُّدۡہِنُوۡنَ o (۵۶:۷۷ تا۸۱)

20۔ "بلاشبہ یہ قرآنِ کریم ہے جو لوحِ محفوظ میں بھی ہے۔ اس کو وہی چھوتے ہیں جو پاک دل ہیں۔ وہ پروردگار عالمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے کیا اس کلام کے متعلق تو مداہنت سے کام لے رہے ہو۔ اور اس کی تکذیب کو تم نے اپنا حصہ بنالیا ہے۔" (۵۶:۷۷ تا۸۱)

بَلِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِیۡ تَکۡذِیۡبٍ o وَّ اللّٰہُ مِنۡ وَّرَآئِہِمۡ مُّحِیۡطٌ o بَلۡ ہُوَ قُرۡاٰنٌ مَّجِیۡدٌ o فِیۡ لَوۡحٍ مَّحۡفُوۡظٍ o (۸۵:۱۹ تا۲۲)

21۔ "بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کافروں کا کام ہی جھٹلانا ہے اور اللہ ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے بلکہ یہ قرآن کریم بڑی ہی عظمت والا ہے جو لوحِ محفوظ میں بھی محفوظ ہے۔" (۸۵:۱۹ تا۲۲)

نبوت و رسالت ایک وہبی چیز ہے

مذکورہ آیاتِ کریمات کو مع ان کے ترجمہ کے بار بار پڑھیں اور ان کو الترتیب سمجھنے کی کوشش کریں ان شاءاللہ بات سمجھ میں آجائے گی۔ یہ صحیح ہے کہ آپؐ نے کسی انسان کے سامنے تہ زانوں نہیں کیے کہ کسی انسان سے تعلیم حاصل کریں لیکن مشیت الٰہی نے معجزانہ طور پر آپؐ کو معاشرہ سے الگ تھلگ رکھ کر غارِ حرا میں وہ سب کچھ سکھا اور پڑھا دیا جو نبوت جیسی وہبی چیز کے لیے ضروری تھا۔

آپ ﷺ کی عمر چالیس سال کو پہنچ چکی

یہ وہ زمانہ تھا کہ آپؐ کی عمر چالیس سال کو پہنچ رہی تھی کہ زندگی کے افق کے پار سے آثار نبوت چمکنا اور جگمگانا شروع ہوئے یہ آثار خواب تھے اور آپؐ جو بھی خواب دیکھتے وہ سپیدہ صبح کی طرح نمودار ہوتا۔ اس حالت کو عرصہ چھ ماہ گذرا ہوگا اور آپؐ کی عمر شریف قمری حساب سے چالیس سن سے اوپر نکل گئی کہ اچانک غارِ حرا میں ناموس رسالت نمودار ہوگیا۔ تحقیق کے مطابق یہ واقعہ رمضان المبارک کی ۲۱/ تاریخ کو دوشنبہ جس کو ہماری زبان میں سوموار کہتے ہیں کی رات میں پیش آیا اس روز اگست کی ۱۰/ تاریخ تھی اور عیسوی سنہ ۶۱۰ تھا۔

باب نمبر (1)

ناموس رسالت کا ظہور

ناموس رسالت نے ظاہر ہوتے ہی "اقراء" یعنی پڑھ کی صدا سے مخاطب کیا۔ اب یہ کس طرح تسلیم کر لیا جائے کہ رب ذوالجلال والاکرام اپنے خاص ایلچی کی زبان سے حکم دے، جس کو حکم دیا گیا وہ پڑھنا شروع کر دے روایات کے مطابق خواہ وہ ناموسِ رسالت کے بھیجنے کے بعد ہی سہی اور مسلسل اپنی زندگی کے تمام شب و روز پڑھتا پڑھاتا ہی رہے لیکن ہم آپؐ کو اس سب کچھ کے باوجود اَن پڑھ اور ناخواندہ ہی کہتے رہیں یہ بات تسلیم کرنے کے لیے تیار ہی نہ ہوں کہ آپؐ کو نبوت کے ساتھ ہی پڑھنا پڑھانا اور لکھنا لکھانا سب کچھ آ گیا تھا اور یہ سب نبوت و رسالت کا ایک خاص حصہ تھا۔

کہا جا سکتا ہے کہ اگر آپ لکھنا جانتے تھے تو وحی دوسروں سے کیوں لکھواتے رہے لیکن ایسی بات وہی کہہ سکتا ہے جس کے پاس وہ خداداد چیز نہ ہو جس کو عقل سے پکارا جاتا ہے صاحب عقل جانتے ہیں کہ دوسروں سے لکھوانے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ لکھوانے والا لکھنا نہیں جانتا بلکہ وہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ جو وحی مجھ پر ہوتی ہے میں نے اس کو من و عن لکھوا دیا ہے تاکہ میرے لکھے پر کسی کو اعتراض نہ ہو اور جو اس طرح کا اعتراض کرے گا وہ منہ کی کھائے گا۔ فطرت کا تقاضا ہے کہ خود تحریر کرنے والا اکثر ترمیم کرتا رہتا ہے لیکن اس طرح لکھانے میں ترمیم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور یہی اصل مقصود تھا کہ نہ بات میری ہے نہ تحریر۔

غور کریں کہ "اقراء" کا مخاطب اول کون ہے؟ ظاہر ہے کہ خود منتخب ہونے والے نبی اعظم و آخر ﷺ ہیں۔ "آپؐ کو کہا جا رہا ہے" کہ "اپنے رب کا نام لے کر پڑھ جس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ کہ آپؐ کا رب بڑا ہی بزرگی والا ہے۔ جس نے قلم سے علم سکھایا اُس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ پہلے نہیں جانتا تھا۔"

یہ پڑھی جانے والی چیز کیا تھی؟ یہ وہی تھی جس کو "قرآنِ کریم" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اس کو ایسی کتاب بتایا گیا ہے جس میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں پایا جاتا اور ظاہر ہے کہ کتاب لکھی ہوئی چیز ہی کو کہتے ہیں اوپر ذکر کی گئی آیات میں آپؐ کو واضح الفاظ میں فرمایا گیا کہ لکھنا قلم کا کام ہے اور اس کے استعمال سے علم سیکھا اور سکھایا جاتا ہے اس اشارہ کو سمجھ کر آپؐ نے اس وحی الٰہی کو لکھوانا شروع کیا اور اس لکھے ہوئے کو محفوظ فرماتے گئے اور یہ سلسلہ بدستور تئیس سال تک اسی طرح چلتا رہا۔

پہلی وحی اور آپ ﷺ کی ذات

ان آیات میں کسی طرح کا کوئی اشارہ ایسا نہیں پایا گیا جس سے آپؐ کے گھبرانے، کانپنے اور موت کا خطرہ محسوس کرنے کا ذکر ہو۔ پھر تعجب ہے کہ جس چیز کا اشارہ نہیں بلکہ واضح حکم موجود ہے اس کو ہم تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں اور جس چیز کا واضح حکم چھوڑ کر کسی طرح کا اشارہ بھی نہیں پایا جاتا اُسے روایات نے اس شرح و بسط سے بیان کیا ہے کہ اس پر محض سطور نہیں بلکہ سینکڑوں صفحات لکھے گئے ہیں اور آپؐ کی حالت ناموس رسالت کی ملاقات کے بعد اس طرح بتائی گئی ہے کہ آپؐ کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تسلیاں بھی مطمئن نہ کر سکیں اور انجام کار خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس جا کر قدرے آپؐ کی گھبراہٹ دور ہوئی جو اُس وقت عیسائیت قبول کر چکے تھے اور عبرانی زبان

میں لکھنا اور پڑھنا جانتے تھے۔

روایات اور قرآنِ کریم

ایک طرف تو روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ورقہ بن نوفل عبرانی زبان کو بھی لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور دوسری طرف ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ نزولِ قرآن کے وقت عربی حروف ایجاد ہی نہیں ہوئے تھے اور جو حروف ایجاد ہوئے تھے ان پر نقاط وغیرہ کچھ نہیں تھے وہ تو آپؐ کی وفات کے ساٹھ سال بعد ایجاد ہوئے۔

مادہ ق۔ ر۔ اسے "قراء" اور اس سے "قرآن" کا لفظ بھی بنا ہے اس مادہ کے الفاظ قرآنِ کریم میں اسی (80) سے زیادہ استعمال ہوئے ہیں۔

مادہ ک۔ ت۔ ب سے کتب اور کتاب ہے اور اس مادہ کے الفاظ قرآنِ کریم میں تین سو (300) سے بھی زیادہ استعمال ہوئے ہیں۔

پھر لکھی ہوئی چیز سے پڑھا جاتا ہے اور حروف ہجا ہی وہ چیز ہیں جن سے تحریر معرضِ وجود میں آتی ہے خواہ وہ کسی بھی زبان کے ہوں، ان کی کوئی معروف شکل ضرور ہوتی ہے تب ہی ان حروف سے کوئی تحریر لکھی جاسکتی ہے۔ یہ کہنا اور تسلیم کرنا کہ نزول قرآن کے وقت عربی حروف ہجا کی کوئی معروف شکل موجود نہ تھی اور یہ بھی تسلیم کرنا کہ قرآنِ کریم عربی رسم الخط میں لکھا جارہا تھا کیا دونوں باتیں متضاد نہیں ہیں؟ کیا متضاد باتوں کو تسلیم کرنے کا نام اسلام یا روایات اسلام ہے؟

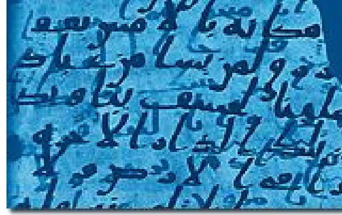
پڑھنا پڑھانا اگر محض تلقی بالقبول کے باعث تھا تو پھر کتاب کس کو کہا گیا؟ کاتبین وحی کے نام روایات میں بکثرت موجود ہیں جن کی گنتی چالیس تک شمار کی گئی ہے اگر حروف ہجا ایجاد نہیں ہوئے تھے تو وہ کیا لکھتے تھے؟ کیا لکھنے کی کوئی ایسی صورت دنیا میں موجود تھی یا ہے کہ بغیر حروف کے لکھا جاتا رہا ہو۔

حروف ہجا کی شکلیں

ہاں! یہ تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ نزولِ قرآن سے پہلے عربی حروف ہجا کی شکلیں اس طرح نہ ہوں لیکن ایسا تسلیم کرانے والوں کے ذمہ یہ چیز لازم آتی ہے کہ وہ اُس وقت کے ایسے حروف ہجا بتادیں تاکہ اُن کی شناخت ہوسکے جن سے تحریر ہوتی تھی یا کم از کم یہ تسلیم کرلیا جائے کہ اُس وقت ان کی شناخت کے لیے ان کی ضرور کوئی معروف شکلیں ہوں گی لیکن نزولِ قرآن کے وقت یہ حروفِ تہجی معرضِ وجود میں آچکے تھے جن میں قرآنِ کریم کی وحی تحریر ہوتی رہی لیکن اس وقت وہ شکلیں معدوم ہوچکی ہیں جو نزولِ قرآن سے قبل تھیں اگرچہ ایسا کہنا بھی اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب اس کا کوئی ثبوت پیش کیا جاسکے کیونکہ قرآنِ کریم کے اشارات کے باعث یہ بات طے شدہ اور تسلیم شدہ ہے کہ قرآنِ کریم جن حروف میں پہلے روز آپؐ کی موجودگی میں تحریر ہوا اُسی طرح آج تک ان ہی حروف میں تحریر ہوتا آرہا ہے اور قیامت تک اسی طرح تحریر ہوتا رہے گا چاہے اس کو سمجھنے کے لیے عجمی لوگ اپنی سہولت کے لیے اس کی اصل تحریر کے نیچے یا ساتھ اطلاقی طریقہ اختیار کرسکتے ہیں یا الگ تحریر کرکے سمجھا سکتے ہیں لیکن اس کو بدل نہیں سکتے اس لیے کہ اس رسم الخط کو توقیفی کہا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ آج تک قرآنِ کریم میں بعض الفاظ مختلف طرز سے تحریر ہوتے چلے آرہے ہیں اگرچہ اُن کا تلفظ وہی صحیح ہے جو "تلقی بالقبول" کے لحاظ سے آپؐ سے سیکھا گیا اور قرآنِ کریم کی حفاظت کے لیے یہ دونوں طریقے یعنی تحریر اور قراءت لازم وملزوم سمجھے گئے ہیں کیوں؟ اس لیے کہ قرآنِ کریم نے دونوں کا تفصیل کے ساتھ

الگ الگ ذکر کیا ہے یعنی قراءت کا بھی اور کتابت یعنی تحریر کا بھی جیسا کہ پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے۔

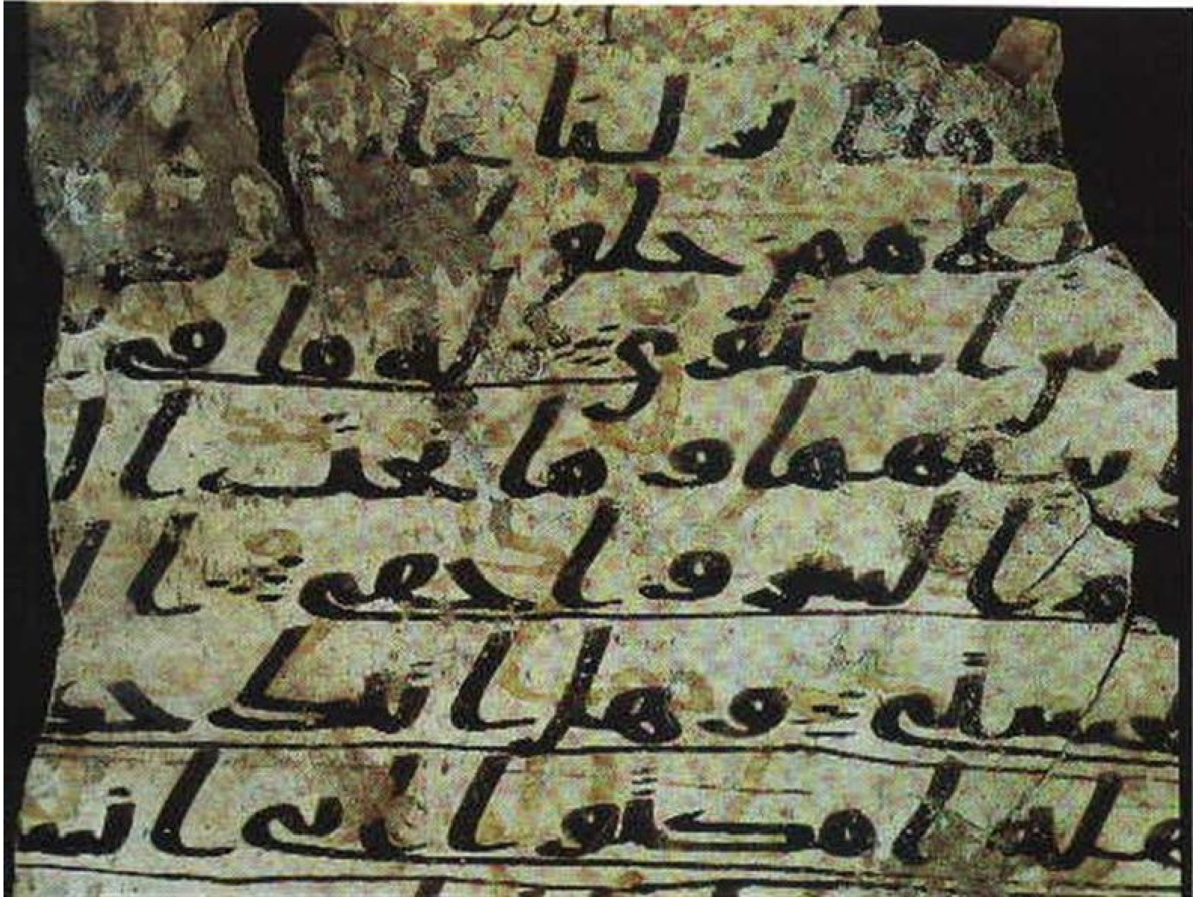
The Yemeni Koran - Sana'a Manuscript





Highlights : Vowel signs
© Organisation Nationale de l'Archéologie, des Musées et des Manuscrits, Yemen

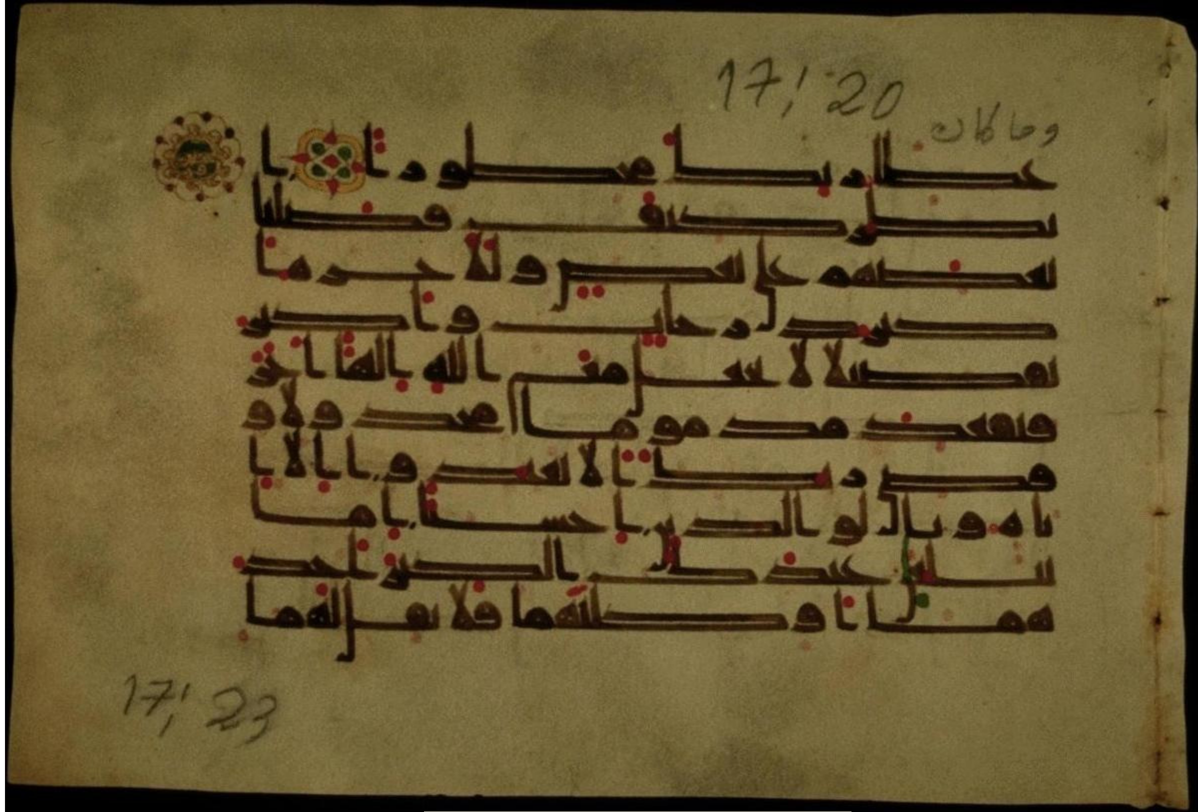




Sanaa Quran Manuscript Double Versions.jpg

Gerd R Puin photo of one of his Sana'a Qur'an parchments, showing layered revisions to the Qu'ran. The **Sana'a manuscripts**, found in Yemen in 1972, are considered by some to be the oldest existent version of the Qur'an. Although the text has been dated to the first two decades of the eighth century, carbon-14 tests indicate that some of the parchments in this collection date back to the 7th and 8th centuries. Carbon-14 tests date some of the parchments to 645-690 AD. Their real age may be somewhat younger, since C-14 estimates the year of the death of an organism, and the process from that to the final writing on the parchment involves an unknown amount of time. Calligraphic datings have pointed to 710-715 AD. Generally, it is accepted that "no extant manuscript has been unequivocally dated to a period before the ninth century on the basis of firm external evidence."

Sana'a manuscripts - Wikipedia, the free encyclopedia



The Sana'a manuscripts

Highlights : The Kufi Masq script

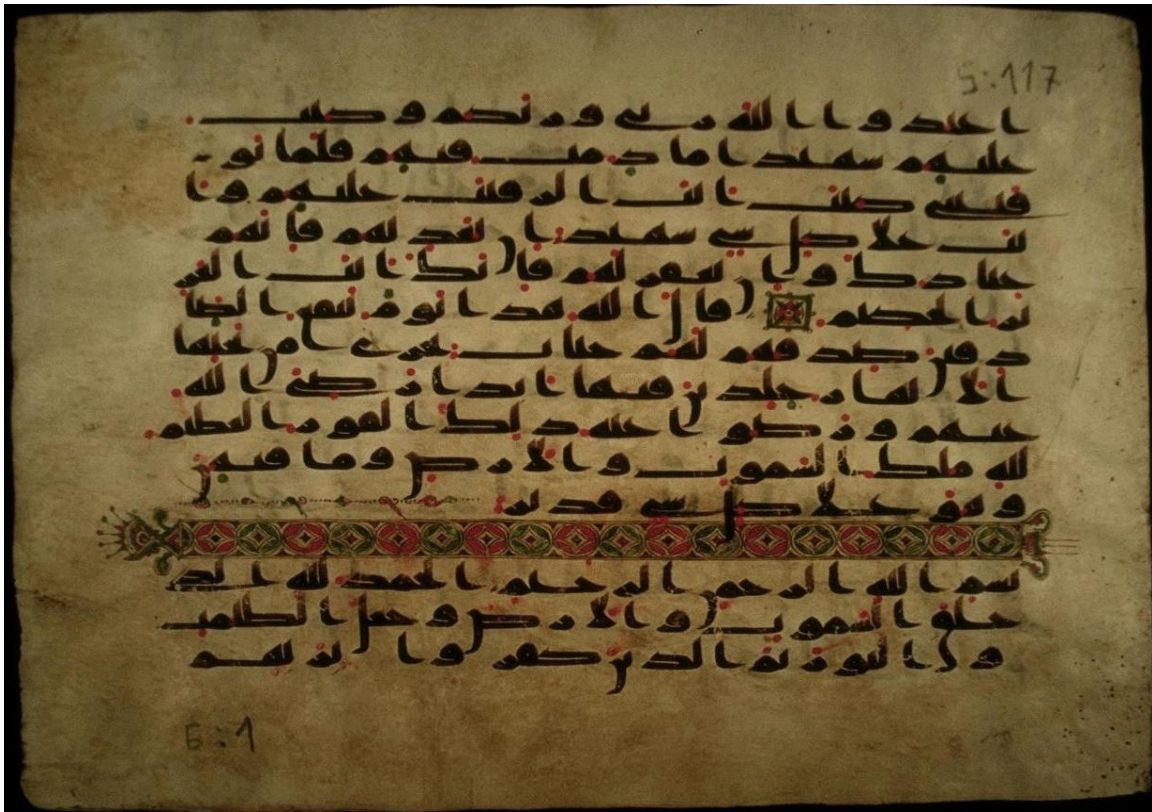


The Sana'a manuscripts

Highlights : Vowel signs



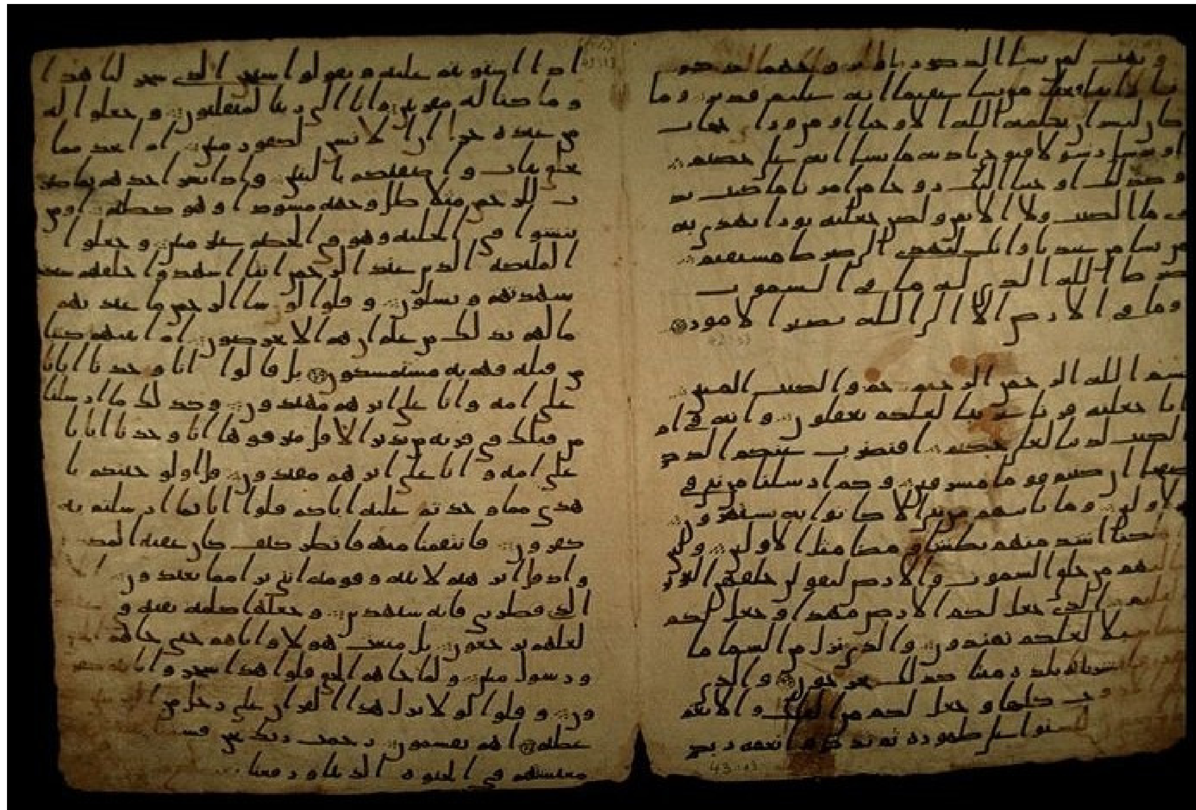
The Sana'a manuscripts
Highlights : Integrated ornaments



The Sana'a manuscripts
Highlights : Surah division with geometric ornaments

UNESCO-CII-The Sana'a manuscripts-Zoom.JPG

http://www.unesco.org/webworld/mdm/visite/sanaa/en/present1.html



Qur'anic Manuscript Hijazi script.jpg

An Early (1st century Hegira) Qur'anic Manuscript (1st century Hegira). From end of verse 49 of Surah al-Shura to verse 31 of Surah al-Zukhruf and part of 32. Script: Hijazi. Location: Maktabat al-Jami‘ al-Kabir, Sanaa (Yemen).

http://www.islamic-awareness.org/Quran/Text/Mss/yem1a.html

So The Christian Bible Has Been Corrupted You Say?

The general opinion and testimony of Muslims that (unlike the Bible as they assert) the Qur'an/Koran is clear and uniform. There are no differing versions and documents. There is but one Qur'an and all Muslims everywhere use the identical text, given word for word by Gabriel to Mohammed who, in turn, recited it to his scribes and companions for recording or memorization. These pieces were collected under the Khalifships of Abu Bakr and Umar by Zaid-ibn-Thabith. When a little later contentions arose between believers because of differing recitations (in prayer), Uthman ordered the text to be edited according to the dialect of the Quraish, and this text is the one before us today.

As we shall see, this is not correct - or it is, to say the least, a very romantic concept.

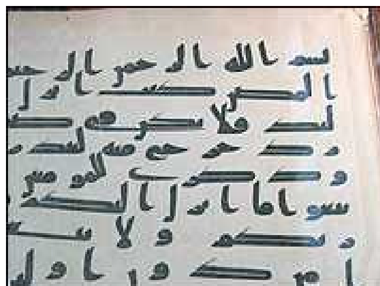
We must say here, however, that by "different versions" of the Bible is generally meant various translations, which do indeed have differences in phrasing as any one translation of a certain text has when compared to another translation of the same text - translations of the Qur'an not excepted.

Muslims interpret the honesty Christians display about some variant readings of the Bible as weakness and claim that the Qur'an never had more than one version. Any differences, they say, concerned variant dialects only and never affected the meaning of the text. This is definitely incorrect as the following paragraphs will prove.

The truth is, the Christian Bible can be nearly reconstructed today from the 24,800 copies of original manuscripts still in existence and the 80,000 quotations from early church fathers. Also, many people who actually walked and talked with Jesus wrote to us about His life. The Christian Gospels were so widely distributed that any attempt to change (add/subtract) something in the Christian Gospels would have resulted in immediate discovery.

Jewish scribes painstakingly copied the Torah via a system of checking, double checking and adding each letter on each line. Any attempt to change something in the Torah would have resulted in immediate discovery.

This same quality of transmission cannot be said of the Islamic Qur'an. The Islamic Qur'an was written down from 3rd and 4th hand accounts; and from a few thoughts written on scrap papers --and compiled over 150 yrs after Muhammad died in 632 A.D. The oldest Qur'an dates from around 790 A.D. (after Jesus), and it is in the British Library. That's 158 years after Muhammad's death.



The library where the Koran is kept is in an area of old Tashkent known as Hast-Imam, well off the beaten track for most visitors to this city. It lies down a series of dusty lanes, near the grave of a 10th century scholar, Kaffel-Shashi.

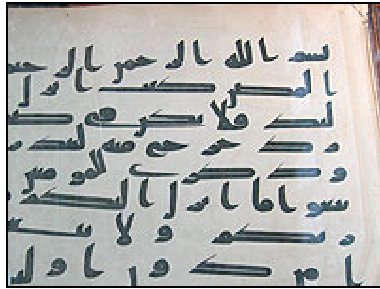
http://www.bibleprobe.com/corruptedquran.htm

The Oldest Quran in the World

By: Ian MacWilliam, BBC News* -



The Othman Koran was compiled in Medina by Othman, the third caliph



The Othman Koran is the oldest in the world

In an obscure corner of the Uzbek capital, Tashkent, lies one of Islam's most sacred relics - the world's oldest Koran.

It is a reminder of the role which Central Asia once played in Muslim history - a fact often overlooked after seven decades of Soviet-imposed atheism.

The library where the Koran is kept is in an area of old Tashkent known as Hast-Imam, well off the beaten track for most visitors to this city.

It lies down a series of dusty lanes, near the grave of a 10th century scholar, Kaffel-Shashi.

The Mufti of Uzbekistan, the country's highest religious leader, has his offices there, in the courtyard of an old madrassa.

Just across the road stands a non-descript mosque and the equally unremarkable Mui-Mubarak, or "Sacred Hair", madrassa, which houses a rarely seen hair of the Muslim Prophet Muhammad, as well as one of Central Asia's most important collections of historical works.

"There are approximately 20,000 books and 3000 manuscripts in this library," said Ikram Akhmedov, a young assistant in the mufti's office.

"They deal with mediaeval history, astronomy and medicine. There are also commentaries on the Koran and books of law. But the oldest book here is the Othman Koran from the seventh century."

Sacred verses

The Othman Koran was compiled in Medina by Othman, the third caliph or Muslim leader.

Before him, the sacred verses which Muslims believe God gave to Muhammad were memorised, or written on pieces of wood or camel bone.

To prevent disputes about which verses should be considered divinely inspired, Othman had this definitive version compiled. It was completed in the year 651, only 19 years after Muhammad's death.

This priceless Koran is kept in a special glass-fronted vault built into the wall of a tiny inner room.

About one-third of the original survives - about 250 pages - a huge volume written in a bold Arabic script.

"The Koran was written on deerskin," said Mr Akhmedov. "It was written in Hejaz in Saudi Arabia, so the script is Hejazi, similar to Kufic script."

It is said that Caliph Othman made five copies of the original Koran. A partial Koran now in the Topkapi Palace in Istanbul is said to be another of these original copies.

Historical text

Othman was murdered by a rebellious mob while he was reading his book. A dark stain on its pages is thought to be the caliph's blood.

It was Othman's murder that precipitated the Shia-Sunni divide which has split the Muslim world ever since.

Later disputes over the succession led to a division between the mainstream Sunnis, and supporters of Othman's immediate successor, Ali, who became Shias.

The story of how the Othman Koran came to Tashkent is a remarkable one.

After Othman's death it is believed it was taken by Caliph Ali to Kufa, in modern Iraq. Seven hundred years later, when the Central Asian conqueror, Tamerlane, laid waste to the region, he found the Koran and took it home to grace his splendid capital, Samarkand.

It stayed there for more than four centuries, until the Russians conquered Samarkand in the 1868. The Russian governor then sent the Othman Koran to St Petersburg where it was kept in the Imperial Library.

But after the Bolshevik revolution, Lenin was anxious to win over the Muslims of Russia and Central Asia. Initially he sent the Koran to Ufa in modern Bashkortostan.

But finally, after repeated appeals from the Muslims of Tashkent, it was returned once more to Central Asia in 1924. It has remained in Tashkent ever since.

Visiting dignitaries from the Muslim world often turn up to see the Othman Koran in the depths of old Tashkent, so it is odd that it is still kept in such an out of the way location.
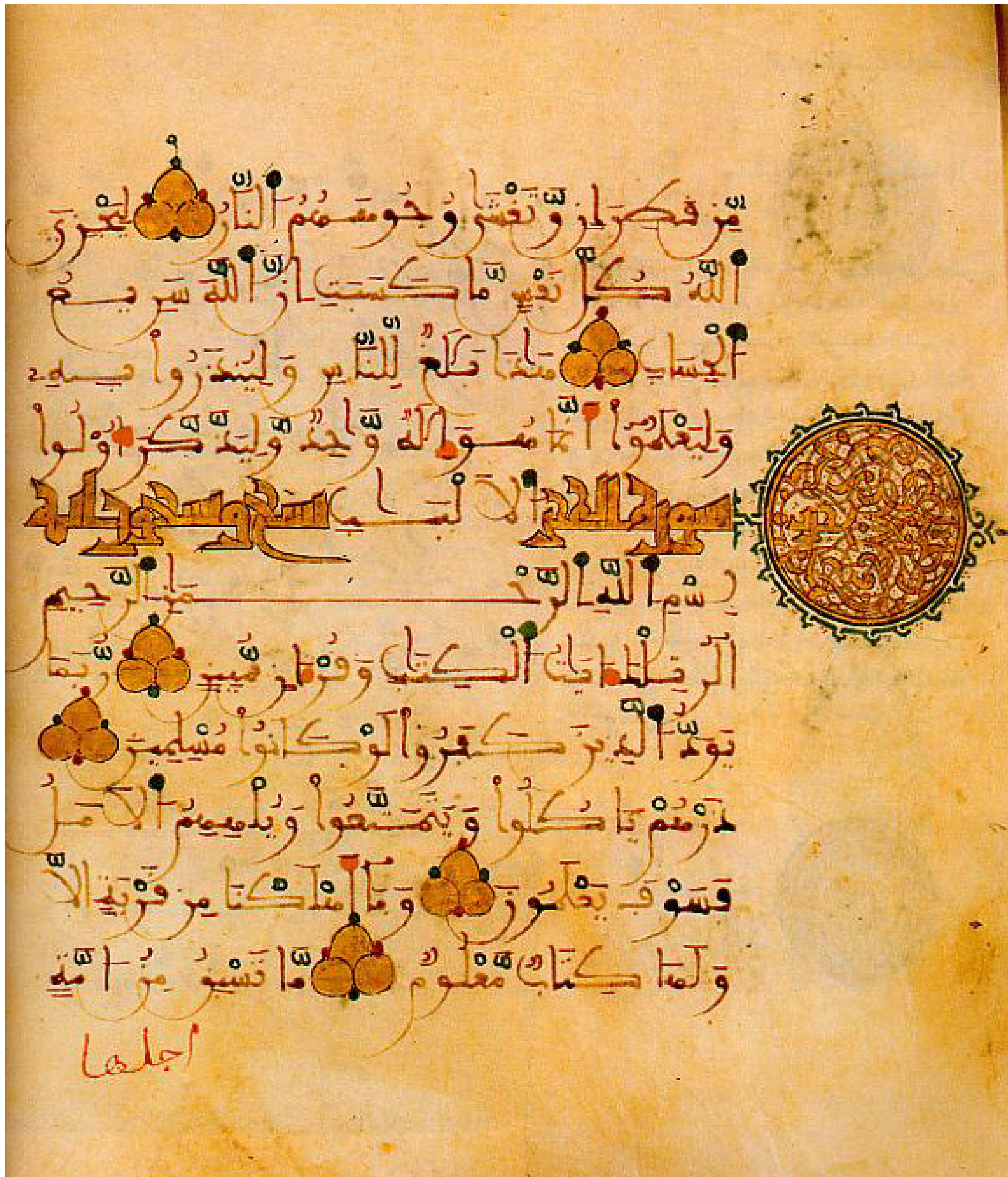
But the authoritarian Uzbek government has inherited a Soviet-era distrust of Islam, and still views much of its own Islamic history with suspicion.

The mufti's official religious establishment is closely watched and takes care not to attract too much attention to itself.

As a result, its greatest treasure, the world's oldest Koran, continues to sit quietly in the medieval quarter of old Tashkent.

www.islamicity.com and BBC NewsSource:

http://www.irfi.org/articles/articles_401_450/oldest_quran_in_the_world.htm



Andalus Quran.jpg

San'a Manuscripts And Vowel Points

I had reminded that MUSAILIMAH KAZZAB, the false prophet from San'a along with his wife SAJJAH, had written his own quran. It is possible that the German archeologists might have excavated some pages from KAZZAB. Some excerpts from his quran are reported in our histories. They are funny to the extent of making you laugh but even his scroll has vowels and punctuation.

For example, the scroll of Musailima Kazzab says, "Don't you wish to see paradise now? Watch women handling wheat flour, making the dough and leaning on it, spreading it and compressing it, moving to and fro. I said watching these women doing it and not watching the dough they are working with ...... Men who are blinded to see their beauty will be blind in the hereafter.... And look at those who ride camels and make them swim in the ocean .... aren't the stars, moon and sun created of the lighted fire from hell .... so don't you worry about hell, so beautiful it is .... and Nooh son of Ibrahim was my great great grandfather. He brought great floods in your community and my grandfather cooled his wrath. Be thankful to me therefore .... my angel is one Aleemullah who brings to me tomorrow ... and blah blah.

It is a strange dilemma that not a single paper from the blessed times of the exalted Prophet and Sahaba Kiraam exists today. The very few things like the Prophet's (S) letters to the rulers of Persia, Byzantine, Egypt and Ethiopia, his seal (the ring), three copies of the Qur'an in various museums, carry no proof of authenticity. In fact, on close examination, they seem to be fake. Such a big Madinah Empire had an extremely well-organized government secretariat. No empire can run without records about its population, housing, agriculture, industry, soldiery, economics, cavalry, warfare, treaties, export and import, provincial administration, treasury, salaries, means of welfare etc. We find scattered details about those things in history and Hadith books written in the third and fourth centuries (Tabari, Ibn-e-Athir, "Sahah Sittah" and the Shi'ah "Sahah Arba'ah). But not a single original paper of the first 134 years (until the Banu Umayyad ended) is in existence today.

The city of Madinah has never been invaded and it has never faced any catastrophic natural disasters that would wipe off those records. We have no other conclusion except that the records were intentionally destroyed by the ruling elite and the Criminals of Islam during the Abbasid dynasty to let them enjoy their indulgent life-style. Details are given in my book ISLAM: THE TRUE HISTORY AND FALSE BELIEFS.

Sister Helen's approach and IMAN is extremely laudable. She says, "I have read many times that the earliest Quran copies had no vowels or diacritical marks and that these marks were added later. I have always found this claim somewhat fishy, as it adds weight to the idea of many readings or 'qirats'."

There have been many historical figures, but the chief culprit here is son of one of the "Sahah Sittah" writers Abi Dawood. Abu Bakr Abdallah bin Abu Dawood Sulaiman, wrote a very incriminating book KITAB-IL-MASAAHIF. I think, it was Arthur Jeffrey of UK who very enthusiastically got hold of the deplorable book and translated it into English.

An excerpt from my book: [Who arranged the Qur'an? The marvelous flow between not only the verses but the Surahs of the Qur'an tells us that the Glorious Book is free of human touch in all forms. The fluent sequence remains obscure to the superficial reader. The Book before us is in exactly the same sequence as revealed on the heart of the exalted Prophet. So, none but Allah arranged the entire Qur'an. Please experience this beauty reading the Book with all sincerity. People like Abu Dawood's son, Abu Bakr Abdallah bin Abu Dawood Sulaiman, author of KITAB-IL-MASAAHIF, and our "Imams" of Hadith & History, try to make the reader believe that the entire Book is a human effort. For example, it was revealed in seven 'qirats', variant readings (actually, different words), it was written on bones, date leaves and stones, some verses were lost, Sahaba Kiraam used to dispute with each other on how each of them had heard the verses from the exalted Messenger (S), that Hazrat Uthman had collected the scattered Qur'an and burnt the variant copies, and so on. The story is endless of the crimes against the Noble Book of Allah. To begin with, it needed a Christian (Waraqah bin Naufil) to reassure Rasool (S) that he had received a revelation, and then Waraqah himself never accepted Islam, etc.]

The greatest proof of the absolute authenticity of the Qur'an in our hands is the internal evidence:

Please note that the Qur'an calls itself a perfectly bound Book (Zaalik-al-Kitaab) right in the beginning.

The very first Arabic book could never be called a scripture/book without vowels and punctuation since a single vowel or a single sign of punctuation, or lack of it, would drastically change the meanings.

2:2 (Here is the guidance you asked for.) This is a Book whereof there is absolutely no doubt concerning its authority and authenticity. And it leaves no doubts lingering in a seeking mind. It is a Guide for those who wish to journey through life in honor and security.

[Rayib includes the meanings given in the first three lines. This Divine Writ, Al-Qur'an, is a Monograph that, when studied with an open mind, humility and sincerity, finds its own way from the mind to the heart. You will soon notice, as you proceed, that this scripture leaves no lingering doubts in a sincere, seeking mind. If you remember that this is a Book of guidance and treat it as such, the glittering reality will dawn upon you that this is a beacon of light! It is a Guide for all those who wish to journey through life in honor and security - Recorded on parchment by honorable scribes appointed by the Messenger. (52:2-3, 80:11-16). The Almighty Himself guarantees the truth of this revelation, its explanation and its preservation. It is absolutely free of contradictions. Al-Qur'an = The Lecture or Monograph that finds its own way to sincere hearts, becoming Az-Zikr = The Reminder. 4:82, 10:37, 15:9, 29:48-49, 32:2, 52:2-3, 75:17-19, 80:11-16]

52:3 Written on fine parchment, unrolled, open for everyone to read, widely published.

[Raqq = Deer skin = Parchment. Right here is the unequivocal negation of many accounts of fabricated Hadith that the Qur'an was written on bones, date-leaves, stones etc. Manshoor = Unfolded, unrolled, available to be seen and read, open to understanding, widely distributed]

75:17 It is up to Us to gather and preserve it and the reading of it.

80:11 Nay, this is an Advisory.

80:12 So let him pay heed who wills.

80:13 In Scrolls Dignified.

80:14 Exalted, Purified.

80:15 By the hands of scribes.

80:16 Honorable and virtuous.

Thank you!

Dr. Shabbir Ahmad

http://www.ourbeacon.com

بڑے لوگوں کی باتیں

یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ بڑے لوگوں کی باتیں بڑی ہوتی ہیں "رشد" کے جن مضمون نگاروں نے اس طرح کی بحث اُٹھائی ہے وہ بلاشبہ بڑے لوگ ہیں اور خصوصاً سید مودودی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام بھی اپنی جگہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے ان کا مضمون بھی ہلکی پھلکی تحریف کے بعد "رشد" میں تحریر کیا گیا ہے جس میں موصوف رقم طراز ہیں کہ:

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جس رسم الخط میں ابتداءً نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کی کتابت کرائی تھی اور جس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پہلا مصحف مرتب کرایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جس کی نقل بعد میں شائع کرائی اس کے اندر نہ صرف یہ کہ اعراب نہ تھے بلکہ نقطے بھی نہ تھے کیونکہ اس وقت تک یہ علامات ایجاد نہ ہوئی تھیں اس رسم الخط میں پورے قرآن کی عبارت یوں لکھی گئی تھی۔

"کتاب احکمت ایتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر

اس طرزِ تحریر کی عبارتوں کو اہل زبان اٹکل سے پڑھ لیتے تھے اور بہر حال با معنی بنا کر ہی پڑھا کرتے تھے۔" (اس کی کوئی مثال پیش کرنا ہر گز ہر گز ممکن نہیں) حقیقت یہ ہے کہ حروف کی اشکال ایسی تھیں کہ بغیر نقاط کے ان کی پہچان کی جا سکتی۔

مودودی صاحب جو فرمائیں اُن کا حق ہے

بہر حال سید مودودی رحمہ اللہ جو کچھ بھی اور جیسے بھی تحریر کریں اُن کو حق ہے اور جس چیز کو وہ تاریخی حقیقت فرمادیں شاید اُس کا مقام فی نفسہٖ قرآن وسنت سے اوپر ہوتا ہو گا کیونکہ اُن کو ماننے اور تسلیم کرنے والے اس ملک عزیز میں منظم طور پر موجود ہیں۔

ہمیں تعجب تو "اہل رشد" پر ہے کہ اُنہوں نے اپنا جو مسلک متعارف کرایا ہے وہ کتاب اللہ اور صحیح حدیث رسول اللہ ہے کیا فی الواقعہ کتاب اللہ اور صحیح حدیث رسول اللہ ﷺ میں بھی کوئی ایسی بات موجود ہے؟ اگر ہے تو وہ کہاں ہے؟ میرے جیسے کمزور دماغوں کو جب تک انگلی رکھ کر اس کی نشاندہی نہ کی جائے سمجھ نہیں آتی اور ایسی تاریخی حقیقت کو جو کتاب وسنت کے خلاف ہو دل تسلیم نہیں کرتا خواہ اس کو کہنے والے علامہ مودودی ہوں۔

تاریخی کہانیوں کا مقام بہر حال صحیح روایات کے بعد ہے اور جب صحیح روایات بھی محض سند کے اعتبار پر صحیح تسلیم نہیں کی جا سکتیں جب وہ درایت کے خلاف ہوں تو پھر کسی بات کو اگر تاریخی حقیقت کہا جائے تو محض کسی بڑے بزرگ کے کہنے سے ایک خلافِ حقیقت بات کو کیسے مان لیا جائے؟ خصوصاً جب کہ وہ اُس کے اپنے بیان کے بھی نقیض ہو۔ اسی مضمون میں چار سطر پہلے سید موصوف فرماتے ہیں کہ:

"یہ بات اپنی جگہ بالکل صحیح ہے کہ قرآنِ مجید آج ٹھیک اسی صورت میں موجود ہے جس میں وہ نبی ﷺ پر نازل ہوا تھا اور اس میں ذرا برابر کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔"

دو مختلف باتیں بھی حق ہو سکتی ہیں؟

سید مودودی رحمہ اللہ علیہ کی ان دونوں عبارتوں کو کم از کم تین چار بار ضرور پڑھیں اور اس تحریر کو بھی دیکھیں جو بقول سید صاحب موصوف قرآنِ کریم کے نزول کے وقت تحریر کی گئی تھی جو سورہ ہود کی پہلی آیت کے طور پر قرآنِ کریم میں آج بھی موجود ہے اور پھر ان دونوں تحریر کو آپس میں ملائیں اور فیصلہ خود کر لیں کہ سید صاحب والی عبارت وہی ہے جو خود نبی کریم ﷺ نے تحریر کرائی ہے کیونکہ بقول سید صاحب موصوف وہ نقاط اور اعراب کے بغیر تھی اگر بات ایسی ہے تو پھر اس وقت سارا قرآن ہی بدلا ہوا ہے اور بقول سید صاحب یہ تبدیلی بھی پہلی صدی میں کر دی گئی تھی جو ابوالاسود دولی رحمۃ اللہ نے کی تھی اور جو کسر رہ گئی وہ حجاج بن یوسف سے پوری کرائی گئی اور یہ سب کچھ ہونے کے باوجود قرآنِ کریم پھر من وعن وہی رہا جو اُس وقت آپؐ پر نازل ہوا جس میں ایک نقطہ یا شوشہ کا فرق بھی نہیں ہے کیا یہ دونوں باتیں کسی طرح صحیح ہو سکتی ہیں؟ہاں! یہ دونوں باتیں صحیح ہیں، کیونکہ سید مودودی رحمہ اللہ نے تحریر کر دی ہے۔ کیا اسلام میں کسی چیز کے سمجھنے کا معیار یہی ہے جو اس جگہ بیان ہو رہا ہے؟

سید مودودی حروف کی شکلیں واضح کر دیتے تو بہتر ہوتا

بہتر ہوتا کہ سید صاحب موصوف اگر یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ اُس وقت حروف ہجا نقاط سے خالی تھے تو اُن کی کوئی فرضی صورت ہی تشکیل دے کر واضح کر دیتے کہ اُس وقت ب، ت، ث کو اس شکل میں تحریر کیا جاتا تھا اور ان کی شکلیں الگ الگ تحریر کر دیتے تاکہ انسانی ذہن آپ کی بات کو قبول کر لیتا اس لیے کہ اگر موجودہ حروفِ ہجا سے نقاط ختم کر دیئے جائیں تو حروف کی صرف بارہ شکلیں باقی رہ جاتی ہیں اور بارہ حروف ہجا سے قرآنِ کریم کی عربی عبارت کا تحریر کرنا کسی صورت بھی ممکن نہیں پھر تحریر وہ چیز ہے جو مشاہدہ میں آنے والی ہے اگر اُس وقت ممکن تھی تو آج بھی ہے۔ پورا قرآنِ کریم تو بہت بڑی بات ہے صرف دس سطور ان بارہ حروف ہجا میں تحریر کر کے دکھائیں جس کو عام لوگ نہ سہی صاحب علم ہی پڑھ کر سنا دیں۔ اس طرح یہ بھی کہ بارہ حروف میں تحریر ہونے والی عبارت اٹھائیس انیتس حروف میں تحریر ہو رہی ہو اور اُس میں ایک شوشہ کا بھی فرق نہ ہو کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ اور اس بات پر کیسے یقین کر لیا جائے؟ کیا بڑے لوگوں کے بڑا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ وہ کہہ دیں اُن کے سامنے سر ہلا دیا جائے جب کہ قرآنِ کریم کی ہدایت ہے کہ

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝ (۲۵:۷۳)

پھر سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ "ان دو تاریخی حقیقتوں کو نگاہ میں رکھ کر دیکھئے کہ اگر قرآن کی اشاعت کا دارو مدار صرف تحریر پر ہوتا تو جس رسم الخط میں امت کو یہ کتاب ملی تھی اُس کو پڑھنے میں تلفظ اور اعراب ہی کے نہیں تشابہ حروف کے بھی کتنے بے شمار اختلافات ہو گئے ہوتے۔ محض زبان اور اس کے قواعد کی بنا پر خود اہل زبان بھی اگر نقطے اور اعراب لگانے بیٹھتے تو قرآن کی ایک ایک سطر میں بیسیوں اختلافات کی گنجائش نکل سکتی تھی اور کسی ذریعہ سے بھی یہ فیصلہ نہ کیا جا سکتا تھا کہ اصل عبارت جو نبی ﷺ پر نازل ہوئی تھی وہ کیا تھی۔"

تحریر اور تلقی بالقبول

معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم کی اشاعت کا دارومدار صرف تحریر پر نہیں تحریر کے ساتھ کچھ اور بھی ہے اور ظاہر ہے کہ وہ "تلقی بالقبول" ہی ہے لیکن اگر "تلقی بالقبول" پر بھی انحصار آپؐ کو نہ تھا اس لیے تحریر کا ہونا بھی لازم سمجھتے ہوئے آپؐ نے اس کو تحریر کرایا جو بدستور نزول کے ساتھ ساتھ تحریر ہوتا رہا۔ اگر اس تحریر کی یہی شکل ہوتی جو سید صاحب رحمہ اللہ نے اوپر تسلیم کی ہے تو پھر جن لوگوں نے نقاط واعراب لگائے آخر وہ امت ہی کے لوگ تھے اور آپؐ کی وفات کے بعد پیدا ہونے والے لوگوں نے اس کام کو سرانجام دیا پھر جس خدشہ کا اظہار سید صاحب رحمہ اللہ نے کیا ہے وہ تو اس میں سوفی صد ہو گیا کیونکہ بقول مودودی صاحب کے نقاط واعراب نزول قرآن کے وقت ابھی ایجاد ہی نہیں ہوئے تھے اور وہ تحریر جو آپؐ نے کرائی تھی وہ صرف بارہ حروفِ ہجا میں تھی بعد میں اس تحریر کو اٹھائیس، انتیس حروف میں تبدیل کیا گیا اور اس کے باوجود قرآنِ کریم بدستور اسی طرح محفوظ رہا اور مکمل تحریر بدلنے کے باوجود اس میں ایک شوشہ بھی اِدھر اُدھر نہیں ہوا۔ یہ بات اپنی سمجھ میں آنے والی نہیں اگر کسی ذی علم کی سمجھ میں آئے تو وہ میرے جیسے ناسمجھ لوگوں کو سمجھادے۔

بندہ جہاں تک سمجھا ہے یہ بات ہرگز تسلیم نہیں کی جاسکتی کہ قرآنِ کریم کے نزول کے وقت حروف ہجا کی اشکال فقط بارہ تھیں اور قرآنِ کریم صرف ان بارہ حروف ہجا کی اشکال میں تحریر ہوا تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآنِ کریم کے نزول کے وقت عربی رسم الخط کے تمام حروف ہجا موجود تھے اور جو تحریر نبی اعظم وآخر ﷺ نے نزول قرآن کے وقت شروع کرائی تھی وہ ان موجودہ حروف ہجا میں بالکل اسی طرح تحریر ہوئی تھی ہاں! منقوط حروف کی اشکال میں کوئی ایسی تبدیلی ہو کہ ان کی شناخت نقطوں سے نہیں کسی اور صورت میں ہو تو یہ بات تسلیم کی جاسکتی ہے اور اس بات کا فیصلہ اُس وقت کی تحریرات ہی کرسکتی ہیں بشرطیکہ وہ موجود ہوں اس لیے کہ اس طرح صوتی صورت بدستور قائم رہتی ہے جو اصل ہے اور تحریر اسی صوتی صورت کو قائم رکھنے کے لیے ہی ضروری ہوتی ہے گویا ہر ایک زبان میں صوت اور تحریر دونوں لازم وملزوم ہیں جو ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوسکتیں۔ ہاں! حروفِ ہجا کی شکلیں مختلف ہوسکتی ہیں اور ان کو خوب سے خوب تر اور خوب ترین بنایا جاسکتا ہے۔

صوتِ قرآن اور تحریر قرآنی

گویا "اقراء" کے حکم کے ساتھ ہی اس کی صوت کا نزول ہوا اور اسی صوت کو تحریر میں محفوظ کیا گیا چونکہ تحریر کرنے والے بدلتے رہے جس کے باعث تحریر میں ایسا فرق پایا گیا جس سے صوت متاثر نہ ہوئی بلکہ بدستور قائم رہی جس کے باعث تحریر میں کہیں کہیں معمولی فرق پایا گیا اور قرآنِ کریم کے رسم الخط کو توقیفی قرار دے کر اس کی حفاظت بدستور اسی طرح کی گئی جس طرح اس کی صوت کی کی گئی ہے جس کے باعث تحریر یعنی رسم الخط کا فرق آج بھی اُسی طرح من وعن موجود ہے اور اسی طرح موجود رہے گا تاکہ صوت قرآنی کے ساتھ ساتھ رسم الخط یعنی تحریر کی شکل وصورت بھی پہلی بار تحریر ہونے کے مطابق رہے اور یہ وہ دیانت وامانت ہے جو قرآنِ کریم کی املا اور متن کے ساتھ خاص ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم۔

آج آلِ سعود ہوں یا اہلِ مصر اور "اہل رشد" رسم الخط کے اس فرق کو ختم کرکے اپنی طرف سے اس میں یکسانی لاکر دنیا کے باقی تمام قرآنی نسخوں کو غلط قرار دے دیں جیسا کہ اُنہوں نے "رشد" کے تیسرے نمبر میں بیانگ دہل کیا ہے جس کا ذکر ان شاءاللہ اس مضمون کے آخر میں آئے گا۔

متن قرآن کی املا اور رسم الخط

مثلاً قرآنِ کریم میں ایک لفظ ملک آیا ہے کو "ملک" تحریر کیا گیا ہے تو اس لیے نہیں کہ کوئی چاہے تو اس کو ملک پڑھے اور کوئی چاہے تو اس کو مالک پڑھ لے بلکہ اس کی صوت صرف اور صرف مالک ہے یہ جو قرآنِ کریم کی سورہ فاتحہ میں ملک تحریر ہے تو اس لیے ہے کہ پہلی تحریر کے وقت اس کو ملک تحریر کیا گیا جس کی صوتی آواز پہلے روز سے مالک تھی لیکن بعد میں آنے والوں نے خواہ مخواہ اس کو مختلف قراءات کا مسئلہ بنا دیا اور کسی ایک نے جب اس کو اس طرح بیان کر دیا تو بعد میں آنے والے اس طرح مکھی پر مکھی مارتے چلے آئے اور کسی نے بھی یہ خیال نہ کیا کہ "رحمن" کو بھی قرآنِ کریم میں اکثر جگہ "رحمن" ہی لکھا گیا ہے یعنی بغیر الف کے لیکن ہر جگہ اس کو رحمان ہی پڑھا گیا ہے کسی نے بھی اس کو "رحمن" نہیں پڑھا یہ فقط اُس تحریر کو محفوظ رکھنے کے باعث ہے جو پہلے روز سے تحریر ہوئی یعنی رسم الخط کا مسئلہ ہے تلفظ کا مسئلہ نہیں گویا "تلقی بالقبول" میں آپؐ کی زبان مبارک سے "رحمان" ہی پڑھا گیا صرف رسم الخط کے لحاظ سے اس کو "رحمن" لکھا گیا اور پھر اسی طرح اس کی حفاظت کی گئی جس طرح اس کے تلفظ کی کی گئی بعد میں آنے والوں نے اس میں الگ قراءت کا مسئلہ کھڑا نہ کیا اس لیے اس میں ایسی بحث پیدا نہ ہوئی جس طرح کی بحث لفظ "ملک" میں پیدا کر دی گئی۔ یہی حال پورے قرآنِ کریم کی املاء کا ہے جس کو مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا اور "سبعہ احرف" کے جملہ کو پیش نظر رکھ کر مختلف قراءات بنالی گئیں جس کا کوئی ثبوت اور کوئی اشارہ کتاب و سنت میں موجود نہیں ہے صرف علمائے گرامی قدر کی بحثیں ہیں جو ہزار سال سے زیادہ عرصہ سے چلی آ رہی ہیں گویا جس طرح آج کل ان بحثوں کو اُٹھانے والے علمائے کرام ہیں پہلے بھی علمائے کرام ہی تھے۔ آج سے ہزار سال پہلے ہونے کے باعث وہ نبی و رسول نہیں مانے یا کہے جاسکتے اور نہ اُن کی تحریرات کو کتاب و سنت کہا جاسکتا ہے چاہے "اہل رشد" اس پر کتنا اصرار کریں۔

قرآنِ کریم کے تلفظ کی حفاظت

قرآنِ کریم میں اس طرح کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں اور سینکڑوں الفاظ ہیں جو ایک سے زیادہ طریقوں سے پڑھے جاسکتے ہیں جب کہ ان پر اعراب نہ لگائے گئے ہوں اور ہر پڑھنے والے کو اجازت ہو کہ وہ اپنی مرضی سے اعراب لگالے حالانکہ یہ بات پہلے صحیح تھی اور نہ آج صحیح ہے بلکہ پہلے روز سے "تلقی بالقبول" کے طور پر آپؐ سے شفوی اور سمعی تلفظ محفوظ کیا گیا جو اپنے تمام اعراب کے ساتھ محفوظ چلا آ رہا ہے اور قیامت تک اسی طرح محفوظ رہے گا اور جس طرح قرآنِ کریم کا رسم الخط محفوظ ہے بالکل اسی طرح اس کا شفوی اور سمعی تلفظ بھی محفوظ ہے۔

باب نمبر (2)

قرآنِ کریم کا دوسرا دعویٰ اس کی مثل نہ ہونے کا ہے یعنی یہ کہ قرآنِ کریم اللہ رب کریم کا کلام ہے جس طرح اللہ کی مثل نہیں بالکل اسی طرح اس کے اس کلام کی بھی مثل نہیں ہو سکتی گویا جس طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی مخلوق کو خواہ وہ نبی ورسول ہی کیوں نہ ہو مثل قرار نہیں دیا جا سکتا بالکل اسی طرح کسی بھی مخلوق کے کلام کو خواہ وہ نبی ورسول ہی کا کلام کیوں نہ ہو مثل قرار نہیں دیا جا سکتا چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے کہ:
"اے پیغمبر اسلام! اس بات کا اعلان کر دے کہ اگر تمام انسان اور جن اکٹھے ہو کر چاہیں کہ اس قرآن کی مانند کوئی کلام پیش کر دیں تو کبھی پیش نہ کر سکیں گے اگرچہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا مددگار ہی کیوں نہ ہو۔" (۱۷:۸۸)
قرآنِ کریم نے صرف ایک جگہ نہیں بلکہ بار بار اس امر کا مطالبہ کیا ہے اور مخالفین ومنکرین کو چیلنج پر چیلنج دیا ہے اور کوئی شرط عائد نہیں کی، کوئی پابندی نہیں لگائی۔ کہا ہے تو صرف یہ کہ یا تو دعویٰ رسالت تسلیم کر لو اور مان لو کہ یہ کلام پیغمبر اسلام کا تصنیف شدہ نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے رسالت کا پیغام ہے یا پھر ایسا کلام تم بھی بنا کر پیش کر دو۔ ہاں! تم ایسا نہیں کر سکو گے اور یقیناً نہیں کر سکو گے تو پھر ہٹ دھرمی سے کام نہ لو بلکہ اس معجزہ رسالت کو تسلیم کر لو۔ اس جگہ ہم کو یہ معلوم کرنا ہے کہ قرآنِ کریم کو کس بنا پر نبی اعظم و آخر ﷺ کا معجزہ قرار دیا گیا اور اس کا یہ اعجاز کن کن وجوہ سے ہے اور کیوں ساری دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ودرماندہ ہے۔ دوسرے یہ مسلمانوں کا دعویٰ کہ کوئی شخص بھی چودہ سو برس کے عرصہ میں قرآنِ کریم کی زبردست تحدی کے باوجود اس کی مثل پیش نہیں کر سکا یہ تاریخی حیثیت سے کیا وزن رکھتا ہے۔ ان دونوں باتوں کو ذرا تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے تاکہ اعجازِ قرآنی کی پوری وضاحت ہو سکے پھر اس کے بعد عرض کیا جائے گا کہ اغیار نے ناکام ہونے کے باوجود کامیابی حاصل کرنے کے لیے کونسا راستہ اختیار کیا اور مسلمانوں نے جہاد کی حقیقت بدلنے کے بعد قرآنِ کریم کے اس اعجاز کو ختم کرنے کی ذمہ داری کیسے قبول کر لی؟ اعجازِ قرآنی کے بے شمار وجوہ ہیں لیکن اس جگہ صرف تین کا ذکر کیا جاتا ہے

اعجازِ قرآنی کی پہلی وجہ

اس جگہ سب سے پہلے غور کرنے کی چیز یہ ہے کہ یہ عجیب وغریب کل علوم کی جامع کتاب کس جگہ، کس ماحول میں اور کس پر نازل ہوئی؟ اور کیا وہاں کچھ ایسے علمی سامان موجود تھے جن کے ذریعہ دائرہ اسباب عامہ میں ایسی جامع بے نظیر کتاب تیار ہو سکے، جو علوم اولین و آخرین کی جامع، اور انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر پہلو کے متعلق بہترین ہدایت پیش کر سکے، جس میں انسان کی جسمانی اور روحانی تربیت کا مکمل نظام ہو اور تدبیر منزل سے لے کر سیاست مملکت تک ہر نظام کے بہترین اصول ہوں۔
جس سرزمین اور جس ذات پر یہ کتاب مقدس نازل ہوئی اس کی جغرافیائی کیفیت اور تاریخی حالت معلوم کرنے کے لیے آپ کو ایک ریگستانی خشک اور گرم علاقہ سے سابقہ پڑے گا جس کو بطحاء مکہ کہتے ہیں اور جو نہ زرعی ملک ہے نہ صنعتی، نہ اس ملک کی آب وہوا ہی کچھ ایسی خوشگوار ہے جس کے لیے باہر کے آدمی وہاں پہنچنے کی رغبت کریں، نہ راستے ہی کچھ ہموار ہیں جن سے وہاں تک پہنچنا آسان ہو، اکثر دنیا سے کٹا ہوا ایک جزیرہ نما ہے جہاں خشک پہاڑوں اور گرم ریگ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا، دور دور تک نہ کہیں بستی نظر آتی ہے نہ کوئی کھیت نہ درخت۔
اس پورے خطہ ملک میں کچھ بڑے شہر بھی نہیں، چھوٹے چھوٹے گاؤں اور ان میں اونٹ بکریاں پال کر اپنی زندگی گذارنے والے انسان بستے

ہیں، اس کے چھوٹے دیہات کا تو دیکھنا کیا جو برائے نام چند شہر کہلاتے ہیں ان میں بھی کسی قسم کے علم و تعلیم کا کوئی چرچا نہیں، نہ وہاں کوئی اسکول اور کالج ہے نہ کوئی بڑی یونیورسٹی یا دارالعلوم، وہاں کے باشندوں کو اللہ تعالیٰ نے محض قدرتی اور پیدائشی طور پر فصاحت وبلاغت کا ایک فن ضرور دے دیا ہے جس میں وہ ساری دنیا سے فائق اور ممتاز ہیں، وہ نثر اور نظم میں ایسے قادر الکلام ہیں کہ جب بولتے ہیں تو رعد کی طرح کڑکتے اور بادل کی طرح برستے ہیں۔ ان کی ادنیٰ ادنیٰ چھوکریاں ایسی فصیح و بلیغ شعر کہتی ہیں کہ دنیا کے ادیب حیران رہ جائیں۔

لیکن یہ سب کچھ ان کا فطری فن ہے جو کسی مکتب یا مدرسہ میں حاصل نہیں کیا جاتا۔ غرض نہ وہاں تعلیم و تعلم کا کوئی سامان ہے، نہ وہاں کے رہنے والوں کو ان چیزوں سے کوئی لگاؤ یا وابستگی ہے ان میں کچھ لوگ شہری زندگی بسر کرنے والے ہیں تو وہ تجارت پیشہ ہیں، مختلف اجناس مال کی درآمد برآمد ان کا مشغلہ ہے۔

اس ملک کے قدیم شہر مکہ کے ایک شریف گھرانہ میں وہ ذات مقدس پیدا ہوتی ہے جو مہبط وحی ہے جس پر قرآن اترا ہے اب اس ذات مقدس کا حال سنئے۔

ولادت سے پہلے ہی والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا، اسی طرح وہ گویا بے باپ پیدا ہوئے ابھی سات سال کی عمر نہ تھی کہ والدہ کی بھی وفات ہو گئی، آغوش مادر کا گہوارہ بھی نصیب نہ رہا شریف آباؤ اجداد کی فیاضی اور بے مثل سخاوت نے اپنے گھر میں کوئی اندوختہ نہ چھوڑا تھا جس سے یتیم کی پرورش اور آئندہ زندگی کا سامان ہو سکے نہایت عسرت کی زندگی پھر ماں باپ کا سایہ سر پر نہیں، ان حالات میں آپؐ نے پرورش پائی اور عمر کا ابتدائی حصہ گزارا جو تعلیم و تعلم کا اصلی وقت ہے۔ اس وقت اگر مکہ میں کوئی دارالعلوم یا اسکول و کالج بھی ہوتا تو بھی آپؐ کے لیے اس سے استفادہ کرنا مشکل تھا مگر معلوم ہو چکا کہ وہاں سرے سے یہ علمی مشغلہ اور اس سے دلچسپی ہی کسی کو نہ تھی اسی لیے یہ پوری قوم عرب امیین کہلاتے تھے۔ قرآنِ کریم نے بھی ان کے متعلق یہ لفظ استعمال کیا ہے اس کا لازمی نتیجہ یہی ہونا تھا کہ آپؐ ہر قسم کی تعلیم و تعلم سے بے خبر رہے۔ وہاں کوئی بڑا عالم بھی ایسا نہ تھا جس کی صحبت میں رہ کر یہ علوم حاصل کیے جا سکیں، جس کا قرآن حامل ہے پھر قدرت کو تو ایک فوق العادہ معجزہ دکھلانا تھا جو انبیاء کرام کے ساتھ خاص رکھا گیا تھا۔ آپؐ کے لیے خصوصی طور پر ایسے سامان ہوئے معمولی نوشت و خواند جو ہر جگہ کے لوگ کسی نہ کسی طرح سیکھ ہی لیتے ہیں آپ نے وہ بھی نہ سیکھی، امی محض رہے کہ اپنا نام تک بھی نہ لکھ سکتے تھے۔ عرب کا مخصوص فن شعر و سخن تھا جس کے لیے خاص خاص اجتماعات کیے جاتے اور مشاعرے منعقد ہوتے اور اس میں ہر شخص مسابقت کی کوشش کرتا تھا۔ آپؐ کو حق تعالیٰ نے ایسی فطرت عطا فرمائی تھی کہ ان چیزوں میں بھی دلچسپی نہ لی، نہ کبھی کوئی شعر یا قصیدہ لکھا نہ کسی ایسی مجلس میں شریک ہوئے۔

ہاں امی محض ہونے کے ساتھ بچپن سے ہی آپؐ کی شرافت نفس، اخلاق فاضلہ، فہم و فراست کے غیر معمولی آثار، دیانت و امانت کے اعلیٰ ترین شاہکار آپؐ کی ذات مقدس میں ہر وقت مشاہدہ کیے جاتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ عرب کے بڑے بڑے مغرور و متکبر سردار آپؐ کی تعظیم کرتے تھے اور سارے مکہ میں آپؐ کو امین کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔

یہ اُمی محض چالیس سال تک مکہ میں اپنی برادری کے سامنے رہتے ہیں کسی دوسرے ملک کا سفر بھی نہیں کرتے جس سے یہ خیال پیدا ہو سکے کہ وہاں جا کر علوم حاصل کیے ہوں گے صرف ملک شام کے دو تجارتی سفر ہوئے وہ بھی گنے چنے چند دن کے لیے جس میں اس کا کوئی امکان نہیں۔

اس اُمی محض ذات مقدس کی زندگی کے چالیس سال مکہ میں اپنی برادری میں اس طرح گزرے کہ نہ کبھی کسی کتاب یا قلم کو ہاتھ لگایا نہ کسی مکتب میں گئے نہ کسی مجلس میں کوئی نظم و قصیدہ ہی پڑھا ٹھیک چالیس سال کے بعد ان کی زبان مبارک پر وہ کلام آنے لگا جس کا نام قرآن ہے جو اپنی لفظی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اور معنوی علوم و فنون کے لحاظ سے محیر العقول کلام ہے۔ اگر صرف اتنا ہی ہوتا تو بھی اس کے معجزہ ہونے میں کسی انصاف پسند کو کیا شبہ رہ سکتا ہے، مگر یہاں یہی نہیں بلکہ اس نے ساری دنیا کو تحدی کی، چیلنج دیا کہ کسی کو اس کے کلام الٰہی ہونے میں شبہ ہو تو

اس کا مثل بنالائے۔
اب ایک طرف قرآن کی تحدی اور چیلنج اور دوسری طرف ساری دنیا کی مخالف طاقتیں جو اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کو شکست دینے کے لیے اپنی مال، جان، اولاد، آبرو سب گنوانے کو تیار ہیں مگر اتنا کام کرنے کے لیے کوئی جرأت نہیں کرتا کہ قرآن کی ایک چھوٹی سی سورت کی مثل بنالائے فرض کیجئے کہ یہ کتاب بے مثال و بے نظیر نہ ہوتی جب بھی ایک اُمی محض کی زبان سے اس کا ظہور اعجازِ قرآن اور وجوہ اعجاز کی تفصیل میں جائے بغیر قرآنِ کریم کے معجزہ ہونے کیلئے کم نہیں جس کو ہر عالم و جاہل سمجھ سکتا ہے۔

اعجازِ قرآنی کی دوسری وجہ

اب اعجازِ قرآن کی دوسری وجہ دیکھئے یہ آپ کو معلوم ہے کہ قرآن اور اس کے احکام ساری دنیا کے لیے آئے لیکن اس کے بلاواسطہ اور پہلے مخاطب عرب تھے جن کو اور کوئی علم و فن آتا تھا یا نہیں مگر فصاحتو بلاغت ان کا فطری ہنر اور پیدائشی وصف تھا جس میں وہ اقوامِ دنیا سے ممتاز سمجھے جاتے تھے قرآن ان کو مخاطب کرکے چیلنج کرتا ہے کہ اگر تمہیں میرے کلامِ الٰہی ہونے میں کوئی شبہ ہے تو تم میری ایک سورت کی مثال بنا کر دکھلا دو، اگر قرآن کی یہ تحدی (چیلنج) صرف اپنا حسن معنوی یعنی حکیمانہ اصول اور علمی مصارف و اسرار ہی کی حد تک ہوتی تو قوم اُمیین کے لیے اس کی نظیر پیش کرنے سے عذر معقول ہوتا، لیکن قرآن نے صرف حسن معنوی ہی کے متعلق تحدی نہیں کی بلکہ لفظی فصاحت وبلاغت کے اعتبار سے بھی پوری دنیا کو چیلنج دیا ہے۔ اس چیلنج کو قبول کرنے کے لیے اقوامِ عالم میں سب سے زیادہ مستحق عرب ہی تھے اگر فی الواقع یہ کلام قدرت بشر سے باہر کسی مافوق قدرت کا کلام نہیں تھا تو بلغاء عرب کے لیے کیا مشکل تھا کہ ایک اُمی شخص کے کلام کی مثال بلکہ اس سے بہتر کلام فوراً پیش کر دیتے، اور ایک دو آدمی یہ کام نہ کر سکتے تو قرآن نے ان کو یہ سہولت بھی دی تھی کہ ساری قوم مل کر بنالائے مگر قرآن کے اس بلند بانگ دعوے اور پھر طرح طرح سے غیرت دلانے پر بھی عرب کی غیور قوم پوری خاموش ہے، چند سطریں بھی مقابلہ پر نہیں پیش کرتی۔
عرب کے سرداروں نے قرآن اور اسلام کے مٹانے اور پیغمبر اسلام ﷺ کو مغلوب کرنے میں جس طرح اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگایا وہ کسی لکھے پڑھے آدمی سے مخفی نہیں شروع میں آنحضرتؐ اور آپؐ کے گنے چنے رفقاء کو طرح طرح کی ایذائیں دے کر چاہا کہ وہ کلمہ اسلام کو چھوڑ دیں مگر جب دیکھا کہ "یاں وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتارے دے" تو خوشامد کا پہلو اختیار کیا عرب کا سردار عتبہ بن ربیعہ قوم کا نمائندہ بن کر آپؐ کے پاس حاضر ہوا اور عرب کی پوری دولت و حکومت اور بہترین حسن و جمال کی لڑکیوں کی پیشکش اس کام کے لیے کی کہ آپ اسلام کی تبلیغ چھوڑ دیں آپ نے اس کے جواب میں قرآن کی چند آیتیں سنا دینے پر اکتفا فرمایا۔ جب یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی تو جنگ و مقابلہ کے لیے تیار ہو کر قبل از ہجرت اور بعد از ہجرت جو قریش عرب نے آنحضرتؐ اور مسلمانوں کے مقابلہ میں سر دھڑ کی بازی لگائی، جان مال، اولاد، آبرو سب کچھ اس مقابلہ میں خرچ کرنے کے لیے تیار ہوئے یہ سب کچھ کیا مگر یہ کسی سے نہ ہو سکا کہ قرآن کے چیلنج کو قبول کرتا اور چند سطریں مقابلہ پر پیش کر دیتا۔ کیا ان حالات میں سارے عرب کا اس کے مقابلہ سے سکوت اور عجز اس کی کھلی ہوئی شہادت نہیں کہ یہ انسان کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس کے کام یا کلام کی نظیر انسان کیا ساری مخلوق کی قدرت سے باہر ہے۔
پھر صرف اتنا ہی نہیں کہ عرب نے اس کے مقابلہ سے سکوت کیا بلکہ اپنی خاص مجلسوں میں سب نے اس کے بے مثل ہونے کا اعتراف کیا اور جو ان میں سے منصف مزاج تھے اُنہوں نے اس اعتراف کا اظہار بھی کیا۔ پھر ان میں سے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے اور کچھ اپنی آبائی رسوم کی پابندی یا بنی عبد مناف کی ضد کی وجہ سے اسلام قبول کرنے کے باجود اعتراف سے محروم رہے۔ قریش عرب کی تاریخ ان واقعات پر شاہد ہے۔

میں اس میں سے چند واقعات اس جگہ بیان کرتا ہوں جس سے اندازہ ہو سکے کہ پورے عرب نے اس کلام کے بے مثل، بے نظیر ہونے کو تسلیم کیا اور اس کی مثال پیش کرنے کو اپنی رسوائی کے خیال سے چھوڑ دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ اور قرآن کا چرچا مکہ سے باہر حجاز کے دوسرے مقامات میں ہونے لگا اور حج کا موسم آیا تو قریش مکہ کو اس کی فکر ہوئی کہ اب اطراف عرب سے حجاج آئیں گے اور رسول کریم ﷺ کا یہ کلام سنیں گے تو فریفتہ ہو جائیں گے اور غالب خیال یہ ہے کہ مسلمان ہو جائیں گے اس کے انسداد کی تدبیر سوچنے کے لیے قریش نے ایک اجلاس منعقد کیا اس اجلاس میں عرب کے بڑے بڑے سردار موجود تھے ان میں ولید بن مغیرہ عمر میں سب سے بڑے اور عقل میں ممتاز سمجھے جاتے تھے، سب نے ولید بن مغیرہ کے سامنے یہ مشکل پیش کی کہ اب اطراف ملک سے لوگ آئیں گے اور ہم سے محمد (ﷺ) کے متعلق پوچھیں گے تو ہم کیا کہیں؟ ہمیں آپ کوئی ایسی بات بتلایئے کہ ہم سب وہی بات کہہ دیں، ایسا نہ ہو کہ خود ہمارے بیانات میں اختلاف ہو جائے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ تم ہی کہو کیا کہنا چاہیے؟

لوگوں نے کہا کہ ہمارے خیال میں ہم سب یہ کہیں کہ محمد (ﷺ) معاذاللہ مجنون ہیں، ان کا کلام مجنونانہ بڑ ہے، ولید بن مغیرہ نے کہا کہ تم ایسا ہر گز نہ کہنا کیونکہ یہ لوگ جب ان کے پاس جائیں گے اور ان سے ملاقات و گفتگو کریں گے اور ان کو ایک فصیح و بلیغ عاقل انسان پائیں گے تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ تم نے جھوٹ بولا ہے۔ پھر کچھ لوگوں نے کہا کہ اچھا ہم ان کو یہ کہیں کہ وہ ایک شاعر ہیں، ولید نے اس سے بھی منع کیا اور کہا کہ جب لوگ ان کا کلام سنیں گے وہ تو شعر و شاعری کے ماہر ہیں انہیں یقین ہو جائے گا کہ یہ شعر نہیں اور نہ آپؐ شاعر ہیں، نتیجہ یہ ہو گا کہ یہ سب لوگ تمہیں جھوٹا سمجھیں گے۔ پھر کچھ لوگوں نے کہا کہ تو پھر ہم ان کو کاہن قرار دیں، جو شیاطین و جنات سے سن کر غیب کی خبریں دیا کرتے ہیں، ولید نے کہا یہ بھی غلط ہے کیونکہ جب لوگ ان کا کلام سنیں گے تو پتہ چل جائے گا کہ یہ کلام کسی کاہن کا نہیں ہے وہ پھر بھی تمہیں ہی جھوٹا سمجھیں گے۔ اس کے بعد قرآن کے بارے میں جو ولید بن مغیرہ کے تاثرات تھے ان کو الفاظ میں بیان کیا:

"خدا کی قسم! تم میں کوئی آدمی شعر و شاعری اور اشعارِ عرب سے میرے برابر واقف نہیں، خدا کی قسم! اس کلام میں خاص حلاوت ہے، اور ایک خاص رونق ہے، جو میں کسی شاعر یا فصیح و بلیغ کے کلام میں نہیں پاتا۔"

پھر ان کی قوم نے دریافت کیا کہ آپ ہی بتلایئے پھر ہم کیا کریں؟ اور ان کے بارے میں لوگوں سے کیا کہیں؟ ولید نے کہا میں غور کرنے کے بعد کچھ جواب دوں گا، پھر بہت سوچنے کے بعد کہا کہ اگر کچھ کہنا ہی ہے تو تم ان کو ساحر کہو کہ اپنے جادو سے باپ بیٹے اور میاں بیوی میں تفرقہ ڈال دیتے ہیں۔

قوم اس پر مطمئن اور متفق ہو گئی اور سب نے یہی کہنا شروع کیا، مگر خدا کا چراغ کہیں پھونکوں سے بجھنے والا تھا؟ اطرافِ عرب کے لوگ آئے قرآن سنا اور بہت سے مسلمان ہو گئے، اور اطراف عرب میں اسلام پھیل گیا۔ (خصائص کبریٰ)

اسی طرح ایک قریشی سردار نضر بن حارث نے ایک مرتبہ اپنی قوم کو خطاب کر کے کہا:

"اے قومِ قریش! آج تم ایک مصیبت میں گرفتار ہو کہ اس سے پہلے کبھی ایسی مصیبت سے سابقہ نہیں پڑا تھا کہ محمد (ﷺ) تمہاری قوم کے ایک نوجوان تھے اور تم سب ان کے عادات و اخلاق کے گرویدہ اور اپنی قوم میں ان کو سب سے زیادہ سچا اور سب سے زیادہ امانت دار جانتے اور کہتے تھے اب جب کہ ان کے سر میں سفید بال آنے لگے، اور اُنہوں نے ایک بے مثل کلام اللہ کی طرف سے پیش کیا تو تم ان کو جادوگر کہنے لگے، خدا کی قسم وہ جادوگر نہیں ہم نے جادوگروں کو دیکھا اور برتا ہے، ان کے کلام سنے ہیں اور ان کے طریقوں کو سمجھا ہے وہ بالکل اس سے مختلف ہیں۔

اور کبھی تم ان کو کاہن کہنے لگے، خدا کی قسم! وہ کاہن بھی نہیں ہم نے بہت کاہنوں کو دیکھا اور ان کے کلام سنے ہیں ان کو ان کے کام سے کوئی

مناسبت نہیں۔

اور کبھی تم ان کو شاعر کہنے لگے، خدا کی قسم! وہ شاعر بھی نہیں ہم نے خود شعر، شاعری کے تمام فنون کو سیکھا سمجھا ہے اور بڑے بڑے شعراء کے کلام ہمیں یاد ہیں ان کے کلام سے اس کو کوئی مناسبت نہیں پھر کبھی تم ان کو مجنون بتاتے ہو، خدا کی قسم! وہ مجنون بھی نہیں، ہم نے بہت سے مجنونوں کو دیکھابھالا، ان کی بکواس سنی ہے، ان کے مختلف اور مختلط کلام سنے ہیں، یہاں یہ کچھ نہیں، اے میری قوم تم انصاف کے ساتھ ان کے معاملہ میں غور کرو، یہ سرسری ٹال دینے کی چیز نہیں۔" (خصائص کبریٰ ص ۱۱۴ج اول)

حضرت ابوذرؓ صحابی فرماتے ہیں کہ میرا بھائی انیس ایک مرتبہ مکہ مکرمہ گیا اس نے واپس آ کر مجھے بتلایا کہ مکہ میں ایک شخص ہے جو یہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے، میں نے پوچھا کہ وہاں کے لوگ اس کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟ بھائی نے کہا کہ کوئی ان کو شاعر کہتا ہے، کوئی کاہن بتلاتا ہے، کو جادوگر کہتا ہے، میرا بھائی انیس خود بڑا شاعر اور کہانت وغیرہ سے واقف آدمی تھا اس نے مجھ سے کہا کہ جہاں تک میں نے غور کیا لوگوں کی یہ سب باتیں غلط ہیں ان کا کلام نہ شعر ہے نہ کہانت ہے نہ مجنونانہ کلمات ہیں بلکہ مجھے وہ کلام صادق نظر آتا ہے۔

ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ بھائی سے یہ کلمات سن کر میں نے مکہ کا سفر کیا اور مسجد حرام میں آ کر پڑ گیا تیس روز میں نے اس طرح گزارے کہ سوائے زمزم کے پانی کے میرے پیٹ میں کچھ نہیں گیا اس تمام عرصہ میں نہ مجھے بھوک کی تکلیف معلوم ہوئی نہ کوئی ضعف محسوس کیا۔ (خصائص ص ۱۱۶ج اول)

واپس گئے تو لوگوں سے کہا کہ میں نے روم اور فارس کے فصحاء وبلغاء کے کلام بہت سنے ہیں اور کاہنوں کے کلمات اور حمیر کے مقالات بہت سنے ہیں محمد (ﷺ) کے کلام کی مثال میں نے آج تک کہیں نہیں سنی تم سب میری بات مانو اور آپؐ کا اتباع کرو چنانچہ فتح مکہ کے سال ان کی پوری قوم کے تقریباً ایک ہزار آدمی مکہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔ (خصائص ص ۱۱۶ج اول)

اسلام اور آنحضرت ﷺ کے سب سے بڑے دشمن ابوجہل اور اخنس بن شریق وغیرہ بھی لوگوں سے چھپ کر قرآن سنا کرتے اور اس کے عجیب وغریب، بے مثل وبے نظیر اثرات سے متاثر ہوتے تھے مگر جب قوم کے کچھ لوگوں نے ان کو کہا کہ جب تم اس کلام کو ایسا بے نظیر پاتے ہو تو اس کو قبول کیوں نہیں کرتے؟ تو ابوجہل کا جواب یہ تھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ بنی عبد مناف میں اور ہمارے قبیلہ میں ہمیشہ سے رقابت اور معاصرانہ مقابلہ چلتا رہا ہے۔ وہ جس کام میں آگے بڑھنا چاہتے ہیں ہم بھی اس کا جواب دیتے ہیں اب جبکہ ہم اور وہ دونوں برابر حیثیت کے مالک ہیں تو اب وہ یہ کہنے لگے کہ ہم میں ایک نبی پیدا ہوا ہے جس پر آسمان سے وحی آتی ہے اب ہم اس میں کیسے ان کا مقابلہ کریں میں تو کبھی اس کا اقرار نہیں کروں گا۔ (خصائص)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن کے اس دعوے اور چیلنج پر صرف یہی نہیں کہ پورے عرب نے ہار مان لی اور سکوت کیا، بلکہ اس کے بے مثل وبے نظیر ہونے اور اپنے عجز کا کھلے طور پر اعتراف بھی کیا ہے اگر یہ کسی انسان کا کلام ہوتا تو اس کی کوئی وجہ نہ تھی کہ سارا عرب بلکہ ساری دنیا اس کا مثل لانے سے عاجز ہو جاتی۔

قرآن اور پیغمبر قرآن کے کے مقابلہ میں جان ومال، اولاد وآبرو سب کچھ قربان کرنے کے لیے تو وہ تیار ہو گئے مگر اس کے لیے کوئی آگے نہ بڑھا کہ قرآن کے چیلنج کو قبول کر کے دو سطریں اس کے مقابلہ میں پیش کر دیتا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ اپنے جاہلانہ اعمال وافعال کے باوجود منصف مزاج تھے جھوٹ کے پاس نہ جاتے تھے جب انہوں نے قرآن کو سن کر یہ سمجھ لیا کہ جب در حقیقت اس کلام کی مثل ہم نہیں لا سکتے تو محض دھاندلی اور کٹ حجتی کے طور پر کوئی کلام پیش کرنا اپنے لیے عار سمجھا۔ کیونکہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ہم نے کوئی چیز پیش بھی کر دی تو پورے عرب کے فصحاء وبلغاء اس امتحانی مقابلہ میں ہمیں فیل کر دیں گے اور خواہ

مخواہ رسوائی ہوگی اسی لیے پوری قوم نے سکوت اختیار کیا اور جو زیادہ منصف مزاج تھے انہوں نے صاف طور پر اقرار و تسلیم بھی کیا جس کے کچھ وقائع پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

اسی سلسلہ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ عرب کے سردار اسعد بن زرارہ نے آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے اقرار کیا کہ:

"ہم نے خواہ مخواہ محمد (ﷺ) کی مخالفت کر کے اپنے رشتے ناطے توڑے، اور تعلقات خراب کیے میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں، ہرگز جھوٹے نہیں اور جو کلام وہ لائے ہیں بشر کا کلام نہیں ہو سکتا۔" (خصائص ص ۱۱٦ ج اول)

قبیلہ بنی سلیم کا ایک شخص مسمی قیس بن نسیبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ سے قرآن سنا اور چند سوالات کیے جن کا جواب آنحضرت ﷺ نے عطا فرمایا تو یہ اسی وقت مسلمان ہو گئے اور پھر اپنی قوم میں واپس گئے تو لوگوں سے کہا:

"میں نے روم و فارس کے فصحاء و بلغاء کے کلام سنے ہیں بہت سے کاہنوں کے کلمات سننے کا تجربہ ہوا ہے حمیر کے مقالات سنتا رہا ہوں مگر محمد ﷺ کے کلام کی مثل میں نے آج تک کہیں نہیں سنا۔ تم سب میری بات مانو اور ان کا اتباع کرو۔ انہیں کی تحریک و تلقین پر ان کی قوم کے ایک ہزار آدمی فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔" (خصائص ص ۱۱٦ ج اول)

یہ اقرار و تسلیم صرف ایسے ہی لوگوں سے منقول نہیں جو آپؐ کے معاملات سے یکسو اور غیر جانبدار تھے بلکہ وہ لوگ جو ہر وقت ہر طرح رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں لگے ہوئے تھے قرآن کے متعلق ان کا بھی یہی حال تھا مگر اپنی ضد اور حسد کی وجہ سے اس کا اظہار لوگوں پر نہ کرتے تھے۔

علامہ سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ میں بحوالہ بیہقی نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ابوجہل او ابوسفیان اور اخنس بن شریق رات کو اپنے اپنے گھروں سے اس لیے نکلے کہ چھپ کر رسول اللہ ﷺ سے قرآن سنیں، ان میں ہر ایک علیحدہ علیحدہ نکلا، ایک کی دوسرے کو خبر نہ تھی اور علیحدہ علیحدہ گوشوں میں چھپ کر قرآن سننے لگے تو اس میں ایسے محو ہوئے کہ ساری رات گزر گئی جب صبح ہوئی تو سب واپس ہوئے۔ اتفاقاً راستہ میں مل گئے اور ہر ایک نے دوسرے کا قصہ سنا تو سب آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ تم نے یہ بری حرکت کی اور کسی نے یہ بھی کہا کہ آئندہ کوئی ایسا نہ کرے کیونکہ اگر عرب کے عوام کو اس کی خبر ہو گئی تو وہ سب مسلمان ہو جائیں گے۔

یہ کہہ سن کر سب اپنے اپنے گھر چلے گئے اگلی رات آئی تو پھر ان میں سے ہر ایک کے دل میں یہی ٹیس اُٹھی کہ قرآن سنیں اور پھر اسی طرح چھپ چھپ کر ہر ایک نے قرآن سنا یہاں تک کہ رات گزر گئی اور صبح ہوتے ہی یہ لوگ واپس ہوئے تو پھر آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور اس کے ترک پر سب نے اتفاق کیا، مگر تیسری رات آئی تو پھر قرآن کی لذت و حلاوت نے انہیں چلنے اور سننے پر مجبور کر دیا پھر پہنچے اور رات بھر قرآن سن کر لوٹنے لگے تو پھر راستہ میں اجتماع ہو گیا تو اب سب نے کہا کہ آؤ آپس میں معاہد کر لیں کہ آئندہ ہم ہرگز ایسا نہ کریں گے چنانچہ اس معاہدہ کی تکمیل کی گئی اور سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے صبح کو اخنس بن شریق نے اپنی لاٹھی اُٹھائی اور پہلے ابوسفیان کے پاس پہنچا کہ بتلاؤ اس کلام کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے اس نے دبے دبے لفظوں میں قرآن کی حقانیت کا اعتراف کیا، تو اخنس نے کہا کہ بخدا میری بھی یہی رائے ہے اس کے بعد وہ ابوجہل کے پاس پہنچا اور اس سے بھی یہی سوال کیا کہ تم نے محمد (ﷺ) کے کلام کو کیسا پایا؟

ابوجہل نے کہا کہ صاف بات یہ ہے کہ ہمارے خاندان اور عبد مناف کے خاندان میں ہمیشہ سے چشمک چلی آتی ہے قوم کی سیادت و قیادت میں وہ جس محاذ پر آگے بڑھنا چاہتے ہیں ہم ان کا مقابلہ کرتے ہیں اُنہوں نے سخاوت و بخشش کے ذریعہ قوم پر اپنا اثر جمانا چاہا تو ہم نے ان سے بڑھ کر یہ کام کر دکھایا، اُنہوں نے لوگوں کی ذمہ داریاں اپنے سر لے لیں تو ہم اس میدان میں بھی ان سے پیچھے نہیں رہے یہاں تک کہ پورا عرب جانتا ہے

کہ ہم دونوں خاندان برابر حیثیت کے مالک ہیں۔

ان حالات میں ان کے خاندان سے یہ آواز اُٹھی کہ ہمارے میں ایک نبی پیدا ہوا ہے جس پر آسمان سے وحی آتی ہے اب ظاہر ہے کہ اس کا مقابلہ ہم کیسے کریں گے اس لیے ہم نے تو یہ طے کر لیا ہے کہ ہم زور اور طاقت سے ان کا مقابلہ کریں گے اور ہر گز ان پر ایمان نہ لائیں گے۔ (خصائص ص ۱۱۵ ج اول)

اعجازِ قرآنی کی تیسری وجہ

تیسری وجہ اعجازِ قرآنی کی یہ ہے کہ اس میں غیب کی اور آئندہ پیش آنے والے واقعات کی بہت سی خبریں ہیں جو قرآن نے دیں اور ہو بہو اسی طرح واقعات پیش آئے جس طرح قرآن نے خبر دی تھی مثلاً قرآن نے خبر دی کہ روم و فارس کے مقابلہ میں ابتداءً اہل فارس غالب آئیں گے اور رومی مغلوب ہوں گے لیکن ساتھ ہی یہ خبر دی کہ دس سال گزرنے نہ پائیں گے کہ پھر رومی اہل فارس پر غالب آ جائیں گے۔ مکہ کے سرداروں نے قرآن کی اس خبر پر حضرت صدیق اکبرؓ سے ہار جیت کی شرط کر لی اور پھر ٹھیک قرآن کی خبر کے مطابق رومی غالب آ گئے، تو سب کو اپنی ہار ماننی پڑی اور ہارنے والے پر جو مال دینے کی شرط تھی وہ مال ان کو دینا پڑا، رسول کریم ﷺ نے اس مال کو قبول نہیں فرمایا کیونکہ وہ ایک قسم کا جوا تھا اسی طرح اور بہت سے واقعات اور خبریں ہیں جو امور غیبیہ کے متعلق قرآن میں دی گئیں اور ان کی سچائی بالکل روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی۔ علاوہ ازیں اس سلسلہ میں بہت کچھ بیان کیا گیا ہے اگر تفصیل مطلوب ہو تو عروۃ الوثقیٰ جلد اول کی آیت ۲۳ کی مکمل تفسیر دیکھیں۔

صاحب قرآن خود زندہ و جاوید معجزہ ہے

سب سے بڑا معجزہ خود نبی اعظم و آخر ﷺ کی ذات ہے کہ نزولِ قرآن سے پہلے محض ایک اُمی انسان تھے لیکن قرآنِ کریم کے نزول کے ساتھ ہی آپؐ کو وہ سب کچھ پڑھا اور سکھا دیا کہ اچانک تمام پڑھنے لکھنے اور سیکھنے سکھانے والوں کے استاذ بن گئے جس کی گواہی قرآنِ کریم نے ان الفاظ میں دی:

"اور تو اے پیغمبر اسلام! اس سے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھ سکتا تھا اور نہ اپنے داہنے ہاتھ سے کچھ لکھ سکتا تھا اگر ایسا ہوتا تو اہل باطل شبہ میں پڑتے۔" (۲۹:۴۸)

اس طرح کا مضمون قرآنِ کریم میں بار بار بیان ہوا ہے جیسا کہ سورہ یونس، قصص، نحل، بنی اسرائیل، مومنون اور الفرقان میں موجود ہے۔ بلاشبہ آپؐ کے اہل وطن اور رشتہ و برادری کے لوگ جن کے درمیان روزِ پیدائش سے سن کہولت کو پہنچنے تک آپ کی ساری زندگی بسر ہوئی تھی اس بات سے خوب واقف تھے کہ آپؐ نے عمر بھر نہ کبھی کسی سے کوئی کتاب پڑھی نہ کبھی قلم ہاتھ میں لیا اس امر واقعہ کو پیش کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ کتب آسمانی کی تعلیمات، انبیاء سابقین کے حالات، مذاہب و ادیان کے عقائد، قدیم قوموں کی تاریخ اور تمدن و اخلاق و معیشت کے تمام اہم مسائل پر جس وسیع اور گہرے علم کا اظہار اس نبی و رسول کی زبان سے ہو رہا ہے جو محض امی ہے اس کو یہ علم وحی الٰہی کے سوا کسی دوسرے ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتا تھا اچانک آپؐ کا لکھنا پڑھنا سیکھنا اور بیان کرنا پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا کلام پیش کرنا جس کی مثل لانے سے تمام دنیا کے فصحاء و بلغاء قاصر ہوں اس کو سوائے معجزہ کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کیونکہ یہ وہ اعجاز ہے جس نے سب کو

عاجز کر دیا۔ افسوس کہ مسلمانوں کی اکثریت اس معجزہ کو تسلیم نہیں کرتی اور تسلیم کرنے والوں کو معجزات کا منکر کہا جاتا ہے۔

سبعہ احرف اور روایات

"سبعہ احرف" کے الفاظ روایات میں پیچھے سے گشت کرتے چلے آرہے ہیں اور یہ الفاظ ایسے تھے کہ ان کا مفہوم کسی بھی روایت میں متعین نہ کیا گیا تھا مختلف لوگوں نے ان الفاظ کے مختلف مفہوم بیان کیے جو جس کے دل میں آیا وہ ان الفاظ کے متعلق کہتا رہا اور اسی طرح علمائے گرامی قدر سے قرآنِ کریم کی آیات کا مفہوم اپنے اپنے طور پر بیان کرتے وقت بطور معانی عربی الفاظ بیان کیے کیونکہ ان کی زبان عربی تھی خواہ وہ عرب تھے یا عجم کے رہنے والے بہر حال زبان بولنے کے لحاظ سے وہ عربی زبان ہی بولنے والے تھے جس طرح اب بھی کوئی عربی زبان بولنے والا جب قرآنی آیت کا کوئی مفہوم بیان کرے گا تو وہ عربی زبان ہی میں کرے گا کسی دوسری زبان میں نہیں بیان کر سکتا۔ وہ عربی الفاظ جو بطور معانی تحریر کیے گئے یا اپنے طلباء کے سامنے بولے گئے وہ ضبط تحریر میں آگئے بعد میں قراء حضرات نے محض فن قراءت کے لحاظ سے ان کو استعمال کیا اور اپنے اپنے حلقہ درس میں بطور معانی ان کو بیان کیا جو بعد میں آنے والوں نے اندازِ تفہیم کے طور پر اپنی کتابوں میں داخل کر لیا یا ان کی طرف منسوب کر کے ان کی طرف منسوب کتابوں میں تحریر کر دیا گیا یہ بات اس لیے عزم و جزم سے نہیں کہی جا سکتی کہ اس طرح تمام مخطوطے سینکڑوں سال گزرنے کے بعد طبع ہوئے اور آج ان مخطوطوں میں کوئی بھی صفحہ ہستی پر مکمل طور پر من و عن موجود نہیں ہے۔

تلاوت قرآن میں ہر آدمی کا اپنا اپنا لحن و لہجہ

جس طرح اس وقت ہمارے ہاں قرآن کی تلاوت تو ہر مسلم گھر میں ہوتی ہے اور ہر آدمی کا لحن و لہجہ اپنا اپنا ہوتا ہے اور جب وہ اپنی مخصوص لے میں پڑھتا ہے تو مسرور بھی ہوتا ہے خواہ اس کی قراءت علم تجوید کے سراسر خلاف ہوتا ہم بعض قراء حضرات ہر زمانہ میں معروف ہوتے ہیں اور وہ باقاعدہ صاحب فن ہوتے ہیں اور نئے نئے فنون کا اضافہ ہوتا رہتا ہے جس طرح تمام علوم نے ترقی کی ہے اس علم تجوید نے بھی بہت ترقی کی ہے اور ہر صاحب فن اپنے فن کو گزشتہ لوگوں کی طرف منسوب کر کے اپنے فن میں پذیرائی حاصل کر سکتا ہے جب تک وہ گزشتہ سے پیوستہ نہ کرے فن آگے چل ہی نہیں سکتا جس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں آپ غور کریں گے تو ہر حال اس بات کی تصدیق کرنا پڑے گی اہل تفسیر ہوں، اہل حدیث ہوں، اہل فقہ ہوں یا علاوہ دوسرے فنون سے ان کا تعلق ہو یہاں تک کہ گانے بجانے والے ہوں تو ان کے گانے بجانے کا فن بھی اسی طرح ترقی پایا ہے اور ترقی پا رہا ہے۔ اور سب کے سب گزشتہ سے پیوستہ کرتے ہیں۔

قراءت دراصل ایک فن ہے

مختصر یہ کہ کتابوں میں الگ الگ چیزیں ہر فن میں موجود ہیں اسی طرح قراءت کے فن میں بھی پیچھے سے صاحب فن چلے آرہے ہیں اور قرآنِ کریم کی قراءت کو ایک مدت سے ان کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے حالانکہ یہ تمام قراء حضرات وہ ہیں جن میں سے کسی نے بھی خود نبی اعظم و آخر ﷺ کے زمانہ اقدس کو نہیں پایا اور نہ اُنہوں نے آپؐ سے کچھ سنا یا پڑھا ہے لیکن ان میں سے ہر ایک کے فن کو کسی صحابی سے نسبت لگا دی

گئی ہے۔

سبعہ احرف اور روایات کے مختلف حروف

"سبعہ احرف" کے متعلق جو روایات کتب روایات میں پائی جاتی ہیں ان کا اپنا ایک مقام ہے اور یہ "حروف" بھی مختلف روایات میں ہوتے ہوئے آخر کسی نہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ بعد میں آنے والوں نے جب سر توڑ کوشش کرنے کے باوجود ان حروف کا مفہوم آپؐ کی طرف یا آپؐ کے صحابہ کی طرف منسوب نہ پایا کیونکہ اس کے لیے حفاظت خداوندی نے اپنا ہاتھ دکھایا تو اس کے لیے یہ راہ نکال لی گئی کہ "سبعہ احرف" سے مراد معروف قراءات ہیں کیونکہ روایات میں "سبعہ احرف" کے الفاظ بھی موجود ہیں اور "قراءات" کے الفاظ بھی اور دونوں کی نسبت بھی صحابہ کرام تک پہنچتی ہے۔ قراء تیں تو بہت ہیں لیکن چونکہ ان میں سے سات یا دس زیادہ معروف ہو چکی ہیں اور ان کے شاگرد ان سے بھی زیادہ تیز نظر آتے ہیں اس طرح ایک قراءت کو دو شاگردوں کی طرف نسبت دے کر بیس قراءات معروف ہو گئیں۔ "اہل رشد" نے ان سے فائدہ اُٹھایا اور ان کو روایات پر بیس قرآن الگ الگ قراءات کے طبع کرنے کا عزم کر لیا اس طرح وہ یعنی "اہل رشد" بھی معروف ہو جائیں گے اور قرآنِ کریم بھی محفوظ رہے گا کیونکہ جو کچھ ان بیس قراءتوں میں ہے سارا قرآن ہے اور وعدۂ الٰہی سارے قرآنِ کریم کی حفاظت کا ہے یہ دوسری بات ہے کہ پہلے یہ حفاظت مختلف کتابوں میں محفوظ تھی اور اب وہ قرآنِ کریم کے الگ الگ بیس نسخوں میں موجود رہے گی اور بیس قرآن مل کر ایک قرآن کی تکمیل ہو جائے گی۔

موقع و محل اور "رشد"

اس وقت حالات زمانہ اس کے متقاضی ہیں کہ یہ کام کر دیا جائے کہ فضا بالکل موافق ہے جب جہاد کو صرف جہاد کا نام باقی رکھ کر بیسیوں طریقوں سے معروف کرایا جا چکا ہے حالانکہ وہ بھی تمام دنیا کے مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے ہے تو پھر قرآن کو بیسیوں نسخوں میں آخر کیوں نہیں طبع کرایا جا سکتا جب کہ اسلام کے نام سے معروف حکومتیں بھی اس کام میں مدد و معاون ہیں عوام تو پہلے ہی کالانعام ہوتے ہیں مختلف قرآن طباعت کرنے والوں کو جب حکومتوں کی اشیر باد حاصل ہو تو عوام کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔ اس طرح اہل رشد نے گویا موقع و محل سے فائدہ اُٹھایا۔

کیا آپؐ صحابہ کو قرآن الگ الگ طریقہ پر پڑھاتے رہے؟

تعجب بالائے تعجب ہے کہ تمام مسلمان تسلیم کرتے ہیں کہ قرآنِ کریم نبی اعظم و آخر ﷺ کے سینہ اقدس پر نازل ہوا آپؐ نے جس کو بھی قرآنِ کریم پڑھایا وہ ایک ہی طریقہ پر پڑھایا لیکن ان روایات کے ذریعہ ہم کو بتایا جا رہا ہے کہ آپؐ نے کسی کو ایک طریقہ پر اور کسی کو کسی دوسرے طریقہ پر پڑھایا اس طرح گویا مختلف ایک ایک طریقہ پر پڑھاتے ہوئے سات مختلف طریقوں پر پڑھا دیا اور یہ جو کچھ کیا وہ لوگوں کی سہولت کے لیے اللہ رب کریم کی اجازت سے کیا لیکن پوری امت میں سے کسی کو آپؐ کی طرف سے یہ معلوم بھی نہ ہو سکا کہ کسی ایک کو کس طرح پڑھایا اور کسی دوسرے کو کس طرح اور اسی طرح آپ کی پڑھائی ہوئی سات قراءات بھی کسی کے پاس محفوظ نہ رہیں اور آپؐ کی لکھائی ہوئی تحریر صرف بارہ حروف پر ہونے کے باعث ویسے ہی اس قابل نہ تھی کہ امت میں سے کوئی اُس کو پڑھ سکے بھلا ہو ابوالاسود دوولی کا اور حجاج بن

یوسف کا کہ اُنہوں نے خلیفہ وقت کے حکم سے نئے حروف ہجا ایجاد کر کے قرآنِ کریم کو اس قابل بنایا کہ اس تحریر کو پڑھا جاسکے پھر اللہ بھلا کرے اُن دس قراء حضرات کا کہ اُنہوں نے سو سال کے بعد قرآنِ کریم کی مختلف قراءات کو لوگوں تک پہنچایا اور آج ہم تمام مسلمان اس قرآنِ کریم کو چار مختلف قراءتوں میں پڑھتے ہیں جو پڑھنے کے قابل بنایا گیا اور ان قراءات کو اس طرح پڑھتے اور سنتے ہیں جس طرح ان دس قراء نے مختلف قراءتوں میں محفوظ کیا اور ان کے ساتھ مزید بھلا ہو "اہل رشد" کا کہ اُنہوں نے نہایت سعی و کوشش سے ان قراءتوں کو مختلف قرآنی نسخوں میں الگ الگ محفوظ کیا جو آسمانوں سے نازل ہوا تھا اس طرح بحمد اللہ اُنہوں نے اللہ رب کریم کے قرآنی حفاظت کے وعدہ کو پندرہ سو سال بعد پورا کر دکھایا جو ابھی تک پورا نہیں ہو سکا تھا۔ ہاں! اگر "رشد" کے وہ سولہ قرآن کسی وجہ سے طباعت نہ ہو سکے تو قرآن پھر ادھورا رہ جائے گا۔ اس پر ہم تو انا للہ وانا الیہ راجعون ہی کا ورد کر سکتے ہیں کاش کہ ہم ایسا وقت نہ دیکھیں جب موجودہ قرآن کو ادھورا کہا جانے لگے۔

باب نمبر (3)
قراءات اور مخالفین قرآن

قرآنِ کریم کی یہ آیت کہ بعض لوگ قرآنِ کریم کا چیلنج سن کر جواب نہ دینے کے باوجود پوری ڈھٹائی کے ساتھ یہ لکھتے تھے کہ قرآن اس کے سوا کچھ نہیں کہ محض ایک گھڑنت ہے جیسا ارشادِ الٰہی ہے کہ:

''پھر کیا لوگ ایسا کہتے ہیں کہ اس نے قرآن اپنے جی سے گھڑ لیا ہے؟ آپؐ کہہ دیں کہ اگر تم اپنی اس بات میں سچے ہو تو اس طرح کی دس سورتیں گھڑی ہوئی بنالاؤ اور اللہ کے سوا جس کسی کو پکار سکتے ہو

پکار لو۔ پھر اگر وہ تمہاری اس پکار کا جواب نہ دیں تو سمجھ لو کہ قرآن اللہ ہی کے علم سے اترا ہے اور یہ بات بھی سچی ہے کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اب بتاؤ کیا تم یہ بات تسلیم کرتے ہو؟ (۱۱:۱۳،۱۴)

قرآنِ کریم اپنے نزول کے دوران

ظاہر ہے کہ جب یہ اعلان کیا گیا اُس وقت ابھی قرآنِ کریم کا نزول جاری تھا بلکہ آپؐ ابھی تک ہجرت کر کے مدینہ بھی تشریف نہیں لائے تھے جس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ یہ چیلنج جب کیا گیا ابھی قرآن کریم کا آدھا حصہ بھی نازل نہیں ہوا تھا جتنا حصہ اُس وقت تک نازل ہوا تھا اُس کو قرآن کہا گیا ہے اور اسی نازل شدہ حصہ سے دس سورتوں کے برابر گھڑ کر لانے کا چیلنج تھا اور تمام مکی سورتیں بہت چھوٹی چھوٹی سورتیں تھیں لیکن ان چھوٹی سورتوں میں سے بھی دس چھوٹی سورتوں کو پیش کر کے کہا جا سکتا تھا کہ لو ہم نے تمہارا مطالبہ پورا کر دیا۔ جب اس چیلنج کا جواب بھی نہ دیا گیا تو یہ بات کیسے تسلیم کر لی جائے کہ آپؐ نے قرآنِ کریم کے الفاظ کے مترادف الفاظ اپنی طرف سے بنا کر لوگوں کو پڑھنے کی اجازت دے دی تھی جیسا کہ علامہ تقی عثمانی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ ''یہ ایسا ہی ہو گا جیسے آپ تعال (آؤ) کے معنی کو اقبل، ھلم، اذھب، اسرع اور عجل کے الفاظ سے ادا کریں۔''

کیا غیر قرآنی الفاظ بھی قرآن ہو سکتے ہیں؟

گویا قرآنی الفاظ کو غیر قرآنی الفاظ سے بدل کر پڑھنے سے بھی قرآنِ کریم کے نزول پر کچھ اثر نہیں پڑتا اس لیے تو ہم بار بار کہتے ہیں کہ بڑے لوگوں کی باتیں بڑی ہوتی ہیں ان کے منہ سے جو نکل جائے وہ حرف آخر ہو جاتا ہے اگر وہ غیر قرآنی الفاظ کو قرآنی الفاظ سے بدل کر پڑھ لیں تو وہ غیر قرآنی الفاظ قرآنی ہو جاتے ہیں اور قرآنی الفاظ کو غیر قرآنی کہہ دینے سے کچھ فرق نہیں پڑتا گویا الفاظ کی مثل دوسرے الفاظ اگر قرآنِ کریم میں پڑھے جائیں تو وہ محض پڑھنے کے باعث قرآن بن جاتے ہیں کہ وہ قرآنِ کریم کے الفاظ کے مترادف ہیں مخالف یا متضاد نہیں اور ایسا کرنے، کہنے اور پڑھنے سے قرآن کریم کی صحت پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اس طرح کے بیانات پر جتنا افسوس کیا جائے وہ کم ہے۔

گویا پیچھے سورہ ہود کی آیت ۱۴،۱۳ میں جو کچھ بیان کیا گیا وہ محض ایک بیان ہے قرآنِ کریم کے الفاظ کے مترادف الفاظ بنا کر قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے سے قرآنِ کریم کی صحت پر کچھ اثر نہیں پڑتا بلکہ اس طرح پڑھا ہوا قرآن خود بخود کلام الٰہی میں تبدیل ہو جاتا ہے کیوں؟ اس لیے

کہ "رشد" کے بہت بڑے بڑے اسکالر یہ بات بار بار تحریر کر رہے ہیں اور جو کچھ اُنہوں نے تحریر کیا ہے وہ گذشتہ بڑوں کے ناموں سے موسوم ہے جو آج سے ہزار سال پہلے اپنے مخطوطات میں تحریر کر چکے ہیں چاہے یہ مخطوطات انیسویں صدی میں طبع ہوئے ہوں ان کی اصل ناپید ہو چکی ہو اور ان کے طبع کرنے والے بھی یہودی اور عیسائی ہوں جن کی محنت کا یہ رزلٹ ہے۔

قرآنِ کریم کا اپنے مخالفین سے مطالبہ

مخالفین و معاندین سے مطالبہ دس سورتوں کا تھا وہ دس سورتیں تو بنا کر نہ لا سکے لیکن اُنہوں نے پورے قرآنِ کریم میں جگہ جگہ مترادف الفاظ داخل کر کے گویا پورے قرآنِ کریم کو داغدار کر دیا لیکن وہ روایات کی حد تک محدود رہے یعنی جو کچھ وہ کر سکے فی نفسہٖ قرآن میں نہیں بلکہ قرآنِ کریم کے باہر روایات میں قرآنِ کریم کے نام سے دخل اندازی کی اور اس طرح مسلمانوں سے وہ کچھ ان کے اپنے ہی ناموں سے منوا لیا جس کے رزلٹ سے وہ مکمل طور پر واقف تھے اور اب وہ وقت آ گیا ہے کہ مسلمان خود ہی ان کا کیا کرایا روایات سے اکٹھا کر کے مختلف قرآنوں کی صورت میں اپنے عوام کے سامنے بطورِ تبرک پیش کریں اس کو کہتے ہیں کہ "جادو وہ جو سر چڑھ بولے"۔

باب نمبر (4)
قرآن کی مثل لانے کا مطالبہ

قرآنِ کریم نے اغیار سے پہلے قرآن کی مثل لانے کا مطالبہ کیا جب وہ خاموش رہے کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے لیکن اس کے باوجود قرآنِ کریم کو اختراع ہی قرار دیتے رہے پھر قرآنِ کریم نے ان کو مزید ڈھیل دیتے ہوئے دس سورتوں کا مطالبہ کیا جب وہ ایسا بھی نہ کر سکے تو ان کو مزید ڈھیل دیتے ہوئے اعلان فرمادیا کہ:
"کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص یعنی محمد رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے نام پر افتراء کیا ہے؟ تم کہو اگر تم اپنے اس قول میں سچے ہو تو قرآنِ کریم کی مانند ایک سورت بنالاؤ اور اللہ کے سوا جن جن ہستیوں کو اپنی مدد کے لیے بلا سکتے ہو بلالو۔" (۱۰:۳۸)

قرآنِ کریم کا مطالبہ اور اس میں لچک

دس سورتوں سے نیچے اتر کر قرآنِ کریم نے صرف اور صرف ایک سورت کا مطالبہ کر دیا اور اس طرح کے یہ تمام مطالبات جو ڈھیل پر ڈھیل دے کر کیے جا رہے تھے آپؐ کے ذریعہ مکی زندگی میں کرائے جا رہے تھے اور روایات کے مطابق ابھی تک قرآنِ کریم ایک ہی حرف پر نازل ہو رہا تھا کیونکہ روایات کے مطابق سات حروف پر نزول کا مطالبہ ہجرت کے بعد کیا گیا اور پھر روایات ہی اس کو جھوٹ بھی قرار دے دیتی ہیں، ذکر آگے آئے گا جو کچھ روایات میں بیان کیا گیا ہے اگر اس کی کوئی حقیقت یا اصلیت ہوتی تو قرآنِ کریم اُس وقت نازل ہو رہا تھا اس بات کی طرف بھی قرآنِ کریم میں کچھ اشارات دیئے جاتے چلو زیادہ نہیں تو کوئی ایک ہی اس طرح کا اشارہ پایا جاتا جب قرآنِ کریم کو جھٹلانے والوں، قرآنِ کریم کو اختراعی قرار دینے والوں کا بار بار ذکر کیا تو اس طرح کے مطالبات کرنے والوں کا کیوں ذکر نہ کیا گیا؟ یہی بات اس کو روزِ روشن کی طرح واضح کر دیتی ہے کہ نزولِ قرآن کے وقت اس طرح کے مطالبات موجود نہ تھے اگر ہوتے تو یقیناً ان کا ذکر بھی واضح الفاظ میں کیا جاتا۔

ڈاکٹر حمزہ مدنی صاحب کے فرضی سوال وجواب

"رشد" میں جناب حافظ حمزہ مدنی صاحب نے جو فرضی سوالات اُٹھا کر ان کے جوابات دیئے ہیں ان میں پہلے سوال کا ایک جزیہ ہے کہ "کیا قرآنِ کریم میں ثبوت قراءات کی کوئی بنیاد موجود ہے؟" جس کا جواب اس طرح تحریر ہے کہ "میرے مطابق وہ قرآنِ کریم کی ان آیات میں ہے جن میں امت کے ساتھ آسانی اور مشقت کے خاتمے کی بات کی گئی ہے۔ ایسی آیات کافی ساری ہیں۔ چند ایک یوں ہیں، فرمایا:
(وما جعل علیکم فی الدین من حرج) (الحج:۷۸) اور (یرید اللہ بکم الیسر) (۲:۱۸۵) اور اسی طرح کی دیگر آیات۔"
مذکورہ الفاظ قرآنِ کریم کی آیات کے دو الگ الگ ٹکڑے ہیں ان کا مطلب و مفہوم ہرگز ایسا نہیں کہ ہر آدمی جس کام میں کلفت محسوس کرے وہ اپنی کلفت کو جس طرح چاہے دور کر سکتا ہے جب کہ نہ کلفت معلوم ہو کہ وہ کیا ہے اور نہ آسانی کا کوئی ذکر موجود ہو کہ اُس نے اپنی کلفت کو دور کرنے کے لیے کیا آسانی اختیار کی ہے۔ اگر دین کا معاملہ ہر آدمی کی مرضی پر چھوڑا جائے گا تو وہ دین، دین نہیں رہے گا کچھ اور ہی بن جائے گا لیکن ہم اس جگہ ابھی کچھ نہیں کہنا چاہتے صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ موصوف نے جہاں اُمت کے لیے آسانی پیدا کرنی چاہی ہے وہاں پوری امت

کو مشکل میں مبتلا کر کے رکھ دیا ہے اور ایسا پھنسایا ہے کہ آسانی کا کچھ پتہ نہیں چلتا لیکن جس مشکل میں مبتلا کر دیا ہے وہ ہر صاحب عقل کو معلوم ہے اور سب کے سب سر پکڑ کر بیٹھے ہیں کہ موصوف نے ایسی مشکل میں مبتلا کر دیا ہے جس سے نکلنے کا کوئی راستہ ہی نہیں رہا مثلاً بیان کیا جاتا ہے کہ:

مضمون روایت پر غور و فکر

"رسول اللہ ﷺ کی حضرت جبریل علیہ السلام سے مراء کے پتھروں کے قریب ملاقات ہوئی، آپؐ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ میں ایک اَن پڑھ امت کی طرف بھیجا گیا ہوں جس میں لب گور بوڑھے بھی ہیں سن رسیدہ بوڑھیاں بھی اور بچے بھی، حضرت جبریل نے فرمایا کہ اُن کو حکم دیجئے کہ وہ قرآن کو "سات حروف" پر پڑھیں۔"

کہا کیا اور بتایا کیا؟

لیکن کسی مقام پر نہ تو وہ مشکل حروف بتایا ہے جس کو تمام امت کے بوڑھے، بوڑھیاں اور بچے ادا نہیں کر سکتے تھے اور نہ ان سات حروف کو بتایا ہے جن میں ایسے تمام لوگ آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں اور اس طرح بوڑھے بوڑھیاں اور بچے تو خیر پہلے ہی مشکل میں مبتلا تھے جن کی آسانی کے لیے ایسا نسخہ بتایا گیا کہ جو ان اہل زبان اور تمام عقل و فکر والے بھی اس مشکل میں مبتلا ہو گئے کہ وہ کون سے حروف ہیں لیکن سر توڑ کوشش کے باجود آج تک ان حروف کو کوئی معلوم نہ کر سکا، کاشکہ حافظ حمزہ مدنی صاحب اس مشکل کو حل کر دیتے اور وہ ان حروف کی نشاندہی فرما دیتے تا کہ امت کے تمام لوگوں کی یہ مشکل آسان ہو جاتی لیکن افسوس کہ وہ بھی صرف اسی بات کو دہرا کر آگے نکل گئے اور اپنے تمام فرضی سوالوں میں جن کی تعداد تقریباً چالیس کے قریب ہے کسی جگہ بھی اس مشکل کا کوئی حل پیش نہ کیا۔ ہماری التجا ہے کہ وہ اپنے اس سوال کا بھی کوئی جواب ارشاد فرما دیں تا کہ پوری امت اس مشکل سے نکل سکے جس میں دوسروں کے ساتھ آپ نے بھی پھنسا دیا ہے اور نکلنے کی کوئی راہ نہیں بتائی۔

باب نمبر (5)
قرآنِ کریم اور اس کے دعاوی

قرآنِ کریم نے جو مکی دور میں دعاوی کیے تھے ان میں سب سے آخری دعویٰ ایک سورت بنا کر لانے کا تھا جیسا کہ پیچھے گذر چکا اور مکی دور گزرنے کے بعد جب آپؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو مکی دور کے آخری دعویٰ کو دوبارہ مخالفین و معاندین کے سامنے پیش کر دیا اور ظاہر ہے کہ اس طرح مدینہ کے لوگ بھی بدستور اس دعویٰ کے مخاطبین قرار پائے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ قرآنِ کریم کا نزول اُسی طرح جاری و ساری رہا جس طرح مکہ مکرمہ میں ہوتا رہا چنانچہ اس آخری دعویٰ کو اس طرح دوبارہ پیش کیا گیا:

"اگر تمہیں اس کلام کی سچائی میں کوئی شک ہے جو ہم نے اپنے بندے محمد (رسول اللہ ﷺ) پر نازل کیا ہے تو تم بھی اس کی سی ایک سورت بنالاؤ اور اللہ کے سوا جن جن ہستیوں کو اپنی مدد کے لیے بلاسکتے ہو بلالو اگر تم سچے ہو۔" (۲:۲۳)

ہم نے کتاب کے ابتدائیہ میں اشارہ دیا تھا کہ قرآنِ کریم اللہ رب کریم کا کلام ہے اس کی حیثیت یہ ہے اور ہونی بھی چاہیے کہ روایات کی جتنی کتب ہیں ان کا مطالعہ قرآنِ کریم کو حاکم بنا کر کیا جائے کہ وہ تمام کی تمام کتابیں انسانی کلام ہیں اور کسی انسانی کلام کو اس کا حق نہیں کہ اُس کی روشنی میں قرآنِ کریم کا مطالعہ کیا جائے یعنی قرآنِ کریم پر اُن کو یا ان میں سے کسی ایک کو حاکم بنایا جائے اگر ایسا کیا گیا تو یہ ظلم عظیم ہو گا چاہے وہ بخاری و مسلم ہو یا کوئی اور۔

قرآنِ کریم کا چیلنج

قرآنِ کریم بار بار ایک بات کا چیلنج کرتا ہے کہ میں کلامِ الٰہی ہوں کسی انسان کا کلام نہیں اگر تم کو اس میں شک ہے تو اس شک کو رفع کرنے کا ایک اور صرف ایک طریقہ ہے کہ تم میری سورتوں جیسی ایک سورت بنالاؤ لیکن اُس کے اس دعویٰ میں ایک فرد بھی سامنے نہ آیا یہاں تک قرآنِ کریم کا نزول ختم ہو گیا اور عرضۂ اخیرہ میں اس کا ایک ایک لفظ ایک ایک حرف ایک خاص ترتیب کے ساتھ منضبط کر دیا گیا۔ عرضہ اخیرہ سے پہلے وہ الگ الگ ٹکڑوں میں محفوظ ہوتا رہا اُس کی خاص ترتیب نہ لگائی گئی اُس کے مختلف ٹکڑوں کو ہر قاری مختلف طریقوں سے پڑھ سکتا تھا کیونکہ طریقہ ترتیب متعین نہ تھا بعض سورتوں کے نام اگر رکھے بھی گئے تھے تو یہ احتمال ہر وقت موجود تھا کہ اس کے بعد نازل ہونے والی آیات کو کس مقام پر رکھے جانے کا حکم ہوتا ہے اور عرضہ اخیرہ کے بعد یہ سب کچھ طے ہوا اور قرآنِ کریم کی ترتیب نو آپؐ نے اللہ رب کریم کے حکم سے فرمائی ظاہر ہے کہ یہ ترتیب صرف اور صرف آپؐ کے پاس تھی باقی لوگوں کے پاس اس ترتیب سے پہلے کے الگ الگ ٹکڑے تحریر کیے ہوئے موجود تھے اور ان سب ٹکڑوں کو بھی قرآنِ کریم، مصحف یا صحیفہ ہی کہا جاتا تھا ہر صحابی جہاں سے چاہتا اور جس ترتیب سے چاہتا پڑھ سکتا تھا اور یہی وہ صورتِ حال ہے جس کو "سبعہ احرف" سے تعبیر کیا گیا تفصیل اپنے مقام پر آئے گی اس وقت ہم صرف یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اس طرح کے تمام الگ الگ حصے قرآنِ کریم تھے اور ان میں سے کسی ایک جگہ سے شفوی اور سمعی فرق موجود نہیں تھا لیکن طرزِ تحریر میں فرق ہونا ایک فطری چیز ہے کیونکہ طرزِ تحریر سب کا یکساں ایک جیسا نہیں ہوتا نہ اُس وقت تھا اور نہ آج ہے اور اس طرح طرزِ قراءت بھی سب کا ایک جیسا ہونا ممکن تھا اور نہ ممکن ہے۔

ہاں! چند مثالیں تاریخ کے صفحات پر ملتی ہیں کہ بعض اسلام کے دشمنوں نے مل کر قرآنِ کریم سے ملتی جلتی سورتیں اور آیتیں بنانے کی کوشش

کی جن میں سے بعض نے قرآنِ کریم عبارت کے اندر کمی بیشی سے کچھ آیات بنائیں اور بعض نے بالکل قرآنی عبارت سے ہٹ کر یہ کوشش کی لیکن دونوں طرح کی عبارتیں ایسی ہیں کہ کسی بھی پڑھنے والے کو متاثر نہیں کرتیں قرآنِ کریم سے شغف رکھنے والا سنتے ہی پکار اُٹھتا ہے کہ یہ کیا لغویات ہیں جو تم پڑھ رہے ہو اور اگر بچوں پر اُن کا تجربہ کیا جائے کہ وہ ان کو حفظ کر کے دکھائیں تو وہ حفظ نہیں کر سکتے اور نہ ہی اُن کو یاد رکھ سکتے ہیں مثلاً مسیلمہ کذاب کی طرف منسوب ہے کہ اُس نے نبوت کے دعویٰ کے بعد اس طرح اپنی وحی کا اعلان کیا کہ:

o یَاضِفْدَعُ نِقِّیْ مَا تَنَقِّیْنَ o لَاالشَّرَابَ تَمْنَعِیْنَ وَلَاالْمَاءَ تُکَدِّرِیْنَ o

(اے ٹرانے والے مینڈک! تو کس قدر ٹراتا ہے۔ نہ تو کسی کو پینے سے روکتا ہے اور نہ ہی پانی کو گدلا کرتا ہے)

اسی طرح اُس نے اِس طرح نقل اُتاری اور لکھا کہ:

o اَلْفِیْلُ o وَمَاالْفِیْلُ o وَمَا اَدْرٰکَ مَاالْفِیْلُ o لَہٗ ذَنَبٌ قَلِیْلٌ وَّخُرْطُوْمٌ طَوِیْلٌ o

(ہاتھی! کیا ہے ہاتھی، اور تو کیا جانے کیا ہے ہاتھی۔ اس کی دم بہت چھوٹی ہوتی ہے اور سونڈ بہت لمبی ہوتی ہے)

شیعوں کے بہت فرقے ہیں ان میں سے ایک فرقہ کا دعویٰ ہے کہ قرآنِ کریم میں ایک سورت درج ذیل تھی جو اب قرآنِ کریم سے نکال دی گئی ہے جو اس طرح تھی:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِالنَّبِیِّ وَوَلِیِّ بَعَثْنٰھُمَا یَھْدِیٰنِکُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ o نَبِیٌّ وَّوَلِیٌّ بَعْضُھُمَا مِنْ بَعْضٍ وَاَنَا الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ o اِنَّ الَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ لَھُمْ جَنّٰتُ النَّعِیْمِ o وَالَّذِیْنَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا مُکَذِّبِیْنَ o اِنَّ لَھُمْ فِیْ جَھَنَّمَ مَقَامٌ عَظِیْمٌ o اِذَا نُوْدِیَ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَیْنَ الظّٰلِمُوْنَ الْمُکَذِّبُوْنَ الْمُرْسَلِیْنَ o مَا خَلَقَھُمُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُظْھِرَھُمْ اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ وَّ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَعَلِیٌّ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ o

(بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ایمان لاؤ نبی پر اور ولی پر جن کو ہم نے بھیجا ہے۔ وہ دونوں تمہاری راہنمائی کرتے ہیں سیدھی راہ کی طرف۔ نبی اور ولی دونوں ایک دوسرے سے ہیں اور میں جاننے والا، خبر دار ہوں۔ بلاشبہ وہ لوگ جو اللہ کا وعدہ پورا کرتے ہیں ان کے لیے نعمتوں والی جنت ہے۔ وہ لوگ جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں جب اُن کے سامنے پڑھی جاتی ہیں بلاشبہ ان کے لیے جہنم میں بڑا مقام ہے۔ جب انہیں قیامت کے روز پکارا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ ظالم جو جھٹلاتے رہے ہمارے رسولوں کو، نہیں پیدا کیا اُس نے اپنے رسولوں کو مگر حق کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ یقیناً غالب کرے گا ان کو ایک مقرر وقت تک اور تسبیح کر اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور یقیناً علیؓ گواہی دینے والوں میں سے ہے)

1999ء میں ایک فلسطینی یہودی ڈاکٹر نے جس کا نام انیس سورس تھا قرآنِ کریم کی طرز پر چار سورتیں تصنیف کیں جن کے نام اُس نے اس طرح رکھے 1۔ سورۃ المسلمین 2۔ سورۃ التجسید 3۔ سورۃ الایمان 4۔ سورۃ الوصایا اور اس بات کا دعویٰ بھی کیا کہ میں نے قرآن کا چیلنج قبول کرتے ہوئے یہ چار سورتیں تصنیف کی ہیں ان میں سے ایک سورت المسلمین کے چند آیات اس طرح ہیں نمونہ ملاحظہ کریں:

اَلصآمّ o قُلْ یٰۤاَیُّھَا الْمُسْلِمُوْنَ اِنَّکُمْ لَفِیْ ضَلٰلٍ بَعِیْدٍ o اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَمَسِیْحِہٖ لَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ نَارُ جَھَنَّمَ وَعَذَابٌ شَدِیْدٌ o وُجُوْہٌ یَّوْمَءِذٍ صَاغِرَۃٌ مُّکْفَھِرَّۃٌ تَلْتَمِسُ عَفْوَاللّٰہِ وَاللّٰہُ یَفْعَلُ مَایُرِیْدُ o

(الف۔ لام۔ صاد۔ میم کہہ اے مسلمانو! تم بہت دور کی گمراہی میں مبتلا ہو۔ بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اُس کے مسیح کا انکار کیا ان کے لیے آخرت میں جہنم کی آگ ہے اور زبردست عذاب ہے۔ اُس روز بہت سے چہرے ذلیل اور سیاہ ہوں گے۔ اللہ سے معافی چاہیں گے لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے)

2005ء میں یہود و نصاریٰ نے مل کر امریکہ میں "فرقان الحق" نامی ایک کتاب کو طبع کیا جس میں قرآنی طرز پر ستتر (۷۷) سورتیں تصنیف کر کے شائع کر دیں جو ویب سائیٹ (U tube) پر بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔ اس طرح کے مختلف واقعات سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم کے متعلق اللہ رب کریم کا یہ دعویٰ کہ اس کی مثل تمام مخلوق مل کر بھی نہیں لا سکتی غلط معلوم ہوتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نہ تو ان عبارات کو قرآنِ کریم کی عبارت کے ساتھ کوئی مناسبت ہے اور نہ ہی ان کا مفہوم واضح ہے اور خصوصاً جو قرآنِ کریم کا چیلنج ہے اُس کی ہوا بھی ان سورتوں یا آیتوں کو نہیں لگی حالانکہ ان عبارات کو قرآنِ کریم کی آیتیں اور سورتیں سے بھی کوئی مناسبت نہیں قرآنِ کریم کی عبارت کے ساتھ جو ملاوٹ کی گئی ہے وہ سورج سے بھی زیادہ واضح نظر آ رہی ہے جس کو ہر قاری فطرۃً محسوس کر لیتا ہے۔ گویا ریشم میں ٹاٹ کا پیوند نظر آ رہا ہے۔

در اصل اسلامی لٹریچر میں بعض اس طرح کی عبارات موجود تھیں اور ہیں کہ ان کو سرسری نظر سے پڑھنے والا معلوم کر لیتا ہے کہ یہ قرآنِ کریم کے اصل الفاظ کی جگہ ان کے متبادل الفاظ لا کر ان الفاظ کا مفہوم واضح کیا گیا ہے وہ الفاظ قرآنی الفاظ نہیں یعنی وہ منزل من اللہ ہرگز نہیں۔ اللہ کے نیک بندے اس طرح کی مثالیں قائم کر گئے ہیں کہ بعد میں آنے والوں نے ان کو بطور قرآن اور منزل من اللہ کہہ کر ان کی اہمیت کو واضح کیا ہے ایسا تحریر کرنے والوں کا ادارہ خواہ کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو اُس کے نتائج نے واضح کر دیا ہے کہ ان کا یہ کام صائب نہیں تھا لیکن جب بھی کوئی شخص ایک کام کرتا ہے اور خصوصاً وہ نیکی سمجھ کر کرتا ہے جب وہ اسلام کا کام نہیں تو اسلام کی زبان میں اس کو بدعت کہتے ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس وقت بدعتوں کا دور دورہ ہے اور اس طرح کی بدعتیں پھیلانے والے ان کا نام میٹھی میٹھی سنتیں رکھ کر ان کی ایسی تشہیر کرتے ہیں کہ عوام ان کو اسلام کے اہم کام سمجھتے ہوئے نہایت دل جمعی سے کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ مر مٹنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں یہی حال اس وقت "اہل رشد" کا ہے کہ اُنہوں نے ایسے کام کو جو یقیناً بدعت ہے محض اس لیے کرنے پر بضد ہیں کہ یہ بہت میٹھی بدعت ہے جس کو انہوں نے سنت کا نام دے لیا ہے اور ان کے پاس جواز کے لیے سعودیہ کی حکومت کی دلیل موجود ہے اور جو کام وہ کرنا چاہتے ہیں وہ یہود و نصاریٰ نے نہایت آسان بنا دیا کہ جن کتابوں میں اس طرح کی غلط سلط روایات موجود ہیں ان کو اُنہوں نے نیٹ پر اَپ لوڈ کر دیا ہے جس سے ہر کمپیوٹر آن کرنے والا آدمی ایک بار کلک کر کے اُن کو دیکھ سکتا ہے اور پھر جنہوں نے اپنی طرف سے اپنے خیال کے مطابق قرآنِ کریم کی مثل بنا کر آیات اور سورتیں اس پر لوڈ کر دی ہیں ان کے اس کام سے استفادہ کر کے "رشد" والوں نے ایک طرح کی سستی شہرت کے طور پر اس کو سرانجام دینے کا طریقہ اپنایا ہے اور وہ بھی نہایت احتیاط کے ساتھ کہ پہلے مرحلہ میں انہوں نے پورے ملک نہیں بلکہ بیرونِ ملک کے تمام فرقہائے اسلامی کے مضامین کو اس کی تائید کے لیے نہایت خوبصورتی کے ساتھ جمع کر دیا ہے اور اتنا بڑا کام دولت کے انبار نے اُن کے لیے آسان کر دیا ہے اس کو کہتے ہیں کہ "جج بھی اور بچ بھی"

قصہ مختصر یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ مسیلمہ کذاب کے وقت سے لے کر "رشدی" تک اگر کوئی تحریک، کوئی تحریر، کوئی سازش قرآنِ کریم کا کچھ نہیں بگاڑ سکی تو یہ آندھی بھی ان شاء اللہ ختم ہو جائے گی اور اس طرح کا کوئی طوفان کتاب اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ قرآن ایک ہے اور ایک ہی رہے گا ہزاروں اور لاکھوں نقلی عبارتیں، آیتیں اور سورتیں قرآنِ کریم میں ایک شوشہ تک کو بدل نہیں سکیں گی حفاظت الٰہی کا وعدہ موجود ہے اور موجود رہے گا۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ کی صدا اپنی جگہ ایسی حقیقت ہے جس کو بدلا نہیں جا سکتا۔

سبعہ احرف اور عرضہ اخیرہ

دراصل "سبعہ احرف" والی بات تو "عرضہ اخیرہ" میں عملاً ختم ہو گئی کیونکہ اس کا احتمال باقی نہ رہا تمام سورتیں اور سوتوں کی آیات منضبط ہو گئیں بار بار دہرائی جانے والی آیات اور آیات کے اندرونی الفاظ اپنی اپنی جگہ متعین ہو گئے گویا عرضہ اخیرہ کے بعد کوئی شخص بھی ان آیات کریمات کو آپس میں خلط ملط نہیں کر سکتا اگر کسی سے سہواً ایسا ہو گا تو اصل ترتیب خود اس کا فیصلہ کر دے گی یعنی اصل کو دیکھ کر اس کا فیصلہ کر لیا جائے گا گویا عرضۂ اخیرہ نے اس طرح کے تمام احتمالات کو یک قلم ختم کر دیا۔

قرآنِ کریم کا چیلنج عرضۂ اخیرہ سے پہلے بھی موجود تھا اور ترتیب پانے کے بعد بھی وہ بدستور اسی طرح قائم رہا آیات کی شفوی اور سمعی صوت بھی اور ان کی صورت بھی نبی اعظم و آخر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے براہ "تلقی بالقبول" جو صحابہ کرام نے وصول کی تھی وہ اپنی جگہ قائم و دائم تھی ہے اور رہے گی پھر یہ تبدیلیاں جو مختلف طریقوں سے شمار کی جاتی ہیں وہ کہاں سے اور کیسے آ گئیں اور ان کے نام کس نے تجویز کیے آپ غور کریں گے تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ سب اہل فن کا کام ہے اور ان کی اس محنت کا ثمرہ ہے جو اُنہوں نے قرآنِ کریم کے بعض الفاظ اور بعض آیات کا مفہوم متعین کرنے کے لیے اختیار کیا۔ بلاشبہ یہ چیزیں قرآنِ کریم کی تفہیم کے لیے مفید بھی تھیں لیکن اصل بات تو صرف یہ ہے کہ یہ قرآن نہیں تھیں اس لیے ان کو لوگوں نے اپنی اپنی تصنیفات میں بیان کیا تاکہ واضح ہو جائے کہ یہ سب کچھ قرآن اور منزل من اللہ نہیں بلکہ محض تفہیم قرآن کے لیے مختلف بیانات اور انداز ہیں جو لوگوں نے اپنی رایوں سے پیش کیے ہیں جن میں اختلاف ہوتا رہا ہے، ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ اور اس سے فی نفسہٖ قرآنِ کریم پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔

قرآنِ کریم کی کتابت اور معانی حرف

آج سے ایک سو سال پہلے قرآنِ کریم کے جو نسخے طبع ہوئے تھے ان میں اکثر ایسا ہوتا تھا کہ حاشیہ میں ان الفاظ کو درج کر دیا جاتا تھا جو مختلف لوگوں نے قرآنِ کریم کے اصل الفاظ کے بطورِ معانی سمجھے تھے اور اسی طرح بعض مقامات میں طرزِ تحریر کا فرق بھی موجود تھا جو مختلف کاتبوں کے تحریر کرنے سے در آیا تھا اور وہ اکثر قرآنِ کریم کے مقامات پر آج بھی بدستور موجود ہے لیکن ان تمام مقامات کی شفوی اور سمعی صوت میں کوئی فرق موجود نہ تھا، ہے اور نہ کبھی ہو گا۔ بلاشبہ یہ بھی کلامِ الٰہی کا معجزہ ہے کہ امت نے اُس رسم الخط کو جو پہلے روز مختلف کاتبانِ وحی کے باعث مختلف ہوا تھا موجود رکھا اور قرآنِ کریم کے خط کو توقیفی قرار دے دیا اس کے نام بدلتے رہے یعنی اس کو "خط مصحف" کا نام دیا گیا کبھی "رسم عثمانی" کہا گیا علاوہ ازیں بھی نام دیئے گئے لیکن مختلف طریقوں سے اس کی وضاحت کرنا پسند کیا گیا لیکن ہیئت کو بدلنا مناسب نہ سمجھا گیا۔

قراءات کیا ہیں؟ محض ایک فن

قرآنِ کریم کی قراءات کا مختلف ہونا فن کا مسئلہ ہے اس میں الفاظ کی تبدیلی، واحد کو جمع اور جمع کو واحد، مذکر کو مؤنث اور مؤنث کو مذکر، غائب کو حاضر یا حاضر کو غائب، معروف کو مجہول یا مجہول کو معروف بنا کر تلاوت کرنا یا بعض الفاظ کو ادل بدل کر پڑھنا یا بعض الفاظ کی کمی یا بیشی کرنے کا تعلق قراءت سے ہرگز ہرگز نہیں اس طرح کی ساری باتیں آج کی یا کل کی اختراع ہیں ان کا کوئی تعلق کتاب اللہ سے نہیں اس لیے کہ اس طرح کا کوئی اشارہ قرآنِ کریم میں موجود نہیں جس کو اصل بنا کر اس بنیاد پر اس طرح کی تبدیلیوں کو قرآنِ کریم کی مختلف قراءات کا نام دیا جائے۔ اس

طرح کی باتیں بیان کرنے والے یا تحریر کرنے والے خواہ کون ہوں، کہاں ہوں اور کیسے ہوں؟

اہل رشد کی طاقت کا سرچشمہ

"اہل رشد" کتنی ہی طاقت میں کیوں نہ ہوں اور کتنی حکومتیں اس کام کے لیے ان کی پشت پناہ ہوں اُن کو اس کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ مختلف قراء توں کے نام سے مختلف سولہ یا بیس قسم کے قرآنِ کریم طبع کریں لیکن اگر اُنہوں نے ایسا کر بھی دیا تو قرآنِ کریم کی صحت پر اس کا ذرہ بھر بھی اثر نہیں پڑے گا ہاں! مسلمان قوم کا یقیناً نقصان ہو گا کہ وہ مزید کمزور ہو جائے گی اور اس طرح جہاد کی حقیقت کھو دینے سے جو مسلمانوں میں کمزوری لاحق ہوئی ہے اس میں مزید اضافہ ہو جائے گا جس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

باب نمبر (6)
قرآنِ کریم پر غور و فکر کا طریقہ

قرآنِ کریم میں کس طرح غور و فکر کرنے کا حکم دیا گیا اور بد قسمتی سے مسلمانوں نے کس طرح کا غور و فکر کرنا شروع کر دیا اس سلسلہ میں قرآنِ کریم کو دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ قرآنِ کریم اعلاناً کہتا ہے کہ:

"پھر کیا یہ لوگ قرآن کریم میں غور و فکر نہیں کرتے ؟ اگر یہ کسی دوسرے کی طرف سے ہوتا، اللہ کی طرف سے نہ ہوتا تو ضروری تھا کہ یہ اس کی بہت سی باتوں میں اختلاف پاتے۔" (۴:۸۲)

"اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ" "پھر کیا یہ لوگ قرآنِ کریم میں غور و فکر نہیں کرتے ؟" معلوم ہے کہ "دبر" کسے کہتے ہیں ؟ پیٹھ کو۔ پیٹھ کہاں ہوتی ہے ؟ پیچھے۔ اُف تو بہ قرآن اور پیچھے۔ ہاں ہاں ! قرآن اور پیچھے تم نے کبھی یہ فقرہ نہیں سنا ؟ "کہ یار تم تو اس بات کے پیچھے ہی لگ گئے ہو" اب غور کرو کہ پیچھے کا کیا مطلب ہے ؟ بس اس "دبر" سے "تدبر" ہے اور اسی سے تدبیر اور "تدبیر" کے معنی ہیں "التفکیر فی دبر الامور" (راغب) یعنی امور کے نتائج میں غور و فکر کرنا۔ قرآنِ کریم کی آیت کے اس حصہ کا مطلب کیا ہوا ؟ کہ قرآن کے پیچھے لگ جاؤ اس طرح کہ اس میں غور و فکر کرتے ہی رہو۔ بس غور و فکر کرتے ہی رہو اور پھر غور و فکر کرتے ہی رہو۔ ہاں ! یاد رکھو کہ پیچھے لگ جاؤ نہ یہ کہ اس کو پیچھے لگالو۔ سمجھ لو کہ پیچھے لگ جانے اور پیچھے لگا لینے میں بڑا فرق ہے۔

اگر قرآنِ کریم کے پیچھے لگ جاؤ گے یعنی اس میں غور و فکر کرو گے ؟ یہ تمہارا وعدہ ہے تو پھر یاد رکھو کہ قرآنِ کریم میں کبھی اختلاف نہیں ہوتا اور یہی اس کے اللہ کی طرف سے ہونے کی دلیل ہے۔ اگر غور و فکر کرنے سے کہیں اختلاف نظر آیا تو سمجھ جاؤ کہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ کیوں ؟ اس لیے کہ قرآن میں کبھی اختلاف نہیں ہو سکتا۔ پھر غور و فکر کرو۔ بس اس طریقہ سے قرآنِ کریم کے پیچھے لگے رہو۔ یقیناً اختلاف ختم ہو جائے گا یا تم پر روشن ہو جائے گا کہ یہ اختلاف کسی دوسرے نے ڈالا تھا۔ جان بوجھ کر یا غلطی سے بس تم اس کے پیچھے مت پڑو کہ اختلاف کس نے ڈالا اور کیوں ڈالا۔ غلطی سے یا جان بوجھ کر۔ یہ زائد چیز ہے اگر تم اس بات کے پیچھے پڑ گئے تو بہت دور نکل جاؤ گے اور اس طرح تم پر شیطان کا داؤ لگ جائے گا۔ اس کے پیچھے بالکل نہ پڑو بلکہ قرآنِ کریم کے پیچھے لگ جاؤ ہاں ! آگے بڑھو اور اس طرح اپنے اختلافات کا حل ڈھونڈتے رہو۔ یہی قرآنِ کریم میں تدبر ہے جس کا اس آیت میں حکم دیا جارہا ہے کہ یہ لوگ قرآنِ کریم میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے ؟ اگر تم نے اس طرح قرآنِ کریم پر غور کیا تو ان شاءاللہ نہ مذہبی "بلڈ پریشر" ہو گا اور نہ "ذیابیطس" نہ "ہارٹ اٹیک" ہو گا اور نہ "خفقان قلب" حاشااللہ نہ مذہبی "ہیضہ" ہو گا اور نہ "قبض"۔ کیا تم کو آرام و سکون مطلوب نہیں ہے ؟ کیا تم ان بیماریوں سے نجات نہیں چاہتے ؟ اگر آرام و سکون مطوب ہے اور ان بیماریوں سے بھی نجات چاہتے ہو تو قرآنِ کریم کا مطالعہ کرو اور نہایت غور و فکر کے ساتھ کرو۔ خاموشی کے ساتھ کرو اور الگ تھلگ ہو کر کرو۔ پھر پوری آیت پر غور کرو اور اس کے بعد ایک آیت کو دوسری کے ساتھ ملا کر غور کرو۔ حاشاءللہ تم کو اس سے جسمانی غذا بھی ملے گی اور روحانی غذا بھی۔

آج جس قدر پوری قوم میں مذہبی افراتفری ہے یا سیاسی کشمکش ہے شاید آج سے پہلے کبھی نہیں ہوئی ہو گی اس کا اصل سبب قرآنِ کریم سے دوری ہے۔ ہمارے مذہبی راہنما بھی اتنے ہی قرآنِ کریم سے دور ہیں جتنے سیاسی لیڈر بلکہ ان سے بھی زیادہ دور۔ کیوں ؟ اس لیے کہ آپ کو اور مجھے حکم ملا کہ "لاہور" آؤ تاریخ اور وقت بھی بتایا اور آنے کا مقصد بھی۔ آپ نے میرے ساتھ کان لگایا لیکن میں جانے کے لیے تیار نہ ہوا۔ آپ نے

ماشاءاللہ ٹکٹ خرید لی اور ائیر کنڈیشن میں سیٹ بھی ریزرو کرالی اور میرے پاس تشریف لے آئے اور مصروف کار ہو گئے کہ تاریخ آئی، وہ وقت بھی نکل گیا اور وقت پر گاڑی بھی چھوٹ گئی لیکن تم میرے ساتھ ہی رہے۔ نتیجہ کیا نکلا؟

اپنی مجلس میں آپ مجھے برا بھلا کہتے ہیں کہ میں نے ٹکٹ نہیں خریدی۔ میں آپ کو برا بھلا کہتا کہ وہ شامل نہیں ہوئے۔ دلائل آپ کے پاس بھی موجود ہیں بکنگ سیٹ بھی ہے اور ٹکٹ اور دلائل میرے پاس بھی موجود ہیں۔ آپ اپنا زور لگاتے رہیں میں اپنی طاقت صرف کرتا رہوں گا اور آپ کی میری لڑائی کا کوئی فائدہ؟ قوم کے راہنما ہیں "میں" بھی اور "آپ" بھی۔ ایک ہم میں سے مذہبی راہنما ہے اور دوسرا سیاسی فیصلہ خود فرما لیں کہ مذہبی راہنما دین سے زیادہ دور ہیں یا سیاسی لیڈر؟ دونوں کی دوری میں کوئی شک نہیں یہ "زیادہ" اور "کم" پر لڑائی ہے جتنی دیر چاہتے ہو لڑتے رہو۔

قرآنِ کریم کی اس آیت پر ایک بار پھر غور کر لو "پھر یہ لوگ قرآنِ کریم میں غور وفکر کیوں نہیں کرتے؟ اگر یہ کسی دوسرے کی طرف سے ہوتا اللہ کی طرف سے نہ ہوتا تو ضروری تھا کہ یہ اس کی بہت سی باتوں میں اختلاف پاتے۔" قرآنِ کریم اللہ کی کتاب ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں، اختلاف جتنے ہیں وہ سب لوگوں کے ڈالے ہوئے ہیں۔ بس ان کو مٹا دو ورنہ خود مٹ جاؤ گے۔ ماحصل اس آیت کا کیا ہوا؟

1۔ قرآنِ کریم کا مطالبہ ہے کہ ہر انسان اس کے مطالب میں غور کرے، پس یہ سمجھنا کہ وہ صرف اماموں اور مجتہدوں ہی کے سمجھنے کی چیز ہے صحیح نہیں، ہاں! جو سمجھ میں نہ آئے کسی سمجھے ہوئے سے سمجھ لینے میں کوئی قباحت نہیں۔

2۔ غور وفکر وہی کر سکتا ہے جو مطالب سمجھنے کی دلچسپی رکھتا ہو۔

3۔ جو اپنی سمجھ بوجھ سے کام لیتا ہو اور دلائل ووجوہ سے نتائج نکال سکے۔ پس مقلد اعمیٰ یعنی اندھی تقلید کرنے والا قرآنِ کریم میں غور وفکر کرنے والا نہیں ہو سکتا۔

4۔ جو شخص قرآنِ کریم میں تدبر کرتا ہے اس پر یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور جس پر یہ حقیقت کھل جائے وہ قرآنِ کریم کے سوا زندہ نہیں رہ سکتا۔

قرآنِ کریم میں علماء کے اختلافات

ہمارے علماء کرام کا کام یہ ہے کہ وہ قرآنِ کریم میں طرح طرح کے اختلافات ڈالتے ہیں اور پھر ان کو نکالنے کی کوشش میں مصروف ہو جاتے ہیں اور اس بات کو بالکل تسلیم نہیں کرتے اور لوگوں کو یہ بات باور کراتے ہیں کہ تم غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہو اس لیے کہ تم نے علم نہیں پڑھا دیکھیں "رشد" میں علامہ تقی عثمانی صاحب کا مضمون بھی ہے اور وہ اپنے مضمون کے آخر پر رقمطراز ہیں کہ:

ایک بنیادی غلطی کا ازالہ

"آخر میں ایک اور بنیادی غلط فہمی کا ازالہ کر دینا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ "سبعہ احرف" کی مذکورہ بحث کو پڑھنے والا سرسری طور پر اس شبہ میں مبتلا ہو سکتا ہے کہ قرآنِ کریم جیسی بنیادی کتاب کے بارے میں جو حفاظت خداوندی کے تحت آج تک بغیر کسی ادنیٰ تغیر کے محفوظ چلی آ رہی

ہے مسلمانوں میں اتنا زبردست اختلاف آراء کیسے پیدا ہو گیا؟

سبعہ احرف اور مختلف اقوال

لیکن "سبعہ احرف" کی بحث میں جو اقوال ہم نے پیچھے نقل کیے ہیں اگر ان کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو اس شبہ کا جواب بآسانی معلوم ہو جاتا ہے۔ جو شخص بھی اس اختلاف آراء کی حقیقت پر غور کرے گا اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ سارا اختلاف محض نظریاتی نوعیت کا ہے اور عملی اعتبار سے قرآنِ کریم کی حقانیت وصداقت اور اس کے بعینہٖ محفوظ رہنے پر اس اختلاف کا کوئی ادنیٰ سا اثر بھی مرتب نہیں ہوتا کیونکہ اس بات پر سب کا بلا استثناء اتفاق ہے کہ قرآنِ کریم جس شکل میں آج ہمارے پاس موجود ہے وہ تواتر کے ساتھ چلا آرہا ہے اس میں کوئی ادنیٰ تغیر بھی نہیں ہوا۔ اس بات پر بھی تمام اہل علم متفق ہیں کہ قرآنِ کریم کی جتنی قراءتیں تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی ہیں وہ سب صحیح ہیں اور قرآنِ کریم کی تلاوت اُن میں سے ہر ایک کے مطابق کی جاسکتی ہے۔"

وہ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ:
"لہٰذا جس اختلاف کا ذکر گذشتہ صفحات میں کیا گیا ہے وہ صرف اتنی بات میں ہے کہ حدیث میں "سات حروف" سے کیا مراد تھی؟ اب جتنی متواتر قراءتیں موجود ہیں وہ "سات حروف" میں مشتمل ہیں یا صرف ایک حرف پر؟ یہ محض ایک علمی نظریاتی اختلاف ہے جس سے کوئی علمی فرق واقع نہیں ہوتا اس لیے اس سے یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ ان اختلافات کی بنا پر قرآنِ کریم معاذ اللہ مختلف فیہ ہو گیا ہے۔"

سات حروف اور جسٹس مفتی محمد تقی

قارئین کرام مفتی تقی عثمانی صاحب سے خود پوچھ لیں کہ ایک قرآن کی بجائے اگر سولہ یا بیس قرآن مختلف قراءتوں پر ترتیب دے کر طبع کرا دیئے جائیں تو اس سے بھی کوئی خاص فرق پڑتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح یہ بھی کہ کتابوں کے ذریعہ جو فرق ڈالا اور پھر نکالا جاتا ہے اس طرح جب مختلف قراءتوں کے قرآن کریم طبع کرا دیئے جائیں گے تو اس طرح جو فرق ڈالا جائے گا کیا اس کو بھی پھر نکالا جاسکے گا یا نہیں؟ اگر اس کے ساتھ یہ بھی ہمت کر کے پوچھ لیں کہ حضرت جی! اس طرح فرق ڈالنے اور نکالنے کے سوا آپ کوئی دوسرا مشغلہ اختیار نہیں کر سکتے؟ کیا اسلامی بینکاری نے ابھی تک آپ کا حوصلہ اتنا بلند بھی نہیں کیا کہ مزید فرق ڈالنے اور نکالنے کا کام بند کر دیا جائے۔
مفتی تقی عثمانی صاحب اس "لاریب کتاب اللہ" کے ساتھ اتنا کچھ کرنے کے بعد آخر میں مزید لکھتے ہیں کہ:

مفتی صاحب کی بیان کردہ مثال

"اس کی مثال کچھ ایسی ہے جیسے ایک کتاب کے بارے میں ساری دنیا اس بات پر متفق ہو کہ یہ فلاں مصنف کی لکھی ہوئی ہے۔ اس مصنف کی طرف اس کی نسبت قابل اعتماد ہے اور خود اُس نے اُسے چھاپ کر تصدیق کر دی کہ یہ میری لکھی ہوئی کتاب ہے اور اس نسخے کے مطابق قیامت تک اسے شائع کیا جاسکتا ہے لیکن بعد میں لوگوں کے درمیان یہ اختلاف پیدا ہو جائے کہ مصنف نے اپنے مسودہ میں طباعت سے قبل کوئی لفظی

ترمیم کی تھی یا جیسا شروع میں لکھا تھا ویسا ہی شائع کر دیا۔ ظاہر ہے کہ محض اتنے سے فطری اختلاف کی بنا پر وہ روشن حقیقت مختلف فیہ نہیں بن جاتی جس پر سب کا اتفاق ہے یعنی یہ کہ وہ کتاب اُس مصنف کی ہے جو اُس نے اپنی ذمہ داری پر طبع کی ہے، اُسے اپنی طرف منسوب کیا ہے اور قیامت تک اپنی طرف منسوب کر کے شائع کرنے کی اجازت دی ہے، اسی طرح جب پوری امت اس بات پر متفق ہے کہ قرآنِ کریم کو مصاحف عثمانی میں ٹھیک اُسی طرح لکھا گیا ہے جس طرح وہ نازل ہوا تھا اور اس کی تمام متواتر قراء تیں صحیح اور منزل من اللہ ہیں تو یہ حقائق ان نظری اختلافات کی بنا پر مختلف فیہ نہیں بن سکتے جو حروف سبعہ کی تشریح میں پیش آتے ہیں۔"

قرآن بیس ابواب میں سے ایک

شاید آنے والے کسی مضمون میں موصوف مفتی تقی عثمانی صاحب مزید یہ بھی تحریر کر دیں کہ مصنف کی یہ کتاب بیس ابواب پر مشتمل تھی جس کا ایک باب ہمارے برصغیر کے مسلم ممالک میں طبع کرایا جارہا تھا اور تین مغربی اسلامی ممالک میں چھپ رہے تھے اور سولہ ابواب اہل رشد نے ہمت کر کے طبع کرا دیئے ہیں اور یہ بیس ابواب پر مشتمل ہونے کے باعث اب مکمل طبع کرا دی گئی ہے جو منزل من اللہ تھی لیکن اس کے سولہ ابواب روایات کی کتب میں ایک عرصہ تک محفوظ رہے ہیں چونکہ لوحِ محفوظ میں یہ محفوظ کتاب تھی اس لیے اس کے بعد میں طبع ہونے سے کچھ فرق نہیں ہوا کیونکہ یہ عین لوح محفوظ والے نسخہ کے مطابق ہے۔ گویا مفتی تقی عثمانی صاحب نے لوحِ محفوظ میں اب اس کو دیکھ لیا ہے۔

باب نمبر (7)
قرآنِ کریم پوری اقوامِ عالم کی کتاب ہے

قرآنِ کریم تمام دنیا کے انسانوں کے لیے کتاب ہدایت ہے وہ بار بار دنیا کے تمام انسانوں کو یکساں ایک ہی طرح مخاطب کرتا ہے اور کسی انسان سے نفرت نہیں کرتا اور جو کچھ کہتا ہے برملا کہتا ہے اس جگہ اہل کتاب کے دونوں فریقوں کو جو یہود و نصاریٰ کے ناموں سے پہچانے جاتے ہیں مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ:

"اے اہل کتاب یہ واقع ہے کہ ہمارا رسول تمہارے پاس آ چکا، کتابِ الٰہی کی بہت سی باتیں جنہیں تم چھپاتے رہے ہو وہ تم سے صاف صاف بیان کرتا ہے اور بہت سی باتوں سے در گزر کر جاتا ہے۔ اللہ کی طرف سے تمہارے پاس روشنی آ چکی اور ایسی کتاب آ چکی جو روشن کتاب ہے اللہ اس کتاب کے ذریعے ان لوگوں پر جو اللہ کی خوشنودیوں کے تابع ہوں سلامتی کی راہ کھول دیتا ہے اور اپنے خاص حکم سے انہیں تاریکیوں سے نکالتا، روشنی میں لاتا اور (پہلے ایمان لانے والوں کی) سیدھی راہ پر لگا دیتا ہے۔" (۵:۱۵،۱۶)

قوموں کی گمراہی

قوموں میں یہ گمراہی شروع سے چلی آ رہی ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی و رسول بنا کر بھیجا اکثریت نے اس کی مخالفت کی اور بہت کم تھے جنہوں نے اُس کی تصدیق کی پھر تصدیق کرنے والوں نے تصدیق کرنے کے باوجود اپنے نبی و رسول کی تعلیمات میں کمی بیشی کرنا شروع کر دی اور اس طرح کتاب اللہ کو کتاب اللہ ماننے کے باوجود گردشِ زمانہ سے متاثر ہو کر احکامِ الٰہی میں ترمیم و تنسیخ کا کام کیا اور ظاہر ہے کہ یہ کام کرنے والے عوام نہیں تھے بلکہ خواص تھے جن پر عوام اعتماد و انحصار کرتے تھے۔ اہل کتاب کے دونوں گروہوں یعنی یہود و نصاریٰ نے بھی یہی کچھ کیا جس کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے اور آپؐ نے اللہ کے حکم سے ان کو مخاطب کر کے اُن کی اور ان کی بداعتدالیوں کو واضح الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ساتھ ہی ان کی یہ بات بھی واضح کر دی ہے کہ جو کچھ تم دونوں گروہوں نے اپنے اپنے نبی و رسول کی تعلیمات سے کیا ہے وہ تمام باتیں تم پر نہیں کھولی جا رہیں بلکہ صرف ان ہی کا ذکر کیا ہے جن کا ذکر لوگوں کی ہدایت کے لیے ضروری سمجھا ہے کیونکہ مقصد مخالفت نہیں بلکہ اصلاح ہے۔

آپؐ نے قرآنِ کریم قوم کو کیسے دیا؟

غور کیجئے کہ قرآنِ کریم نبی اعظم و آخر ﷺ پر نازل ہوا اور صحابہ کرام نے آپؐ سے براہِ راست "تلقی بالقبول" کے طور پر خود سنا تمام صحابہ کرام قرآنِ کریم کے قاری تھے اور اس طرح اب بھی تمام مسلمان ہی قرآنِ کریم کے قاری ہیں کیونکہ ہر قرآنِ کریم کو پڑھنے والا قرآنِ کریم کا قاری کہلاتا ہے ہاں! ان میں سے بعض اہل فن ہوتے ہیں جو بطور فن لحن و لہجہ کے اُتار چڑھاؤ سے پڑھتے ہیں اور ان کو "قاری" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جس کی جمع قراء ہے۔

لحن ولہجہ کسے کہتے ہیں؟

لحن ولہجہ کے اُتار چڑھاؤ کا تعلق محض پڑھنے والے کی آواز سے ہے اور کسی بھی پڑھنے والے کو یہ حق نہیں کہ جس چیز کو وہ پڑھ رہا ہے اُس میں ردو بدل یا کمی بیشی کرے اگر وہ ایسا کرے گا تو بددیانت ٹھہرے گا اور اُس پر کوئی شخص بھی اعتبار نہیں کرے گا خصوصاً جو لوگ اُس چیز سے مکمل واقف ہوں گے جو پڑھی جارہی ہے تو وہ سنتے ہی اس کا انکار کر دیں گے لیکن جب ایک چیز کو معرضِ وجود میں آئے ہوئے کافی عرصہ گزر جائے تو اُس میں اس طرح کی رخنہ اندازیاں پیدا کی جاسکتی ہیں یہی کچھ اہل کتاب نے کیا اور بدقسمتی سے یہی کچھ مسلمان کر رہے ہیں۔

سبعہ احرف کے الفاظ کب استعمال ہوئے؟

دیکھیں روایات میں ایک فقرہ "سبعہ احرف" کا موجود ہے اور یہ اُس وقت بیان کیا گیا جب قرآنِ کریم ابھی عرضہ اخیرہ میں نہیں پہنچا تھا اور یہ بات آج بھی روایات میں روزِ روشن کی طرح واضح ہے لیکن جب اُس کو بیان کیا گیا اُس وقت قرآنِ کریم کا نزول مکمل ہو کر عرضہ اخیرہ کی منزل طے کر چکا تھا بلکہ اس پر ایک بہت لمبا عرصہ جو تقریباً سو سال سے بھی زیادہ ہے گزر چکا تھا۔ اُس وقت سیدھی بات صرف اور صرف یہ تھی کہ اس "سبعہ احرف" والے واقعہ کو مدت گزر چکی ہے اور قرآنِ کریم کے عرضہ اخیرہ کا مرحلہ طے ہونے سے پہلے کی بات کا اب اس پر اطلاق نہیں ہو سکتا لیکن بدقسمتی سے ایسا نہ ہوا بلکہ اس واقعہ کو جو سیدنا عمر فاروق اور ہشام بن حکیم کے درمیان ہوا یا اِسی طرح کے جو واقعات دوسرے صحابہ کے درمیان ہوئے تھے وہ تمام کے تمام واقعات قرآنِ کریم کے اس عرضہ اخیرہ میں گزرنے سے پہلے کے ہیں اور کوئی واقعہ اس کے بعد کا نہیں کہ اس کو "سبعہ احرف" کا موضوع بنایا جائے۔

"عرضہ اخیرہ" اور سبعہ احرف

گویا "سبعہ احرف" کا حل "عرضہ اخیرہ" نے طے کر دیا ہے کہ جس وقت اس طرح کے واقعات ہوئے تھے ابھی قرآنِ کریم کا نزول جاری تھا اور تمام صحابہ کرام قرآن کی آیات کے نزول کے ساتھ ہی واقف نہیں ہو جاتے تھے اور اسی طرح ہر صحابی قرآنِ کریم کو اپنی صوابدید کیساتھ ملا جلا کر پڑھتا تھا اس لیے کہ اس کی کوئی ترتیب ابھی موجود نہیں تھی اور یہ کہ قرآنِ کریم کی آیات کو ملا جلا کر پڑھنے کی عام اجازت تھی جس کے باعث اس طرح کے واقعات کا پیش آنا ایک فطری بات تھی اور ایسے واقعات کا جواب بھی بالکل وہی تھا جو آپؐ نے اُس وقت ایسے واقعات کا ذکر کرنے والوں کو دیا یہ بھی حقیقت ہے کہ جس طرح ہر واقعہ ہو چکنے کے بعد جب اُس کا محض تذکرہ کیا جاتا ہے تو اُس میں کمی بیشی اور الفاظ کا اختلاف فطری امر ہے یہ معاملہ ان تمام واقعات کے ساتھ بھی ہوا لیکن افسوس کہ بالکل سیدھی سی بات کو روایات زدہ لوگوں کو سمجھنا محض ان روایات کی وجہ سے مشکل ہو گیا اور بدقسمتی سے اُنہوں نے محض ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی ان روایات کو قرآنِ کریم پر حاکم بنا کر قرآن کا مطالعہ شروع کر دیا بلکہ اکثر اوقات قرآنِ کریم کو وہ اہمیت ہی نہ دی جس کا وہ حامل تھا اور یہ سلسلہ بدستور اسی طرح چلتا آیا جو تاحال اسی طرح چل رہا ہے کہ قرآنِ کریم کو محض تبرک کے طور پر پڑھا جاتا ہے بلکہ اکثر و بیشتر عوام تو عوام خواص بھی اس پر غور نہیں کرتے۔

اہل کتاب اور مسلمان امہ

جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو معاملہ اہل کتاب نے اپنی آسمانی کتابوں کے ساتھ کیا وہی مسلمانوں نے قرآنِ کریم کے ساتھ شروع کر دیا فرق یہ تھا کہ اہل کتاب نے اپنی آسمانی کتابوں میں تحریف کی اور اس تحریف کے ساتھ وہ اپنی آسمانی کتابوں کی اصل زبان کی بھی حفاظت نہ کر سکے جس کے باعث ان کی زبان بدل جانے سے ان کی کی گئی تعریف واضح نہ ہو سکی جب تک قرآنِ کریم کا نزول نہ ہوا پھر قرآنِ کریم کے نزل نے اُن کی تحریف کو واشگاف کر دیا۔ قرآنِ کریم کی زبان بحمد اللہ بدستور اسی طرح زندہ وجاوید ہے جس کے باعث وہ اپنی اصل حالت میں آج بھی لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اور اُسی زبان میں اُس کی تلاوت ہوتی ہے اور اس کی حفاظت کا وعدہ خداوندی ہے جس کے باعث وہ اس طرح کی تحریف سے محفوظ ہے اور یقیناً محفوظ رہے گا۔

نزول قرآن کے وقت سے مخالفین کا مطالبہ

نزول قرآن کے وقت سے مخالفین کا یہ مطالبہ رہا ہے کہ "اس قرآن کے سوا کوئی دوسرا قرآن لا کر سناؤ یا اس میں کچھ ردوبدل کرو" (۱۵:۱۰) لیکن اُس وقت ان کو جواب دیا گیا کہ "میرا یہ مقدور نہیں کہ اپنے جی سے اس میں ردوبدل کر دوں" قرآنِ کریم کا نزول مکمل ہو گیا اور جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ وہ عرضہ اخیرہ کا مرحلہ طے کر کے اپنی آخری ترتیب میں بھی تکمیل پا گیا تو علماء اکرام نے ان واقعات کو بیان کر کے جو نزول قرآن کے دوران پیش آئے روایات کے ذریعہ ان کا مفہوم توڑ موڑ کر کتب روایات میں داخل کر دیئے اور بعد میں آنے والوں نے ان کو مختلف قراءات کا نام دے دیا حالانکہ ایک ہی چیز میں محض قراءت کے لحاظ سے اس طرح کی تبدیلیاں ممکن نہیں کیونکہ قراءت خالی پڑھنے کا نام ہے جس میں صرف لحن ولہجہ میں فرق ہو سکتا ہے حروف اور الفاظ میں ردوبدل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کی کوئی مثال پیش کی جا سکتی ہے فن قراء ت بالکل اسی طرح کا ایک فن ہے جس طرح ایک فن "قوالی" کہلاتا ہے۔ قرآنِ کریم کو غنا میں لا کر پڑھا جائے یا گایا جائے تو قراءت کہلاتا ہے اور اشعار کو غنا میں لا کر پڑھا یا گایا جائے تو اس کو "قوالی" کا نام دیا جاتا ہے اسی طرح غنا اور خاص طرح کی لَے میں قرآن پڑھنے والے کو قاری اور اشعار کو غنا اور خاص طرح کی لَے میں بولنے والے کو قوال کہتے ہیں موجودہ دور میں قراءات کی محفلوں میں شریک ہو کر اس حقیقت کو دیکھا اور سنا جا سکتا ہے۔

قرآنِ کریم کا نزول یکبارگی نہیں ہوا

قرآنِ کریم اللہ رب کریم کا کلام ہے جو دوسری کتب آسمانی کی طرح یکبارگی نازل نہیں ہوا بلکہ نجماً نجماً نازل ہوتا رہا جس کی تکمیل عرصہ تئیس (23) سال میں ہوئی اس کی ترتیب نزولی اور موجودہ ترتیب میں زمین و آسمان کا فرق ہے جو سب کی آنکھوں کے سامنے ہے عرضۂ اخیرہ سے پہلے اور بعد میں اس کی تلاوت میں بھی اس طرح کا فرق پایا جاتا ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور تلاوت ہی کا دوسرا نام قراءت ہے مثلاً قرآنِ کریم سے ایک مضمون کی آیات کو جمع کر دیا جائے تو وہ قرآنِ کریم ہی ہو گا لیکن موجودہ ترتیب کے مطابق نہیں اگر ان آیات کی تلاوت کی جائے تو یقیناً سننے والے کو تشابہ ہو گا اور خصوصاً جب وہ حافظ ہو گا تو اُس کے علم میں یہ بات لانا پڑے گی کہ یہ تلاوت ترتیب کے لحاظ سے نہیں بلکہ ایک مضمون پر جمع آیات کے لحاظ سے ہے تو یقیناً وہ خاموش ہو جائے گا۔

باب نمبر (8)
قرآنِ کریم مجموعہ دلائل وبراہین

مختصر یہ کہ پورا قرآن کریم ہدایت کی کتاب ہے اور پورا قرآن علم و دلائل کی روشنی ہے جو اس کو دیکھ سمجھ کر پڑھنے سے حاصل ہوتی ہے ہاں! جان بوجھ کر کوئی اندھا ہو جائے اور اس روشنی کو حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے تو اس کا کوئی علاج نہیں جیسا کہ ارشادِ الٰہی بھی ہے کہ:
"دیکھو تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس علم و دلیل کی روشنیاں آچکی ہیں، پس اب جو کوئی دیکھے تو خود اس کے لیے ہے اور جو کوئی اندھا ہو جائے تو اس کا وبال بھی اُس کے سر آئے گا اور میں تم پر کچھ پاسبان نہیں ہوں۔" (۶:۱۰۴)

قرآنِ کریم کا ہر حصہ روشنی ہے

ذرا غور کریں کہ قرآنِ کریم جب نازل ہوا وہ نزول کے ساتھ ہی علم و روشنی تھا یا نزول کے مدت بعد وہ علم و روشنی بنا۔ قرآنِ کریم کے اپنے بیان کے مطابق تو وہ جب نازل ہوا اور جتنا نازل ہوا وہ سب کا سب علم و روشنی تھا۔ جس طرح وہ اپنے نزول کے ساتھ پڑھا گیا اور تحریر کیا گیا بدستور اسی طرح پڑھا جاتا رہا اور تحریر کیا جاتا رہا نہ تو اس کے پڑھنے میں کوئی فرق آیا اور نہ ہی تحریر کرنے میں کسی طرح کا فرق اس میں روا رکھا گیا۔ چونکہ وہ نجماً نجماً نازل ہوا تھا اس لیے وہ اپنے نزول کے لحاظ سے الگ الگ ٹکڑوں یعنی حصوں میں لکھا گیا جتنا حصہ نازل ہوا اتنا تحریر ہو گیا اپنے زمانہ کے ماحول کے لحاظ سے ان اشیاء پر تحریر کیا گیا جن اشیاء پر اُس وقت تحریر لکھی جاتی تھی ہمیں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ اُس وقت تحریر کے لیے کیا کیا چیزیں استعمال ہوتی تھیں کیونکہ مختلف چیزوں پر لکھنے سے تحریر الگ نہیں ہوتی تحریر اُن حروف و الفاظ کو کہتے ہیں نہ کہ جن چیزوں پر وہ حروف یا الفاظ تحریر ہوں اُن کو۔

عربی حروف ہجا اور قرآنِ کریم

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ نزول قرآن کے وقت تک ابھی عربی حروف ہجا کی شکلیں ایجاد نہ ہوئی تھیں تو عربی حروف ہجا میں اس کی تحریر کو کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے لیکن ہمارے ہاں محض روایات کے انحصار پر یہ بات تسلیم کی جاتی ہے کہ نزولِ قرآن کے وقت عربی حروف ہجا کی شکلیں اس طرح ایجاد نہ ہوئی تھیں اور ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں، کیوں؟ اس لیے کہ روایات میں ایسا آیا ہے پھر اس پر حوالے تحریر کیے جاتے ہیں کہ دیکھو فلاں نے بھی یہ لکھا ہے اور فلاں نے بھی اور اس طرح کے لکھنے والے تمام کے تمام لوگ بہت بڑے اور علم و عمل کے پختہ لوگ تھے۔ تم کو کیسے معلوم ہوا؟ کہا جاتا ہے کہ فلاں نے بھی یہ لکھا ہے اور فلاں نے بھی اور فلاں کتاب میں یہ لکھا ہوا موجود ہے جو آج بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ فلاں کتاب کب طبع ہوئی تو بڑے وثوق سے کہا جاتا ہے کہ مثلاً 1907ء میں۔

علم کا تقاضا کیا ہے؟

حالانکہ علم کا تقاضا یہ ہے کہ اس بات کو تسلیم کیا جائے کہ کسی بھی زبان کی تحریر کو اُسی وقت تک تسلیم کیا جاسکتا ہے جب اس زبان کے مفرد حروف ہجا کی شکلیں تسلیم کی جائیں خواہ پڑھنے اور لکھنے کے حروف کی شکلیں الگ الگ ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ جس چیز کو تحریر کیا جاتا ہے اگر وہ مرئی چیز ہے تو وہ اُسی وقت ممکن ہے جب اس زبان کے حروف کی شکلیں موجود ہوں خواہ وہ کسی طرح کی ہوں اور کم از کم وہ تحریر جتنے مختلف حروف میں تحریر ہوتی ہو اُن تمام حروف کی شکلیں پہلے معروف ہوں تا کہ اُس تحریر کا وجود قائم ہو سکے۔
جو شخص یہ تسلیم کرے کہ یہ فلاں زبان کی تحریر اُس وقت معرضِ وجود میں آئی تھی جب ابھی اُس زبان کے حروف ایجاد ہی نہیں ہوئے تھے تو اُس کو کیا کہا جائے گا؟ اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں بات کو سنتے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ بولنے والے کی عقل حاضر ہے یا نہیں؟ کہا جاتا ہے کہ جادو وہ جو سر چڑھ بولے روایات جن باتوں کا نام ہے وہ ایسا جادو ہے کہ اس کو بغیر سوچے سمجھے مان لینا ضروری قرار دیا گیا ہے ورنہ انسان کافر ہو جاتا ہے۔

تلاوت کرنے کا مطلب کیا ہوتا ہے

جہاں تک علم کا تعلق ہے وہ تقاضا کرتا ہے کہ کوئی چیز جو تحریر میں آچکی ہو یا کسی آدمی کو ازبر ہو اور وہ اس کو زبان سے ادا کرے تو اس کو پڑھنا یا قراءت کرنا کہتے ہیں۔ جب لکھا ہوا کچھ اور ہو اور آدمی پڑھ کچھ اور رہا ہو تو یہ اُس لکھی ہوئی یا تحریر شدہ یا ازبر چیز کی قراءت نہیں ہو گی لیکن روایات ہم سے منواتی ہیں کہ آپ کے ہاتھ میں ایک تحریر موجود ہو لیکن اس کو پڑھنے والا یعنی قاری کچھ اور پڑھ رہا ہو تو تسلیم کر لو کہ یہ وہی چیز پڑھی جارہی ہے جو اس کے ہاتھ میں ہے کیوں؟ اس لیے کہ روایات یہ کہہ رہی ہیں کہ یہ وہی چیز پڑھی جارہی ہے جو اُس کے ہاتھ میں ہے ہاں! زیادہ سے زیادہ آپ اس کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ اُس ہاتھ والی چیز کی مختلف قراءت ہے اور اس کو سات قراءات تک پڑھنے کی اجازت ہے آپ صرف ایک قراءت کے اختلاف کو سن کر اُس کا انکار کرو گے تو سیدھے دوزخ پہنچ جاؤ گے۔

قراءت اور تلاوت میں کیا فرق ہے؟

اس جگہ قراءت یا تلاوت کا جو ذکر کیا جارہا ہے وہ قرآنِ کریم کی قراءت یا تلاوت ہے اور قرآنِ کریم کی مذکورہ آیت(۶:۱۰۴) یہ کہہ رہی ہے کہ "جو کوئی اندھا ہو جائے تو اُس کا وبال بھی اُسی کے سر آئے گا" پیغام پہنچانے والا یعنی پیغمبر کہتا ہے کہ میں نے تم کو پیغام پہنچا دیا ہے اور یہی میری ذمہ داری تھی "میں تم پر کچھ نگہبان نہیں ہوں۔" ہم سے مطالبہ یہ ہے کہ قرآن جو کچھ کہتا ہے وہ کہتا رہے اور پیغمبر یعنی پیغام لانے والا جو ارشاد فرماتا ہے وہ فرماتا رہے تم صرف اور صرف وہ تسلیم کرو جو روایات کہتی ہیں کیونکہ ان کی سندیں بالکل صحیح ہیں جو بخاری شریف کی سند کے عین مطابق ہیں۔

"رشد" اور متبحر علماء کرام

دیکھو "رشد" کے جتنے مضمون نگار ہیں اُن کے کتنے بڑے بڑے نام ہیں اور اُنہوں نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ سند کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے جب اُنہوں نے ایک چیز کے چالیس تک مطالب بیان کیے ہیں اور تمام مطالب حوالہ کے ساتھ بیان کیے ہیں بلکہ ایک ایک مطلب پر بیسیوں حوالہ جات

تحریر کیے گئے ہیں اور یہ سارے وہ لوگ ہیں جن کے علم کا لوہا دنیا مانتی ہے پھر آپ کو کیا حق ہے کہ آپ بغیر کسی حوالہ کے ایک تحریر کر دیں اور آپ کے سوا کوئی دوسرا ایسی تحریر کرنے والا موجود ہی نہ ہو تو پھر آپ کی بات کیسے مان لی جائے؟ صرف قرآن کا حوالہ دینا کہ قرآن یہ کہتا ہے کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ واقعی قرآن اس طرح کہتا ہے جب تک روایات اس کی تصدیق نہ کریں کہ واقعی قرآن یہ کہتا ہے اور روایات بھی وہ جن کی سندات صحیح ہوں اور صحت کا حوالہ ان کے ساتھ مندرج ہو یاد رکھو کہ روایات کی تصدیق کے بغیر قرآن کا حوالہ پیش کرنا منکرین حدیث کا کام ہے اور اچھی طرح سمجھ لو کہ منکر حدیث کافر ہوتا ہے خواہ وہ پہلے درجہ کا ہو یا آخری درجہ کا، چاہے آخری درجہ میں مودودی صاحب بھی آتے ہوں۔

باب نمبر(9)
قرآنِ کریم اور دوسری آسمانی کتابیں

لاریب قرآنِ کریم اللہ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی ہدایت و راہنمائی کے لیے اس کو نازل کیا ہے جو پہلی نازل شدہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور جن لوگوں پر اس سے پہلے کتابیں نازل ہوئی تھیں اُن کی بداعتدالیوں کو واضح کرتا ہے اور برملا کہتا ہے کہ میں وہ روشنی ہوں کہ دنیا کے تمام انسانوں کے لیے یکساں ایک جیسی ہوں جو میری روشنی سے مستفید ہو گا وہ ہدایت پا جائے گا چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے کہ:

"اور یہ کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے برکت والی پس چاہیے کہ اس کی پیروی کرو اور پرہیز گاری کا ڈھنگ اختیار کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ ہم نے یہ کتاب اس لیے نازل کی ہے کہ تم یہ نہ کہو کہ اللہ نے صرف دو جماعتوں پر ہی کتاب نازل کی ہے جو ہم سے پہلے تھیں اور ہمیں ان کے پڑھنے پڑھانے کی خبر یعنی سمجھ نہ تھی۔ یا کہو، اگر ہم پر کتاب نازل ہوتی تو ہم ان جماعتوں سے زیادہ ہدایت پانے والے ہوتے، سو دیکھو تمہارے پاس بھی تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل ہدایت اور رحمت کی آ گئی، پھر بتاؤ اس سے بڑھ کر ظالم کون انسان ہے جو اللہ کی نشانیاں جھٹلائے اور ان سے گردن موڑے؟ جو لوگ ہماری نشانیوں سے گردن موڑتے ہیں ہم انہیں اس کی پاداش میں عنقریب سخت عذاب دینے والے ہیں۔" (۶:۱۵۵ تا ۱۵۷)

قرآن کا اطلاق ہر قرآنی ٹکڑے پر ہوتا ہے

مضمون کی مناسبت سے بات کی جائے تو یہ بات تو پہلے تسلیم کی جا چکی ہے کہ قرانِ کریم میں جہاں بھی اس کتاب کا ذکر آیا ہے تو اُس سے اُتنی ہی کتاب مراد لی جاتی ہے جتنی اُس مضمون کے بیان کرتے وقت پہلے نازل ہو چکی تھی یہاں تک کہ عرضہ اخیرہ تک پہنچ کر اس سے پورا قرآنِ کریم مراد لیا جا سکتا ہے لیکن جب تک اس کا نزول مکمل نہیں ہوا تھا اُس وقت تک کتاب سے مراد اتنی کتاب لی جا سکتی تھی جتنی پہلے نازل ہو چکی تھی اور جتنی نازل ہو چکی تھی وہ پیروی کے قابل تھی۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا نہیں کہا جا سکتا کہ مکمل قرآنِ کریم نازل ہونے کے بعد پیروی کے قابل ہوا ہے ہر گز نہیں قرآنِ کریم کا جتنا حصہ نازل ہوتا رہا وہ پیروی کے قابل ہوتا تھا تا آنکہ اُس کا نزول مکمل ہو گیا اور اب جب کہ اس کا نزول مکمل ہو چکا قرآنِ کریم انسانوں کی حالت کے مطابق جتنا حصہ ان کی زندگی کے مطابق پڑتا ہے اُن کی پیروی کے قابل ہوتا ہے اور جو حصہ ان کی زندگی کے مطابق نہیں ہوتا اتنے حصہ کی پیروی بھی ان پر لازم نہیں آتی۔
ظاہر ہے کہ جب تمام انسانوں کی زندگیاں یکساں ایک جیسی نہیں تو تمام انسان یکساں ایک جیسی ہدایت و روشنی بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ جہاں تک انسانوں کا تعلق ہے یہ بات بالکل صحیح ہے۔ لیکن نزول قرآن کے بعد یعنی عرضہ اخیرہ کے مرحلہ سے گزرنے کے بعد جہاں تک اُس کتاب یعنی قرآنِ کریم کا معاملہ ہے وہ کامل اور مکمل ہے اس میں کمی و بیشی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

نزولِ قرآن اور تکمیل نزول

لیکن تکمیل قرآن کے بعد اگر یہ بات تسلیم کی جائے کہ قرآنِ کریم جو دفتین میں بند اس وقت ہمارے پاس موجود ہے اس کے علاوہ قرآنِ کریم کا کچھ حصہ ایسا بھی ہے جو روایات کی کتابوں میں محفوظ ہے ابھی اس تکمیل شدہ کتاب کے اندر وہ موجود نہیں تو اس کا مطلب و مفہوم کیا ہو گا؟ یہی کہ یہ کتاب جو دفتین میں ہمارے پاس موجود ہے یہ کامل اور مکمل نہیں بلکہ اس کا بعض وہ حصہ جو منزل من اللہ ہے لیکن اس کتاب میں موجود و محفوظ نہیں اور ہو بھی نہیں سکتا جب تک مختلف سولہ یا بیس منزل من اللہ نسخے تسلیم نہ کیے جائیں۔ گویا قرآنِ کریم کے بعض ایسے حصے جو منزل من اللہ ہونے کے باوجود اسی طرح موجود ہیں جن سے راہنمائی ابھی تک حاصل نہیں کی جا سکی ان حصوں سے اُس وقت راہنمائی حاصل کی جا سکے گی جب وہ طبع ہو کر لوگوں کے ہاتھوں میں آئیں گے اور یہ ایسا کام ہے جو آج تک پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکا اس وقت صرف جامعہ لاہور الاسلامیہ کے فضلاء میں سے بارہ فضلاء اس کام میں دن رات مصروف ہیں کہ اس کتاب ہدایت کے وہ حصے جو آج تک روایات کی کتب کے اندر گوشہ تنہائی میں پڑے تھے ان کو وہاں سے اُٹھا کر مختلف مصاحف میں لایا جائے تا کہ عوام کے ہاتھوں تک وہ پہنچ سکیں اور عوام و خواص سب ان سے روشنی حاصل کر سکیں۔

The Prophet Did Not Leave Anything Except What Is Between The Two Bindings (Of Qur'an)

قرآن کی جلد کے درمیان جو کچھ ہے رسول اللہ کا اس کے علاوہ کچھ نہ چھوڑنے کا بیان

کتاب حدیث

صحیح بخاری

کتاب

تفاسیر کا بیان

باب

قرآن کی جلد کے درمیان جو کچھ ہے رسول اللہ کا اس کے علاوہ کچھ نہ چھوڑنے کا بیان۔

حدیث نمبر

4660

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَشَدَّادُ بْنُ مَعْقِلٍ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ لَهُ شَدَّادُ بْنُ مَعْقِلٍ أَتَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ شَيْءٍ قَالَ مَا تَرَكَ إِلَّا مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ قَالَ وَدَخَلْنَا عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ مَا تَرَكَ إِلَّا مَا بَيْنَ **الدَّفَّتَيْنِ**

قتیبہ بن سعید، سفیان کہتے ہیں کہ عبدالعزیز کا بیان ہے کہ میں اور شداد بن معقل ابن عباس کے پاس گئے ان سے شداد بن معقل نے پوچھا کیا نبی صلی للہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ لکھی ہوئی چیزیں بھی چھوڑی ہیں وہ بولے جلد قرآن کے درمیان جو کلام الہی ہے صرف وہی چھوڑا پھر ہم محمد بن حنفیہ کے پاس گئے اور ان سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ قرآن کی جلد کے درمیان جو کچھ ہے اس کے علاوہ آپ نے اور کچھ بھی نہیں چھوڑا

Virtues of the Qur'an

Bukhari :: Book 6 :: Volume 61 :: Hadith 537

Narrated 'Abdul 'Aziz bin Rufai':

Shaddad bin Ma'qil and I entered upon Ibn 'Abbas. Shaddad bin Ma'qil asked him, "Did the Prophet leave anything (besides the Qur'an)?" He replied. "He did not leave anything except what is Between the two bindings (of the Qur'an)." Then we visited Muhammad bin Al-Hanafiyya and asked him (the same question). He replied, "The Prophet did not leave except what is between the bindings (of the Qur'an)."

عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ خَبَّابٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ ؛

رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ نہیں۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ وہ فرشتے تھے، تمہاری آواز کے قریب ہو رہے تھے اگر تم پڑھتے رہتے تو صبح تک اور لوگ بھی انھیں دیکھتے وہ لوگوں سے چھپتے نہیں اور ابن الہاد نے بیان کیا کہ مجھ سے یہ حدیث عبد اللہ بن خباب نے بیان کی، ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اور ان سے اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے ؛

بَاب۸ مَنْ قَالَ لَمْ يَتْرُكِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ ؛

۸۔ امت کا یہ دعوٰی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن چھوڑا، وہ سب بلا استثناء دو لوحوں کے درمیان صحیفہ میں محفوظ ہے ۔

۱۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَشَدَّادُ ابْنُ مَعْقِلٍ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَهُ شَدَّادُ بْنُ مَعْقِلٍ اَتَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ شَيْءٍ ؛ قَالَ مَا تَرَكَ اِلَّا مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ قَالَ وَدَخَلْنَا عَلٰى مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ فَسَاَلْنَاهُ فَقَالَ مَا تَرَكَ اِلَّا مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ ؛

۱۱۔ ہم سے قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، ان سے سفیان نے حدیث بیان کی۔ ان سے عبد العزیز بن رفیع نے بیان کیا کہ میں اور شداد بن معقل، ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، شداد بن معقل نے آپ سے پوچھا، کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے سوا کوئی اور چیز بھی چھوڑی تھی ؛ (جو قرآن کا جزء ہے لیکن اس کے ساتھ محفوظ نہ رکھا گیا ہو) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم نے (وحی متلو) جو کچھ بھی چھوڑا تھا وہ سب بلا استثناء دو لوحوں کے درمیان صحیفہ میں محفوظ ہے۔ عبد العزیز ابن رفیع بیان کرتے ہیں کہ ہم محمد بن حنفیہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور آپ سے بھی پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ آنحضورؐ نے جو بھی وحی متلو چھوڑی، وہ سب دو لوحوں کے درمیان (قرآن مجید کی صورت میں) محفوظ ہے ۔

بَاب۹ فَضْلِ الْقُرْاٰنِ عَلٰى سَائِرِ الْكَلَامِ ؛

۹۔ قرآن مجید کی فضیلت دوسرے تمام کلاموں پر ؛

۱۲۔ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ اَبُوْ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا اَنَسٌ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الَّذِيْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَالْاُتْرُجَّةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَرِيْحُهَا طَيِّبٌ وَالَّذِيْ لَا يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَالتَّمْرَةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَلَا رِيْحَ لَهَا وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِيْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِيْ لَا يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ طَعْمُهَا مُرٌّ وَلَا رِيْحَ لَهَا ؛

۱۲۔ ہم سے ابو خالد ہدبہ بن خالد نے حدیث بیان کی، ان سے ہمام نے حدیث بیان کی، ان سے قتادہ نے حدیث بیان کی، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور ان سے ابو موسٰی اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی (مومن کی) مثال جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے سنترے کی سی ہے جس کا مزا بھی لذت بخش ہوتا ہے اور جس کی خوشبو بھی نشاط افروز ہوتی ہے۔ اور جو قرآن کی تلاوت نہیں کرتا اس کی مثال کھجور کی سی ہے جس کا مزا تو عمدہ ہوتا ہے لیکن اس میں خوشبو نہیں ہوتی اور اس فاجر (منافق) کی مثال جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے ریحانہ کے پھول کی سی ہے کہ اس کی خوشبو نشاط بخش ہوتی ہے لیکن مزا کڑوا ہوتا ہے۔ اور اس فاجر کی مثال جو قرآن کی تلاوت بھی نہیں کرتا، اندرائن کی سی ہے جس کا مزا بھی کڑوا ہوتا ہے اور اس میں کوئی خوشبو بھی نہیں ہوتی ۔

۱۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ

۱۳۔ ہم سے مسدد نے حدیث بیان کی، ان سے یحیٰی نے حدیث بیان کی۔ ان سے سفیان نے، ان سے عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی، کہا کہ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا أَجَلُكُمْ فِي أَجَلِ مَنْ خَلَا مِنَ الْأُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ وَمَغْرِبِ الشَّمْسِ وَمَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى كَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ مَنْ يَعْمَلُ لِيْ إِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ فَقَالَ مَنْ يَعْمَلُ لِيْ مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى الْعَصْرِ فَعَمِلَتِ النَّصَارٰى ثُمَّ أَنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ مِنَ الْعَصْرِ إِلَى الْمَغْرِبِ بِقِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ قَالُوْا نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلًا وَأَقَلُّ عَطَاءً قَالَ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ قَالُوْا لَا قَالَ فَذَاكَ فَضْلِيْ أُوْتِيْهِ مَنْ شِئْتُ ؀

میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گذشتہ امتوں کی عمر کے مقابلہ میں تمھاری (امت محمدیہ کی) عمر ایسی ہے جیسے عصر سے سورج ڈوبنے تک کا وقت اور تمھاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے کچھ مزدور کام پر لگانے چاہے اور ان سے کہا کہ ایک قیراط مزدوری پر میرا کام آدھے دن تک کون کرے گا؟ یہ کام یہودیوں نے کیا۔ پھر اس نے کہا کہ اب میرا کام آدھے دن سے عصر تک (ایک ہی قیراط کی مزدوری پر) کون کرے گا؟ یہ کام نصاریٰ نے کیا۔ پھر تم نے عصر سے مغرب تک دو دو قیراط مزدوری پر کام کیا۔ پچھلے لوگوں نے کہا کہ ہم نے کام زیادہ کیا لیکن مزدوری کم پائی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تمھارا کچھ حق مارا گیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر یہ میرا فضل ہے۔ میں جسے چاہوں دوں۔

بابٌ اَلْوَصَاةِ بِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ؀

۱۰۔ کتاب اللہ پر عمل کی وصیت ؀

۱۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا مَالِكُ ابْنُ مِغْوَلٍ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ أَبِيْ أَوْفٰى أَوْصَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا فَقُلْتُ كَيْفَ كُتِبَ عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ أُمِرُوْا بِهَا وَلَمْ يُوْصِ قَالَ أَوْصٰى بِكِتَابِ اللّٰهِ ؀

۱۴۔ ہم سے محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی ان سے مالک بن مغول نے حدیث بیان کی، ان سے طلحہ نے حدیث بیان کی، کہا کہ میں نے عبداللہ ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وصیت فرمائی تھی؟ انھوں نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے عرض کی۔ پھر لوگوں پر وصیت کیسے فرض کی گئی کہ مسلمانوں کو تو وصیت کا حکم ہے۔ اور خود آنحضور نے کوئی وصیت نہیں کی؟ انھوں نے فرمایا کہ آنحضورؐ نے کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامے رہنے کی وصیت کی تھی۔

بابٌ مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؀

۱۱۔ جو قرآن مجید کو گا کر نہیں پڑھتا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد "کیا ان کے لیے کافی نہیں ہے کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی، جو اُن پر پڑھی جاتی ہے۔"

۱۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رض أَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَأْذَنِ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ وَقَالَ صَاحِبٌ لَهٗ يُرِيْدُ يَجْهَرُ بِهٖ ؀

۱۵۔ ہم سے یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی کہا کہ مجھ سے لیث نے حدیث بیان کی ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے کوئی چیز اتنی توجہ سے نہیں سُنی جتنی توجہ سے اس نے نبی کو قرآن خوش الحانی سے پڑھتے سنا[1]، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کے ایک شاگرد کہتے تھے کہ (یتغنیٰ بہ کا) مفہوم یہ ہے کہ بآواز بلند پڑھتے

[1] طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرسل روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ قرآن مجید کی تلاوت میں کس طرح کی آواز (بقیہ برصفحہ آئندہ)

عَنْهُ وَاللهِ الَّذِي لاَ إِلَهَ غَيْرُهُ، مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مِنْ كِتَابِ اللهِ إِلاَّ أَنَا أَعْلَمُ أَيْنَ أُنْزِلَتْ، وَلاَ أُنْزِلَتْ آيَةٌ مِنْ كِتَابِ اللهِ إِلاَّ أَنَا أَعْلَمُ فِيمَنْ أُنْزِلَتْ، وَلَوْ أَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنِّي بِكِتَابِ اللهِ تُبَلِّغُهُ الإِبِلُ لَرَكِبْتُ إِلَيْهِ.

اس اللہ کی قسم جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں کتاب اللہ کی جو سورت بھی نازل ہوئی ہے اس کے متعلق میں جانتا ہوں کہ کہاں نازل ہوئی اور کتاب اللہ کی جو آیت بھی نازل ہوئی اس کے متعلق میں جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی' اور اگر مجھے خبر ہو جائے کہ کوئی شخص مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کا جاننے والا ہے اور اونٹ ہی اس کے پاس مجھے پہنچا سکتے ہیں (یعنی ان کا گھر بہت دور ہے) تب بھی میں سفر کر کے اس کے پاس جا کر اس سے اس علم کو حاصل کروں گا۔

علمائے اسلام نے تحصیل علم کے لئے ایسے ایسے پر مشقت سفر کئے ہیں جن کی تفصیلات سے حیرت طاری ہوتی ہے اس بارے میں محدثین کا مقام نہایت ارفع و اعلیٰ ہے۔ رحمہم اللہ اجمعین

٥٠٠٣- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ : سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ؟ قَالَ : أَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنَ الأَنْصَارِ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَأَبُو زَيْدٍ. تَابَعَهُ الْفَضْلُ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسٍ. [راجع: ٣٨١٠]

(۵۰۰۳) ہم سے حفص بن عمر بن غیاث نے بیان کیا' کہا ہم سے ہمام بن یحییٰ نے بیان کیا' کہا ہم سے قتادہ نے بیان کیا' کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں قرآن کو کن لوگوں نے جمع کیا تھا' انہوں نے بتلایا کہ چار صحابیوں نے' یہ چاروں قبیلہ انصار سے ہیں۔ ابی بن کعب' معاذ بن جبل' زید بن ثابت اور ابو زید۔ اس روایت کی متابعت فضل نے حسین بن واقد سے کی ہے۔ ان سے ثمامہ نے اور ان سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے۔

(حضرت انس ؓ نے یہ اپنی معلومات کی بنا پر کہا ہے۔ ان چار کے علاوہ اور بھی کئی بزرگ صحابی ہیں۔ جنہوں نے بقدر توفیق قرآن مجید جمع فرمایا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مراد پورے قرآن مجید سے ہے کہ سارا قرآن صرف ان چار حضرات نے جمع کیا تھا)

٥٠٠٤- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ وَثُمَامَةُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَاتَ النَّبِيُّ ﷺ وَلَمْ يَجْمَعِ الْقُرْآنَ غَيْرُ أَرْبَعَةٍ: أَبُو الدَّرْدَاءِ، وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَأَبُو زَيْدٍ. قَالَ : وَنَحْنُ وَرِثْنَاهُ. [راجع: ٣٨١٠]

(۵۰۰۴) ہم سے معلّٰی بن اسد نے بیان کیا' کہا ہم سے عبداللہ بن مثنیٰ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ثابت بنانی اور ثمامہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی وفات تک قرآن مجید کو چار صحابیوں کے سوا اور کسی نے جمع نہیں کیا تھا۔ ابو درداء' معاذ بن جبل' زید بن ثابت اور ابو زید رضی اللہ عنہم۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ابو زید کے وارث ہم ہوئے ہیں۔

ان کی کوئی اولاد نہ تھی' انس ان کے بھتیجے تھے' اسی لئے انہوں نے اپنے آپ کو ان کا وارث بتلایا' اس میں علمی وراثت بھی داخل ہے۔ شارحین لکھتے ہیں۔ ونحن ورثناہ رد علی من قال ان ابا زید ھو سعد عبید الاوسی لان انسا ھو خزرجی فابو زید ھو احد عمومتہ الذی ورثہ کیف یکون او سیا کما ورد فی المناقب عن روایۃ قتادۃ قلت لانس من ابی زید قال ھو احد عمومتی (حاشیہ بخاری) خلاصہ یہ

Four Companions Collected The Qur'an At The Time Of The Prophet

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں چار آدمیوں نے قرآن جمع کیا

کتاب حدیث

صحیح بخاری

کتاب

تفاسیر کا بیان

باب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قراء صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان۔

حدیث نمبر

4648

حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنْ الْأَنْصَارِ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَأَبُو زَيْدٍ تَابَعَهُ الْفَضْلُ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسٍ

حفص بن عمر، ہمام، قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت انس بن مالک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں قرآن جمع کرنے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ چار آدمیوں نے جمع کیا جو سب کے سب انصاری تھے وہ حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور حضرت ابوزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے فضل نے بواسطہ حسین بن واقد ثمامہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی متابعت میں روایت کی ہے۔

Virtues of the Qur'an

Bukhari :: Book 6 :: Volume 61 :: Hadith 525

Narrated Qatada:

I asked Anas bin Malik: "Who collected the Qur'an at the time of the Prophet ?" He replied, "Four, all of whom were from the Ansar: Ubai bin Ka'b, Mu'adh bin Jabal, Zaid bin Thabit and Abu Zaid."

کتاب حدیث
صحیح بخاری
کتاب
تفاسیر کا بیان
باب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قراء صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان۔
حدیث نمبر
4649

حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ وَثُمَامَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَجْمَعْ الْقُرْآنَ غَيْرُ أَرْبَعَةٍ أَبُو الدَّرْدَاءِ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَأَبُو زَيْدٍ قَالَ وَنَحْنُ وَرِثْنَاهُ

معلی بن اسد، عبداللہ بن مثنیٰ، ثابت بنانی وثمامہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو اس وقت تک چار آدمیوں کے سوا کسی نے قرآن جمع نہیں کیا تھا وہ یہ تھے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوزید، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہم ابوزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وارث ہوئے۔

Virtues of the Qur'an

Bukhari :: Book 6 :: Volume 61 :: Hadith 526

Narrated Anas bin Malik:

When the Prophet died, none had collected the Qur'an but four persons;: Abu Ad-Darda'. Mu'adh bin Jabal, Zaid bin Thabit and Abu Zaid. We were the inheritor (of Abu Zaid) as he had no offspring .

تشریح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن پاک کی بہت سی نقلیں تیار کرائیں اور پوری جانچ پڑتال کے بعد ان کو اطراف مملکت اسلامیہ میں بایں طور تقسیم کرا دیا کہ ایک نسخہ کوفہ میں' ایک بصرے میں' ایک شام میں اور ایک مدینہ میں اپنے پاس رہنے دیا۔ بعض روایتوں میں یوں ہے کہ سات مصحف تیار کرائے اور مکہ اور شام اور یمن اور بحرین اور بصرہ اور کوفہ کو ایک ایک بھیجا اور ایک مدینہ میں رکھا۔ یہ جلانا عین مناسب اور مقتضائے مصلحت تھا۔ یہ حکم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سب صحابہؓ کے سامنے دیا۔ انہوں نے اس پر انکار نہیں کیا۔ بعضوں نے کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو جمع کرایا پھر جلوا دیا۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلتا ہے کہ جن کاغذوں میں خدا کے نام ہوں ان کو جلا ڈالنا درست ہے۔ اب جو مصحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا وہ زندگی بھر انہیں کے پاس رہا۔ مروان نے مانگا تو بھی انہوں نے نہیں دیا' ان کی وفات کے بعد مروان نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے وہ مستعار منگوایا اور جلوا ڈالا اب کسی کے پاس کوئی مصحف نہ رہا۔ البتہ کہتے ہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنا نسخہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مانگنے پر بھی نہیں دیا تھا۔ لیکن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد معلوم نہیں وہ مصحف کہاں گیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ایک مصحف بہ ترتیب نزول تیار کیا تھا لیکن اس کا بھی پتہ نہیں چلتا اللہ کو جو منظور تھا وہی ہوا' یہی مصحف عثمانی دنیا میں باقی رہ گیا۔ موافق مخالف ہر ملک اور ہر فرقہ میں جہاں دیکھو وہاں یہی مصحف ہے (وحیدی)

تشریح ابو ذر کی روایت میں یوں ہے۔ حم کی سورتوں سے میں حم دخان اور عم یتساء لون۔ ابن خزیمہ کی روایت میں یوں ہے ان میں پہلی سورت سورۂ رحمان ہے اور آخیر کی دخان۔ اس روایت سے یہ نکلا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف عثمانی ترتیب پر نہ تھا نہ نزول کی ترتیب پر کہتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مصحف بہ ترتیب نزول تھا۔ شروع میں سورۂ اقرأ پھر سورۂ مدثر' پھر سورۂ قلم اور اسی طرح پہلے سب مکی سورتیں تھیں۔ پھر مدنی سورتیں اور مصحف عثمانی کی ترتیب صحابہؓ کی رائے اور اجتہاد سے ہوئی تھی۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے یعنی سورتوں کی ترتیب لیکن آیتوں کی ترتیب باتفاق علماء توقیفی ہے یعنی پہلی لکھی ہوئی حضرت جبریل آنحضرت ﷺ سے کہہ دیتے تھے اس آیت کو وہاں رکھو اور اس آیت کو وہاں تو آیتوں میں تقدیم تاخیر کسی طرح جائز نہیں اور اسی مضمون کی ایک حدیث ہے جس کو حاکم اور بیہقی نے نکالا۔ حاکم نے کہا وہ صحیح ہے۔ بخاری نے علامات النبوۃ میں وصل کیا۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں۔
علی تالیف ابن مسعود فیه دلالة علی ان تالیف ابن مسعود علی غیر التالیف العثمانی وکان اوله الفاتحة ثم البقرة ثم النساء ثم آل عمران ولم یکن علی ترتیب النزول ویقال ان مصحف علی کان علی ترتیب النزول اوله اقرأ ثم المدثر ثم النون والقلم ثم المزمل ثم تبت ثم التکویر ثم سبح اسم وهکذا الی آخر المکی ثم المدنی والله اعلم (فتح الباری) یعنی لفظ علی تالیف ابن مسعود میں دلیل ہے کہ حضرت ابن مسعود کا تالیف کردہ قرآن شریف مصحف عثمانی سے غیر تھا اس میں اول سورۂ فاتحہ پھر سورۂ بقرہ پھر سورۂ نساء پھر سورۂ آل عمران درج تھیں اور ترتیب نزول کے موافق نہ تھا ہاں کہا جاتا ہے کہ مصحف علیؓ ترتیب نزول پر تھا۔ وہ سورۂ اقرا سے شروع ہوتا تھا۔ پھر سورۂ مدثر پھر سورۂ نون پھر سورۂ مزمل پھر سورۂ تبت پھر سورۂ تکویر پھر سورۂ سبح اسم پھر اس طرح پہلے کی سورتیں پھر مدنی سورتیں اس میں درج تھیں۔ بہرحال جو ہوا منشائے الٰہی کے تحت ہوا کہ آج دنیائے اسلام میں مصحف عثمانی متداول ہے اور دیگر مصاحف کو قدرت نے خود گم کر دیا تاکہ نفس قرآن پر امت میں اختلاف پیدا نہ ہو سکے۔ بعون اللہ ایسا ہی ہوا اور قیامت تک ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ ولو کره الکافرون۔

قرآن عزیز کا سرکاری نسخہ

از تبرکات حضرت العلام فاضل نبیل مولانا محمد اسماعیل صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم محمدیہ گوجرانوالہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آنحضرت ﷺ کے پاس قرآن مقدس کی جو تحریر صورت صحف و اجزاء میں موجود تھی اسے سرکاری تحریر کہنا چاہئے اس تحریر کی روشنی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے واقعۂ حرہ کے بعد سرکاری نسخہ مرتب فرمایا اسی کی بنیاد پر وہ سرکاری نسخے لکھے گئے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مختلف گورنروں کو ارسال فرمائے۔ ہجوں کے اختلاف اور خط کے نامکمل ہونے کی وجہ سے جب شبہ پیدا ہوا تو حفظ کے ساتھ جزوی نوشتوں سے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے تصحیح کی خاطر قریش کے لغت و لہجہ کو اساس قرار دیا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ میں حفاظ اور قراء کی موت سے قرآن عزیز کے ضائع ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ میں عجمی عنصر کی کثرت اور عجمی ہجوں کی یورش کی وجہ سے سرکاری نسخے پر نظر ثانی کی گئی اور سب سے بڑی خوبی یہ ہوئی کہ تمام مشکوک دستاویز کو ضائع کر دیا گیا تاکہ بحث اور تشکیک کیلئے کوئی مواد باقی نہ رہ جائے' اب وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بعینہ وہی قرآن مقدس تھا جو آنحضرت ﷺ نے اور آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی زندگیوں میں بار بار پڑھا اور اسے سرکاری دستاویز کے طور پر لکھوایا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بروقت کوشش اس قدر کارگر ہوئی کہ آج تک اس میں ایک حرف کی بھی کم و بیشی نہیں ہو سکی اور اس میں متواتر قرأت صحیح طور پر آ گئی اور تمام شذوذ کو ایک طرف کر دیا گیا۔ اتقان میں حافظ سیوطی نے اور زرکشی نے (برہان فی علوم القرآن) میں بعض امور ایسے ذکر فرمائے ہیں جن سے قرآن عزیز کی جمع و ترتیب کے متعلق بعض شبہات پیدا ہو سکتے ہیں۔ بعض دوسری روایات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے' لیکن قرآن عزیز حفظ کے بعد جس عظیم الشان تواتر سے منقول ہوا ہے اس کے سامنے ان آحاد اور آثار کی کوئی اصلیت نہیں رہ جاتی۔ علامہ ابن حزم الملل والنحل میں فرماتے

ہیں جب آنحضرت ﷺ کا انتقال ہوا اس وقت اسلام جزیرہ عرب میں پھیل چکا تھا۔ بحر قلزم اور سواحل یمن سے گزر کر خلیج فارس اور فرات کے کناروں تک اسلام کی روشنی پھیل چکی تھی۔ پھر اسلام شام کی آخری سرحدوں سے ہوتا ہوا بحیرۂ قلزم کے کناروں تک شائع ہو چکا تھا' اس وقت جزیرۂ عرب میں اس قدر شہر اور بستیاں وجود میں آ گئی تھیں کہ جن کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ یمن' بحرین' عمان' نجد' بنوطے کے پہاڑ' مضر اور ربیعہ و قضاعہ کی آبادیاں' طائف' مکہ' مدینہ یہ سب لوگ مسلمان ہو چکے تھے ان میں مسجدیں بھرپور تھیں۔ ہر شہر ہر گاؤں ہر بستی کی مساجد میں قرآن مجید پڑھایا جاتا تھا۔ بچے اور عورتیں قرآن جانتے تھے اور اس کے لکھے ہوئے نسخے ان کے پاس موجود تھے۔ آنحضرت ﷺ عالم بالا کو تشریف لے گئے۔ مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہ تھا وہ صرف ایک جماعت تھے اور ایک ہی دین سے وابستہ تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ اڑھائی سال رہی ان کی خلافت میں فارس روم کے بعض حصص اور یمامہ کا علاقہ بھی اسلامی قلم رو میں شامل ہوا قرآن عزیز کی قرأت میں مزید اضافہ ہوا لوگوں نے قرآن مقدس کو لکھا۔ حضرت ابی بکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت ابوزر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہم نے قرآن مجید کے نسخے لکھے اور جمع کئے ہر شہر میں قرآن مجید کے نسخے موجود تھے اور ان ہی میں پڑھا جا رہا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا صورت حال بدستور تھی ان کی خلافت میں مسیلمہ اور اسود عنسی کا فتنہ کھڑا ہوا' یہ دونوں نبوت کے مدعی تھے اور آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا کھلے طور پر اعلان کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے زکوٰۃ سے انکار کیا۔ بعض قبائل نے کچھ دن ارتداد اختیار کیا لیکن ان ہی قبائل کے مسلمانوں نے ان کا مقابلہ کیا اور ایک سال نہیں گزرنے پایا تھا کہ فتنہ و فساد ختم ہو گیا اور حالات بدستور اعتدال پر آ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد مسند خلافت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زینت بخشی۔ فارس پورا فتح ہو گیا۔ شام' الجزائر' مصر اور افریقہ کے بعض علاقے اسلامی قلمرو میں شامل ہوئے۔ مسجدیں تعمیر ہوئیں قرآن عزیز پڑھا جانے لگا' تمام ممالک میں قرآن عزیز کے مخطوطے شائع ہوئے' مشرق و مغرب تک مکاتب میں علماء سے لے کر بچوں تک قرآن کی تلاوت ہونے لگی' پورے دس سال یہ سلسلہ جاری رہا۔ اسلام میں کبھی اختلاف نہ تھا وہ ایک ہی ملت کے پابند تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت مصر' عراق' شام' یمن کے علاقوں میں کم از کم قرآن عزیز کے ایک لاکھ نسخے شائع ہو چکے ہوں گے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اسلامی فتوحات اور بھی وسیع ہوئیں اور قرآن عزیز کی اشاعت مفتوحہ ممالک میں وسیع پیمانہ پر ہوئی۔ قرآن مجید کے شائع شدہ نسخوں کا اس وقت شمار ناممکن ہو گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے اختلافات کا دور شروع ہوا اور روافض کی تحریک نے زور پکڑا اور روافض ہی کی وجہ سے قرآن مجید کی حفاظت کے متعلق اعتراضات اور شبہات شروع ہوئے' صورت حال یہ تھی کہ نابغہ اور زہیر کے اشعار میں کوئی کمی بیشی کر دے تو یہ ممکن نہیں' دنیا میں اسے ذلیل و خوار ہونا پڑے گا۔ قرآن مجید کا معاملہ تو اور بھی مختلف ہے۔ اس وقت قرآن مجید اندلس' بربر' سوڈان' کابل' خراسان' ترک اور صقلیہ اور ہندوستان تک پھیل چکا تھا۔ اس سے روافض کی حماقت ظاہر ہوئی وہ قرآن مجید کی جمع و تالیف میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو متہم کہتے ہیں یہی حال مسیحی اور سماجی مشنریوں کا ہے۔ یہ لوگ روافض سے سیکھ کر قرآن مجید کو اپنے نوشتوں کی طرح محرف ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ ان حالات میں کمی و بیشی ایک حرف کی بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا کسی دوسرے شخص کے لئے ناممکن تھی۔ روافض اور ان کے تلامذہ کی یہ غلط بیانی یوں بھی واضح ہوتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پانچ سال نو ماہ تک با اختیار خلیفہ رہے اور ان کے بعد حضرت حسن ہوئے۔ انہوں نے قرآن کے بدلنے کا حکم نہیں دیا نہ ہی اپنی حکومت میں قرآن عزیز کا دوسرا صحیح نسخہ شائع فرمایا۔ یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ پوری اسلامی قلم رو میں غلط اور محرف قرآن پڑھا جائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اسے آسانی سے گوارہ کریں۔ (مختصر الفصل فی الملل والنحل' ابن حزم) حافظ ابن حزم نے قرآن عزیز کی حفاظت کے متعلق یہ بیان مسیحی اور روافض کی غلط بیانیوں کے متعلق لکھا ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد عرصہ تک شائع ہوتی رہیں' شیعہ چونکہ مسلمان کہلاتے تھے اور تقیہ کا رواج ان کے ہاں عام تھا اس لئے اس قسم کا مضموم لٹریچر رواۃ کی غلطی سے اہل سنت کی روایات میں بھی آ گیا گو محدثین نے ایسی روایات کی

حقیقت کو واضح کر دیا ہے اور ان کے کذب اور وضع کی حقیقت کو واضح کر دیا۔ فن حدیث کے ماہران روایات اور آثار کی حقیقت کو سمجھتے ہیں لیکن ابن حزم نے اصولی اور اتفاقی جواب دیا ہے کہ اس عظیم الشان تواتر کے سامنے اس مشکوک ذخیرۂ روایات کی اہمیت نہیں، اس لئے جب تعارض ہی نہیں تو تطبیق اور ترجیح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ناقل خلیل احمد رازی ولد حضرت مولانا محمد داؤد راز مدظلہ العالی رہپواہ
ضلع گوڑگاؤں (ھریانہ)

الحمد للہ ماہ صفر المظفر ۱۳۹۴ھ کا دوسرا عشرہ ہے، عصر کا وقت ہے۔ آج اس پارے کی تسوید ختم کر رہا ہوں مجھ کو خود معلوم نہیں کہ اس پارے کے ہر ایک لفظ کو میں نے کتنی کتنی دفعہ پڑھا ہے اور حک و اضافہ کے لئے کتنی مرتبہ قلم کو استعمال کیا ہے، پھر بھی انسان ہوں، کم فہم ہوں، بس یہی کہہ سکتا ہوں کہ اس اہم خدمت میں جو بھی کوتاہی ہوئی ہو اللہ پاک اسے معاف کرے۔ امید ہے کہ مخلص علماء کرام بھی کوتاہیوں کے لئے چشم عفو سے کام لیں گے اور پر خلوص اصلاح فرما کر میری دعائیں حاصل کریں گے۔ یااللہ! جس طرح تو نے اس اہم کتاب کا یہ دوسرا حصہ بھی پورا کرا دیا ہے تیسرے حصہ کو بھی جو پارہ ۲۱ سے شروع ہو کر ۳۰ پر ختم ہو اسے بھی پورا کرا دیجئو۔ میری عمر مستعار کو اس قدر مہلت عطا فرمائیو کہ بہ شرف تکمیل سے مشرف ہو سکوں اور قیامت کے دن اپنے جملہ معاونین کرام و ہمدردان عظام کو ہمراہ لے کر لواء حمد کے نیچے حضرت سیدنا امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں دربار نبوی میں حوض کوثر پر حاضری دیکر یہ حقیر خدمت پیش کر سکوں اور ہم کو آنحضرت ﷺ کے دست مبارک سے جام کوثر نصیب ہو۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وصلے اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین امین ثم امین۔

ناچیز خادم حدیث نبوی محمد داؤد ولد عبداللہ راز السلفی موضع رہپواہ ضلع گوڑگاؤں ہریانہ (بھارت) (۷۴۔۳۔۶)

پورے قرآن کی حفاظت کا وعدۂ الٰہی

گویا آج تک جو قرآنِ کریم بھی پڑھا جاتا رہا ہے کہ "قرآنِ کریم کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔" وہ پورے قرآن کریم کو لائحہ عمل میں لانے کے متعلق نہیں تھا اس لیے کہ قرآن کا بعض حصہ تو اس دفتین کے اندر محفوظ ہے جس پر عمل کا مطالبہ ہوتا رہا اور کچھ ایسا تھا جو اُن روایات کی کتابوں میں بند تھا اور ابھی تک بند ہے جس کو قابل عمل لانے کی کوشش جامعہ لاہور الاسلامیہ کے فضلا کر رہے ہیں اور اسی طرح یہ بھی کہ آج تک لوگ جس قرآن کو پڑھتے رہے ہیں ختم قرآن کی مجالس قائم ہوتی رہی ہیں وہ مکمل قرآن کی نہیں تھیں۔ اسی طرح یہ بھی کہ آج کے بعد جب سولہ یا بیس قرآن ہوں گے تو ان سب کی تلاوت جب تک مکمل نہیں ہو گی ختم قرآن کی مجلس کہلانے کی حق دار نہیں ہو گی۔

قرآن کی ہر آیت کا نزول تمام انسانوں کی خاطر

خیال رہے کہ اگر اس طرح کی کوئی بات ہوتی تو نبی اعظم و آخر ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرام قرآن کریم کی تلاوت اور قراءت کو اس طرح کر کے "تلقی بالقبول" کے طور پر سب صحابہ کے سامنے پیش کرتے کیونکہ کسی کو قرآن کی قراءت کسی طرح اور کسی دوسرے کو دوسری طرح کرانے سے تمام لوگوں تک تو آپؐ کی قراءت نہ پہنچ سکی پھر اس طریقہ تلاوت سے وہ حکم جو آپؐ کو دیا گیا کہ:

"اے پیغمبر اسلام! تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر جو کچھ نازل ہوا ہے اسے پہنچا دو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ کا پیغام نہ پہنچایا اور اللہ تمہیں انسانوں سے محفوظ رکھے گا۔" (۵:٦٧)

وہ پورا نہ ہوا کیونکہ کوئی بات کسی کو پہنچائی جائے اور کسی سے چھپائی جائے تو اس کو خیانت سے تعبیر کرتے ہیں اور آپؐ کی طرف ایسی نسبت ایمان کے منافی ہے۔ لیکن روایات کے مطابق ایمان مکمل نہیں ہوتا جب تک اس نظریہ کو تسلیم نہ کیا جائے۔

روایات کو قبول کرنے کا طریقہ

قبولِ روایات کی اُپچ میں اس حد تک آگے نکل جانا کہ نہ قرآنِ کریم محفوظ رہے اور نہ صاحب قرآن محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کہاں کی دیانت ہے۔ روایات بہر حال روایات ہیں جو انسانوں کی بیان کردہ ہیں اور ہر طرح کی روایات کی نسبت نبی اعظم و آخر ﷺ کی طرف صحیح بھی نہیں تسلیم کرنے والی بات تسلیم کرنا چاہیے کہ روایات کا ذخیرہ ایسا ذخیرہ ہے جس میں صحیح اور غلط سب طرح کی باتیں موجود ہیں۔ بلاشبہ ام الکتب میں بھی ایسی باتیں موجود ہیں اگرچہ وہ بہت کم ہوں جن کی نسبت آپؐ کی طرف صحیح نہیں اور دوسری کتب جو ثانوی حیثیت رکھتی ہیں ان میں بھی بے شمار ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جن کی نسبت آپؐ کی طرف سو فی صد صحیح اور درست ہے۔ اگر قرآنِ کریم کو ان تمام کتابوں پر حاکم تسلیم کر لیا جائے تو سب کچھ روزِ روشن کی طرح صاف اور واضح ہو جاتا ہے۔

قرآنِ کریم اور قصص قرآن

سن لیں اور یاد رکھیں کہ اگر کسی بات کے صحیح اور غلط ہونے کا معیار وہ ہوتا جو ہمارے ہاں تسلیم کیا جاتا ہے تو قرآنِ کریم کے تمام قصص کو سند کے ساتھ بیان کیا جاتا تاکہ قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے والوں کی توجہ خود بخود اس طرف مبذول ہوتی ہم دیکھ رہے ہیں کہ قرآنِ کریم میں اس احکم الحاکمین نے کوئی بات اس طرح نہیں بیان کی بلکہ ہر بات کو بغیر کسی نسبت وسند کے بیان کیا ہے اس طرح گویا جس بات پر ہم مسلمانوں کو فخر ہے کہ ہمارے ہاں سند کا وہ طریقہ موجود ہے جو پوری دنیا کی اقوام میں سے کسی قوم کو میسر نہیں آیا اگر اس کو اس طرح کہا جائے کہ اصل وجہ یہی ہے کہ ہم اس موجود دنیا میں تمام اقوامِ عالم سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں کہ اس دنیا میں ہم اپنا اعتبار و اعتماد کھو بیٹھے ہیں کیونکہ ہماری ساری بحث مرنے والوں کی نظر ہو گئی ہے اور ہم اس اُدھیڑ بن میں مبتلا ہیں کہ ہمارے مرنے والوں میں کون کون دیانتدار تھا اور کون کون بد دیانت تھا اور ظاہر ہے کہ زندہ لوگ مرنے والوں کی دیانت و امانت کا فیصلہ وہ بھی سینکڑوں سال بعد ہر گز نہیں کر سکتے۔ ہماری ان کتابوں کا یہ حال ہے کہ ان کو پیش نظر رکھ کر ہم میں کوئی ایک کسی ایک کے بارے اُس کی دیانت کا فیصلہ کرتا ہے اور ہمارا دوسرا ان ہی کتابوں سے اُس کی بد دیانتی کی رپورٹ پیش کر دیتا ہے اور یہی بھیڑ بھڑتے ہم مٹی کے نیچے چلے جاتے ہیں ہزار سال گزرنے کے باوجود کسی ایک کے متعلق بھی ہم یہ فیصلہ نہیں کر سکے اور نہ ہی ایسا فیصلہ ممکن ہے۔

غور طلب بات

غور کریں کہ جب اس طرح کا فیصلہ زندوں کے متعلق نہیں کیا جا سکتا اس وقت جتنے لوگ زندہ ہیں اور جس زمانہ سے ہمارا تعلق ہے اس میں اس زمانہ میں بھی ہم کسی ایک انسان کے متعلق اس طرح کا فیصلہ نہیں کر سکتے حالانکہ یہ ایسی روشنی کا زمانہ ہے کہ پوری دنیا ایک گاؤں یا ایک گھر کی طرح سمجھی جاتی ہے اور تمام لوگوں میں ایک دوسرے کے تمام حالات روزِ روشن کی طرح سامنے موجود ہیں ان ساری باتوں کے باوجود کسی ایک آدمی کے متعلق بھی اس طرح کا متفق علیہ فیصلہ نہیں دیا جا سکتا اگر ایسا فیصلہ دیا جا سکتا ہوتا تو اس کی کوئی مثال تو موجود ہوتی حالانکہ بڑے بڑے مذہبی راہنما اور سیاسی لیڈر موجود ہیں لیکن کسی ایک کے متعلق بھی ایسا فیصلہ حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ یہی اور صرف یہی کہ اس طرح کا فیصلہ کم از کم اس دنیا میں ممکن نہیں۔ ہر دور میں ملا جلا معاملہ رہا ہے یہاں تک انبیاء ورسل کا دور گزرا لیکن جہاں ان کو نبی ورسول ماننے والے تھے وہاں ان کو جادوگر، سحر زدہ، پاگل، مجنوں، لوگوں کو ایک دوسرے سے لڑانے والے اور تخریب کار کہنے والوں کی بھی کمی نہیں تھی بلکہ اکثریت ہمیشہ مخالفین کی رہی۔

اچھائی برائی اور آخرت

کسی کی اچھائی اور برائی کا فیصلہ ہمیشہ آخری دن پر رکھا گیا اور اس بات کی تعلیم دی گئی پھر اس تعلیم پر قرآنِ کریم اور صحیح روایات بکثرت موجود ہیں اور انجام کار یہی کہا جاتا ہے کہ بھائی جہاں پھول موجود ہوں وہاں کانٹے بھی ہوتے ہیں آپ اگر پھول چننا چاہتے ہیں تو ان کانٹوں سے بچ بچا کر چن لو، اگر اس ڈالی کو چیر کر دیکھو گے جس پر پھول یا کانٹے یا پھول اور کانٹے ہیں تو آپ کو اس کے اندر سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا اور اس سے الٹا تمہارا نقصان ہوگا کہ یہ ڈالی اب نہ تو آپ کو پھول دے سکے گی اور نہ کانٹا کیونکہ اس کے اندر کوئی ایسی چیز موجود نہیں تھی اور تم نے خواہ مخواہ اس ڈالی کو چیر کر اپنا نقصان کر لیا۔ تمہارا فرض یہی تھا کہ ان کانٹوں سے بچ بچا کر پھول حاصل کرتے یا ان کانٹوں سے وہ کام لے لیتے جو تمہارے

لیے مفید ہوتا۔

باب نمبر (10)

کتاب اللہ اور ہم

مختصر یہ کہ کتاب اللہ یہی ہے جو ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے اس سے جتنی راہنمائی ہم حاصل کر سکتے ہیں حاصل کرنی چاہیے اور یہ نظریہ ترک کر دینا چاہیے کہ اس موجودہ قرآنِ کریم میں وہ وحی جو منزل من اللہ ہے پوری کی پوری موجود نہیں بلکہ اس کا کچھ حصہ کتب روایات میں ابھی تک بند پڑا ہے جو مختلف قراءتوں کی صورت میں موجود ہے اور جب تک ان تمام قراءتوں کو الگ الگ قرآنوں میں طبع نہیں کیا جاتا اُس وقت تک وحی کی تکمیل نہیں ہوگی جو آسمانوں سے نبی اعظم وآخر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر نازل ہوئی تھی کسی حال میں بھی صحیح نہیں اور یہ ایسی بحث ہے جس سے نقصان تو ہو سکتا ہے فائدہ کا تصور سو فی صد غلط ہے۔ ہاں جو بات ہم نے نقصان کی کی ہے اُس سے ہماری مراد مسلمانوں کا نقصان ہے اسلام کا نقصان ہرگز ہرگز نہیں تاہم مسلمانوں کا نقصان جو پہلے ہی نقصان میں جا رہے ہیں کوئی خوش آئند بات نہیں بلکہ مسلمانوں کے لیے نہایت دُکھ دِہ بات ہے۔ ہم کو چاہیے کہ اس قرآن یعنی کتاب اللہ کو مضبوطی کے ساتھ تھام لیں اور اسی بات کا ہم کو حکم دیا گیا ہے چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے کہ:

"اور جو لوگ کتاب اللہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے ہوئے ہیں اور نماز ادا کرنے میں سرگرم عمل ہیں تو ہم کبھی سنوارنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔" (۷:۱۷۰)

کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑنا

"جو لوگ مضبوطی کے ساتھ کتاب اللہ کو پکڑے ہوئے ہیں۔" محاورۃً استعمال ہوا ہے اس کتاب اللہ کو ظاہری طور پر پکڑنا مراد نہیں بلکہ کتاب اللہ کے مطابق عمل کرنا مراد ہے اور تمام مفسرین اس پکڑنے سے یہی مراد لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہم بار بار کہتے چلے آ رہے ہیں کہ قرآنِ کریم انسانوں کی زبان میں نازل ہوا ہے اور انسانوں میں جس طرح محاورات، ضرب الامثال، اشارات، استعارات، کنایات، مجازات، تمثیلات اور دلائل لمی، اقتناعی وخطابی، استقرائی اور الزامی استعمال ہوتے ہیں بالکل اسی طرح قرآنِ کریم میں بھی بیان ہوئے ہیں لیکن ان سب کا لفظی ترجمہ کام نہیں دیتا بلکہ مفہوم ہی کام دیتا ہے اور مفہوم ہی سے ہدایت وراہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ ان کا انکار کرنا گویا قرآنِ کریم کے انکار کے مترادف ہے لیکن افسوس کہ ان تمام باتوں پر دھیان نہیں دیا جاتا بلکہ فقط ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے جو کسی حال میں بھی صحیح نہیں ہے۔

بلحاظ مضمون اس جگہ یہی عرض کیا جا سکتا ہے کہ کتاب اللہ کی ہدایت کے مطابق زندگی بسر کرنا دین و دنیا دونوں میں کامیابی کا باعث ہے اسی طرح قرآنِ کریم کی ہدایت سے روگردانی دین و دنیا دونوں کا نقصان ہے لیکن افسوس کہ ہمارے خاندانی رسم ورواج کو وہ اہمیت حاصل ہے کہ ہم قرآنِ کریم کا فقط نام استعمال کرتے ہیں لیکن ہماری زندگیاں سراسر قرآنِ کریم کی دی ہوئی ہدایت کے خلاف ہیں پھر تعجب کہیں یا ستم کی بات یہ ہے کہ اس حقیقت کو تسلیم بھی نہیں کرتے۔ مزید اس سے آگے بڑھ کر یہ کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں اس کو قرآن سمجھتے ہیں اور پوری قوم اس میں مبتلا ہے مذہبی راہنما ہوں یا پیر ومرشد کہلانے والے سیاسی لیڈر ہوں یا عوام سب کی حالت یکساں اسی طرح ہے یہی وجہ ہے کہ ہم میں کوئی بھی ایک دوسرے کو کچھ کہہ نہیں سکتا بلکہ جو کہے گا وہ الٹا مطعون ہوگا اور نتیجتاً زمانہ کے دوسرے لوگوں سے کٹ کر رہ جائے گا جیسے میرا معاملہ ہے۔

کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامنے کا مطلب

اس جگہ کتاب اللہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے کی ہدایت کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ
"وہ لوگ نماز میں سرگرم عمل ہوتے ہیں۔"
جہاں تک ہمارا تعلق ہے وہ صرف اور صرف یہ ہے کہ ہم نماز کو چند حرکات میں محدود سمجھتے ہیں اور جو شخص ان محدود حرکات کی عادت اپنا لیتا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ وہ بہت دیندار، نمازی اور پرہیزگار ہے چاہے لوگوں کا مال کھانے میں کتنا ہی دلیر کیوں نہ ہو، غریبوں کا خون چوسنے والا داؤ فریب لگانے میں ماہر، دھوکا اور فریب میں کتنا طاق ہو اور اسی طرح دنیا کے تمام عیوب اُس کے اندر موجود ہوں لیکن ان چند حرکات کو ادا کرے تو عام نگاہوں میں پرہیزگار ہی تصور ہو گا لیکن اس کے برعکس کوئی ان حرکات کو ادا نہ کرے باقی تمام خوبیاں اُس میں موجود ہوں تو فاسق و فاجر، منافق اور دھوکا باز کہلائے گا اور کم از کم وہ کسی کی نگاہ میں بھی پرہیزگار اور نیک متصور نہیں ہو سکتا حالانکہ اسلام دونوں کی تاکید کرتا ہے۔

نماز اور اس کی حرکات و سکنات

میرا مطلب ہرگز یہ نہیں، واللہ العظیم ایسا نہیں کہ میں ان حرکات و سکنات کو نماز نہیں سمجھتا بلاشبہ یہ نماز ہے لیکن نماز ان حرکات و سکنات تک محدود نہیں بلکہ ان حرکات و سکنات کے اندر کچھ حقیقتیں مخفی ہیں اور ان حقیقتوں کو تسلیم کرتے ہوئے ان کو اختیار کرنے کا نام نماز یا صلوٰۃ ہے کیونکہ نماز کا ماحصل اللہ ربّ کریم نے اسی قرآنِ کریم میں یہ بتایا ہے کہ نماز وہ ہے جو نمازی کو بری حرکات و سکنات سے، برے اعمال سے اور بے حیائی کے کاموں سے روک دے پھر حق تو یہ تھا کہ جو نمازی ان باتوں اور حرکتوں سے باز نہیں آتا اُس کو نمازی تصور نہ کیا جائے بلکہ عادی مجرم، دھوکا باز اور فریبی قرار دیا جائے جو بظاہر نماز ادا کر کے لوگوں کو دھوکا میں مبتلا کیے ہوئے ہے کہ لوگ اُس کو نیک اور پرہیزگار سمجھتے ہیں اس لیے اُس کے قریب آتے ہیں لیکن اُس کے ہاتھ سے محفوظ نہیں رہتے اور زبان سے اُس کو کچھ کہہ بھی نہیں سکتے اس لیے کہ اُس کو ہر آدمی نمازی، پرہیزگار اور نیک تصور کرتا ہے حالانکہ اُس کے ظاہر اور باطن میں زمین و آسمان کا فرق ہے جو ہر مکتبہ فکر میں دیکھا جا رہا ہے۔
قرآنِ کریم کی تعلیم پر غور کیا جائے تو سب کچھ واضح ہو جاتا ہے لہٰذا اس مقام پر اللہ رب کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:
"اللہ سنوارنے والوں کا کبھی اجر ضائع نہیں کرتا" یہ نہیں فرمایا کہ اللہ نمازیوں کا کبھی اجر ضائع نہیں کرتا۔
قرآن کی عبارت کو بغور دیکھو ذکر صلوٰۃ ادا کرنے کا تھا لیکن آیت کو ختم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تو "مصلحین" کا فرمایا "مصلین" کا نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ صلوٰۃ یعنی نماز کی اصل صرف حرکات و سکنات نہیں بلکہ "اصلاح" ہے۔ زیادہ سے زیادہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حرکات و سکنات نماز کا جسم ہے جو بغیر روح ہے اور نماز کی روح "اصلاح" ہے اور ظاہر ہے کہ نماز وہی زندہ و جاوید ہو گی جس میں روح بھی موجود ہو گی فقط جسم کے ساتھ جو کچھ ہوتا ہے وہ سب کی آنکھوں کے سامنے ہے کہ جلایا جاتا ہے یا زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے گویا وہ قابل استعمال چیز نہیں ہوتی۔ ہم نے اس کی پوری تفصیل اپنے کتابچہ "ہماری نمازیں اور ہم" میں کر دی ہے۔

باب نمبر(11)

قرآن اور معاندین ومخالفین

ہمیں معلوم ہے کہ قرآنِ کریم کو اللہ کی کتاب نہ ماننے والوں نے طرح طرح کے سوال اور بہانے بنائے اور ہر سیدھی بات کو الٹا سمجھا، نبی اعظم و آخر ﷺ کا مذاق اُڑایا آپؐ پر الزام تراشیاں کیں، الٹے الٹے سوالات اُٹھائے، پھبتیاں کسیں اور سحر زدہ کہا اسی طرح آپؐ کو جھٹلانے کا ہر طریقہ اختیار کیا یہ صورتِ حال آپؐ کے ساتھ کی گئی اور اس سے بھی بڑھ کر قرآنِ کریم کو گذشتہ لوگوں کی کہانیاں، خود تراشیدہ قصے، عجمیوں کی گھڑی ہوئی باتیں اور اپنی قوم کے ساتھ سازش قرار دیا اور کہا کہ اس میں کوئی نشانی تو بیان نہیں کی گئی اگر یہ اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں اس اس طرح کی نشانیاں بیان کی گئی ہوتیں چنانچہ قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:

"اور جب تم ان کے پاس کوئی نشانی لے کر نہ جاؤ تو کہتے ہیں کیوں کوئی نشانی پسند کر کے انتخاب نہ کر لی، تم کہو حقیقت حال اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ جو کچھ میرے پروردگار کی طرف سے مجھ پر وحی کی جاتی ہے اس کی پیروی کرتا ہوں۔ یہ قرآنِ کریم تمہارے پروردگار کی طرف سے سرمایہ دلائل ہے اور ان سب کے لیے جو یقین رکھنے والے ہیں ہدایت اور رحمت ہے اور جب قرآنِ کریم پڑھا جاتا ہے تو جی لگا کر سنو اور چپ رہو تا کہ اللہ کی مہربانی کے مستحق ثابت ہو۔" (۷:۲۰۳،۲۰۴)

یہ بیماری ہمیشہ سے ہے اور شاید ہمیشہ رہے گی کہ جب اللہ رب کریم کی طرف ہدایت لوگوں کو دی جاتی ہے تو وہ بجائے اس کے کہ اُس ہدایت کو قبول کریں اکثریت ان لوگوں کی ہوتی ہے جو اچنبا اور نہ ہونے والی باتوں کا مطالبہ شروع کر دیتے ہیں اور ایسے مطالبات پیش کرتے ہیں جن کا ذکر تک اُس ہدایت میں نہیں ہوتا پھر جب ان کی وہ باتیں جو نہ ہونے والی ہوں پوری نہیں ہوتیں تو فوراً اُس دعوت اور داعی کو موردِ الزام ٹھہرانے لگتے ہیں۔ یہی کچھ آپؐ کی قوم نے بھی آپؐ کے ساتھ کیا قرآنِ کریم میں جگہ جگہ اس طرح کے بیانات آتے ہیں اور مخالفین ومعاندین کے ایسے مطالبات دہرائے گئے ہیں جن کا ہدایت اور حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

قرآن کو ماننے والوں نے کیا کیا؟

خیر یہ تو نہ ماننے والوں کی بات تھی جو قرآنِ کریم نے اس جگہ بیان کی لیکن ماننے والوں نے کیا کیا؟ بالکل اس کے ساتھ ملتا جلتا معاملہ اُنہوں نے بھی کیا اور اپنی طرف سے باتیں بنا کر یا گذشتہ قوموں کی طرف سے حاصل کر کے ان باتوں کو نبی کی طرف منسوب کیا اور ان کا نام معجزات رکھ دیا اور جو نہی ان کی اختراعات پر کسی نے اعتراض کیا تو الزام لگا دیا کہ یہ لوگ معجزات کے منکر ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جو بھی شخص سچے دل سے اللہ اُس کے رسول کو تسلیم کرتا اور کتاب اللہ کو اللہ کی کتاب مانتا ہے اس پر معجزات کے نہ ماننے کا الزام محض دھینگا مشتی اور ضد ہے اس لیے کہ اللہ کا رسول اور اللہ کی کتاب ایسے معجزات ہیں جن سے بڑا کوئی معجزہ اور نہیں ہو سکتا۔ تفصیل پیچھے گذر چکی ہے۔

انبیاء ورسل کا کام

انبیاء ورسل کا کام اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل بیان کرنا اور حق و باطل کا فرق واضح کرنا ہے اَن ہونی باتوں کو بغیر کسی دلیل کے بیان کرنا کسی بھی نبی ورسول کا کام نہیں تھا اور نہ ہی کسی نبی ورسول نے ایسا کیا لیکن ہر قوم نے یہی کیا کہ اپنے نبی ورسول کے ساتھ ان باتوں کی نسبت جوڑ دی جن کا صدور ہر گز ہر گز نبی ورسول سے نہیں ہوا تھا اور نہ ہی ایسا ہونا یا کرنا کوئی نبی ورسول ہونے کی نشانی تھی۔

غور کیجئے کہ ہماری قوم نے بھی کیا کیا یہی کہ روایات بیان کرتے ہوئے ایسی باتیں نبی اعظم و آخر ﷺ کی طرف منسوب کر دیں جن کا سرے سے کوئی وجود نہیں تھا۔ قرآنِ کریم جیسی واضح اور غیر مبہم ہدایت کے متعلق اس طرح کا نظریہ قائم کرنا کہ قرآنِ کریم کا نزول سات حروف پر ہوا تھا بلکہ یہ کہ آپؐ نے اللہ رب کریم سے التجا کر کے قوم کو آسانی اور سہولت پہنچانے کے لیے قرآنِ کریم کو سات حروف پر پڑھنے کی اجازت لی تھی اور پھر قوم کو اجازت دی تھی کہ قرآنِ کریم کو تم لوگ اپنی اپنی سہولت کے الفاظ کے ساتھ پڑھ سکتے ہو خیال صرف یہ رکھنا کہ کہیں رحمت کی آیت عذاب سے اور عذاب کی آیت رحمت سے بدل نہ جائے اور جو کچھ اور جس طرح تم پڑھو گے وہ قرآن کریم اور اللہ کا کلام ہی قرار دیا جائے گا۔ العیاذ باللہ کہ قرآنِ کریم میں اس طرح کا کوئی اشارہ بھی موجود ہو۔

روایات اور روایات بیان کرنے والے

تعجب ہے کہ روایات کو بیان کرنے والے بیان کرتے وقت ذرا خیال نہیں کرتے کہ ہم کیا بیان کر رہے ہیں کہیں تو اس طرح کی روایت بیان کی گئی ہیں کہ آپؐ نے ایک آدمی کو وظیفہ بتایا یا نماز کا کوئی ذکر بتایا جس میں نبی یا رسول کا ذکر تھا لیکن بعد میں آپؐ نے اُس کو پڑھتے سنا تو وہ نبی کی جگہ رسول یا رسول کی جگہ نبی پڑھ رہا تھا تو آپؐ اُس کا ذکر یا وظیفہ سن کر بہت ناراض ہوئے کہ تم نے یہ لفظ یعنی نبی کو رسول یا رسول کو نبی سے کیوں بدل دیا گویا آپؐ نے اُس کی تصحیح کرا دی کہ ایک لفظ کی جگہ اُس کا ہم معنی لفظ بھی بدلنے کی اجازت نہیں دی۔

تلاوت قرآن میں ڈھیل

پھر قرآنِ کریم کی آیات کو پڑھنے میں اتنی ڈھیل دے دی کہ تم اصل لفظ کی جگہ اُس کا معنی بھی پڑھ سکتے ہیں اور الفاظ کے مترادفات بھی قرآنی آیات میں استعمال کر کے تلاوت کی جاسکتی ہے اور اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ یہی کچھ نہیں بلکہ علاوہ ازیں تلاوت قرآن کے متعلق بہت کچھ تحریر کیا گیا ہے جس کو ہم ان شاء اللہ اُس کے مقام پر بیان کریں گے اور یہ سب کچھ محض "سبعہ احرف" کے الفاظ کی بحث میں کیا گیا اور جو کچھ کیا گیا وہ محض غلط مفہوم اخذ کرنے کے باعث کیا گیا اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

حالانکہ قرآنِ کریم وہ کتابِ الٰہی ہے جس کے بیان کرنے، جمع کرنے، وضاحت کرنے اور حفاظت کرنے کی تمام تر ذمہ داری اللہ رب کریم نے اپنے ذمہ لی ہے اور اس ذمہ داری کو مکمل طور پر نباہ کر ہر طرح سے اور ہر لحاظ سے محفوظ فرما کر اس کو یکجا بیان کرایا گیا قرآنِ کریم نازل کرنے والے اور آپؐ کے ساتھ پڑھنے والے ناموس اکبر کے ذریعہ اس کی ترتیب مکمل کرا کر عرضہ اخیرہ میں اُس کا دور مکمل کر کے اس کو دفتین میں بند کرانے کے بعد آپؐ کو اس دنیا سے منتقل کیا گیا تاکہ اس میں کسی طرح کا کوئی ابہام باقی نہ رہے لیکن مسلمانوں نے روایات کے ذریعہ اس کو اس طرح بدنام کیا کہ آج اغیار ان ہی روایات کے پیش نظر خود مسلمانوں ہی سے یہ بات ثابت کرا رہے ہیں کہ قرآنِ کریم ہر گز ہر گز محفوظ نہیں کیونکہ قرآنِ کریم کا کتنا حصہ تو ابھی روایات میں بکھرا پڑا ہے جس کو جامعہ لاہور الاسلامیہ والے نہایت عرق ریزی سے مختلف مصاحف کی شکل

میں جمع کرنے میں مصروف ہیں پندرہ سو سال سے پوری امت جس قرآنِ کریم کو پڑھ رہی ہے وہ اَدھورا اور غیر مکمل تھا۔

باب نمبر(12)
قرآنِ کریم دفتین میں

یہ قرآنِ کریم دفتین میں بند ہے اور پندرہ سو سال سے پڑھا جاتا آرہا ہے وہ بار بار اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ "یہ بڑی ہی باوقار کتاب ہے جس پر باطل کا گزر ہی نہیں نہ آگے سے نہ پیچھے سے کیونکہ قرآن بڑی حکمت والے اور ستودہ صفات اللہ کا اُتارا ہوا ہے۔" (۴۱:۴۲) ایک جگہ ارشاد ہے کہ "اس کو ہم نے اُتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ و نگہبان ہیں۔" اس قرآنِ کریم کا نزول تو پندرہ سو سال پہلے ہوا تھا لیکن اس کی محافظت کا یہ حال ہے کہ اس کا کثیر حصہ ابھی تک روایات کی کتابوں میں پڑا ہے جس کا ایک جگہ جمع ہونا اتنا مشکل امر ہے کہ جامعہ لاہور الاسلامیہ کے بارہ فضلا مختلف سولہ مصاحف میں جمع کرسکیں گے کیونکہ اس کی تمام آیات کا ایک جگہ جمع ہونا ناممکنات میں سے ہے حالانکہ وہ عرصہ سے اعلان کر رہا ہے کہ:

"اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی جانب سے ایک ایسی چیز آگئی جو موعظت ہے، دل کی تمام بیماریوں کے لیے شفا ہے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔ تم کہو یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ کی رحمت ہے پس چاہیے کہ اس پر خوشی منائیں اور یہ ان ساری چیزوں سے بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے رہتے ہیں۔" (۱۰:۵۷،۵۸)

قرآنِ کریم کے جمع کرنے کا انحصار

اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ جب سے یہ دُنیا قائم ہوئی لوگ اپنے اپنے زمانہ میں بہت کچھ جمع کرتے رہے کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے لیکن کتاب اللہ کے بیان کے مطابق قرآنِ کریم کو جمع کرنا لوگوں پر نہیں چھوڑا گیا اس کے جمع کرنے کی ذمہ داری رب کریم نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے جو اس کے نزول تک بدستور پوری ہوتی رہی اور عرضہ اخیرہ میں خود نبی اعظم و آخر ﷺ کے ذریعہ سے اس کو جمع کرا دیا گیا اور نزول کے بعد قرآنِ کریم کا کوئی حصہ باقی نہ رہا جو جمع ہونے سے رہ گیا ہو گویا قرآنِ کریم کا جامع خود رب ذوالجلال والاکرام ہے اور اس کے جمع ہونے کا کام اُس وقت ہی ختم کر دیا گیا جب وحی الٰہی پایہ تکمیل کو پہنچی اور آپؐ کے بعد وحی کا نزول ہونا قیامت تک بند کر دیا گیا۔ روایات کے انحصار پر یہ بات کہنا کہ قرآنِ کریم کا کچھ حصہ ایسا بھی ہے جو نازل تو ہوا تھا نبی اعظم و آخر ﷺ پر آج سے پندرہ سو سال پہلے لیکن وہ ایک جگہ جمع نہ ہو سکا اور جو جمع کیا گیا وہ گویا مکمل قرآن نہیں ہے ایسا نظریہ اور ایسا بیان سراسر قرآنِ کریم کے اپنے بیان کے خلاف ہے اور اللہ رب کریم پر اتہام ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر تہمت سے پاک ہے کاش کہ "اہل رشد" بھی اس کا خیال کرتے۔

جمع قرآن اور روایات

جمع قرآن کے متعلق جو کچھ روایات اسلام میں آیا ہے اس کی نوعیت اور حقیقت کیا ہے؟ اس کی تفصیل تو اپنے مقام پر آئے گی اس وقت صرف یہ عرض کرنا ہے کہ قرآنِ کریم عرضہ اخیرہ کے مرحلہ سے گزرنے کے بعد بالکل اُسی ترتیب کے مطابق جو آپؐ نے قرآن لانے والے ناموس کے

ساتھ دور کرنے کے بعد مکمل کی ایک جگہ اس صندوق میں رکھوا دیا جس میں اس ترتیب دیئے جانے سے پہلے رکھا جاتا تھا اور یہ بات واضح ہے کہ قرآنِ کریم اپنے نزول کے وقت سے لے کر پوری مکی زندگی میں ایک خاص موضع اور خاص صندوق میں رکھا جاتا رہا اور آپؐ ہجرت کر کے تشریف لائے تو یہ خاص صندوق آپؐ کے ساتھ ہجرت کر آیا راستہ میں آپؐ کے ساتھ رہا اور مسجد نبوی تعمیر ہونے کے بعد ایک خاص سطون کے ساتھ رکھا رہا جس کے باعث وہ ستون مصحف اسطوانہ کے نام سے معروف ہو گیا پھر جب نزول قرآن کا سلسلہ ختم ہوا تو نہایت سرعت کے ساتھ آپؐ نے بحکم خداوندی اُس کو ترتیب دیا اس ترتیب کے مطابق صحابہ کرام کے روبرو اس کا دور جبریل سے مکمل کیا اس ترتیب کے مطابق وہ اپنی خاص جگہ جہاں ایک مدت سے رہ رہا تھا رکھ دیا گیا اور اس طرح حفاظت الٰہی کا وعدہ بھی اپنی تکمیل تک پہنچ گیا اور جو خاص ترتیب کے ساتھ لکھنے پڑھنے اور بیان کرنے کے متعلق رب کریم نے دیا تھا اب اس کامل اور مکمل قرآن کی حفاظت بھی تا قیامت رب ذوالجلال والا کرام کے ذمہ ہے اس لیے پورے وثوق اور عزم وجزم کے ساتھ یہ عرض کیا جا سکتا ہے کہ ساری دنیا مل کر بھی اس میں کوئی ایک لفظ نہ کم کر سکتی ہے اور نہ بڑھا سکتی ہے اس میں کسی طرح کا معمولی شک وشبہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔

وعدۂ الٰہی اور لوگوں کی بداعتدالیاں

مشیت ایزدی کا یہ وعدہ اتنا پختہ ہے کہ لوگوں نے سر توڑ کوشش کی کہ اس مصحف میں کسی نہ کسی طریقہ سے کوئی تبدیلی کر دی جائے لیکن ہر وہ شخص جس نے اس طرح کی سوچ سوچی اس نے منہ کی کھائی اور کسی کو اس معاملہ میں کامیابی نہ ہوئی۔ آیات کم کر کے اور بعض سورتیں نکال کر لوگوں نے ادھورے قرآن کی طباعت کی لیکن قرآنِ کریم کے اصل نسخہ نے اس کو دو قدم بھی چلنے نہیں دیا۔ اس لیے ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں اگر "اہل رشد" سولہ یا بیس قرآن مختلف قراءتوں پر طباعت کر بھی لیں گے تو ان کو آگے چلانے میں ناکام ونامراد ہوں گے اور ہم یہ سن کر ہرگز ہرگز خائف نہیں کہ شاید اس قرآن میں کسی طرح کا کوئی ردوبدل یا کمی بیشی نہ کر دی جائے نہیں، نہیں ہرگز نہیں ایسا ہو ہی نہیں سکتا پھر اس بات کو دیکھ لیں کہ "اہل رشد" نے الگ الگ مصحف طباعت کرنے کی کوشش کی ہے طبع شدہ نسخہ میں کمی بیشی کی طرف ان کی توجہ مبذول ہی نہیں ہوئی اور باوجود اس کے کہ "اہل رشد" جمع کی جانے والی قراءات کو منزل من اللہ سمجھتے ہیں جو سوفی صد غلط بات ہے لیکن اس قرآنِ کریم کو باوجود منزل من اللہ جاننے اور سمجھنے کے اس میں داخل کرنے کی سعی نہیں کی بلکہ الگ الگ مصاحف کی صورت میں ترتیب دینے کی سوچ سوچی گویا یہ بھی حفاظت الٰہی کی وہ معجزانہ کرشمہ سازی ہے کہ وہ متداول نسخہ میں کمی بیشی کرنا تو درکنار سوچ ہی نہیں سکے۔ ہمیں اُن کا یہ اقدام سن کر جو دکھ ہوا ہے وہ محض اس لیے ہوا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ اس سے مسلمانوں کا من حیث القوم نقصان ہو گا وہ مزید کمزور سے کمزور تر ہو جائیں گے جب کہ وہ دن بدن پہلے کمزور ہوتے چلے آ رہے ہیں جس کا باعث اس طرح کی کارستانیاں ہیں۔

جہادی تحریکیں اور مصاحف کی طباعت

گذشتہ چند سالوں میں جہادی تحریکوں نے کیا مسلمانوں کو کمزور کیا تھا کہ اب یہ مختلف مصاحف طباعت کرانے کی تحریک کمزور کرے گی اور عالم اسلام کی بیماریوں میں ایک نئی بیماری کا اضافہ ہو جائے گا جس پر افسوس کا اظہار ہی کیا جا سکتا ہے اور وہ ہم کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے اس کے ساتھ ہم دعا ہی کر سکتے ہیں کہ اللہ رب کریم مسلمانوں کی کشتی کو اس منجدھار اور بھنور سے بچالے کہ وہ تمام طاقتوروں سے زیادہ طاقتور اور تمام مخفی

تدبیریں کرنے والوں سے زیادہ مخفی تدبیر کرنے والا خیر الماکرین ہے۔

باب نمبر(13)

نزول قرآن اور قرآن کی حفاظت

نزولِ قرآن کے ساتھ ہی اُس کی حفاظت خاص کا بھی بندوبست کیا گیا اور قرآنِ کریم کی تحریر یعنی اس کا لکھا جانا بھی اس کی حفاظت کا ایک اہم حصہ تھا ہے اور رہے گا تاہم اس کی حیثیت ثانوی ہے "تلقی بالقبول" کو اولیت حاصل تھی، ہے اور رہے گی۔ اور یہ دونوں کام ایک دوسرے کو تقویت دینے والے ہیں اور بلاشبہ روزِ اول ہی سے یہ دونوں ایک دوسرے کے ممد و معاون رہے ہیں۔ اس کے نزول کے وقت سے لے کر اس کے "عرضہ اخیرہ" کے مرحلہ سے نکلنے تک بدستور اس کی حفاظت کا یہ سلسلہ ساتھ ساتھ چلتا رہا، چل رہا ہے اور چلتا رہا گا۔ فرق یہ تھا کہ "عرضہ اخیرہ" کا مرحلہ طے کرنے سے پہلے وہ مختلف اجزاء میں شمار ہوتا تھا اور "عرضہ اخیرہ" کا مرحلہ طے کرنے کے بعد وہ اپنی مکمل ترتیب میں تبدیل ہو گیا اور مختلف اجزاء کو ایک خاص الٰہی ہدایت کے ساتھ جوڑ کر اُس کی تکمیل کر دی گئی اور اس کے بعد وہ اپنی خاص ترتیب کے مطابق پڑھا، لکھا اور حفظ کیا جاتا آ رہا ہے۔ جب تک وہ مختلف اجزاء میں تقسیم تھا اُس وقت تک اُس کی تلاوت آیات کے ردوبدل کے ساتھ ہوتی رہی کہ ہر قاری جس ترتیب کے ساتھ چاہتا پڑھ سکتا تھا لیکن "عرضہ اخیرہ" سے گذرنے کے بعد اُس ترتیب کے مطابق لکھا، پڑھا اور حفظ کیا جانے لگا۔ جب تک اجزاء میں منقسم تھا اُس وقت تک اس کی آیات کی تبدیلی کے امکانات موجود تھے "عرضہ اخیرہ" سے گزرنے کے بعد یہ تمام امکانات ختم ہو گیے اس طرح پہلے تشابہات موجود رہے اور بعد میں اس طرح کے تمام تشابہات کو ختم کر دیا گیا اور اس کا لفظ لفظ اور آیت آیت کو اپنے اپنے متعینہ مقام پر فٹ کر دیا گیا اور ہر طرح کے ردوبدل کا امکان ختم ہو گیا۔ قرآنِ کریم کا وہ اعلان جو قرآنِ کریم نازل کرنے والے نے کیا تھا وہ بھی پایہ تکمیل کو پہنچ گیا جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے کہ:

"بلاشبہ ہم نے یہ "الذکر" اُتارا ہے اور بلاشبہ ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔" (۱۵:۹)

قرآنِ کریم کی حفاظت کی ذمہ داری

اللہ رب کریم کا یہ فرمان اس بات پر دلیل ہے کہ قرآنِ کریم نبی اعظم و آخر ﷺ پر نازل ہونے کے ساتھ اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ رب کریم نے اپنے ذمہ لے لی اور کائنات کے مالک نے چیلنج کرتے ہوئے فرمای:ا

"اس قرآنِ کریم کے آگے پیچھے سے کوئی بھی باطل چیز داخل نہیں ہو سکتی، یہ تو بزرگی اور حکمت والے رب کی طرف سے نازل شدہ ہے۔" (۴۱:۴۲)

مطلب صاف اور واضح ہے کہ اس کو غیر محفوظ بنانے والی کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ یہ تو سب سے سچے مالک کا کلام ہے جیسا کہ اُس نے خود اپنے متعلق اعلان کیا ہے کہ:

"اللہ سے زیادہ اپنے وعدے، خبر اور بات کے متعلق کون سچا ہو سکتا ہے۔" (۴:۸۷،۱۲۲)

مختلف قراءات کے قائلین

تعجب ہے کہ مختلف قراءات کے قائل حضرات اس سے عجیب استدلال کرتے ہیں کہ پہلے وہ ان قراءات کے بہانہ سے مختلف الفاظ پیش کرتے ہیں کہ قرآنِ کریم کے اس لفظ کے بدلے یہ لفظ اور یہ لفظ بھی بدل کر پڑھا جاسکتا ہے پھر اس طرح قرآنِ کریم کے ایک لفظ کی جگہ ایک سے زائد ایسے لفظ لے آتے ہیں جو قرآنِ کریم نہیں ہوتے ان کو قراءات کا نام دے کر قرآنی لفظ کے بدلے پڑھتے ہیں اور نہایت دھڑلے سے پڑھنے کے بعد کہتے ہیں کہ دیکھو یہ بھی قرآن ہے کیونکہ یہ قرآنِ کریم کے فلاں لفظ کے بدلہ میں پڑھا گیا ہے اور ہم پڑھ رہے ہیں اور فلاں فلاں قاری بھی ایسا ہی پڑھتے ہیں اگر یہ قرآن نہ ہوتا قرآن کے سوائے کچھ اور ہوتا تو ہم اس کو پڑھ ہی نہ سکتے کیونکہ اس طرح حفاظت الٰہی متاثر ہوتی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی ہے جو کچھ ہم نے پڑھا ہے اگر وہ قرآن نہ ہوتا تو ہم کیونکہ پڑھ سکتے پھر جب ہم پڑھ رہے ہیں اور سب کے سامنے پڑھ رہے ہیں اور مزید یہ کہ ہم بول بول کر کہہ رہے ہیں کہ یہ قرآن ہے پھر تم ہی بتاؤ کہ اگر یہ قرآن نہ ہوتا تو ہم اُسی وقت پکڑ لیے جاتے جب ہم دھر نہیں لیے گئے تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ یہ الفاظ قرآن ہیں۔ اس کو کہتے ہیں "چور بھی اور چتر بھی۔"

قرآن وہی ہے جو قرآن کے اندر ہے

حالانکہ سب دیکھ رہے ہیں اور سن رہے ہیں کہ اس طرح جو کچھ انہوں نے پڑھا ہے وہ قرآن نہیں ہے، کیوں؟ اس لیے کہ وہ قرآن میں نہیں ہے اگر ان کا یہ پڑھا ہوا قرآن ہوتا تو قرآنِ کریم میں ہوتا۔ پڑھ رہے ہیں اختراعی روایات کو جو لوگوں کی بنائی ہوئی لوگوں کی طرف منسوب روایات ہیں اور اس کو نام دے رہے ہیں کتاب اللہ یعنی قرآنِ کریم کا حالانکہ قرآن تو صرف قرآنِ کریم ہی ہے اور قرآنِ کریم میں یہ موجود نہیں لیکن کس ڈھٹائی سے غلط بیانی کر رہے ہیں اور اپنی سحر بیانی اور شعبدہ بازی سے اُس کو قرآن قرار دے رہے ہیں اور اتنے ڈھیٹ ہیں کہ صاف غلط بات کو سچائی کا لباس پہنا کر ثابت کر رہے ہیں کہ یہ سچائی ہے حالانکہ اس کے غلط ہونے کا وہ اقرار کر رہے ہیں کیونکہ وہ اپنے پڑھے ہوئے الفاظ کو قرآنِ کریم میں نہیں دِکھا سکتے اور قیامت تک نہیں دکھا سکیں گے۔

ایک پیر صاحب کا واقعہ

مجھے ایک لطیفہ یاد آیا کہ ابھی میں نویں جماعت میں داخل ہوا ہی تھا کہ ایک پیر صاحب کا ایک دکاندار کے ساتھ تکرار ہو گیا وجہ تکرار یہ ہوئی کہ دکاندار نے نہ معلوم کیوں پیر صاحب سے دریافت کیا جب کہ ان کے مریدوں کی کافی تعداد بھی ان کے ساتھ تھی کہ پیر صاحب یہ جو نماز میں ثنا کے نام سے ایک دُعا پڑھی جاتی ہے افتتاح نماز میں وہ کہاں ہے؟ پیر صاحب نے فوراً جواب دیا کہ بیٹا! یہ قرآنِ کریم میں ہے پوچھا گیا کہاں؟ کہنے لگے ستارھویں پارے میں دکاندار نے مجھے بلایا میں دکان میں داخل ہوا تو کہنے لگا آپ قرآنِ کریم پڑھ سکتے ہیں؟ میں نے ہاں! میں جواب دیا تو اُس نے قرآنِ کریم میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا کہ اس سے ذرا ستارھواں پارہ نکالیں اور ساتھ ہی اُس نے پیر جی سے پوچھا کہ حضرت کس رکوع

میں پیر صاحب فرمانے لگے تیئیسویں رکوع میں۔ میں نے بھی اُن کی بات سن لی اور فوراً بول اُٹھا کہ حضرت ستارھویں پارہ کے کل سترہ رکوع ہیں تو میں تیئیسواں رکوع کیسے نکالوں؟ میرا بولنا تھا کہ پیر جی کے ایک مرید نے میرے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا اور ساتھ ہی گالی دے کر کہنے لگا (ایسے ویسے) پیر جی بڑے ہیں کہ تو جب پیر جی فرمارہے ہیں کہ تیئیسویں رکوع میں ہے تو پھر تو کیسے کہتا ہے کہ اس پارہ میں تیئیسواں رکوع نہیں ہے پھر کیا ہوا کہ ایک شور بپا ہو گیا۔ اللہ اللہ کر کے دکاندار نے معافی مانگ اور ہاتھ جوڑ کر جاں خلاصی کرائی معلوم ہوا کہ طاقت کے سامنے کسی کی نہیں چلتی۔

علامہ حضرات کا رعب و داب

حضرت علامہ صاحب روایات کی کتاب سے ایک روایت پڑھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دیکھو میں یہ قرآن پڑھ رہا ہوں اور اُن کے علم کا اتنا رعب ہے کہ کوئی نہیں پوچھتا کہ حضرت اگر آپ قرآن پڑھتے ہوتے تو قرآن آپ کے ہاتھ میں ہوتا اور قرآنِ کریم سے یہ لفظ آپ پڑھتے پھر آپ کو حق تھا کہ آپ کہتے کہ دیکھو میں قرآن پڑھ رہا ہوں اور تم اس کو قرآن نہیں مانتے، تو کوئی بات ہوتی۔ آپ کو علم نے اتنا زور آور کر دیا ہے کہ آپ کے منہ سے جھاگ بہہ رہا ہے غصہ سے لال پیلے ہو رہے ہو اور اتنی بڑی غلط بیانی کر رہے ہو کہ پڑھتے روایات ہو اور کہتے ہو یہ قرآن ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ جب مجھے عذاب نہیں دے رہا میرا دایاں ہاتھ پکڑ کر میری گردن نہیں کاٹ رہا، میں زور دار آواز سے بول رہا ہوں اور اس کو قرآن ثابت کر رہا ہوں تو ظاہر ہے کہ یہ قرآن ہی ہے اگرچہ قرآن کریم میں موجود نہیں ہے قارئین آپ ہی بتائیں کہ اس پر کیا کہا جائے۔ رہا میرا معاملہ تو میں تو چپ ہی رہوں گا اس لیے کہ مجھے بحمد اللہ یقین ہے کہ جب وہ قرآن میں نہیں بلکہ غیر قرآن میں سے کچھ دکھا رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ قرآن نہیں اگر قرآن ہوتا تو قرآنِ کریم میں موجود ہوتا اور خاموش اس لیے ہوں کہ ناحق مار کھانے کو جی نہیں چاہتا اور خواہ مخواہ جھگڑا کرنا مجھے نہیں آتا۔ علاوہ ازیں مجھے اس بات پر پختہ یقین ہے کہ "پانی میں مدھانی ڈالنے سے گھی نہیں نکلتا۔" نہ "ایندھن میں جگنو رکھ کر پھونک چلانے سے آگ جلتی ہے۔"

"رشد" کے مضمون نگاروں میں سے ایک علامہ صاحب رقمطراز ہیں کہ:

مختلف قراءات کا منزل من اللہ ہونا

"المختصر قراءات منزل من اللہ ہیں، نہ کہ مفتریات کیونکہ اگر ہم انہیں قراء کرام کے مفتریات کہیں تو اللہ تعالیٰ کی مذکورہ وعید باطل ٹھہرتی ہے۔ یہ آیات اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ قرآنِ کریم میں کسی کے عمل اور رائے کو کوئی دخل نہیں اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان مفتریات کو قرآنِ کریم سے محو کر دیتا۔ ان قراءات کا باقی رہنا ہی ان کے منزل من اللہ ہونے اور توقیفی ہونے کی علامت ہے۔"

یہ علامہ صاحب کی عبارت ہے یا اُنہوں نے کہیں سے اُدھار لی ہے جیسا کہ حوالہ سے ظاہر ہے تو ہم یہی کہیں گے کہ "یک نہ شد دو شد" والی بات ہے ورنہ جو علامہ صاحب نے فرمایا ہے کہ "یہ آیات اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ قرآنِ کریم میں کسی کے عمل اور رائے کو کوئی دخل نہیں۔" ہاں! لاریب یہ بات صحیح ہے کہ "قرآن کریم میں کسی کے عمل اور رائے کو کوئی دخل نہیں" اور اس کی دلیل یہی ہے کہ علامہ صاحب نے جو قراءات کا فرق بیان کیا ہے جس سے الفاظ اور معانی تک بدل جاتے ہیں وہ قرآنِ کریم میں کہیں موجود نہیں اور جو خارج از قرآن دوسری کتابوں

میں بیان ہوا ہے وہ قرآنِ کریم نہیں۔ رہا قراءات کا معاملہ تو اس کے متعلق اتنی عرض ہے کہ جتنے مسلمان قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے ہیں سب کی قراءتیں اپنی اپنی ہوتی ہیں گویا جتنے مسلمان قرآنِ کریم پڑھنے والے ہیں سب کی قراءتیں اپنی اپنی ہیں کیونکہ ہر ایک انسان کا لحن ولہجہ اپنا اپنا ہوتا ہے اور یہی صورتِ حال اہل فن کی ہے اس کا فی نفسہٖ قرآنِ کریم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بلاشبہ قرآنِ کریم صرف اور صرف وہ ہے جو دفتین میں محدود ہے اور املاء وترتیب کے لحاظ سے قرآنِ کریم الحمد سے شروع ہوتا ہے "والناس" پر ختم ہوتا ہے اس کے اندر کسی طرح کا کوئی فرق نہ پہلے موجود تھا اور نہ آج ہے اور ان شاء اللہ کبھی نہیں ہو گا۔

روایات صحیح اور غلط ہو سکتی ہیں

روایات کی کتابوں میں فقط روایات ہیں جن میں صحیح بھی ہیں اور غلط بھی یہی وجہ ہے کہ ان کے صحیح اور غلط ہونے کے معیار مقرر کیے گئے ہیں ہم ان کا احترام کرتے ہیں اور جو تسلیم کرنے کے لائق جانتے ہیں تسلیم کرتے ہیں ورنہ خاموش رہتے ہیں کسی کی پگڑی نہیں اچھالتے نہ کسی پر کیچڑ پھینکتے ہیں، نہ کسی کو مطعون کرتے ہیں، نہ برا بھلا کہتے ہیں یقین رکھتے ہیں کہ جو اُنہوں نے کیا اس کے نتیجہ کو وہ یقیناً پائیں گے اور جو ہم نے کیا اُس کا نتیجہ ہم کو بھگتنا ہے۔ یہی تسلیم ہے کہ جو کچھ قرآنِ کریم کے اندر ہے وہ سارے کا سارا قرآن ہے اور جو قرآن کریم کے اندر نہیں دوسری کتابوں میں پڑا ہے وہ ہرگز ہرگز قرآن نہیں بلکہ دوسری کتابوں کی روایات ہیں۔

پندرہ سو سال کے قریب عرصہ گزر رہا ہے کہ قرآنِ کریم کا نزول ختم ہوا اور آپؐ کی موجودگی میں "عرضہ اخیرہ" کا مرحلہ طے کر کے اپنی ترتیب وترکیب کے لحاظ سے کامل و مکمل ہو کر لوگوں کے ہاتھوں میں ہے، لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہے اور اس میں کسی طرح کی نہ کمی بیشی ہوئی ہے نہ کبھی ہو گی گر الفاظ بدل بدل کر آتے ہیں تو وہ اس کے اندر ہیں۔ مترافات ہیں تو وہ اس کے اندر ہیں۔ الفاظ کا ماضی وحال ہے تو وہ اس کے اندر ہے۔ ایک ہی ترتیب ایک بار سے زیادہ بار آتی ہے تو وہ اس کے اندر ہے۔ اس کے رسم الخط میں کوئی تبدیلی ہے تو وہ اس کے اندر ہے اور روزِ اول سے ہے مختصر یہ کہ جو کچھ دفتین کے اندر "عرضہ اخیرہ" میں جس طرح ترتیب پایا ہے من وعن اُسی طرح آج موجود ہے اور اسی طرح موجود رہے گا اور حفاظت الٰہی کا یہی مفہوم ہے جو ہر آنکھ دیکھ رہی ہے اور ہر کان سن رہا ہے۔

کیا قرآن اپنی مرضی کے مطابق بھی پڑھا جا سکتا ہے؟

کوئی کہتا ہے کہ قرآنِ کریم کی اس آیت یا اس لفظ کو اس طرح بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ کوئی شخص کسی لفظ یا آیت کو بدل کر پڑھتا ہے تو اُس کے بدل کر پڑھنے سے وہ قرآنِ کریم نہیں ہو جاتا اُس نے قرآنِ کریم کا مفہوم اس طرح سمجھا ہے وہ اس طرح بیان کر کے اس طرح پڑھ کر خوش ہے تو بیان کرتا رہے اور پڑھتا رہے اس طرح جو قرآن نہیں وہ ہرگز قرآن نہیں ہو جائے گا اور قرآنِ کریم میں درج ہے، تحریر ہے تو وہ بدل نہیں جائے گا۔ لوگ بڑوں کو، چچوں اور تایوں کو ابو کہتے ہیں۔ بڑے ہمیشہ چھوٹوں کو بیٹا اور ولد کہتے ہیں لیکن اس طرح کہنے سے کبھی حقیقت نہیں بدلتی سب کو معلوم ہے کہ یہ احترام اور عزت افزائی کا معاملہ ہے حقیقت کا اس کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں لیکن ایسا کہنے والوں سے خواہ مخواہ جھگڑا کھڑا کر دینا بھی عقل وفکر کی بات نہیں۔ حقیقت حقیقت ہوتی ہے بناوٹ حقیقت کو اور اصلیت کو ختم نہیں کر سکتی ہاں! کسی کو دھوکا لگ سکتا ہے اپنی طرف سے ایسی بات نہیں کرنا چاہیے کہ کسی کو دھوکا لگے اور نہ ہی کسی کو دھوکا دینے کی کوشش کرنی چاہیے اللہ تعالیٰ دھوکا دینے اور دھوکا

کھانے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

باب نمبر (14)
قرآنِ کریم کے نزول کا مقصد

قرآنِ کریم کا نزول نبی اعظم و آخر ﷺ پر ہوا جس کا مقصود لوگوں کی راہنمائی ہے اور گذشتہ اقوام نے جو باتیں اللہ رب کریم کے ذمہ لگا کر معروف کر دی تھیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا حکم نہیں دیا تھا ان باتوں کی وضاحت ہے جو اس انداز میں پیش کی گئی ہے کہ حق و باطل کا فرق واضح کر دیا ہے لیکن کسی طرح کا کسی کے ساتھ بھی جھگڑا نہیں کھڑا کیا حتی الامکان جھگڑے والی باتوں سے اجتناب کیا ہے بات کو اس طرح بیان کیا ہے کہ بات واضح ہو جائے لیکن کسی کی دل آزاری نہ ہو۔ اللہ رب کریم نے نبی اعظم و آخر ﷺ کے اخلاق، اعمال اور کردار کی اس طرح حفاظت فرمائی کہ گویا آپؐ کو پہلے زندہ وجاوید قرآن بنا دیا آپؐ کی پیدائش سے لے کر نزولِ قرآن کے وقت تک آپؐ کی ہر بات کو نگاہ میں رکھا وہ عالم الغیب ہے اُس نے حفاظت کے لیے ایسے انتظامات کیے جس میں عام انسانوں کا عمل دخل بہت کم رہا۔ آپؐ کو اس حالت تک پہنچا دیا کہ جس ہدایت کی طرف آپؐ لوگوں کی راہنمائی فرمائیں پہلے آپؐ خود اس ہدایت کو اختیار کرنے والے ہوں قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:
"بلاشبہ یہ قرآن اس راہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھی راہ ہے اور ایمان والوں کو جو نیک عملی میں سرگرم عمل رہتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ انہیں بہت بڑا اجر ملنے والا ہے۔" (۱۷:۹)

سیدھی راہ کو کون نہیں پہچانتا

سیدھی اور صاف راہ اُس کو کہا جاتا ہے کہ راستہ خود چلنے والے کی راہنمائی کرتا جائے اور بار بار پوچھنے کی زحمت برداشت نہ کرنی پڑے اور اس طرح یہ بھی کہ دل کے اندر یہ خدشہ نہ رہے کہ معلوم نہیں میں صحیح جا رہا ہوں یا غلط سمت چل رہا ہوں پھر راستہ چلنے کے کئی طریقے ہیں انسان جس طریقہ سے چل رہا ہو اُس طریقہ کا اطمینان لازم آتا ہے۔
"رشد" کے ایک مضمون نگار تحریر کرتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کو سبعہ احرف پر نازل کیا ہے یہی وجہ ہے کہ عہد نبوی میں خود نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سبعہ احرف پر ہی پڑھتے اور پڑھاتے رہے۔ جیسے ہی قرآنِ کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو نبی کریم ﷺ کاتبین وحی کو بلوا کر فوراً لکھوا دیا کرتے تھے۔"

علامہ حضرات اور ان کا اکرام

علامہ صاحب کا اکرام اپنی جگہ اگر حضرت سے پوچھ لیا جائے کہ وہ سبعہ احرف پر لکھا ہوا کہاں موجود ہے مہربانی فرما کر اس کی ذرا نشاندہی فرما دیں تا کہ ہم بھی دیکھ سکیں اگر اس قرآنِ کریم میں وہ موجود ہے مہربانی فرمائیں ذرا ہاتھ رکھ کر بتائیں اور اگر ایک حرف اس قرآنِ کریم میں موجود ہے اور باقی کسی اور جگہ ہے تو یہ ایک ایسا الزام ہے جو کسی بھی مسلمان کو نبی کریم ﷺ پر زیب نہیں دیتا اور ویسے بھی ایسی بات کہنا منافی ایمان ہے کہ وحی نازل ہوئی ہو سات حروف پر اور آپؐ تحریر کرائیں ایک حرف پر یا کسی کاتب سے کسی حرف پر لکھوا دیں اور کسی اور کاتب سے کسی دوسرے حرف پر۔ پھر یہ بھی کہ اگر ایسا بھی ہوتا بہر حال ایک کے سوا باقی بھی مستقل تحریرات ہوتیں اسی طرح یہ بھی کہ سبعہ احرف تو ایک

ایسا جملہ ہے جس کے چالیس تک مطالب اور مفہوم بتائے گئے ہیں جو بالکل ایک دوسرے کے مخالف اور متضاد بھی ہیں اور آج تک کوئی صاحب علم بھی یہ فیصلہ نہیں کر سکا ان میں سے صحیح مطلب کیا ہے اگر وہ حروف بھی لکھے ہوئے موجود ہیں تو پھر آخر اختلاف کس چیز میں ہے ؟

کیا ساتوں حروف کا پتہ ہونا سب کے لیے ضروری نہیں تھا

مہربانی فرما کر یہ بات بھی بتادیں کہ یہ ساتوں حروف ساری امت کے لیے تھے یا کوئی حرف کسی کے لیے اور کوئی کسی کے لیے اگر مختلف لوگوں کے لیے مختلف حروف تھے تو کونسا حرف کس کے لیے تھا اور کونسا کسی دوسرے کے لیے وہ مختلف حروف تحریر بھی کیے گئے تھے ان سب کو ایک ہی کاتب تحریر کرتا تھا یا ایک ہی چیز کو مختلف کاتب تحریر کرتے تھے اگر مختلف تحریر کرنے والے تھے تو تمام تحریر بھی تو محفوظ ہونی چاہیے تھیں تب ہی قرآن کی تمام تحریریں محفوظ رہ سکتی تھیں اس ایک تحریر کے سوا باقی کہاں گئیں اور اگر باقی محفوظ نہیں رہ سکیں تو قرآن کو محفوظ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

جو فرشتہ وحی لے کر آتا تھا وہ ساتوں حروف بیک وقت بولتا تھا یا یکے بعد دیگرے اگر بیک وقت بولتا تھا تو کیا اس فرشتہ کی سات زبانیں تھیں یا ایک ہی زبان سے ساتھ مختلف حروف بول سکتا تھا اس طرح یہ بھی کہ آپؐ تو بہر حال انسان تھے کیا ساتوں حروف بیک وقت سن لیتے اور یاد کر لیتے تھے یا یکے بعد دیگرے کیا ان باتوں کا کوئی ثبوت کتاب و سنت میں بھی موجود ہے یا بغیر کسی ثبوت کے اس کو تسلیم کرنا لازم آتا ہے۔ کیا ان سات حروف سے جو ہدایت حاصل ہو گی وہ ایک ہو گی یا سات طرح کی اگر ہدایت ایک ہی طرح کی ملے گی تو پھر ان سات حروف میں امت کو مبتلا کر کے ان کے لیے مشکل پیدا کی گئی یا آسانی ؟

قرآن کی تلاوت کرنے والے قاری کہلاتے ہیں

صحابہ کرام کی تعداد تو لاکھوں میں بتائی جاتی ہے لیکن یہ جو سبعہ احرف کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوا اس میں صرف دو تین صحابہ کرام کا ذکر کیا جاتا ہے باقی سب صحابہ کی تفہیم ہو گئی تھی صرف دو تین صحابہ کرام ہی ایسے تھے جن کے واقعہ کو کتب روایات میں بار بار اور مختلف طریقوں سے دہرایا گیا ہے آخر اس کی وجہ کیا ہے ؟ جس قوم میں نبی اعظم و آخر صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم پیدا ہوئے وہ قریش کہلاتے تھے جو اختلاف سب سے زیادہ معروف ہے وہ سیدنا عمر فاروقؓ اور ہشام بن حکیم کے درمیان پیدا ہوا حالانکہ ان دونوں کا تعلق قریش کے ایک ہی خاندان سے تھا ان کو قرآنِ کریم الگ الگ حروف پر پڑھانے کا کیا فائدہ ہوا ؟ یہی کہ وہ آپس میں الجھیں اور لوگوں کو سات حروف سے واقفیت حاصل ہو۔ وہ بھی صرف اسی قدر کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور وہ حروف کون کون سے ہیں کچھ معلوم نہ ہو۔

کیا "سبعہ احرف" سے اختلاف ختم ہوئے ؟

"سبعہ احرف" کی وجہ سے جو امت میں اختلافات پیدا ہوئے اور امت کے سرکردہ لوگ ہر دور میں "سبعہ احرف" کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے آپس میں الجھتے رہے اور ایک دوسرے کے بیان کی تردید میں وقت ضائع کرتے رہے اس کا کوئی فائدہ ؟ اس طرح کے الجھاؤ اور بیانات میں کونسی ہدایت پوشیدہ ہے جو دی گئی کیونکہ قرآن کی موجودہ آیت تو پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ قرآن لوگوں کے لیے سراسر راہنمائی ہے تاکہ وہ

نیک عملی کی راہ اختیار کریں کیا کسی چیز کا مفہوم متعین کرنے کی غرض آپس میں الجھتے رہنے سے نیک عملی کی راہ میسر آتی ہے یا ایسی راہ بالکل ہی گم ہو کر رہ جاتی ہے؟ نیک عملی اچھے اعمال کا نام ہے یا محض اقوال کا۔ کیا نیک عملی میں سر گرمی سر پھٹول سے حاصل ہوتی ہے یا سر جوڑ کر بیٹھنے اور کام کرنے سے، کاش کہ اس کی بھی تفصیل اہل رشد کر دیتے۔

سبعہ احرف کا جملہ اور اسلاف

"سبعہ احرف" کے اس جملہ نے ہمارے اسلاف کو اس کے مفہوم سمجھنے میں الجھائے رکھا اور اس سلسلہ میں انہوں نے اتنی اتنی بڑی تحریرات لکھیں جن کا پڑھنا تو درکنار نام لکھنا بھی آسان نہیں ہے اور ہم کو اس سلسلہ میں ایک قرآن کی بجائے سولہ یا بیس قرآن ملنے والے ہیں جو جامعہ لاہور الاسلامیہ کے بارہ فضلاء نہایت حد تک محنت و مشقت برداشت کر کے تیار کر رہے ہیں تا کہ پہلے ان روایات کی کتابوں کے باعث الجھتے رہے اور ہم مستقل بیس مصاحف کے باعث اپنا سکون برباد کرتے رہیں ظاہر ہے کہ جب ایک قاری کسی ایک قراءت کو نماز میں پڑھے گا اور کوئی دوسرا دوسری تو یہی رنگ ڈھنگ اختیار ہو گا۔ قوم مسلم پہلے ہی انار کی کا شکار ہے امن نام کی کوئی چیز مسلم ممالک میں نہیں پائی جاتی خصوصاً اس ملک پاکستان میں جس کو اسلام کا قلعہ معروف کیا گیا ہے اگر قلعہ کی یہ حالت ہے تو ان مکانوں اور کوٹھیوں کا کیا بنے گا اس کے تصور ہی سے جسم کانپ کر رہ جاتا ہے اگر جامعہ لاہور الاسلامیہ والوں نے عملی جامہ پہنا دیا تو پھر وہی "مست قلندر" والی بات ہو گی جو ذوالفقار علی بھٹو اور اس کے بعد کتنوں ہی کے ساتھ ہوتی چلی آ رہی ہے اور سرحد اور ان آزاد علاقوں کی ہو رہی ہے اور اس قلعہ کے دوسرے حصوں میں بھی بھنگڑا جاری ہے اور آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

باب نمبر(15)
کیا قرآن صرف مسلمانوں کے لیے ہے؟

ہم مسلمان سمجھتے ہیں کہ قرآنِ کریم صرف اور صرف ہماری کتاب ہے یعنی مسلمانوں کی راہنمائی کے لیے آئی ہے حالانکہ حقیقت اس طرح نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ قرآنِ کریم سے راہنمائی حاصل کر کے اپنے اعمال و کردار کو درست کر لیتے ہیں ان کو مسلمان کہا جاتا ہے وہ کہاں ہوں، کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں اور کسی وطن میں وہ رہ رہے ہوں۔ ہاں! قرآنِ کریم سے پہلے جتنی آسمانی کتابیں آئیں ان کا تعلق چونکہ ان اقوام سے تھا اس لیے ہم بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے اور قرآنِ کریم کے اندازِ تخاطب سے بھی ہم نے راہنمائی حاصل نہ کی۔ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ نبی اعظم و آخر ﷺ دنیا کے تمام انسانوں کے لیے جو آپؐ کے زمانہ سے لے کر قیامت تک ہوں گے سب کے لیے نبی و رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور قرآنِ کریم دنیا کے تمام انسانوں کے لیے جو اس کے نزول کے وقت سے لے کر قیامت تک ہوں گے سب کے لیے کتاب ہدایت ہے اور ان تمام انسانوں کو مخاطب کر کے قرآنِ کریم بات کرتا ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم کا اعلان ہے کہ:

"جو کوئی میری یاد سے روگرداں ہو گا تو اس کی زندگی ضیق میں گزرے گی اور قیامت کے روز بھی اُسے اندھا اُٹھایا جائے گا۔ وہ کہے گا اے پروردگار! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اُٹھایا؟ میں تو اچھا خاصا دیکھنے والا تھا۔ ارشاد ہو گا ہاں! اس طرح ہونا تھا، ہماری نشانیاں تیرے سامنے آئیں، مگر تو نے اُنہیں بھلا دیا، سو اس طرح آج تو بھلا دیا گیا ہے۔" (۲۰:۱۲۴،۱۴۶)

معیشت تنگ ہونے کا مفہوم

تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ ان آیات کا مطلب یہ نہیں کہ ان لوگوں کو تنگ دستی لاحق ہو گی کہ نہ کھانے کو ملے گا نہ پینے اور پہننے کو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں ان کو چین نصیب نہ ہو گا۔ وہ کروڑ پتی ہوں یا ارب پتی اور ایسے ہوں کہ ان کی دولت کا خود ان کو علم نہ ہو کہ کہاں کہاں اور کتنی پڑی ہے لیکن رہیں گے وہ بے چین ہی گویا ہفت اقلیم کے فرمانروا بھی ہوں گے تو بے کلی اور بے اطمینانی سے چین نہیں پائیں گے۔ ان کی دنیوی کامیابیاں ہزاروں قسم کی ناجائز تدبیروں کا نتیجہ ہوں گی جن کی وجہ سے اپنے ضمیر سے لے کر گردوپیش کے پورے اجتماعی ماحول تک ہر چیز کے ساتھ ان کی پیہم کشمکش جاری رہے گی جو ان کو کہیں امن و اطمینان اور سچی مسرت سے بہرہ مند نہ ہونے دے گی۔
اس جگہ ان کی دنیوی زندگی کا جو بیان ہوا ہے وہ تمام دنیا کی آنکھوں کے سامنے ہے تمام اقوام عالم سمجھتی ہیں کیا مسلمانوں کی آنکھیں آخرت میں اندھی ہونے کی بجائے اس زندگی میں اندھی ہو گئی ہیں وہ نہیں دیکھ رہے کہ اس وقت من حیث القوم پوری دنیا کی اقوام عالم میں اس طرح کی کیفیت کس قوم پر طاری ہے؟ ذرا غور کریں کہ پوری دنیا میں تقریباً ترپن اسلامی حکومتیں شمار کی جاتی ہیں کسی اسلامی حکومت میں امن و چین اور سکون نام کی کوئی چیز موجود ہے اس ملک عزیز میں جو اسلام کے قلعہ کے نام سے معروف ہے کہیں امن، چین اور سکون نام کی کوئی چیز موجود ہے۔ اس ملک میں اتنے اتنے بڑے دولتمند ہیں کہ انہوں نے ملک سے باہر دولت کے انبار جمع کر رکھے ہیں کہ دوسرے ممالک کے بینک ان کی دولت کے انحصار پر چل رہے ہیں لیکن اندرونِ ملک یہ حالت ہے کہ حکمران ہونے کے باوجود کچکول اُٹھائے بھیک مانگنے کبھی کسی ملک میں جا رہے

ہیں اور کبھی کسی ملک میں۔ ملک کے صدر سے لے کر وزراء، ایم این اے اور ایم پی اے تک سارے کے سارے بے چین ہیں امن و سکون نام کی کوئی چیز ان کے ہاں موجود نہیں اور ان کی یہ حالت ایسی ہے جو ان کی راتوں کی نیند بھی حرام کر رہی ہے۔

اسلامی حکومتیں اور ان کی ذمہ داری

ہمارے ان نام کے اسلامی ممالک میں کوئی گروہ امن و سکون کی زندگی بسر کر رہا ہو تو بتائیں۔ کیا مذہبی رہنماؤں کو، مرشدوں اور پیروں کو، مساجد میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے والوں کو، درباروں اور خانقاہوں میں بیٹھنے والے سجادہ نشینوں کو، محلات اور کوٹھیوں میں رہنے اور کاروں اور ہوائی جہازوں میں سفر کرنے والوں کو چین اور آرام و سکون میسر ہے۔ واللہ کہیں بھی نہیں سب کے سب ایک دوسرے سے بڑھ کر بے چین ہیں، بے سکون ہیں لیکن اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں کہ یہ سب کچھ ہماری بداعتدالیوں کا نتیجہ ہے۔

قومِ مسلم میں اس وقت نت نئے در نئے اختلافات جنم لے رہے ہیں اور ہمارے مذہبی راہنما زور دار الفاظ میں عوام کو باور کرا رہے ہیں کہ حضور نے فرمایا ہے میری امت کے اختلافات رحمت ہیں ہائے وائے، افسوس اور ماتم اس بات پر کہ کبھی اختلافات بھی رحمت ہو سکتے ہیں کیا زحمت کا نام رحمت رکھ دیا گیا ہے لیکن اس کی نسبت ایسی جگہ جوڑ دی گئی ہے جو سر ہلانے کی جگہ نہیں ہے لیکن یہ ظلم کس نے کیا ہے ان ہی لوگوں نے جن کو مذہبی راہنما اور پیشوا مانا جاتا ہے۔

جہاد جہادی تحریکوں نے بدنام کیا

ہاں، ہاں! یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے جہاد جیسی اسلامی زندگی اور حیات کو دہشت گردی کا پہناوا پہنا دیا اور آج پوری دنیا میں وہ دہشت گردی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جو اس کوشش میں مصروف ہیں کہ مسلمانوں کو کم از کم نام کے لحاظ سے اکٹھی کرنے والی چیز قرآنِ کریم جس کے ایک اور صرف ایک ہونے پر اتنا پختہ یقین ہے کہ وہ جہاں بھی ہیں اور جیسے بھی ہیں اس کو اسی طرح ایک مانتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کو ایک مانتے ہیں اور جانتے ہیں کہ جس طرح اللہ وحدہٗ لاشریک ہے بالکل اسی طرح اس کا کلام قرآنِ کریم بھی ایک ہے جس طرح اللہ کامل اور مکمل ہے اسی طرح اس کا کلام بھی کامل اور مکمل ہے وہ یہ بات ثابت کرنے کے درپے ہیں کہ پندرہ سو سال سے جو یہ نظریہ چلا آ رہا ہے بالکل غلط اور نادرست ہے قرآنِ کریم ایک نہیں بلکہ سولہ یا بیس ہیں جو مختلف دس قراءاتوں سے پڑھے جاتے ہیں یہ ایک قراءت پر پڑھا جانے والا قرآن کامل اور مکمل قرآن ہرگز نہیں ہے اس کو کامل اور مکمل کرنے کی کوشش تو جامعہ لاہور الاسلامیہ کے فضلاء کر رہے ہیں جو عنقریب طبع کرا کر دنیا میں پھیلائے جائیں گے اور اس کام میں فلاں فلاں اسلامی مملکت مدد و معاون ہے ور اس طرح "جامعہ اسلامیہ" والے بے چین ہیں کہ یہ قرآن ایک کیوں ہے؟

عالم اسلام اور بے چینی

ان سارے کے سارے بے چین اور بے اطمینان ہونے والوں کے متعلق اس جگہ کہا جارہا ہے کہ یہ تو ان کی دنیوی زندگی کا حال ہے جو ساری دنیا کے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہے ان کی آخری زندگی کا حال یہ ہو گا کہ ان کو جب قیامت کے روز دوبارہ اُٹھایا جائے گا تو یہ اندھے ہوں گے اور ان کو کچھ دکھائی نہیں دے گا اس طرح گویا یہ جس طرح بے چینی میں رہیں گے اسی طرح بے چین اُٹھیں گے اور پکاریں گے کہ اے ہمارے رب ہم کو اندھا کر کے کیوں اُٹھایا گیا، ہم تو دنیا میں اچھے بھلے دیکھنے والے تھے۔

فرمایا جائے گا ہاں ہاں! تمہارے ساتھ ایسا ہی ہونا ضروری تھا تم وہی تو ہو جن کو دنیا میں یہ سب کچھ بتایا جا چکا ہے بلکہ تمہاری دنیا کو بھی تمہارے لیے تمہارے کیے کے باعث بے چین اور بے اطمینان کر دیا گیا تھا اور تمہیں بتایا گیا تھا کہ قیامت کے روز بھی تم کو اندھا کر کے اٹھایا جائے گا، کیوں؟ صرف اور صرف اس لیے کہ تم نے میری نشانیوں کو جھٹلایا اور ان کو تم اس طرح بھول گئے جیسے تم سے کچھ کہا ہی نہیں گیا تھا۔ قرآنِ کریم تم پر اُتارا گیا تھا کہ تم اس کی ہدایت کے مطابق زندگی گذارو لیکن تم نے کیا کیا کہ فی نفسہٖ قرآن ابھی مکمل ہی نہیں گویا تم نے اس کی تکمیل کرنا شروع کر دی اور قرآنِ کریم کو بازیچہ اطفال بنا دیا۔ لوگوں کے کلام کو الٰہی کلام بنانے کی سعی و کوشش میں لگ گئے۔

سبعہ احرف اور نزولِ قرآن کے وقت کے لوگ

''سبعہ احرف'' کا وہ جملہ جو آپؐ نے محض ان لوگوں کی تفہیم کے لیے استعمال فرمایا تھا جو قرآنِ کریم کے نزول کے وقت اُس کی تکمیل سے پہلے اس کی تلاوت کے طریقے اپنی طرف سے استعمال کرتے تھے اور اپنی مرضی کے مطابق جہاں جہاں سے چاہتے ملا کر پڑھ لیتے تھے اس لیے کہ ابھی تک قرآنِ کریم عرضۂ اخیرہ کے مرحلہ سے نہیں گزرا تھا اور دن رات اس کی آیات کی ترتیب میں ردوبدل ہو تا رہتا تھا اور اکثر اس کی ترتیب نو ہوتی رہتی تھی اور ہر روز اس نو ترتیب سے تمام صحابہ کرام واقف نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی ہو سکتے تھے جب کہ ترتیب نزولی اور چیز ہے اور نزولِ قرآن اور چیز ہے اور دونوں کے فرق کو معمولی عقل و فکر کا انسان بھی سمجھتا ہے بدقسمتی سے جب سمجھ لیا گیا کہ دین کے معاملہ میں عقل و فکر سے کام نہیں لیا جائے گا تو اس کا نتیجہ یہی نکلنا چاہیے تھا جو اس وقت ہمارے سامنے ہے۔

قرآنِ کریم کیا کہتا ہے؟

قرآنِ کریم پکار پکار کر کہتا ہے کہ مجھ سے روگردانی کا نتیجہ تمہاری دنیوی زندگی کا بے چین اور بے اطمینان ہونا ہے اس طرح گویا عمل اور اُس کا نتیجہ لازم و ملزوم ہیں ہاں! بعض اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کو تسلیم نہیں کیا جاتا لیکن ان کے نتائج اعمال کو تسلیم کرا لیتے ہیں لیکن افسوس کہ موجودہ مسلمان اور مسلمانوں کے مذہبی راہنما و پیشوا ایسے ہیں کہ نتائج کو دیکھ کر بھی ایسے اعمال کی تاویل کر جاتے ہیں لیکن اپنی ضد کو نہیں چھوڑتے بلکہ اس ضد پر قائم رہنے کو اسلام پر پختگی کے ساتھ قائم رہنا قرار دے لیتے ہیں اور سیدھے ہاتھ سے کان پکڑنے کی بجائے اُلٹے ہاتھ سے کان پکڑنے کو ثواب سمجھتے ہیں۔

اس وقت پوری دنیا کے حالات آپ کے سامنے ہیں اور ہر آنکھ دیکھ رہی ہے کہ اقوامِ عالم میں مسلم کہلانے والی قوم بدامنی، بے چینی اور بد اطمینانی کا شکار ہے اور قرآنِ کریم کی زبان میں یہ نتیجہ ہے قرآنِ کریم سے منہ موڑنے اور روگردانی کرنے کا لیکن اس حقیقت کو بظاہر قوم مسلم کے مذہبی راہنما اور پیشوا نہ خود تسلیم کرتے ہیں اور نہ عوام کو تسلیم کرنے دیتے ہیں۔ وہ بار بار زور دے کر کہتے ہیں کہ جو امن میں ہیں ان کو بے امن، بے

چین اور بے اطمینان کردو اور جتنا اس پر زور دے رہے ہیں اتنے ہی خود بے امنی، بے چینی اور بے اطمینانی میں بڑھتے چلے جارہے ہیں اور یہ بات فطرت کے عین مطابق ہے۔

ہماری حالت اور اُس کی مثال

ان کی حالت ایسے مرد کی ہو کر رہ گئی ہے جس کو بیوی نے پیٹا اور جب وہ پٹ پٹا کر اور مار کھا کر اپنے کپڑے سنبھالتا ہوا اُٹھا تو زور زور سے پکار کر کہتا تھا کہ کبھی آئندہ بھی ایسا کرو گی اگر تم نے کبھی ایسا اقدام کیا تو تمہاری وہ درگت بناؤں گا کہ تمہیں چھٹی کا دودھ یاد آجائے گا تیری ایسی کی تیسی کہ کبھی آئندہ تم نے ایسا معاملہ کیا پھر اس طرح کی باتیں کرتا ہوا بھاگ کر دروازہ سے باہر نکل آیا کہ آج تو میں نے تم کو چھوڑ دیا آئندہ ایسی حرکت کی تو جان سے مار دوں گا۔

''سبعہ احرف'' کا مضمون سمجھانے کی میں نے کوشش کی ہے اور ایسا طریقہ اختیار کیا ہے کہ تم خود ہی اس حقیقت کو سمجھ جاؤ کیونکہ انسان جس معاملہ میں خود ہمت کرکے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اُس بات کو سمجھنا اُس کے لیے آسان ہوتا ہے بزور سمجھانے سے کوئی نہیں سمجھتا اگر کسی بھی شخص کو سمجھا دینا کسی کے اختیار میں ہوتا تو شاید دنیا میں ایک بھی ایسا نہ رہتا جو سمجھ نہ پاتا فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ جو یندہ یابندہ ہوتا ہے اور جو تلاش کرتا ہے صرف اور صرف وہی حاصل کرسکتا ہے۔ یہی ہوتا آیا ہے، یہی ہو رہا ہے اور یہی ہوتا رہے گا گویا یہ وعدۂ خداوندی ہے اور رب کریم نہ وعدہ خلافی کرتا ہے اور نہ اپنے وعدہ کا خلاف ہونے دیتا ہے خواہ وہ کون ہوں، کیسے ہوں اور کہاں ہوں؟

باب نمبر(16)
قرآن کا ایک لفظ بھی قرآن ہی ہے

قرآنِ کریم کا جب نزول شروع ہوا تو نزول کے وقت سے لے کر نزولِ قرآن مکمل ہونے تک وہ قرآنِ کریم ہی کے نام سے پکارا جاتا رہا اس غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے کہ جب قرآنِ کریم کا لفظ قرآن میں یا عام لوگوں کی زبان پر آئے تو اُس سے مکمل قرآن کریم ہی سمجھ لیا جائے اس لیے ضروری ہے کہ بیان کرنے والا اور سننے والا دونوں اس کا خیال رکھیں کہ اگر آپؐ کے زمانہ اقدس کی بات ہے تو کس دور کی بات ہے اور اُس وقت قرآنِ کریم کی کون کون سی سورتیں نازل ہو چکی تھیں اور جو سورتیں نازل ہو چکی تھیں کیا وہ مکمل طور پر نازل ہو چکی تھیں یا ابھی وہ تکمیل کو نہیں پہنچی تھیں جب کہ اس طرح کا فیصلہ حتمی طور پر کیا ہی نہیں جا سکتا اس لیے کہ اس کی جتنی بھی تحقیق کی جائے غلطی کا امکان باقی رہے گا لہٰذا آپؐ کے زمانہ اقدس کے واقعات کو آپؐ کے زمانہ اقدس کے بعد کے واقعات کے ساتھ نہیں ملایا جا سکتا جب ہم قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے ہیں تو ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ جس بات پر ہم استدلال کر رہے ہیں یہ قرآنِ کریم کے نزول کے بعد کی بات ہے یا دورانِ نزول کی تو حقیقت تک پہنچنا ہمارے لیے آسان ہو جائے گا ورنہ اس طرح کے تشابہات لگیں گے جس طرح "سبعہ احرف" کا مفہوم متعین کرنے والوں کو لگے اور وہ اکثر اِدھر اُدھر کی باتوں میں الجھتے رہے اور آج تک بہت کم راستہ پا سکے اب زیر نظر آیت پر ایک بار پھر توجہ دیں چنانچہ ارشاد ہوا کہ:

"کیا ہی پاک اور برکتوں کا سرچشمہ ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر "القرآن" نازل کیا تا کہ وہ دنیا جہان والوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔" (۲۵:۱)

ہر جگہ قرآن سے مراد پورا قرآن نہیں تھا

زیر نظر آیت میں "القرآن" کا ذکر کیا گیا ہے ظاہر ہے کہ اس جگہ پورے قرآنِ کریم کی بات نہیں اور اس "القرآن" سے مراد اس جگہ پورا قرآنِ کریم ہرگز مراد نہیں لیا جا سکتا چونکہ یہ سورہ مکی ہے اور اس جگہ زیادہ سے زیادہ قرآنِ کریم کا اتنا حصہ ہی مراد لیا جا سکتا ہے جتنا حصہ مکہ میں نازل ہوا اور عین ممکن ہے کہ وہ بھی پورا نہ ہو۔ مثلاً ہم اس آیت کو سورہ الفرقان کی پہلی آیت کے طور پر جانتے ہیں لیکن اس سورت میں تین آیات اس لفظ "تبارک الذی" سے شروع ہو رہی ہیں اور ابھی مکی سورتوں میں اور آیت بھی ہو سکتی ہیں جو اس لفظ سے شروع ہوں اور نزولِ قرآن مکمل ہونے تک ان آیات کے متعلق یہ تصفیہ ممکن نہیں تھا کہ ان میں سے کونسی آیت پہلے نازل ہوئی اور کون سی بعد لہٰذا اُس وقت ان آیات کے پڑھنے والے قاری کی اپنی مرضی تھی کہ وہ کسی بھی آیت کو پہلے اور اس کے سوا کسی کو بھی اُس کے بعد تلاوت کرے کیونکہ کسی بھی قاری کے پاس ترتیب نزولی موجود نہ تھی جس طرح اس وقت نزول قرآن کے بعد عرضہ اخیرہ کا مرحلہ طے ہونے کے بعد لوگوں کے پاس موجود ہوئی، ہے اور رہے گی۔ اب ان آیات میں اگر کوئی آگے پیچھے پڑھے گا تو اس کو ترتیب کے لحاظ سے آیت کا مقام طے ہونے کے باعث پکڑا جائے گا اور لقمہ دے کر اُس کی اصلاح کر دی جائے گی لیکن عرضہ اخیرہ کا مرحلہ طے ہونے سے قبل ایسا لقمہ دینا ممکن نہیں تھا اور قاری جس طریقہ پر پڑھتا پڑھ سکتا تھا اور جس طرح بھی وہ پڑھتا اس کا پڑھا ہوا قرآن ہی تھا کچھ اور نہیں تھا اندریں وجہ یہی کہا جا سکتا تھا کہ اُس نے جو کچھ

پڑھاہے وہ قرآنِ کریم ہے اس لیے کہ وہ منزل من اللہ اور اس طریقہ سے لاریب قرآنِ کریم مختلف حروف پر نازل کیا گیاہے جس کو سات طریقوں پر بھی قرار دیاجاسکتا تھااور اس سے زیادہ طریقوں پر بھی کیونکہ قرآنِ کریم میں ایسی آیات بھی موجود ہیں جو سات یاسات سے زیادہ ایک جیسے الفاظ سے شروع ہوتی ہیں یااُن کا اختتام ایک جیسے الفاظ پر ہوتا تھااور ہوتا ہے اور نزول قرآن کے وقت اُن کا آگے پیچھے پڑھاجانا ممکن تھاجس کو عرضہ اخیرہ نے ختم کر دیا۔

بات کیا تھی اور اس کو کیا سمجھا گیا

بات کیا تھی اور کیا بنادی گئی اور اس طرح کی سینکڑوں باتیں ہیں جو قومِ مسلم کے لیے خواہ مخواہ الجھاؤ کا باعث بنی ہوئی ہیں۔ یہ بات تو بہر حال اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک اہم بات تھی لیکن پندرہ سو سال تک اس بات کو محض لوگوں کی طرف منسوب کرکے بیان کیا جاتا رہااور بحث ان کی کتابوں تک محدود رہی جن بزرگوں نے ان الفاظ یا حروف کو منزل من اللہ کہاان کے پاس چونکہ اس کی کوئی پختہ دلیل نہیں تھی محض ظن و گمان تھالہٰذا بزرگوں میں سے کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ ان تشابہات کی بناپر ان کو قرآن قرار دے کر مصحف کی شکل میں کتابت کرکے ان کو مختلف مصاحف قرار دیتے اس طرح کی جو بھی تشکیل کی گئی وہ اغیار کی طرف سے تھی جو قرآنِ کریم میں اختلاف ثابت کرکے اپنے چہرے کے داغوں کو مٹاناچاہتے تھے لیکن وہ ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہوئے کیونکہ اہل اسلام کی طرف سے شافی و کافی جواب دیئے گئے۔ اب انہوں نے ایک خاص قسم کی سازش کے تحت وہ کام جو ایک مدت تک نہ ہو سکے مسلمانوں کے ہاتھوں سرانجام دینے کی اسکیم تیار کی کیونکہ وہ جہاد جیسی اہم اسلامی اصطلاح کو مسلمانوں کے ہاتھوں برباد کرانے میں کامیاب ہوئے ہیں وہ محض پیسہ خرچ کر رہے ہیں جس کی کوئی حیثیت ان کے ہاں نہیں کہ وہ محض مشینوں نے چھاپناہے اور وہ جتناچاہیں بغیر کسی پابندی کے چھاپ سکتے ہیں کہ اس معاملہ میں جو پابندیاں عائد تھیں وہ مدت سے ان کو زمین دوز کر چکے ہیں۔

ہمارے سیاسی لیڈر اور ہوس زر

ہمارے سیاسی لیڈروں اور مذہبی راہنماؤں سمیت ملک میں تمام وڈیروں کی ہوس زر ابھی تک ختم نہیں ہوئی، کیوں؟ محض اس لیے کہ اس ملک عزیز میں برسر اقتدار آنے کی صرف اور صرف ایک صورت ہے کہ جتنی زیادہ سے زیادہ دولت اکٹھی کرلو اتنابڑے سے بڑاعہدہ تم حاصل کرسکو گے علاوہ ازیں اقتدار حاصل کرنے کی کوئی صورت ابھی تک نہیں۔ پاکستان معرضِ وجود میں آنے سے لے کر آج تک جس نے اقتدار حاصل کیا ہے اُس نے طاقت سے کیاہے خواہ مالی طاقت ہو یاافرادی طاقت، افرادی طاقت چونکہ سب سے زیادہ چیف آف آرمی سٹاف کے پاس ہوتی ہے جمہوریت محض ہاتھی کے دانت ہیں وہ بھی دکھانے والے جب بھی کوئی چیف آف آرمی سٹاف طاقت سے برسر اقتدار آجاتاہے اگرچہ وہ غیر ملکی طاقت کی شہ پرہی برسر اقتدار آتاہے لیکن برسر اقتدار آتے ہی وہ جمہوریت کا شور ڈالناشروع کر دیتاہے اور برس ہابرس کے اس شور کے بعد جب غیر ملکی طاقت جتناکام لینے کی غرض سے اُس کو برسر اقتدار لاتی ہے جب اُس کی غرض پوری ہو جاتی ہے تو وہ ملک میں پھر جمہوریت کا پرچم بلند کر دیتی ہے تاکہ جو اس کی غرض میں کسر باقی رہ گئی ہے وہ جمہوریت کے نمائندوں سے پوری کرالے یہی کچھ آج تک ہوا ہے، یہی ہو رہاہے اور یہی

ہوتا رہے گا۔

موضوع کی طرف مراجعت

ہم اپنے موضوع سے دور ہوتے جارہے ہیں اس لیے واپس لوٹتے ہیں بات یہ جاری تھی کہ جہاد جیسی اسلامی طاقت اور قوت کا ستیاناس کیا تو وہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے اور اب مسلمانوں کے اتحاد کی دو باتیں باقی رہ گئیں ہیں کتاب اللہ اور بیت اللہ۔ کتاب اللہ پر اُنہوں نے مسلمانوں ہی کے ذریعہ ہاتھ ڈال دیا ہے اس پر اربوں ڈالر اگر خرچ ہوں گے تو کیا مشینیں ڈالر چھاپنا بند کر دیں گی؟ ہر گز نہیں اور یہ مشینی دور ہے ڈالر چھپتے رہیں گے مسلمان بکتے رہیں گے اور مسلمانوں کا رہا سہا اتحاد بھی ختم ہوتا رہے گا جب قرآن ایک کی بجائے بیس ہو جائیں گے تو اس طرح گویا مسلمان جو پہلے ہی مختلف گروہوں میں تقسیم ہو کر اپنے سوا ہر ایک گروہ دوسرے گروہوں کو کافر قرار دے رہا ہے تو مزید بیس حصوں میں تقسیم ہو کر مزید کمزور سے کمزور تر ہو جائیں گے پھر بیت اللہ کی باری آ جائے گی اور اُس کا بندوبست بھی انہوں نے اپنی اسکیم کے تحت کر رکھا ہے عنقریب وقت آئے گا کہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

اہل کتاب نے مذہب کے ساتھ کیا کیا؟

اہل کتاب نے مدت ہوئی اپنے ہاں سے دین کو رخصت کر کے محض رسومات کی شکل میں تبدیل کر دیا ہے اور دھیرے دھیرے وہ مسلمانوں کو اس طرف لا رہے ہیں ایسا نظر آتا ہے کہ وہ دن دور نہیں کہ مسلمان بھی تھک ہار کر صرف اور صرف رسومات تک محدود ہو کر رہ جائیں گے تقریباً ساٹھ فی صد کام مکمل ہو چکا ہے اور چالیس فی صد جو باقی ہے وہ بہت تیزی اور سرعت کے ساتھ ختم کر دیا جائے گا اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا کام کس علاقہ سے شروع ہوتا ہے اس کا فیصلہ مشیت ایزدی کے پاس ہے اور وہی جانتا ہے کہ اسلام کا طلوع کس مقام سے شروع ہوتا ہے بہر حال طلوع ہونا یقینی ہے جب تخریب جاری ہے تو تعمیر کیوں نہیں ہو گی۔

اسلام اور قرآن کے خلاف سازش

اسلام اور قرآنِ کریم کے خلاف سازشیں ہوتی رہی ہیں، ہو رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ اگر گزشتہ سازشی اس کو ختم نہیں کر سکے تو یقیناً آج کے سازشی بھی اس کو ختم نہیں کر سکیں گے اور آنے والے کل بھی ایسا ممکن نہیں ایک چیز ایک ظرف سے نکال کر کسی دوسرے ظرف میں ڈال دی جائے تو ظرف یقیناً بدلے گا لیکن اس طرح وہ چیز نہیں بدل جائے گی موجودہ مسلمان قوم کی مثال ظرف کی سی ہے اصل چیز کی نہیں جس چیز کی حفاظت کا ذمہ رب ذوالجلال والا کرام نے لیا ہے وہ اصل چیز ہے جس میں تغیر و تبدل ممکن نہیں اور اس طرح کی کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ ذرا خیال کیجئے کہ جامعہ لاہور الاسلامیہ والوں نے بھی موجود قرآنِ کریم کے اندر الفاظ و کلمات کے داخل کرنے کی کوشش نہیں کی اگر وہ الفاظ و کلمات منزل من اللہ ہوتے تو اس تنزیل رب العالمین میں داخل کیے جاتے اور الگ الگ مصاحف طبع کرانے کی سوچ سوچی ہی نہ جاتی۔ جب رب ذوالجلال والا کرام کی طرف ایک ہی قرآنِ کریم نازل ہوا ہے تو وہ ایک ہی رہے گا وہ دس، سولہ یا بیس کیسے ہو جائے گا۔

مثال کے ذریعہ تفہیم

صحیح روایات میں آتا ہے کہ بعض مخالفین و معاندین نے نبی اعظم و آخر ﷺ کے اسم گرامی "محمد" کو "مذمم" کے ساتھ بدل کر اپنی مجلسوں میں بیان کرنا شروع کر دیا اور آپؐ پر طرح طرح کی الزام تراشیاں کیں، یہ خبر نبی کریم ﷺ تک بھی پہنچ گئی تو آپؐ نے اللہ رب کریم کی حمد بیان کی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ اللہ! تیری کیا شان ہے کہ میرے مخالفین اپنی مجلسوں میں جو جو الزام تراشیاں کرتے ہیں وہ "مذمم" پر کرتے ہیں اور میرا نام اے میرے اللہ! تو نے "محمد" رکھوایا ہے اور تیری مشیت نے کس طرح میرے نام کی حفاظت فرمائی ہے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

اپنا کہنا کیا ہے؟

بالکل اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ حفاظت کو کس طرح پورا فرمایا ہے کہ قرآنِ کریم کے خلاف سازشیوں نے جو سازش شروع کی یا کرائی ہے اُس نے کتاب اللہ قرآنِ کریم کے اندر الفاظ و کلمات کے ردوبدل یا اضافہ کی تجویز نہیں سوچی بلکہ قرآنِ کریم کے نام یعنی "مصحف" کے ساتھ الگ "مصاحف" تیار کرنے شروع کیے ہیں اگر وہ اس سازش میں کامیاب بھی ہوتے ہیں تو فی نفسہٖ قرآنِ کریم پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا اور اس طرح وہ وعدہ الٰہی پورا ہو گیا جو قرآنِ کریم کی حفاظت کے لیے رب ذوالجلال والاکرام نے فرمایا ہے اس پر ہم اللہ تعالیٰ کی تعریف اور حمد بیان کرتے ہیں کہ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

باب نمبر(17)
قرآنِ کریم کے نسخہ کیمیا کے اندر کیا ہے؟

قرآنِ کریم کے متعلق قرآنِ کریم کے اندر ہی جو کچھ بیان کیا گیا اور مختلف انداز سے جو کچھ فرمایا وہ یہی ہے کہ اس قرآنِ کریم کا نازل کرنے والا رب کریم ہے تمام جہانوں کے لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کا نزول ہوا ہے اور یہ کہ وہ نبی اعظم و آخر ﷺ کے قلب اقدس پر نازل ہوا ہے وحدہ لاشریک ذات کی طرف سے ایک امین فرشتہ نے اس کو اُتارا ہے اور اس سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں نے بھی اس کے نزول کی خبر دی ہے اور اسی طرح یہ پہلی کتابوں کا بھی محافظ و نگہبان ہے اور ان تمام باتوں کو علماء بنی اسرائیل بھی اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں کہ وہ ایک اور صرف ایک قرآنِ کریم ہے، دو، دس یا بیس نہیں چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے کہ:

"بلاشبہ یہ قرآنِ کریم تمام جہانوں کے پروردگار کا اُتارا ہوا ہے اس کو ایک دیانتدار فرشتہ لے کر اُترا ہے۔ آپؐ کے دل پر اُتارا گیا ہے تاکہ آپؐ ڈرانے والوں میں ہو جائیں۔ شگفتہ عربی زبان میں اور بلاشبہ اس کا ذکر پہلی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ کیا یہ بات ان کے لیے ایک سند نہیں کہ علمائے بنی اسرائیل کو بھی اس کا علم ہے۔" (۲۶:۱۹۲ تا ۱۹۷)

قرآنِ کریم اپنے نزول کے وقت سے پڑھا جا رہا ہے

غور کیجئے کہ یہ قرآنِ کریم آج سے پندرہ سو سال پہلے نبی اعظم و آخر ﷺ پر نازل ہوا اور بدستور اُس وقت سے لے کر آج تک عالم اسلام میں پڑھا آتا آیا ہے چونکہ یہ نبی کریم ﷺ کے قلب اقدس پر اُتارا گیا ہے اور اس وقت سے لے کر آج تک لاکھوں انسانوں کے دلوں میں بدستور اُترا ہے، اتر رہا ہے اور اترتا رہے گا پھر اس قرآنِ کریم میں آخر کوئی کیسے ردوبدل کر سکتا ہے جب کہ اس کی حفاظت بدستور اُسی طرح ہوتی چلی آ رہی ہے ذرا خیال کریں کہ یہ متداول قراء تیں عرصہ ہوا کتابوں کی زینت بنتی آ رہی ہیں اور آج اگر ان قراء توں کو کوئی شخص ادارہ یا پارٹی مختلف نسخوں میں طباعت کرا دے تو کیا اس طرح امت ان کو مختلف قراء توں کے قرآن مان لے گی۔ ہر گز نہیں اور قطعاً نہیں اس لیے ہم میں سے کسی کو بھی یہ وہم نہیں ہونا چاہیے کہ اس طرح ایک قرآنِ کریم ایک نہیں رہے گا بلکہ دس، سولہ یا بیس ہو جائیں گے ہر گز نہیں پندرہ سو سال گزرنے کے بعد اس طرح کا خیال بھی دل میں لانا محض وسوسہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ بات صرف یہ ہے جو ہم بار بار کرتے آ رہے ہیں کہ اس سے مسلمانوں میں ضعف اور کمزوری ضرور آئے گی کہ وہ آپس میں پہلے ہی الجھے ہوئے ہیں یا الجھا دیئے گئے ہیں اور اس الجھاؤ میں اس سے مزید اضافہ ہو گا جس سے قرآن اور اسلام کا نہیں فقط نام کے مسلمانوں کا نقصان ہو گا۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ پہلے جو نقصان کر بیٹھے ہیں اس کے ازالہ کی کوئی صورت مل کر سوچیں نہ کہ وہ مزید نقصان در نقصان کرنے کے درپے رہیں جیسا کہ اس اسکیم کے تحت ہو گا کہ غیروں کی زبانیں کھل جائیں گی اور وہ طعنوں میں اضافہ کریں گے۔

"اہل رشد" نے وہ کرنے کا عزم کیا جو "رشدی" نہ کر سکا

اس لیے جامعہ لاہور الاسلامیہ جن کو "اہل رشد" کے بہترین نام سے ہم موسوم کر رہے ہیں ان کو معروف و مشہور "رشدی" کا کردار ادا نہیں کرنا چاہیے اور اپنی متداول قراءتوں کو کتابوں سے اخذ کر کے ایک بنادیں اور علمائے کرام کی قرآنِ کریم کے مفہوم کو تفہیم کرانے کی جو کوشش انہوں نے اپنے اپنے طور پر کی ہے ان کے ناموں کے ساتھ طبع کرا کر اہل علم کے لیے آسانی پیدا کر دیں تا کہ اتنی اتنی بڑی کتابوں کے مطالعہ کی بجائے وہ آپ لوگوں کی مساعی کا شکریہ ادا کریں۔ قرآنِ کریم جب بحمد اللہ ایک ہے اور اس کو ایک ہی رہنا ہے تو اس کو دس، سولہ یا بیس بنانے کی ناکام کوشش کر کے مفت میں بدنامی حاصل کرنے کی بجائے ایسا کام کریں کہ آپ کو نیک نامی نصیب ہو اور یہ تب ہی ممکن ہے جب حسنات کے ذریعے سیئات کو بدلنے کی کوشش کریں، اللہ کرے بات آپ کی یعنی اہل رشد کی سمجھ میں آجائے۔

"اہل رشد" سے بے نام درخواست

اہل رشد کے سامنے ہماری دوبارہ درخواست ہے کہ وہ محض "سبعہ احرف" کے مفہوم کو غلط طریقہ سے تفہیم کر لینے کے باعث مختلف قرآن طبع کر کے قومِ مسلم کے لیے فتنہ کا باعث نہ بنیں اس لیے کہ اس طرح قرآنِ کریم کو تو ایک سے زیادہ باور نہیں کرایا جاسکے گا کیونکہ قوم کے بے شمار لوگوں کے سینہ میں محفوظ ہے اور جس طرح وہ محفوظ ہے بالکل اسی طرح اس کو محفوظ رہنا ہے کہ یہ وعدۂ الٰہی ہے اور اس کو آپ کے سینہ اقدس پر ایک دیانتدار فرشتہ نے اُتارا ہے "اہل رشد" جیسی کسی تحریک نے نہیں جس سے آپؐ نے لوگوں کو ڈرایا ہے اور بعض لوگوں کو خوشخبریاں سنائی ہیں اور پندرہ سو سال ہوئے یہ قرآنِ کریم ہی لوگوں کے لیے کفایت کرتا آرہا ہے اس کے اپنے بیان کے مطابق کوئی ایسی ہدایت نہیں جو اس میں بیان نہ کر دی گئی ہو اور کوئی ایسا ڈراوا نہیں جو اس میں موجود نہ ہو۔

غور و فکر کرنے والی بات پر غور و فکر ہونا چاہیے

جو بات غور و فکر کی ہو اس پر غور و فکر کرنے میں کیا ہرج کی بات ہے ذرا اپنی محنت پر ایک بار طباعت کے مراحل طے کرنے سے پہلے ایک نظر ڈالیں کہ کیا کوئی ایسی ہدایت ان قراءتوں میں ہے جو اس موجودہ قراءت میں دی نہ گئی ہو یا کوئی ایسا ڈراوا ان قراءتوں میں موجود ہے جو اس قراءت میں دیا نہ گیا ہو کوئی ایسی خوشخبری جو اس میں سنائی نہ گئی ہو۔ پھر پندرہ سو سال بعد ان لوگوں کے سمجھے ہوئے مفہوم کو جو اُنہوں نے سمجھ کر اپنی ہی مادری زبان میں جو عربی تھی اگر بعض لوگوں کو اپنی طرف سے سمجھایا ہے تو وہ محض عربی ہونے کے باعث اس قابل کیسے ہو گیا کہ اس الٰہی کلام میں اُس کو ملا دیا جائے یا یہ کہ وہ اس الٰہی کلام میں مل جائے۔ اس طرح اپنے اس ریشمی لباس میں ٹاٹ کا پیوند نہ لگائیں کہ یہ تمہارے رفو کرنے سے اس کے ساتھ میل نہیں کھائے گا اور یقیناً یہ کام تمہارے لیے جگ ہنسائی کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔

جامعہ لاہور الاسلامیہ والوں کو کیا حاصل ہو گا؟

اگر جامعہ اسلامیہ والے باز نہ آئے یا ان کو باز نہ رکھا جاسکا تو وہ اپنی ناک کی ریزش کو اپنے منہ پر مل لینے کے سوا کچھ حاصل نہیں کر پائیں گے اگر دنیا کا مال بڑے بڑے زرداریوں کو رسوائی کے سوا کچھ نہیں دے سکا تو اُن کو سوائے رسوائی کے کیا دے گا ہاں! بدنام ہوں گے تو آخر نام تو ہو گا والی بات ہی ممکن ہے اور وہ بہر حال ہو جائے گی جو جامعہ اسلامیہ کے نام کے ساتھ میل نہیں کھائے گی ہاں! اگر وہ صرف زرداری بننا ہی پسند

کرتے ہیں تو پھر جامعہ اسلامیہ کا لباس اُتاریں اس بازار میں بہت سے پہناوے اور بھی موجود ہیں ڈاکٹر حمزہ مدنی صاحب کو کوئی اور لباس پہنا دیں جب "علامہ" کی بجائے پہلے ہی ڈاکٹر ہیں تو مزید معمولی تبدیلی کے ساتھ کام چل جائے گا اور ڈاکٹر کے ساتھ اسکالر بھی ہو جائیں گے اگر وہ ہمارا مفت مشورہ قبول نہیں کریں گے تو نہ کریں اور اس رنگ میں اپنا شوق پورا فرما کر دیکھ لیں وہ سمجھیں یا نہ سمجھیں ہمیں یقین ہے کہ آسمان پر تھوکنے والا ہمیشہ اپنے ہی منہ پر تھوکتا ہے چاہے اس کی سمجھ میں یہ بات نہ آئے۔ ہاں! بندہ نے یہ بات کہہ کر اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔

قرآنِ کریم سے کون ناواقف ہے؟

اس قرآنِ کریم کے اپنے بیان کے مطابق مسلمان تو مسلمان ہیں اہل کتاب بھی اس کو جانتے ہیں کہ یہ قرآنِ کریم ہے پھر اس کے ساتھ کوئی دس، سولہ یا بیس لا کر رکھ دے تو کیا اس کی پہچان ختم ہو جائے گی۔ لوگ سینکڑوں، ہزاروں اور لاکھوں میں اپنے کی پہچان رکھتے ہیں جامعہ اسلامیہ والوں کی یہ پہچان ختم ہو گئی تو کچھ نہیں کہا جا سکتا محاورہ ہے کہ دولت انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ اس جگہ جس کی شناخت زیر بحث ہے وہ چیز محض جامعہ اسلامیہ والوں کی نہیں بلکہ وہ تمام جہانوں کے انسانوں کے لیے ہے اگر جامعہ اسلامیہ والے اندھے ہو گئے یا کر دیئے گئے تو بھی اس کی شناخت کرنے والے پوری دنیا میں موجود ہیں اس کے کہیں گم ہونے یا چھپ جانے یا گم کر دینے اور چھپا دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ یہ دس، سولہ یا بیس میں گم ہو جائے جس کا کہیں دور دور تک تصور ہی موجود نہیں۔

باب نمبر (18)

مخالف قرآن کا انجام کیا ہونا ضروری ہے

قرآنِ کریم کے متعلق اللہ رب کریم کا یہ بھی بیان ہے کہ جس طرح اس کی حفاظت کی ذمہ داری میری ہے اسی طرح جو شخص اس کو مان لینے اور تسلیم کر لینے کے بعد اس سے روگردانی کرے گا وہ مجرم قرار پائے گا اور ایسے مجرموں سے ہم خود یعنی اللہ تعالیٰ بدلہ لے گا۔ پھر قرآنِ کریم کو مان لینے اور تسلیم کر لینے والوں ہی کو مسلمان کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے خواہ وہ کام کی بجائے فقط نام ہی کے ہوں۔ نہ ماننے اور نہ تسلیم کرنے والوں کو اسلام کی زبان میں کافر کہا جاتا ہے اور ان کا معاملہ الگ ہے اس جگہ ان کی بحث نہیں اس جگہ بات صرف اور صرف مان لینے اور تسلیم کر لینے والوں کی ہے۔ جنہوں نے کتاب اللہ کو ایک مانا ہے اور مان لینے کے بعد وہ اس کی ہدایات سے مستفید نہیں ہو رہے ان کی حالت آپ کے سامنے ہے کہ وہ پوری دنیا میں اس وقت ذلیل وخوار ہیں کہ بدامنی اور بداطمینانی میں تڑپ رہے ہیں پھر جب وہ اس ایک کو فی نفسہٖ ایک بھی نہیں رہنے دیں گے تو یقیناً اُن کی اس وقت کی حالت دیدنی ہو گی۔ جامعہ اسلامیہ والے اگر تجربہ کرنا ہی چاہتے ہیں تو کر کے دیکھ لیں جو کوئلوں کی دلالی کرے گا وہ اپنا منہ بہرحال کالا کرے گا۔ چنانچہ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے کہ:

"اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جس کو اس کے پروردگار کی آیتوں سے سمجھایا گیا" "بایت ربہ" آیات کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ اس جگہ کسی ایک نشانی کی بات نہیں بلکہ بہت سی نشانیوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جس میں تمام اقسام کی نشانیاں آجاتی ہیں۔ قرآنِ کریم کے جملہ بیانات کو نگاہ میں رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ نشانیاں مندرجہ ذیل چھ اقسام پر مشتمل ہیں:

1۔ وہ نشانیاں جو زمین سے لے کر آسمان تک ہر چیز اور کائنات کے مجموعی نظام میں پائی جاتی ہیں۔

2۔ وہ نشانیاں جو انسان کی اپنی پیدائش اور اس کی ساخت اور اس کے وجود میں پائی جاتی ہیں۔

3۔ وہ نشانیاں جو انسان کے وجدان میں اس کے لاشعور اور تحت الشعور میں اور اس کے اخلاقی تصورات میں پائی جاتی ہیں۔

4۔ وہ نشانیاں جو انسانی تاریخ کے مسلسل تجربات میں پائی جاتی ہیں۔

5۔ وہ نشانیاں جو انسان پر آفات ارضی و سماوی کے نزول میں پائی جاتی ہیں۔

6۔ وہ نشانیاں جو اللہ رب کریم نے اپنے انبیاء ورسل کے ذریعہ سے بھیجیں تاکہ معقول طریقہ سے انسان کو ان حقائق سے آگاہ کیا جائے جن کی طرف اوپر کی تمام نشانیاں اشارہ کر رہی ہیں۔

قرآن اور مذکورہ نشانیاں

یہ تمام کی تمام نشانیاں اللہ کی اس کتاب یعنی قرآنِ کریم کے اندر بیان کی گئی ہیں جو بتا رہی ہیں کہ اللہ ایک ہے اس کے ساتھ کوئی دوسرا اللہ موجود نہیں اس جگہ ان نشانیوں کی تفصیل بیان کرنا مقصود نہیں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ جامعہ لاہور الاسلامیہ والے ہوں یا کوئی اور کوئی ایسی نشانی بتا دیں جو اس موجودہ قرآنِ کریم کے سوا کسی دوسری جگہ موجود ہو۔ وہ اپنی تمام قراءتوں پر اچھی طرح نظر دوڑائیں ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے

ہیں کہ ان کی نظر خائب و خاسر ہو کر واپس لوٹ آئے گی اور وہ کوئی ایسی نشانی نہیں بتا سکیں گے جو اس میں موجود ہو جس پر ان کو منزل من اللہ ہونے کا دعویٰ ہے اور وہ علاوہ اس قرآن کے ہے جو اس وقت دفتین میں بند ہمارے پاس موجود ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ وہ کوئی ایسی نشانی پیش نہیں کر سکیں گے۔ ہاں! اگر وہ کوئی ایسی نشانی پیش کر دیں تو ہم اس کو دیکھ کر اس موجودہ قرآنِ کریم سے نہ دکھا سکے تو اُن کی اس کوشش کو تسلیم کریں گے اور اپنی غلطی کا برملا اقرار کریں گے ہَاتُوْا بُرْہَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ۔

قرآن جو ہمارے پاس ہے مکمل ہے

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر مان لو کہ قرآنِ کریم جو اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے کامل اور مکمل ہے اس میں ایک لفظ جملہ اور کلمہ تو درکنار ایک شوشہ کا فرق بھی نہیں جو منزل من اللہ ہونے کے باوجود اس میں موجود نہ ہو ہاں! جس طرح ہمارے اردوخواں مفسرین کرام قرآنی الفاظ کی تشریح و تفہیم اپنے الفاظ میں پیش کرتے ہیں بالکل اسی طرح عربی زبان بولنے والے علمائے کرام بھی بیان کرتے رہے ہیں کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے چونکہ ان کی زبان عربی ہے وہ اپنے لوگوں کی تفہیم بھی اُس زبان میں کرائیں گے لیکن ان کے وہ الفاظ جو اُنہوں نے عربی زبان میں بولے یا اس وقت بول رہے ہیں قرآنِ کریم نہیں قرار دیئے جاسکتے اور اگر وہ الفاظ منزل من اللہ ہوتے تو یقیناً قرآنِ کریم میں موجود ہوتے اگر ایسا تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مطلب یہ نکلے گا کہ ہم نعوذ باللہ اس قرآنِ کریم کو مکمل تسلیم نہیں کرتے حالانکہ ایسا کہنا اور بولنا یا تحریر کرنا کفر کے مترادف ہے۔

نزولِ قرآن کے وقت اُس کی تلاوت کا طریقہ

ہم کو تسلیم ہے کہ تنزیل قرآن کے وقت بھی جس کو آپؐ کی زبان نے قرآنِ کریم کے طور پر پڑھا وہی قرآنِ کریم قرار پایا لیکن کیا آپؐ نے خود پڑھا نہیں، بلکہ آپؐ نے وہ کچھ پڑھا جو آپؐ کے سامنے پڑھا گیا اور آپؐ نے سن کر کاتبین وحی میں سے کسی کو بلا کر لکھوا دیا اور جو آپؐ کے سامنے پڑھا گیا اس کے متعلق آپؐ نے وحی کا لفظ استعمال فرمایا اور قرآنِ کریم کے اندر داخل کیا اور اس کے رکھنے کا الگ انتظام بھی فرمایا اور اس سے ان صحابہ کرام کو جو لکھنا جانتے تھے لکھنے کا حکم بھی دیا تاکہ وہ اس لکھے ہوئے سے اپنے لیے بھی لکھیں اور دوسروں کو بھی لکھ کر دیں اس طرح قرآنِ کریم کو معجزانہ رنگ میں تین طریقوں سے محفوظ رکھنے کا ارشاد فرمایا ایک وہ تحریر جو مصحف یا قرآن کے نام سے لکھ کر الگ اپنے خاص مقام پر رکھی جا رہی تھی اور ایک یہ کہ عام صحابہ کرام کو اس کے مطابق لکھنے کا حکم دیا کہ وہ اپنے لیے بھی لکھیں اور ان کے لیے بھی جو فقط لکھا ہوا پڑھ سکتے ہوں اور تیسرا طریقہ یہ کہ آپؐ نے معجزانہ طور پر اس کے نزول کے ساتھ ہی خود از بر کر لیا یا تائید ایزدی سے آپ کو یاد ہو گیا جو تحریری طور پر بھی محفوظ ہو تا گیا اور سمعی اور شفوی طور پر براہِ راست آپ نے "تلقی بالقبول" کے طور پر براہِ راست یا صحابہ کرام کے ذریعہ سے اور ہر سال جبریل علیہ السلام سے آپؐ کا دور بھی اس حفاظت ہی کا ایک حصہ تھا۔

دو متضاد باتوں کو ایک کیسے تسلیم کرلیں

پھر یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ قرآنِ کریم کا بعض حصہ صحابہ کرام نے فقط سمعی اور شفوی طریقہ سے تلقی بالقبول کے طور پر تو محفوظ کر لیا لیکن وہ تحریری طور پر اس وقت محفوظ نہ کیا گیا آپؐ کی وفات کے بیسیوں سال بعد فقط صحابہ کرام سے اخذ کیا گیا گویا اس طرح آپؐ قرآنِ کریم کو تحریری طور پر ادھورا چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئے جب کہ ایسا تصور کرنا اللہ تعالیٰ پر ایک طرح کا بہتان ہے کہ آپؐ سے تحریر شروع کروا کر لوگوں کو خواہ مخواہ مشکوک کر دیا کہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے لکھوانا شروع بھی کیا اور مکمل طور پر لکھوا کر بھی آپؐ کو نہ اُٹھایا گیا بلکہ تحریری طور پر قرآنِ کریم کی تکمیل نہ ہوئی تھی کہ آپؐ کو اُٹھالیا گیا حالانکہ وحی کا تعلق اللہ رب کریم کے متعلق تھا نہ کہ فقط آپؐ کے متعلق۔

باب نمبر (19)

قرآنِ کریم پر کتاب کا اطلاق

قرآنِ کریم پر صرف ایک بار نہیں سینکڑوں بار کتاب کا لفظ بولا گیا ہے اور کتاب لکھی ہوئی چیز ہی کو کہا جاتا ہے محض زبانی از بر کی ہوئی چیز پر کتاب کا لفظ اطلاق نہیں کرتا پھر قرآنِ کریم کو سینکڑوں بار کتاب کیوں کہا گیا فقط اس لیے کہ اُس کی تنزیل کے ساتھ ہی وہ تحریر میں لایا گیا جو آپؐ کے سینہ میں بھی محفوظ کیا گیا اور تحریر میں بھی اور دونوں طرح محفوظ کرنے پر ہی حفاظت کا معاملہ تکمیل کو پہنچا اور جو تحریر کرایا گیا وہ فقط تحریر کروا کر لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں دیا گیا بلکہ اُس کی ایک تحریر اپنے پاس خاص مقام پر اور خاص طریقہ اور نظام کے تحت محفوظ کی جاتی رہی ہے جس سے دیکھ کر صحابہ کرام تحریر کرتے رہے اپنے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی قرآنِ کریم نے جگہ جگہ مکی سورتوں میں بھی اور مدنی سورتوں میں بھی کتاب کا نام لے لے کر ذکر کیا چنانچہ ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا کہ:

جاہل کون ہے؟

"جو اس قرآنِ کریم کا جب کہ وہ ان کے پاس پہنچتا ہے انکار کرتے ہیں تو وہ سراسر جاہل ہیں حالانکہ یہ بڑی ہی باوقار کتاب ہے۔ جس پر باطل کا گذر ہی نہیں نہ آگے سے نہ پیچھے سے کیونکہ یہ قرآن بڑے حکمت والے اور ستودہ صفات اللہ کا اتارا ہوا ہے۔ اے پیغمبر اسلام! آپؐ سے جو کچھ کہا جاتا ہے وہ وہی ہے جو آپؐ سے قبل رسولوں سے کہا گیا بلاشبہ آپؐ کا رب بہت بخشنے والا اور منکروں کو دردناک عذاب دینے والا ہے۔ اگر ہم اس قرآن کو عجمی زبان میں اتارتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیات عربی زبان میں واضح طور پر کیوں نہ بیان کی گئیں اور کیا خوب ہے کہ قرآن تو عجمی ہے اور رسول عربی، آپؐ فرما دیجئے کہ یہ قرآن تو ایمان والوں کے لیے ہدایت ہے اور شفا ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ قرآن ان کے حق میں تاریکی ہے، یہ لوگ ایسے ہیں جن کو کسی دور افتادہ مقام سے پکارا جا رہا ہو۔" (۴۱:۴۱ تا ۴۴)

کسی بھی مخاطب کو اگر کہا جائے کہ "اس کو پڑھ لو" اس پر یہ بات صادق آتی ہے کہ مخاطب پڑھنا جانتا ہے اسی طرح یہ بھی کہ مخاطب کے سامنے جو چیز پیش کی گئی ہے وہ لکھی ہوئی ہے اور اس کو پڑھوانے کا بھی کوئی مقصد ضرور ہے جس کے لیے یہ پڑھوائی جا رہی ہے گویا یہ جملہ جو صرف چار لفظوں پر مشتمل ہے وہ ایک بہت بڑا مضمون اپنے اندر رکھتا ہے۔

کتاب تحریری چیز ہی کو کہا جاسکتا ہے

اوپر بیان کی گئی آیات میں سے پہلی ہی آیت میں کتاب کا لفظ بول کر یہ بات ظاہر کر دی گئی ہے کہ یہ کوئی تحریری چیز ہے اس طرح یہ بھی کہ جس پر قرآن کریم کا اطلاق کیا جا رہا ہے یہ مکمل قرآن نہیں بلکہ قرآنِ کریم کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے گویا جس طرح کامل اور مکمل قرآنِ کریم قرآن ہے بالکل اسی طرح اس کا ایک چھوٹا سا حصہ جو چند الفاظ پر مشتمل ہی کیوں نہ ہو بہر حال قرآن ہے کیونکہ اس پر قرآن کا لفظ اطلاق کرتا ہے۔
ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ یہ ایک اٹل چیز ہے اس کو ان چالوں سے شکست نہیں دی جاسکتی جو باطل پرست لوگ اس کے خلاف چل رہے ہیں، کیوں؟ اس لیے کہ اس میں صداقت کا زور ہے، علم حق کا زور ہے، دلیل و حجت کا زور ہے، زبان اور بیان کا زور ہے، تحریر کا زور ہے، بھیجنے والے

رب کی ربوبیت کازور ہے، پیش کرنے والے رسول کی سچائی کازور ہے، اس کی شخصیت کازور ہے لہٰذا جھوٹ اور کھوکھلے پروپیگنڈے کے ہتھیاروں سے کوئی اسے زک دیناچاہے تو کیسے دے سکتاہے؟

قرآنِ کریم نزول کے وقت سے پڑھاجاتاآیاہے

کیااس بات میں کوئی وزن ہے کہ ایک قرآنِ کریم پوری امت پندرہ سو سال سے پڑھتی، یاد کرتی کراتی چلی آرہی ہے اور پندرہ سو سال کے بعد اس کے متعلق کہاجائے کہ اس کا بعض حصہ جو تنزیلی ہے ابھی تک اس میں تحریر نہیں ہو سکااور علاوہ ازیں بعض لوگوں نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھ رکھاہے حالانکہ قرآنِ کریم کی تنزیل کے ساتھ ہی یہ اعلان فرمایاگیاہے کہ اس کا جتنا حصہ بھی نازل ہواہے وہ ساتھ ساتھ محفوظ ہوتا چلا جارہا ہے اگر کوئی شخص قرآن پر براہِ راست حملہ کرکے اس کی کسی بات کو غلط اور کسی تعلیم کو باطل و فاسد بیان کرناچاہے تو وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکتااگر کوئی پیچھے سے حملہ کرناچاہے تو یہ بھی ممکن نہیں یعنی کبھی بھی کوئی حقیقت و صداقت ایسی منکشف نہیں ہو سکتی جو قرآنِ کریم کے پیش کردہ حقائق کے خلاف ہو، کوئی علم ایسانہیں آسکتاجو فی الواقع "علم" ہو اور قرآنِ کریم کے بیان کردہ علم کی تردید کرتاہو، کوئی تجربہ اور مشاہدہ ایسانہیں ہو سکتاجو یہ ثابت کردے کہ قرآنِ کریم نے عقائد، اخلاق، قانون، تہذیب و تمدن، معیشت و معاشرت اور سیاست و مدن کے باب میں انسان کو جو راہنمائی دی ہو وہ غلط ہے۔ اس کتاب نے جس چیز کو حق کہہ دیاہے وہ کبھی باطل ثابت نہیں ہو سکتی اور جسے باطل کہہ دیاہے وہ کبھی حق ثابت نہیں ہو سکتی۔

قرآنِ کریم کانازل کرنے والاکون ہے؟

قرآنِ کریم نازل کیاگیا، کس کی طرف سے؟ اللہ رب کریم کی طرف سے، کس پر نازل کیاگیا؟ نبی اعظم و آخر ﷺ کے سینہ اقدس پر، کیااس کے متعلق یہ کہاجاسکتاہے کہ آپؐ نے کسی کو کسی طرح پڑھادیااور کسی دوسرے کو کسی اور طرح پڑادیااور اس طرح گویاآپؐ نے خود ہی اس میں اختلاف کی بنیاد ڈال دی۔ اگر اس کی تنزیل ہی مختلف الفاظ اور کلمات پر ہوئی تھی تو بھی دیانت وامانت کا تقاضاتو یہی تھا کہ جن الفاظ اور کلمات میں اختلاف تھاوہ سب کاسب تمام لوگوں پر یکساں ایک طرح واضح کر دیاجاتا تاکہ سب کو معلوم ہو تاکہ اس کو مختلف الفاظ و کلمات پر اتاراگیاہے جس کی وجہ اور لِم یہ ہے کہ ہم انسانوں میں سے جس کو جو لفظ اور کلمہ آسان لگے ہم اس کو یاد کرلیں لیکن یہ بات تو سب پر یکساں واضح ہو کہ اس کو مزید اتنے الفاظ اور کلمات کے اختلاف کے ساتھ پڑھاجاسکتاہے اور جتنے الفاظ و کلمات اس میں اختلافی تھے وہ سب کے سب اُس وقت ہی الگ الگ تحریر میں بھی آجاتے جب اس طرح کی کوئی بات اُس وقت نہ تو کسی کے علم میں لائی گئی نہ کسی کو یاد کرائی گئی اور نہ اُس کی کوئی تحریر رکھی گئی اور کم و بیش سو سال کے بعد وہ الفاظ و کلمات مختلف روایات کی شکل میں نکل کر سامنے آکھڑے ہوئے تو اس کے متعلق سوائے اس کے کیا کہاجا سکتاہے کہ یاتو بات اس طرح نہیں جس طرح سمجھ لی گئی ہے یاپھر یہ سراسر جھوٹ ہے جو مخالفین نے باندھاہے اور وہ قرآنِ کریم کا فی نفسہٖ تو مقابلہ کرنہ سکے اُنہوں نے اس سازش کے تحت روایات کے ذریعہ مسلمانوں میں پھیلانے کی کوشش کی ہے اور اس طرح گویاوہ لہولگاکر شہیدوں میں داخل ہونے کی کوشش کرتے رہے ہیں لیکن چونکہ اُنہوں نے نام وہ استعمال کیے ہیں جو اہل اسلام کے ہاں معروف تھے اس طرح وہ اپناہاتھ

سادہ لوح مسلمانوں کو دکھائے گئے ہیں اور مخالفین کی اس طرح کی سازشوں کا ذکر قرآنِ کریم میں بھی موجود ہے۔

قرآن کے متعلق کفار کا بیان

مثلاً کفار کہتے تھے کہ محمد (ﷺ) عرب ہیں، عربی اُن کی مادری زبان ہے وہ اگر عربی میں قرآن پیش کرتے ہیں تو یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ یہ کلام اُنہوں نے خود نہیں گھڑا ہے بلکہ ان پر اللہ نے نازل کیا ہے۔ ان کے اس کلام کو اللہ کا نازل کیا ہوا کلام تو اُس وقت مانا جاسکتا تا جب وہ کسی ایسی زبان میں یکایک دھواں دھار تقریر کرنا شروع کر دیتے یا تحریر لکھ کر پیش کر دیتے جو ان کی اپنی زبان میں نہ ہوتی جیسے فارسی، رومی، یونانی اور عبرانی وغیرہ۔

ان کی اس بات کو سن کر اللہ رب کریم کی طرف سے اُن کو جواب دیا گیا ہے کہ اب جب ان کی اپنی زبان میں قرآن نازل کیا گیا ہے تا کہ وہ اسے سمجھ سکیں تو ان کو اس طرح کا اعتراض پیدا ہو گیا ہے کہ ایک عرب کے ذریعہ عربوں کے لیے عربی زبان میں یہ کلام کیوں نازل کیا گیا؟ لیکن اگر اس کو کسی دوسری زبان میں نازل کیا جاتا تو اُس وقت یہی لوگ یہ اعتراض کرتے کہ یہ معاملہ بھی عجیب ہے کہ عرب قوم میں ایک عرب کو رسول بنا کر بھیجا گیا ہے مگر کلام اس پر ایسی زبان میں نازل کیا گیا جسے نہ رسول سمجھتا ہے نہ رسول کی قوم، مثل ہے کہ دنیا دومنہ کی چھری ہے جس طرف سے بھی چلے گی کاٹے گی۔

نزول قرآن کے وقت کے لوگ

قرآنِ کریم کے نزول کے وقت بھی اسی طرح لوگ موجود تھے جس طرح کے لوگ آج موجود ہیں اگر آج یہ کیا جارہا ہے کہ پندرہ سو سال گذرنے کے بعد محض ایک غلط فہمی کی بنا پر اس طرح کے الفاظ اور جملے بنائے گئے ہیں جو قرآنی الفاظ کی جگہ فٹ کر کے نئے قرآنِ کریم بنائے جا رہے ہیں اس طرح کے کام اُس وقت بھی ہوئے اور محض غلط فہمی کی بنا پر ہوئے یا بطور فریب بنا لیے گئے کہ قرآنِ کریم کو "دلوں کے لیے شفا" کہا گیا اور حقیقت ہے کہ قرآنِ کریم شفا ہے لیکن دلوں کی بیماریوں یعنی روگوں کے لیے تا کہ اس کو پڑھ کر سمجھ کر اس کے مطابق عمل کیا جائے تا کہ دِلوں کے روگ ختم ہوں جیسے منافقت، کفر اور غیبت وغیرہ لیکن ہمارے ہاں! یہ قرآن لکھ لکھ کر، گھول گھول کر، تعویذ بنا بنا کر جسمانی بیماریوں کے لیے استعمال کیا گیا اور ہمارے بڑے بڑے متبحر علمائے کرام نے اس کو کامل دخول، امساک، بندش تولید اور عضو مخصوص کے استرخا کے لیے قرآنی آیات نقل کر دیں اور قوم کو بتایا کہ یہ اس طرح کی جنسی بیماریوں کے لیے اکسیر اعظم ہے۔ خود نہیں پڑھ سکتے تو معاوضہ دے کر ہم سے پڑھوا لو اور پھر اس کا اثر دیکھو، اس پر استغفر اللہ ہی کہا جاسکتا ہے یا انا للہ وانا الیہ راجعون ہی پڑھا جاسکتا ہے۔

بڑے لوگ چھوٹوں کی نہیں سنتے

آج سے نہیں مدت سے یہ بات چلی آرہی ہے کہ بڑے لوگ چھوٹے لوگوں کی بات پر کان نہیں دھرتے اور چھوٹوں کی بات بڑوں تک آسانی کے ساتھ پہنچ بھی نہیں سکتی۔ قرآنِ کریم اس طرح کی صورتِ حال کے متعلق کیا کہتا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ جب کسی کو پکارا جاتا ہے تو اس کے کان میں ایک آواز تو پڑتی ہے مگر اس کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ کہنے والا کیا کہہ رہا ہے۔ یہ ایسی بے نظیر تشبیہ ہے جس سے ہٹ دھرم مخالفین کے نفسیات

کی پوری تصویر نگاہوں کے سامنے کھچ جاتی ہے۔ فطری بات ہے کہ جو شخص کسی تعصب میں مبتلا نہیں ہوتا اس سے اگر آپ گفتگو کریں تو وہ اسے سنتا ہے، سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اور معقول بات ہوتی ہے تو کھلے دل سے اُس کو قبول کرلیتا ہے اس کے برعکس جو شخص آپ کے خلاف نہ صرف تعصب بلکہ عناد اور بغض رکھتا ہو اس کو آپ اپنی بات سمجھانے کی خواہ کتنی ہی کوشش کریں وہ سرے سے اُس کی طرف توجہ ہی نہیں کرے گا آپ کی ساری بات سن کر بھی اُس کی سمجھ میں کچھ نہ آئے گا کہ آپ اتنی دیر تک کیا کہتے رہے ہیں اور آپ کو بھی یوں محسوس ہو گا کہ جیسے آپ کی آواز اس کے کان کے پردوں سے اُچٹ کر باہر ہی باہر گزرتی رہی ہے اُس کے دل اور دماغ تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں پا سکی۔

باب نمبر (20)
کیا قرآنِ کریم کی مخالفت اب شروع ہوئی؟

نزولِ قرآن کو پندرہ سو سال گذر رہے ہیں مخالفین آج سے نہیں اُس کے نزول کے وقت سے اس کی مخالفت میں کمربستہ ہیں اور طرح طرح کی سازشیں اُس کے خلاف کی ہیں اور ایسے ایسے الزام اُس پر لگائے ہیں کہ سن کر آج بھی انسان انگشت بدنداں رہ جاتا ہے پھر انجام کار وہ کہہ دیتا ہے کہ مخالفین کو حق ہے جو وہ چاہیں کہتے رہیں کیونکہ مخالفت میں مخالف کو سب کچھ کہنے کا حق ہوتا ہے اگرچہ یہ جملہ بھی درست نہیں تاہم خاموش رہنے یا خاموش کرنے کے لیے اس کا استعمال کیا جاتا ہے زیادہ افسوس اس وقت ہوتا ہے جب اپنا آدمی اس طرح کی بات کرے جو حقیقت حال سے واقف ہوتا ہے۔ وہ کونسا مسلمان ہے جس کو کتاب اللہ یعنی قرآنِ کریم کے ساتھ والہانہ محبت اور پیار نہیں اور جو اپنی ہر ایک چیز سے اپنے رسول محمد رسول اللہ ﷺ کے اسم گرامی اور قرآنِ کریم کو عزیز نہ سمجھتا ہو یہاں تک اپنا سب کچھ ان پر قربان کرنے کے لیے تیار نہ ہو۔ ایک طرف تو یہ حال ہے اور دوسری طرف وہ ایسے نظریات بھی رکھتا ہو جو سراسر اس حقیقت کے خلاف ہوں۔ مختصر یہ کہ قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:

"بلاشبہ یہ قرآنِ کریم ہے جو لوحِ محفوظ میں بھی محفوظ ہے۔ اس کو وہی چھوتے ہیں جو پاک دِل ہوں اور پروردگار عالمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ کیا اس کلام کے متعلق تم مداہنت سے کام لے رہے ہو اور اس کی تکذیب کو تم نے اپنا حصہ بنالیا ہے۔" (۷۷:۵٦ تا ۸۱)

جامعہ لاہور الاسلامیہ اور کتاب و سنت

جامعہ لاہور الاسلامیہ والے نہ صرف یہ کہ مسلمان ہیں بلکہ دن رات کتاب و سنت کی تبلیغ میں مصروف ہیں اور اپنے ادارہ سے بہت بڑے بڑے اسکالر، علماء و فضلاء، قانون دان اور مقنن پیدا کرنے کے دعویدار بھی ہیں اور خدمت اسلام میں ہر آن سرگرم ہیں لیکن اس کے باوجود سمجھتے ہیں کہ یہ قرآنِ کریم جو اس وقت قوم کے ہاتھوں میں ہے وہ نامکمل ہے اور آج تک اُس کی تکمیل کا کسی ادارہ نے سوچا تک نہیں اور یہ انوکھا کام وہ کر رہے ہیں کہ جامعہ لاہور الاسلامیہ کے بارہ فضلاء کو اُنہوں نے اس کی تکمیل کے لیے وقف کر رکھا ہے جو عنقریب سولہ عدد قرآن تصنیف کر لیں گے اور تصنیف مکمل ہونے کے بعد ان کو طبع کر کے پوری مسلم اور غیر مسلم دنیا میں ان کو پہنچایا جائے گا۔ اللہ کا احسان ہے کہ ابھی اُنہوں نے کام کی ابتدا کی ہے اور اس میں یہ نہیں فرمایا کہ جو ان قرآنوں سے پہلے قرآن موجود ہیں ان کے ساتھ ان کا کیا کرنے کا ارادہ ہے۔ وہ اس کو اسی طرح قبول کیے رہتے ہیں یا اس کے لیے کوئی نیا پروگرام تشکیل دیتے ہیں۔

اختلاط قراءات کیا ہے؟

ڈاکٹر حمزہ مدنی صاحب نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ "اختلاط قراءات بالکل جائز ہے اور اس کے ناجائز ہونے کی کوئی بنیاد نہیں ہے کیونکہ جس بنیاد پر صحابہ کے لیے اختلاط جائز تھا بعد والوں کے لیے بھی اسی بنیاد پر یہ جائز ہے۔" (رشد دوم ص ۲۵۲)

ظاہر ہے کہ ایک قرآنِ کریم تو معروف ہے اور سولہ ابھی تیار کرائے جارہاہیں اور اس بیان کے مطابق وہ چاہتے ہیں کہ ان سب کو آپس میں ملا جلا کر پڑھا جائے اور اور عام آدمی کو نہ سہی لیکن علمائے کرام تو آزاد ہوں کہ ان بیس قرآنوں میں سے جہاں جہاں سے چاہیں ملا کر پڑھتے رہیں تا کہ ان کے علم کی دھاک عوام پر قائم رہے اور کم از کم ہر نمازی کو تو اجازت نہ ہو کہ شیخ اگر قرآن میں کچھ اوپر نیچے کر رہے ہوں تو وہ خواہ مخواہ ان کی قراءت میں ٹانگ اڑانا شروع کر دے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ شیخ ایک قراءت کو چھوڑ کر دوسری قراءت کی طرف چلے گئے ہیں جس کے لیے اُن کو جامعہ لاہور الاسلامیہ والوں نے کھلے دل سے چھٹی دے دی ہے کہ شیخ جس طرح چاہیں پڑھتے رہیں وہ جہاں سے پڑھیں گے اور جیسے کیسے پڑھیں گے وہ قرآن ہی ہو گا۔ الامان والحفیظ

قرآن اور لوح محفوظ میں اس کی حفاظت

قرآنِ کریم کا اگر اعلان ہے کہ وہ لوحِ محفوظ میں بھی محفوظ ہے تو فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں وہ اسی طرح محفوظ ہے جس طرح شیخ پڑھ رہے ہیں اور دوسرے شیخ اگر اس کے مخالف اگر اپنی مرضی سے قرآنِ کریم سے کوئی سیٹ تیار کر لیں گے تو وہ لوحِ محفوظ والا قرآنِ کریم فوراً اُس کے مطابق ہو جائے گا کیونکہ قرآنِ کریم اللہ رب کریم کا کلام ہے اور جب چاہے جس وقت چاہے وہ اپنے کلام کو شیخ کی تلاوت کے مطابق کرنے کا حق رکھتا ہے اور اس طرح قرآنِ کریم کی پوزیشن میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ شیخ جو بھی سیٹ تیار کریں گے ظاہر ہے وہ قرآنِ کریم ہی ہو گا۔
یہ بات اگر کوئی غیر مسلم کہہ دیتا ہے تو آج تک اُس کو ٹھکانے لگانے کے لیے کتنے انعامات اسلامی ممالک کے حکمران اعلان کر دیتے اور اندرونِ ملک تمام اسلامی مملکتوں میں جلوس پر جلوس نکالے جاتے اور اُس وقت جلاؤ گھیراؤ شروع ہو جاتا کیونکہ غیر مسلم کو اس طرح کی اجازت نہیں یہ اجازت تو صرف مسلمانوں کے لیے ہے کہ وہ اپنے قرآن اپنے رسول اور اپنے اللہ کے متعلق چاہیں جو کچھ بیان کریں کہ یہ سب کے سب ان کے اپنے ہیں۔

"رشد" اور "رشد" کے مضمون نگار

مجھے تعجب ہے کہ "رشد" میں تقریباً سو کے قریب مضامین بیان کیے ہیں اور سب کے سب میں "سبعہ احرف" کے پینتیس چالیس مفہوم بیان کیے گئے ہیں ان ہی میں محدود رہے ہیں اور ان چالیس مختلف بیانات میں "اختلاط قراءات" قبل ازیں کسی نے بیان نہیں کیا اور ڈاکٹر حمزہ صاحب کو اگر سوفی صد یقین ہے کہ اس سے مراد "اختلاط قراءات" ہے کیونکہ اُنہوں نے نہایت عزم و جزم کے ساتھ بیان کیا ہے کہ "اختلاط قراءات" بالکل جائز ہے اس کے ناجائز ہونے کی کوئی بنیاد نہیں جس بنیاد پر صحابہ کرام کے لیے اختلاط جائز تھا مابعد والوں کے لیے بھی جائز ہے۔" تو باقی مضمون نگاروں کو خواہ مخواہ تکلیف کیوں دی۔ اس کی کیا ضرورت تھی اس کی بجائے یہ ساری طاقت اور انرجی ان کو ان مصاحف ہی پر دینی چاہیے تھی تاکہ آج تک وہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ چکا ہوتا اور علمائے کرام اپنے اپنے مطلب کے سیٹ تیار کر لیتے اور وہ سولہ نسخے لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتے یا کم از کم اُن کی زیارت تو آج تک نصیب ہو چکی ہوتی جس کے لیے قارئین رشد بے قرار بیٹھے ہیں۔

کیا ہمارا قرآن پرانا ہو گیا ہے؟

ہم تو اس وقت تک اس پوزیشن میں ہیں کہ صرف اپنے پرانے قرآن تک محدود ہیں جس کو نازل ہوئے عرصہ پندرہ سو سال گزر چکا ہے اور ابھی تک اس پوزیشن میں بھی نہیں کہ ان سولہ قرآنوں تک ہماری رسائی ہو جائے کیونکہ تین قراءتوں پر طبع ہو چکنے والے قرآن بھی میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ قرآن یکساں ایک ہی ہے معمولی رسم الخط میں فرق ہے جو مختلف کاتبوں کی وجہ سے ایک فطری امر ہے پھر ان نسخوں سے مزید آگے نقل کرنے والوں نے اس کو برقرار رکھا ہے جیسا کہ ہمارے اس متداول قرآنِ کریم میں بھی کتابت کے لحاظ سے بعض جگہ فرق پایا جاتا ہے کہ ایک ہی لفظ کو ایک جگہ جس طرح لکھا گیا ہے دوسری جگہ دوسری طرح سے لکھا گیا ہے لیکن اس طرح کی کتابت سے سمعی اور شفوی فرق ممکن نہیں ہوتا بلکہ ہر جگہ ایک اور صرف ایک ہی تلفظ سے سب لوگ اُس کو پڑھتے ہیں۔ رہے ایسے معذور لوگ جن کی زبان پر کسی لفظ کا تلفظ صحیح طور پر ادا نہیں ہوتا تو اُن کی کوئی بحث نہیں کیونکہ یہ چیز اختیاری نہیں بلکہ صرف آواز کے متعلق ہے کہ مثلاً بعض لوگ اپنے بچپنے ہی سے ق کو ت پڑھتے ہیں بعض کی زبان سے ق، ت کی آواز کی طرح نکلتا ہے اور ساری عمر ان کی اس کو درست نہیں کر سکتی اور یہ بات اُس ضمن میں نہیں آتی اور عذر سے کون سا حکم ہے جو بدل نہیں سکتا۔

ڈاکٹر حمزہ مدنی اور مداہنت قرآن

ناچیز بندہ اور تو کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن اتنی بات ضرور کہے گا کہ ڈاکٹر حمزہ مدنی صاحب نے قرآنِ کریم کے متعلق مداہنت سے کم لیا ہے میرا مطلب یہ ہے کہ موصوف نے قرآنِ کریم کو وہ اہمیت نہیں دی جو اس کو دینی چاہیے تھی۔ انہوں نے اس کو سنجیدہ توجہ کے قابل کیوں نہیں سمجھا اور قرآنِ کریم کو "عرضہ اخیرہ" کے مرحلہ سے گذرنے کے بعد بھی "اختلافِ قراءات" کا جواز کیسے ثابت کیا ہے؟ اُنہوں نے اس کی وضاحت کیوں نہیں فرمائی حالانکہ زیر نظر آیت بھی یہ کہہ رہی ہے کہ "کیا اس کلام کے متعلق تم مداہنت سے کام لے رہے ہو" پھر اس مداہنت کو قرآنِ کریم ہی کی زبان میں "تکذبون" کہہ کر فرمایا ہے کہ "اس کی تکذیب کو تم نے اپنے حصہ بنا لیا ہے۔"

میرے اللہ! گواہ رہ

میرے اللہ گواہ رہ کہ تونے جس کلام کو اپنے نبی ورسول محمد رسول اللہ ﷺ کے سینہ اقدس پر اپنے خاص فرشتہ جبریل کے ذریعہ سے نازل فرمایا ہے یہ ناچیز بندہ اُس کو تیرا آخری پیغام سمجھتا ہے جو تونے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا ہے اور میرا ایمان ہے کہ وہ مکمل طور پر دفتین میں محفوظ ہے اس میں کسی بھی حرف، لفظ، کلمہ اور جملہ کی ہرگز ہرگز کمی بیشی نہیں کی گئی اور نہ ہی کوئی ایسا کر سکتا ہے تیرا وعدہ کہ

"ہم نے اس کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ و نگہبان ہیں"

بالکل حق اور سچ ہے۔ ناچیز بندہ اس میں ذرا بھر بھی مداہنت نہیں کرتا اور ہر حال میں اس کی تصدیق اور توثیق کرتا ہے میرا تعلق اس میں مداہنت اختیار کرنے والوں سے مطلق نہیں یہ میرا اعلان ہے اور دِلوں کے رازوں سے بھی تو اے میرے اللہ! واقف ہے۔ میرا دِل گواہی دیتا ہے کہ میں بالکل صحیح صحیح اور سمجھ کر اس تحریر کو کر رہا ہوں اے میرے اللہ! گواہ رہنا میں تجھے اپنے دل کی بات پر گواہ کرتا ہوں۔

باب نمبر (21)

میرا ایمان اور اس کا تقاضا

میرے اللہ! میرا ایمان ہے کہ تیرے اس کلام میں کمی بیشی تسلیم کرنا تیرے اس قرآنِ کریم کی تکذیب کرنے کے مترادف ہے اور میرا یہ بھی ایمان ہے کہ اس قرآن کی تکذیب کھلا کفر ہے اس کی تکذیب کرنے والے اُس وقت بھی کافر تھے جب یہ نازل ہو رہا تھا اور اس کے نزول کے بعد بھی اس کی تکذیب کرنے والے کافر ہیں۔ ناچیز بندہ کافروں کی ہدایت کے لیے تیرے سے دُعا کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ شاید وہ کسی غلط فہمی کے باعث ایسی بات کہہ رہے ہوں اگر بات ایسی ہے تو میرے اللہ! اس طرح کے سب لوگ تیرے بندے ہیں جو وفات پا گئے ان کو معاف فرما دے اور جو زندہ ہیں ان کو ہدایت عطا فرما۔ میں نے تیرے اس کلام کی تکذیب کرنے والوں کو کافر اپنی مرضی سے نہیں کہا میں نے تیرا کلام اس طرح پڑھا ہے کہ:

"حقیقت یہ ہے کہ کافروں کا کام ہی جھٹلانا ہے اور اللہ ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے بلکہ

یہ قرآنِ کریم بڑی ہی عظمت والا ہے جو لوحِ محفوظ میں بھی محفوظ ہے۔" (۸۵:۹۱ تا ۲۲)

لوحِ محفوظ اور قرآنِ کریم

گذشتہ آیات میں قرآنِ کریم کے متعلق فرمایا گیا کہ یہ "کتاب مکنون" میں ہے اور اس جگہ فرمایا گیا یہ لوحِ محفوظ میں محفوظ ہے مقصد دونوں جگہ ایک جیسا ہے کہ یہ نوشتہ ایسا نوشتہ ہے جو چھپا کر رکھا گیا ہے یعنی جس تک کسی کی رسائی نہیں پھر اس محفوظ نوشتہ میں قرآنِ کریم کے ثبت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نبی اعظم و آخر ﷺ پر نازل کیے جانے سے پہلے وہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں ثبت ہو چکا تھا جس کے اندر کسی طرح کے ردو بدل کا امکان تھا نہ ہے کیونکہ وہ ہر مخلوق کی دسترس سے باہر ہے اور یہ نوشتہ جو تمہارے ہاتھوں میں ہے مکمل طور پر وہی ہے یعنی یہ اُس کی نقل ہے پھر اس میں ردوبدل کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ جو بات اس میں لکھ دی گئی ہے وہ پوری ہو کر رہنے والی ہے اور تمام دنیا مل کر بھی اس کو مٹا نہیں سکتی۔

قرآن کی شفوی صورت اور سمعی صوت

قرآنِ کریم کے الفاظ کی شفوی صورت اور سمعی صوت میں مکمل طور پر یکسانیت ہے اس لیے کہ دراصل یہی وہ چیز ہے جو رب ذوالجلال والاکرام کی طرف سے بذریعہ جبریل آپؐ پر نازل کی گئی ہے جس کی مکمل حفاظت کی ذمہ داری بھی اللہ رب کریم نے اپنے ذمہ لی ہے رہے وہ الفاظ جو رسم الخط کے لحاظ سے بشکل تحریر اس قرآنِ کریم میں ثبت ہوئے ہیں یہ کاتبین وحی کی طرف سے ہیں اور روایات میں چالیس تک کاتبین وحی کے نام مرقوم ہیں ظاہر ہے کہ اُنہوں نے نبی اعظم و آخر ﷺ سے شفوی صورت اور سمعی صوت ہی سے حاصل کیے ہیں کیونکہ ہر انسان کسی دوسرے انسان سے جو کچھ اخذ کرتا اور سنتا ہے اُس کی یہی صورت ہے اِلّا یہ کہ کوئی آدمی دوسرے کو کچھ تحریر کر دے اور ظاہر ہے کہ قرآنِ کریم کا تبین

وحی نے آپؐ سے پہلی صورت میں حاصل کیا ہے آپؐ نے تحریر کر کے اُس تحریر سے کسی دوسرے سے نقل نہیں کرایا لہٰذا مختلف کاتبین وحی کے لحاظ سے قرآنِ کریم کے رسم الخط میں اکثر جگہ ایسا فرق پایا جاتا ہے جس کو املائی فرق کہا جاسکتا ہے سمعی اور صوتی فرق نہیں مثلاً قال کو قٰل، ابراھیم کو ابرٰھیم، رحمان کو رحمن، رحمت کو رحمۃ، النعمت کو النعمۃ، سنت کو سنۃ، شجرت کو شجرۃ، قرت کو قرۃ وغیرہ اور اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ ان کے رسم املائی میں فرق پایا جاتا ہے لیکن سماعت اور آواز میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

قرآن کی قراءت اور روایت

ناچیز بندہ قرآنِ کریم کو کسی بھی قاری کی قراءت یا روایت کے لحاظ سے کسی بھی ردوبدل کو تسلیم نہیں کرتا اور نہ یہ بات تسلیم کرتا ہے کہ ہم اس وقت قرآنِ کریم کو فلاں قاری کی قراءت یا روایت کے طور پر پڑھتے ہیں بلکہ اس طرح کی تمام باتیں علمائے کرام اور قراء حضرات کی طرف سے بیان کی گئی ہیں جو تحریرات میں آگئی ہیں۔ قرآنِ کریم کی قراءت وہی ہے جو نزولِ قرآن کے وقت صحابہ کرام نے تلقی بالقبول کے طور پر آمنے سامنے آپؐ کے مبارک لبوں سے سُنی اور یاد کی اور بدستور اسی طرح تواتر سے چلی آئی ہے اور چلی جارہی ہے۔ اس میں درمیان کے واسطے گنوانا اور اور اُن پر یقین رکھنا کہ فلاں فلاں واسطے سے یہ ہم تک پہنچی ہے اس کی قطعاً ضرورت نہیں اور اس طرح جو کچھ تحریر میں آیا ہے اس کی بھی حقیقت میں کوئی اصلیت نہیں۔ اس طرح کی تمام باتیں بناوٹی اور اختراعی ہیں جو مختلف لوگوں کی طرف صحیح یا غلط منسوب ہیں کتاب وسنت میں ان کی کوئی اصلیت موجود نہیں اور آپؐ نے قطعاً اس طرح کا کوئی ارشاد نہیں فرمایا مگر صرف یہ کہ "جو کچھ مجھ سے سنو من وعن دوسروں تک پہنچاؤ" مزید تاکید کے طور پر فرمایا کہ "یاد رکھو جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے گا۔" اس طرح آپؐ نے تبلیغ کا حکم دینے کے بعد اُس میں جھوٹ ملانے والوں کے لیے جو وعید سنادی ہمارے لیے وہی کفایت کرتی ہے۔ قرآنِ کریم کی چونکہ حفاظت براہِ راست نازل کرنے والی ذات اقدس یعنی اللہ رب کریم کے ذمہ ہے اس لیے اس میں کسی طرح کے ردوبدل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ اس میں کوئی کمی وبیشی کرسکا، نہ کرسکے گا۔ اس لیے قدرتاً، فطرتاً اور اعلاناً ہمارے لیے حق وناحق کو پرکھنے کے لیے یہی کسوٹی اور یہی معیار ہے جو قرآنِ کریم کے مطابق ہے وہ سو فی صد صحیح ہے اور جو اس کے مخالف ہے وہ سو فی صد غلط ہے۔

"سبعہ احرف" سے مراد سات قراءات ہرگز نہیں

یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہیے کہ "سبعہ احرف" سے مشہور سبعہ قراء کی قراءات مراد نہیں ہیں لیکن "رشد" نے اس بات کو تسلیم کرنے کے باوجود اپنے "سبعہ احرف" کے موضوع میں بار بار مختلف قراءات ہی کا ذکر کیا ہے جس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ "سبعہ احرف" سے مراد سات قراءات ہی ہیں حالانکہ یہ بات متفق علیہ غلط ہے جیسا کہ ابن جزری رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے کہ اُنہوں نے فرمایا:

علمائے گرامی قدر کا متفقہ فیصلہ کہ سبعہ احرف سے مراد قراء تیں نہیں

"سبعہ احرف" کے معنی کے تعین میں علمائے کرام کے تقریباً چالیس اقوال ہیں البتہ اس بات پر سب کا اجماع ہے کہ اس سے مشہور سبعہ قراء اور ان کی مروجہ قراءات مراد نہیں ہیں جیسا کہ عوام الناس میں سے بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ سب سے پہلے چوتھی صدی ہجری میں ابو بکر بن مجاہد

نے قراءات کو جمع کیا ہے اگر حدیث میں موجود سبعہ احرف سے یہ سات قراء یا ان کی قراءات مراد ہوتیں تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے قرآنِ مجید پڑھنا ممکن نہ ہوتا کیونکہ یہ قراء تابعین کے بعد پیدا ہوئے ہیں اور ان کے بعد ان کی سبعہ قراءات مشہور ہوئیں۔" (ص ۳۰۴،۳۰۳ جلد دوم)

سبعہ احرف کے متعلق آپؐ کا ارشاد

"سبعہ احرف" کے الفاظ نبی اعظم و آخر ﷺ کے ہیں اور ان الفاظ سے مراد قراءات نہیں تو پھر "سبعہ احرف" کے مضامین کو قراءات کے مضمون کے ساتھ ملا کر غلط تاثر دینا اور دونوں کو آپس میں گڈمڈ کر دینا کہاں کی دیانت ہے؟ یہ بات ہم محض اوپر درج شدہ عبارت کے باعث کہہ رہے ہیں۔ ہاں! اگر ہم نے اس عبارت کا مطلب صحیح نہیں سمجھا یا جامعہ لاہور الاسلامیہ والوں کو "رشد" میں پیش کی گئی اس عبارت سے اتفاق نہ ہو تو اُس کی وضاحت کرنا ضروری ہے وہ "رشد" کے ٹائیٹل پر یہ عبارت درج کر کے کہ "ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلی اتفاق ضروری نہیں۔" اس سوال کے جواب کی ذمہ داری سے بچ نہیں سکتے۔

اختلاف ہی اختلاف کو اختلاف نہیں کہتے

ایک چیز کے پہلے ہی چالیس سے زیادہ مفہوم بیان کیے گئے ہوں اور پھر اُس چیز پر ایک سو سے زیادہ مضمون نگار مضمون تحریر کریں اور وہ بھی اس چیز کا مفہوم بیان کرنے میں مزید اختلافات نوٹ کر دیں تو ایسی چیز کا مفہوم متعین کرنے کے لیے کس کی طرف مراجعت کرنی چاہیے تاکہ اس کا فیصلہ ہو سکے جب ان سو بیان کرنے والوں میں اکثر کا فتویٰ بھی یہ ہو کہ اس سے مراد مختلف قراءات کے سوا اور کچھ نہیں اور یہ مختلف قراءات کبھی سات کبھی دس کبھی بیس بتائی جائیں اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ یہ سب کی سب قراءات منزل من اللہ ہیں اور جو شخص ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے گا وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ اُس نے ان قراءات میں سے کسی ایک لفظ کا بھی انکار کیا تو گویا قرآنِ کریم کا انکار کر دیا۔ رشد کی اوپر بیان کی گئی عبارت کو نگاہ میں رکھیں اور پھر نیچے دی گئی عبارت کو بھی ایک بار پڑھ لیں اور ذرا خوب دھیان سے پڑھیں کہ یہ عبارت ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی صاحب کی ہے وہ تحریر کرتے ہیں کہ:

سبعہ احرف کا مفہوم سوائے سات قراءات کے اور کچھ نہیں

"قراء کرام یا محدثین عظام کو کبھی بھی سبعہ احرف بمعنی قراءات کو سمجھنے میں اشکال نہیں ہوا اُنہوں نے اپنی کتابوں میں جب بھی سبعہ احرف کے ابواب قائم کیے تو سبعہ احرف بمراد سبعہ قراءات جیسی احادیث ہی لے کر آئے۔" (حصہ اول ص ۲۶۷)

رہی فتویٰ والی بات تو اُس کے متعلق "رشد" کے اکثر و بیشتر مضمون نگار مفتیوں کا ارشاد یہی ہے کہ "قراءات کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لہٰذا ان کا انکار کفر ہے۔" (حصہ دوم ص ۵۹)

دو متضاد باتیں آپس میں مترادف نہیں ہو سکتیں

اسی طرح کی تحریرات رشد کے بہت سے دوسرے مقامات پر بھی موجود ہیں۔ جس سے روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ "رشد" کے صفحات متضاد اور ایک دوسرے کے خلاف باتوں سے بھرے پڑے ہیں لیکن اس کے مضمون نگاروں کے بڑے بڑے نام ہیں جو مختلف جماعتوں کے راہنما اور پیشوا ہیں بعض ڈاکٹر ہیں اور بعض مفتی اور قراء حضرات ہیں اس لیے ان کو حق ہے کہ وہ جو چاہیں کہہ دیں، ان کو کوئی پوچھ نہیں سکتا۔ تعجب یہ ہے کہ مضمون نگاروں کا صرف آپس میں اختلاف ہوتا تو کچھ بات سمجھ میں آسکتی تھی ہر مضمون نگار نے اپنے بیان کردہ مضمون میں متضاد باتیں تحریر کی ہیں اور پھر ان میں اس طرح پیوند کاری کی ہے کہ ان کا تضاد کسی طرح ختم ہو جائے جب کہ اس طرح کی ہر کوشش ناکام ہوتی ہے جب کہ دو متضاد باتیں ایک ہو ہی نہیں سکتیں کیونکہ یہ قانون فطرت ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہو سکتا۔

ڈاکٹر حمزہ مدنی صاحب کے سوالوں کے جوابات کی نوعیت

ڈاکٹر حمزہ مدنی صاحب نے رشد کی دونوں جلدوں میں فرضی سوال اُٹھائے ہیں جن کی تعداد تقریباً چالیس تک پہنچتی ہے اور پھر ان کے بہت بڑے بڑے لمبے جواب دیئے ہیں کہ پڑھنے والا سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے کہ جناب ڈاکٹر صاحب کس چیز کا جواب دے رہے ہیں کہ وہ ختم ہونے میں نہیں آتا اور اُس جواب کا سوال کے ساتھ کوئی تعلق بھی قائم نہیں ہوتا، جواب کیا ہے کہ الف لیلیٰ کی داستان شروع ہو گئی اور قصہ گوئی کا سماں قائم ہو گیا ہے، سوال کچھ اُٹھایا ہے اور جواب کچھ اور دے رہے ہیں جو سوال گندم اور جواب چنا کے مترادف ہے جس کو پنجابی میں کہتے ہیں کہ "کیکر چڑھی اور بیر اُتری" یا اس طرح کہہ لیں کہ "ملاں آن باشد کہ خاموش نہ شود" مثلاً ایک سوال اُٹھاتے ہیں کہ:

سوال ۱۳: "کیا نبی کریم ﷺ کی تعلیم میں بھی اختلاف ہو سکتا ہے کہ مختلف لوگوں کو آپؐ نے مختلف طرح سے ایک چیز بتائی ہے؟" جس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ:

جواب: "نبی کریم ﷺ کی تعلیمات خود اپنی ذات کی طرف سے کبھی بھی مختلف نہیں ہوتیں۔ آسمان سے جیسے آپؐ کو وحی کی جائے گی ویسے ہی آپؐ نے بتانا ہے۔ آپؐ رسول ہیں، آپؐ کا کام اپنی طرف سے اضافہ کرنا نہیں ہے بلکہ آپؐ کو جو بتایا جاتا ہے وہی کام آپؐ نے آگے کرنا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى) (۵۳:۳،۴) اگر آسمان سے ایک چیز میں رخصت اترے اور آپؐ کو کہا جائے کہ آپؐ کی امت کے لیے اس کو سات طرح پڑھنا جائز ہے تو رسول اللہ ﷺ اپنی امت کو سات چیزیں پہنچانے کے پابند ہیں، نہ کہ ہر بات ہر آدمی کو پہنچانے کے پابند ہیں۔ یہ نکتہ ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ آپؐ نے ہر حکم ہر آدمی کو نہیں پہنچایا بلکہ صورتِ حال یہ درپیش رہی کہ جس کو جو مسئلہ درپیش ہوا اُس کو بتا دیا بعض لوگوں کو کئی اہم چیزوں کا علم نہیں ہو سکا، حتیٰ کہ آپؐ کی وفات ہو گئی تو لوگوں کو بعد ازاں کئی احکامات کا علم ہوا آپؐ کی ذمہ داری قرآن کے الفاظ میں یوں تھی (يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ) (۵:۶۷) آپؐ نے اپنا حق رسالت ادا فرما دیا۔ آپؐ کی تعلیمات میں اگر اللہ کی طرف سے کوئی اختلاف (اختلاف سے مراد اختلاف مخیر ہے) کی گنجائش تھی تو آپؐ نے اس کی گنجائش بھی لوگوں تک پہنچائی ہے چنانچہ قراءات قرآنیہ کی گنجائش میں اگر آپؐ نے ایک صحابی کو ایک انداز، دوسرے کو دوسرا، تیسرے کو تیسرا اور چوتھے کو چوتھا انداز سکھایا تو اس میں حرج کی کیا بات ہے؟

یہاں تو افضل و غیر افضل کی بحث بھی نہیں ہے۔ قراءتوں کے اختلاف کے ضمن میں فرمایا (کلھن شافٍ کافٍ) (نسائی:۹۴۱) یعنی جو مرضی پڑھ لو، بطور قرآن کفایت کر جائے گا۔ الغرض آپؐ نے مختلف لوگوں کو مختلف اندازوں سے پڑھایا۔ اگر آپؐ تمام کو ایک طرح پڑھاتے تب قراءتوں کو اختلاف امت تک منتقل نہ ہو پاتا اور اگر ساروں کو سارے اندازوں سے پڑھاتے تو حرج واقع ہوتا۔ البتہ آپؐ نے جس طرح بھی پڑھایا

دیگر لوگوں کے لیے بمصداق (فاقرءوامانیسر منہ) اجازت موجود تھی کہ وہ منزل من اللہ اسالیب میں سے کسی طرح بھی پڑھ سکتے ہیں۔ الغرض یہ سارے پہنچانے کے مختلف انداز ہیں اور آپؐ نے حق رسالت ادافرمادیا۔ دین کے آگے منتقل کرنے اور پہنچانے میں آپؐ نے کون سااندازاختیار کرنا ہے اس میں آپؐ اللہ کی طرف سے مکلف نہیں تھے کہ آپؐ نے کس کو کیا سکھایا اور کسی دوسرے کو کیا۔ آپؐ نے بس پہنچادیا، کیونکہ اصل کام آپؐ کا پہنچانا تھا۔ باقی رہا معاملہ یہ کہ عمرؓ اور ہشام بن حکیمؓ دونوں قریش تھے اور دونوں کو دو مختلف انداز کیوں سکھائے جبکہ نزول قراءات کا بنیادی مقصد قبائل کے لہجے کے مطابق گنجائش دینا تھا تو اس میں کوئی حکمت ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر کوئی حکمت نہ بھی ہو تو بھی کوئی حرج کی بات نہیں۔ آپؐ کا کام صرف پہنچانا ہے جو آپؐ نے بدرجہ اتم پورا کیا۔

اس قسم کے اعتراضات کے کئی جواب ہو سکتے ہیں مثلاً اشکال کی وضاحت بعض لوگوں نے یوں بھی کی ہے کہ سبعہ احرف یعنی سبعہ لغات کے ضمن میں مرادفات لغات جیسے حتی وعتی متفوع لہجات جیسے امالہ، ابدال، تسہیل وغیرہ اور بلاغت کے متعدد اسالیب ووجوہ جیسے اختلافات غیب وخطاب وغیرہ تمام شامل ہیں اور روایت میں الفاظ یوں ہیں کہ ہشام بن حکیم بن حزام سورۃ الفرقان کو "حروف کثیرہ" میں پڑھ رہے تھے تو اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ متعدد حروف پر مشتمل ان کی تلاوت سبعہ احرف میں موجود بلاغت کے متعدد اسالیب کے اختلاف پر مشتمل ہو کہ آپؐ نے کچھ وجوہ ہشام رضی اللہ عنہ کو سکھادی ہوں اور کچھ عمر رضی اللہ عنہ کو سکھادی ہوں، چنانچہ کوئی تعارض باقی نہ رہا۔ وہ حضرات جو قراءات قرآنیہ کے داخلی اختلافات کی متنوع نوعیتوں سے واقف نہیں ہیں انہیں اس بات کو سمجھنے کے لیے سورہ الفرقان میں موجود "فرشی اختلافات" کا مطالعہ کرنا چاہیے جس سے اس اختلاف کی نوعیت سمجھنا ممکن ہو سکے گا۔"

قارئین کرام سے درخواست

قارئین کرام سے میری درخواست ہے کہ اس سوال اور اس کے جواب کو کم از کم تین چار بار ضرور پڑھیں اور اچھی طرح سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کریں۔ ڈاکٹر صاحب کے اُٹھائے گئے سوالوں کے جوابات میں یہ سب سے چھوٹا جواب ہے اس لیے میں نے اس کو درج کیا ہے ورنہ سوال وجواب ایک سے بڑھ کر ایک عجیب سے عجیب تر بلکہ عجیب ترین ہے۔ اس لیے میں نے پیچھے عرض کیا ہے کہ "ملاں آن باشد کہ خاموش نہ شود" گویا کسی بھی سوال کا جواب دینے کے لیے ضروری ہے کہ جواب کا نام لے کر بولتے جاؤ اور اتنا بولو کہ سننے والا سن سن کر لاجواب ہو جائے اور کچھ بول نہ سکے، کیوں؟ اس لیے کہ جواب دینے والا خاموش ہو گا تو وہ یعنی سننے والا کچھ بولے گا نہ آپ خاموش ہوں نہ وہ بول سکے یہ وہ گر ہے کہ جس نے یاد رکھا بس وہ کامیاب ہو گیا۔

تجزیہ جواب، کیوں؟ اس لیے کہ ڈاکٹر صاحب یہاں موجود نہیں

"نبی کریم کی تعلیمات خود اپنی ذات کی طرف سے کبھی بھی مختلف نہیں ہوتیں آسمان سے جیسے آپؐ کو وحی کی جائے گی ویسے ہی آپؐ نے بتانا ہے۔" معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے ہاں جس قدر اختلافات پائے جاتے ہیں اُن کا اصل باعث "وحی" ہے۔ کیونکہ آسمان سے جو کچھ اُترا وہ آپؐ نے لوگوں تک پہنچادیا۔ اس وقت ہمارے ہاں نماز، روزہ، حج اور زکوۃ وغیرہ میں جو جو اور جیسے جیسے اختلافات موجود ہیں سب اسی طرح آسمان سے نازل ہوئے ہیں جب آسمان سے حکم آئے کہ ہاتھ سینہ پر باندھو اور پھر یہ حکم آجائے کہ ناف پر باندھو اور تیسری بار حکم آئے کہ ناف کے نیچے

باندھو کہ اس طرح امت میں آسانی رہے گی تو آپؐ نے یہ تینوں مختلف حکموں سے کسی کو پہلا، کسی کو دوسرا اور کسی کو تیسرا سناد یا اور اس طرح آپؐ اس حکم کے پہنچانے سے سبکدوش ہو گئے امت کے لوگوں کو چاہیے کہ جس کو جس طرح آسانی ہو وہ اُسی طرح کرے بس صرف آپس میں الجھنا چھوڑ دے کیونکہ یہ آپس کا الجھاؤ کفر ہے۔ ایک نہیں اس طرح مسائل تو تقریباً سارے ہی حل ہو گئے لیکن اگر ڈاکٹر صاحب بھی اس حل کو تسلیم کر لیں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہو جائے۔ ڈاکٹر صاحب مزید فرماتے ہیں کہ:

"اگر آسمان سے ایک چیز میں رخصت اترے اور آپؐ کو کہا جائے کہ آپ کی امت کے لیے اس کو سات طرح پڑھنا جائز ہے۔"

قراءتیں بہت ہیں لیکن ایک کے سوا باقی کا کچھ علم نہیں

سات طرح پڑھنے میں سے صرف ایک طرح پڑھا ہوا تو پوری امت جان لے لیکن باقی چھ طرح کے پڑھنے کا پتہ ہی نہ چلے تو اس کا مطلب خود بخود واضح ہو جائے گا کہ آپؐ کی امت کو اختیار ہے کہ وہ جس طرح چاہے پڑھے اور جو وہ پڑھیں گے وہ قرآن ہو جائے گا۔ اگر بات ایسی نہیں تو باقی چھ طرح سے پڑھنا بھی قراءتاً یا عملاً ثابت کرنا لازم آتا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ حضرت عمرؓ کی طرح پڑھ رہے ہیں اور یہ ہشام بن حکیم بن حزامؓ کی طرح پھر جب اُن دونوں کے پڑھنے کی کوئی نشاندہی نہیں کر سکتا اور قیامت تک ممکن بھی نہیں تو پھر مطلب یہی ہو گا کہ آپؐ کی امت کے لوگ آزاد ہیں کہ قرآن کو جس طرح اُن کو آسان لگے پڑھ لیں اگر وہ قرآن نہیں بھی ہو گا تو اس وحی کی ہدایت کے مطابق وہ قرآن تصور ہو جائے گا کیونکہ آپؐ کی امت کے ہر فرد کو اس کی اجازت ہے جو رب کریم نے خود عطا فرمائی ہے۔ ڈاکٹر صاحب مزید فرماتے ہیں کہ:

"یہ نکتہ ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ آپؐ نے ہر حکم ہر آدمی کو نہیں پہنچایا بلکہ صورتِ حال یہ درپیش رہی کہ جس کو جو مسئلہ درپیش آیا اُس کو بتا دیا۔"

سیدنا عمر فاروق اور ہشام بن حکیم کی قراءت کا لاینحل مسئلہ

قارئین کو معلوم ہے کہ اس جگہ اصل مسئلہ سیدنا عمر فاروقؓ اور ہشام بن حکیم کی مختلف قراءت کا ہے اور اس کی وضاحت ڈاکٹر صاحب فرما رہے ہیں لیکن ڈاکٹر صاحب نے اس کی وضاحت نہیں فرمائی کہ اُس وقت کیا مسئلہ درپیش تھا جب دونوں صحابہ کرام کو مختلف قراءت سکھائی گئی اور دونوں صحابہ کرام میں سے کسی کو کوئی مسئلہ درپیش تھا جو مختلف قراءت سے حل ہو گیا؟ آج تک نہ تو اس مسئلہ کا پتہ چلا ہے اور نہ اُس کے حل کا کیوں؟ اس لیے کہ اس سے چودہ سو سال ہوئے پوری امت کرب میں مبتلا ہے کیونکہ مسئلہ قرآنِ کریم کی قراءت کا ہے جو تمام امت کے لیے فرض ہے جو مابین النزاع ہے وہ سورہ الفرقان ہے جو قرآنِ کریم میں موجود ہے جس کی ایک قراءت تو ظاہر ہے وہی ہے جو ہم کر رہے ہیں اور باقی چھ کی ڈاکٹر صاحب نشاندہی فرما دیتے تو مسئلہ حل ہو جاتا۔ افسوس کہ ڈاکٹر صاحب اور آپ کے تمام ہم نواؤں نے پورے قرآنِ کریم میں قراءتوں کے اختلاف کا تو بار بار ذکر کیا لیکن کسی نے بھی مابین النزاع بات کی نشاندہی آج تک نہ کی جس روز ان دونوں بزرگوں کے اختلاف کا ذکر ہوا اس روز سے لے کر آج تک ان دونوں کی اختلافی قراءتوں کا ذکر تو ہوتا آیا لیکن ان دونوں کی کسی نے بھی الگ الگ نشاندہی نہ کی اس ایک قراءت کے علاوہ بھی کچھ قراءتیں دوسرے ممالک میں پڑھی جارہی ہیں اور وہ قراءتیں بھی ہیں جو ابھی کتابوں کے اندر محفوظ ہیں جن کو جامعہ لاہور الاسلامیہ والے مختلف مصاحف میں جمع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ان سب کو ملا کر بھی ایسی قراءت کی نشاندہی نہیں کی جا سکے گی کہ وہ دوسری قراء

ت کونسی ہے جو عمر فاروق یاہشام بن حکیم نے پڑھی تھی کیونکہ سبعہ احرف کا مفہوم ہی یہ نہیں جو اس طرح بیان کیا جارہا ہے جو اصل بات ہے اس کی طرف علمائے کرام کی توجہ اس لیے نہیں جارہی کہ وہ آج تک کسی نے بیان نہیں کیا اور جب تک پیچھے سے کسی بیان کرنے والے کی تصدیق حاصل نہ ہو اُس وقت تک ہم میں سے کوئی بھی کچھ بیان نہیں کر سکتا اگر ایسا کرے گا تو مطعون ہوگا کہ یہ منکر حدیث ہے اور یہ ایسا طعنہ ہے جو منکر قرآن ہونے سے بھی بڑا ہے پھر اس کو کون اپنے سر لے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ:

"قراءات قرآنیہ کی گنجائش میں اگر آپؐ نے ایک صحابی کو ایک انداز، دوسرے کو دوسرے انداز، تیسرے کو تیسرے انداز اور چوتھے کو چوتھے انداز سے سکھایا تو اس میں حرج کی کیا بات ہے؟"

امتی کو حق نہیں کہ وہ رسول کے متعلق ایسی بات کرے

ایک چیز کو مختلف انداز سے اگر بیان کیا جاسکتا ہے تو بیان کرنے والے نبی ورسول کا حق ہے کہ وہ تمام انداز پوری امت کو بتادے اور امت میں سے جو شخص بھی جس انداز کو چاہے اپنے لیے اختیار کرے اس لیے کہ یہ سہولت امت کے لیے ہے کہ وہ جس انداز کو سہل سمجھے اس کو یاد کرلے اگر نبی اس طرح ایک ایک کے سامنے مختلف انداز پیش کرے گا تو جس کے سامنے ایک انداز بیان کررہا ہے اُس سے دوسرا انداز مخفی رکھ رہا ہے یا دوسرے لفظوں میں دوسروں سے چھپارہا ہے اور یہ خواہ مخواہ نبی ورسول پر اتہام ہے جو کسی مسلمان کو حق نہیں کہ وہ اپنے نبی ورسول کے لیے اس طرح کا خیال بھی دل میں لائے کیونکہ اگر وہ ایسا کرے گا تو ایک کے سوا باقی تمام کو اللہ کا وہ پیغام نہیں پہنچارہا اور جان بوجھ کر نہیں پہنچارہا اور لوگوں میں ایسا کرکے انارکی پیدا کررہا ہے اور فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَہٗ کا الزام اپنے اوپر لے رہا ہے جو سراسر بے لذت گناہ کے مترادف ہے کوئی نبی و رسول بھی ایسا نہیں کرسکتا تھا اور خصوصاً نبی اعظم و آخر ﷺ کے متعلق اس طرح کا خیال بھی دل میں لانا بہت بڑی زیادتی ہے ڈاکٹر صاحب غور کریں کہ اُنہوں نے یہ عبارت درج کرکے کیا کہہ دیا ہے۔ پھر ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

غور کرو کہ جو قرآن نہیں وہ قرآن کیسے ہو جائے گا

"قراءتوں کے اختلاف کے ضمن میں فرمایا (کُلُّھُنَّ شَافٍ کَافٍ) یعنی جو مرضی پڑھ لو، بطور قرآن کفایت کرے گا" اگر سات یا دس یا بیس قراء تیں بتاکر یہ کہا جائے کہ ان میں سے جو قراءت بھی آپ پڑھ لیں وہ کفایت کرے گی تو صحیح معنوں میں یہ بھی غلط بات ہے کیونکہ یہ وحی الٰہی کا معاملہ ہے لوگوں کی باتوں کا مسئلہ نہیں۔ جب مختلف لوگوں میں سے ایک ایک کرکے ہر ایک کو قراءت سکھائی جائے گی تو یہ بات نبوت کے منصب کے خلاف ہے پھر جب ایک کے سوا باقی قراء تیں دوسروں سے مخفی رکھی جائیں تو یہ تو سراسر خیانت ہے کیونکہ نبی ورسول کسی شخص سے بھی دین کی بات چھپا نہیں سکتا۔ خیال رہے کہ چھپانا اور کسی تک ایک بات کا نہ پہنچانا دو مختلف باتیں ہیں ان کو ایک نہیں کہا جاسکتا۔ ایک کے سامنے چھ سات باتوں میں سے ایک بات بیان کرنا چھپانے ہی کے ضمن میں آتا ہے جس نے نبی پر فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَہٗ کا الزام لازم آتا ہے۔ اپنی بات پر غور کرو کہ کیا کہہ رہے ہو اس طرح اگر کوئی شخص اپنی مرضی سے کچھ الفاظ پڑھ لے تو وہ قرآن کس طرح بن جائیں گے۔ تعجب ہے کہ اتنے بوکھلا گئے ہو کہ تمہاری کوئی بات بھی آپس میں میل نہیں کھاتی۔ قرآن کی مثل کوئی لائے گا تو وہ قرآن ہوگی جب اُس کی مثل پیش کرنے سے پوری دنیا قاصر تھی، ہے اور رہے گی تو پھر کسی کا بیان کیا ہوا قرآن کیسے ہو جائے گا اور کوئی اس کو کیسے قرآن اور منزل من اللہ تسلیم کرلے گا۔

ڈاکٹر صاحب کا علمی دریا طغیانی پر

ناچیز بندہ نے ڈاکٹر صاحب موصوف کے ایک سوال کے جواب کے فقط ایک حصہ کا تجزیہ کیا ہے باقی جواب کے حصہ کو قارئین کے لیے چھوڑ دیا ہے کہ وہ خود اس جواب پر بار بار پڑھ کر غور کریں آپ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ جس طرح نابالغ بچے اپنی بات کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے محض ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے کبھی کسی لفظ کو دہراتے ہیں اور کبھی کسی لفظ کو اور ان کا پہلا لفظ پچھلے سے میل کھاتا اور ملتا نظر نہیں آتا اس طریقہ سے ڈاکٹر صاحب اپنی بات کو کئی طریقوں سے دہرا رہے ہیں اور ہر بات دوسری بات کے مخالف کہنے کے باوجود پر زور طریقہ سے کچھ کہتے چلے جا رہے اس ایک چھوٹے سے جواب کو پڑھ کر آپ کے سارے سوالوں کے جوابوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ "رشد" کی دونوں جلدیں موجود ہیں اور ان میں ڈاکٹر صاحب کے سوال و جواب بھی پڑھے جا سکتے ہیں جس آدمی کے پاس وقت ہو وہ ان کو بغور پڑھ کر اچھی طرح اندازہ کر سکتا ہے کہ جس طرح "سبعہ احرف" کا جملہ مبہم ہے بالکل اسی طرح اس پر اُٹھائے گئے سوالات اور جوابات بھی ایسے مبہم ہیں کہ ان کو پڑھ کر ہنسی آتی ہے کہ علمی ہیضہ کے باعث ڈاکٹر صاحب موصوف اس طرح ہو اس باختہ ہو گئے ہیں کہ اوپر نیچے سے علم جاری ہو گیا ہے اور موصوف کی حالت بلاشبہ دیدنی ہے۔ زیادہ نہیں تو صرف ایک سوال کے جواب کو بھی پڑھ کر آپ ان شاء اللہ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے جو ناچیز بندہ نے عرض کر دیا ہے۔ بسم اللہ کر کے اس کو دو چار بار آپ بھی ضرور پڑھیں تا کہ مستفید ہو سکیں۔ اللھم زد فزد

قرآن رب کریم کا کلام ہے مخلوق کا نہیں

"رشد" کے مضمون نگاروں اور "رشد" کی انتظامیہ سے ہم اتنی گذارش کرتے ہیں اور بار بار کرتے ہیں کہ وہ قرآنِ کریم اور روایات میں خواہ روایات بالکل صحیح ہوں (اگرچہ "سبعہ احرف" والی روایات کا مفہوم پہلے روز ہی سے علماء کرام نے صحیح نہیں سمجھا) فرق ضرور کریں اس لیے کہ قرآنِ کریم رب کریم کا کلام ہے اور روایات بیان کرنے والے سب کے سب انسان تھے اور یہ ان کا کلام ہے چاہے نبی اعظم و آخر ﷺ کی طرف منسوب ہی کیوں نہ کیا گیا ہو۔ قرآنِ کریم وہ وحی ہے جو جبریل علیہ السلام نے آپؐ کے دل پر نازل کی ہے اور وہ آپؐ کی زبان اقدس سے نکل کر ہی مسموع ہوئی ہے پھر بھی آپؐ کے ذاتی کلام اور اس الٰہی کلام میں واضح فرق موجود ہے جو آج بھی نظر آ رہا ہے "سبعہ احرف" سے قراء ات ہی کا مفہوم لیا جائے پھر بھی اس سے مراد مروجہ قراءات نہیں لی جا سکتیں اس لیے کہ ان مروجہ قراءات کے قراء حضرات نے براہ راست نبی اعظم و آخر ﷺ سے اخذ نہیں کیا۔ قراءت بمعنی پڑھنا اور قراءت بمعنی فن کے مطابق پڑھنا دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ہم نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ ہر وہ شخص جو قرآنِ کریم کی تلاوت کرتا ہے وہ قرآنِ کریم کا قاری ہے لیکن ہر آدمی اس مخصوص فن کے لحاظ سے قاری نہیں اگر لحن و لہجہ کو قراءت کہا جائے تو تمام لوگوں کا لحن و لہجہ اس طرح الگ الگ ہے جس طرح تمام انسانوں کے چہرے الگ الگ ہیں، چال الگ الگ ہے، آواز الگ الگ ہے انداز گفتگو الگ الگ ہے اور نہایت محنت کے بعد بھی ان میں یکسانیت نہیں لائی جا سکتی۔ اس لحاظ سے جتنے لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اتنی قراء تیں ہیں آپ ان کو "سبعہ احرف" میں شامل کریں یا چاہیں اس سے جو مفہوم بھی لیں۔

قرآن ایک تھا، ہے اور رہے گا

جب قرآنِ کریم ایک اور صرف ایک ہے تو وہ مختلف قراء حضرات کے پڑھنے سے یا بحیثیت قراءت ان کی طرف منسوب کرنے سے ایک سے زیادہ کیسے ہو جائے گا؟ لہٰذا قرآنِ کریم کو ان معروف قراء کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فلاں فلاں علاقہ میں فلاں قاری کی قراءت پڑھی جاتی ہے اور فلاں فلاں علاقہ میں فلاں قاری کی اس لیے ان کے الفاظ میں کمی بیشی یا تبدیلی پائی جاتی ہے اگر ایسا کہیں گے تو گویا اس بات کو تسلیم کریں گے کہ قرآنِ کریم محفوظ نہیں ہے اگر ایسا کہنے پر زور دیں گے تو یہ خواہ مخواہ کی ضد ہو گی اور کسی کی ضد سے حقائق نہیں بدل جاتے۔

قرآنِ کریم کے نسخوں کا فرق

رہی یہ بات کہ اس وقت پوری دنیا میں قرآنِ کریم کے جو نسخے طبع ہو رہے ہیں ان میں کچھ فرق مشاہدہ ہو رہا ہے پھر اُس سے انکار کیسے کیا جاسکتا ہے تو واضح ہونا چاہیے کہ یہ فرق قراء حضرات کے قراءتوں کے باعث نہیں بلکہ یہ فرق ان قراء حضرات کے پیدا ہونے سے بھی پہلے کا چلا آرہا ہے اور اس کی وجہ کچھ اور ہے جس کا ذکر ابھی ہم نہیں کر رہے نیز بعض جگہ یہ اس طرح کا فرق ہے جس طرح کا فرق ہر علاقہ کے طبع شدہ قرآنوں میں پایا جاتا ہے جو ہر طباعت کے اندر موجود ہے یعنی رسم الخط کا فرق کہ ایک ہی لفظ کو کسی مقام پر ایک خط میں لکھا گیا ہے اور اور دوسرے مقام پر کسی دوسرے خط میں جیسے نِعْمَتُ اور نِعْمَۃ یُحْیِیَ الْمَوْتٰی اور یُحْیِ ءَ الْمَوْتٰی، قٰلَ اور قٰلَ وغیرہ وغیرہ پھر اس سے تلفظ اور معنی میں کوئی فرق نہیں آتا اور رسم الخط کو توقیفی قرار دینے کے باعث اس وقت اس میں رد و بدل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی یہ مفید مطلب ہے اور قرآنِ کریم کے علاوہ محض رسمی خط میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے جس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ قرآنِ کریم کے علاوہ کسی خط کو توقیفی نہیں کہا جاسکتا اور قرآنِ کریم کے خط کا توقیفی ہونا اس کی حفاظت کا حصہ ہے اور خط کا فرق علاقائی فن خطاطی سے تعلق رکھتا ہے۔

قرآنِ کریم کی تحریرات

یہ بات حتمی اور واضح ہے کہ قرآنِ کریم اپنے نزول کے ساتھ احاطہ تحریر میں لایا جانا شروع ہو گیا۔ یہ بات بھی یقینی ہے کہ جب قرآنِ کریم لکھا جانا شروع ہوا تو اس کے لکھنے والے آپؐ کے علاوہ لوگ تھے۔ واضح ہو گیا کہ نزول قرآن کے وقت کچھ لوگ لکھنا اور پڑھنا جانتے تھے۔ یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ قرآنِ کریم جوں جوں نازل ہو تا رہا لکھا جاتا رہا اسی طرح یہ بھی معلوم ہو گیا اس کو لکھنے والا صرف ایک آدمی نہیں تھا بلکہ مختلف لوگ تھے۔ جس طرح قرآنِ کریم تیئس سال کے عرصہ تک نازل ہو تا رہا اسی طرح تیئس سال تک تحریر بھی ہو تا رہا۔ روایات سے بھی یہ بات ثابت ہے اور فطری بھی ہے کہ آپؐ نے جوں جوں اس کی کتابت ہوتی رہی ایک جگہ، ایک مقام اور ایک چیز میں جمع کرتے رہے تاکہ اس کی تحریر بھی محفوظ رہے جس طرح ان تمام باتوں میں سے ایک ایک بات یقینی ہے اسی طرح یقین کو مزید مضبوط کرنے کیلئے لاتعداد روایات بھی موجود ہیں جن سے ان باتوں کو تقویت حاصل ہوتی ہے مثلاً:

کاتبین وحی کی تحریرات

ابو داؤد میں ہے کہ "جب نبی اعظم و آخر ﷺ پر وحی کا نزول ہوتا تو آپ اپنے کاتبین میں سے کسی کاتب کو بلاتے اور اسے فرماتے کہ اس آیت کو فلاں جگہ لکھو اور فلاں مقام پر رکھو۔"

بخاری شریف میں ہے کہ جب آیت لَایَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤمِنِیْنَ (۴:۹۵) نازل ہوئی تو آپؐ نے کسی کو بلایا، جب وہ آئے تو ان کے پاس دوات، لوح اور کتف تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ لکھو" (بخاری کتاب التفسیر: ۴۵۹۴)

بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ "آپؐ نے زید کو بلایا اور اُنہوں نے اس آیت کو لکھا۔" (۲۹۹۰، ۲۸۳۱ اور ۴۵۹۳)

نازل شدہ قرآن کی تحریرات کی حفاظت کا انتظام

مختصر یہ کہ جوں جوں قرآنِ کریم نازل ہوتا رہا لکھا جاتا رہا جس کو آپؐ اپنے ایک مخصوص صندوق میں رکھتے یا رکھواتے رہے جو بعد میں صندوق المصحف کے نام سے معروف ہوا جو ہجرت کے وقت آپؐ کے ساتھ ہجرت کر کے آیا اور ہجرت کے بعد یہ صندوق مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ رکھا گیا جس ستون کو اسطوانہ المصحف سے یاد کیا جاتا رہا ہے اور نزول کے اختتام تک اسی جگہ محفوظ طریقہ سے رکھا رہا جس کو روایات میں "امام" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اسطوانہ المصحف کا نام اور اس جگہ کو منفرد مقام حاصل رہا جیسے ریاض الجنۃ وغیرہ کو جس کا ذکر روایات میں موجود ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ:

حدثنا المکی قال حدثنا یزید بن ابی عبید قال کنت اتی مع سلمۃ بن الاکوع فیصلی عند الاسطوانۃ التی عند المصحف، فقلت یا ابا سلمۃ! اراک تتحری الصلوٰۃ عند ھذہ الاسطوانۃ؟ قال فانی رایت النبی صلی اللہ علیہ وسم یتحری الصلوٰۃ عندھا۔ (ص ۱۰۵، ح: ۵۰۲)

یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ کی ثلاثیات میں سے ہے جس میں ابی عبید کہتے ہیں کہ میں سلمہ بن اکوع کے ساتھ مسجد نبوی میں آیا تو وہ نماز پڑھنے لگے اس ستون کے پاس جو ستون مصحف کے نام سے معروف تھا تو میں نے کہا اے ابو مسلم! میں دیکھتا ہوں کہ تم کوشش کرتے ہو کہ اس ستون کے پاس نماز ادا کرو تو اُنہوں نے کہا کہ ہاں! میں یہ کوشش اس لیے کرتا ہوں کہ میں نے آپؐ کو دیکھا ہے کہ آپؐ اس ستون کے ساتھ نماز ادا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔"

قرآنِ کریم کے لیے مخصوص صندوق

یہ روایت مسند احمد بن حنبل میں موجود ہے اور علاوہ ازیں بھی مسند احمد میں دیکھی جا سکتی ہیں اور ان روایات میں بھی "موضع مکان المصحف" کے الفاظ موجود ہیں جن سے اس بات کی وضاحت مل جاتی ہے کہ قرآنِ کریم ایک خاص صندوق میں جو صندوق ایک ستون کے ساتھ رکھا رہتا تھا اور صندوق بھی "صندوق المصحف" کے نام سے معروف تھا اور وہ جگہ بھی مکان المصحف کے نام سے معروف تھی۔

ہاں! روایات میں اس کی اس سے زیادہ وضاحت اس لیے نہیں کی گئی کہ لوگ اس مقام کو ایسا متبرک نہ سمجھنے لگیں جس کے باعث لوگوں کو مسجد نبوی میں اس مخصوص جگہ نماز ادا کرنا ہی مشکل ہو جائے جو زائرین کی تکلیف کا باعث بنے جیسا کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ اسی طرح اکثر اوہام کا شکار ہو جاتے ہیں۔

مخصوص صندوق کے لیے مخصوص جگہ

مختصر یہ کہ مسلم کی روایات میں بھی "مکان المصحف" کا ذکر موجود ہے اور امام بخاریؒ والی پوری روایت بھی من و عن ان الفاظ میں موجود ہے نیز امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کی شرح میں اس مقام پر اور امام نوی نے مسلم کی شرح کرتے ہوئے اس روایت کے مقام پر تفصیل کر دی ہے اگر وضاحت مقصود ہو تو محولہ کتابوں کی شروح دیکھیں۔

ہمارا اس جگہ بیان کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ قرآنِ کریم پورے انتظام کے تحت لکھا جاتا رہا جس کو ایک خاص طرح کے صندوق میں رکھا جاتا تھا اور وہ صندوق ہجرت کے بعد مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ رکھا رہتا تھا اور جتنی وحی نازل ہوتی تھی ایک خاص نظم و انضباط کے ساتھ اس کو رکھا جاتا تھا اور ظاہر ہے کہ اپنی اپنی ضرورت کے مطابق صحابہ کرام براہ راست آپؐ سے بھی سن سن کر یاد کرتے اور لکھتے تھے اور اس خاص "امام المصحف" سے بھی لکھتے ہوں گے جس لیے یہ مخصوص مصحف بھی ترتیب پاتا رہا اور بہت سے لوگوں کے پاس بھی اس کی مکمل یا بعض حصوں کی نقلیں موجود تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ روایات میں قرآنِ کریم کو دیکھ کر پڑھنے کا زیادہ اجر بتایا گیا ہے اور مختلف صحابہ کے نام سے مصاحف کا ذکر روایات میں اکثر پایا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ وہی مصاحف تھے جو انہوں نے اپنے اپنے پڑھنے کے لیے محض اپنے لیے تحریر کر رکھے تھے اور یہ مکمل مصحف امام کی نقل نہیں تھے بلکہ بعض سورتوں اور بعض سورتوں کے حصوں اور بعض آیتوں پر مشتمل تھے گویا جتنا جتنا قرآنِ کریم کا حصہ صحابہ کرام نے اپنے لیے لکھ رکھا تھا وہ اُن کے مصحف کے نام سے معروف ہو گیا۔

مصحف امام اور اس کی نقول

عین ممکن ہے کہ صحابہ کرام میں سے بعض نے پورے مصحف امام کی بھی نقلیں اپنے پاس محفوظ کر لی ہوں کیونکہ ہر ایک آدمی کا شوق اور اس کے فرصت کے اوقات کا معاملہ الگ ہوتا ہے تاہم اگر اس طرح بعض صحابہ کرام جیسے سیدنا ابو بکر صدیقؓ، سیدنا علیؓ بن ابی طالب اور زید بن ثابت جیسے کتنے ہی ہوں گے جنہوں نے اس سلسلہ میں کوشش کی ہوگی اور اپنے لیے اس طرح مصاحف تحریر کر رکھے ہوں لیکن یہ جتنے لوگ بھی ہوں اور ان کے پاس جتنے مصاحف بھی موجود ہوں ان کی ترتیب وہ ترتیب تو نہیں ہو سکتی تھی جو عرضۂ اخیرہ میں آپؐ نے جبریل علیہ السلام کے دوسرے دور کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق دی تھی اور یہ بات سورج سے بھی زیادہ واضح ہے کہ یہ ترتیب ترتیب نزولی کے علاوہ تھی اور اس ترتیب نو کے بعد آپؐ جلد ہی اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے کیونکہ جس کام کی تکمیل کے لیے آپؐ کی بعثت ہوئی وہ پایہ تکمیل کو پہنچ گیا اور بحمد اللہ آپؐ کی موجودگی میں آپؐ کے ہاتھوں یعنی آپؐ کے سامنے پایہ تکمیل کو پہنچا اور اس ترتیب نو کے بعد مصحف کو محفوظ کر کے اُس کو کسی دوسرے مقام پر منتقل کر دیا گیا کیونکہ فطرت کا یہی تقاضا تھا۔

کاتبین وحی کے رسم الخط کا فرق

جیسا کہ اوپر بھی ذکر کیا جا چکا ہے، روایات بھی اس پر گواہ ہیں اور فطرت بھی اس کو قبول کرتی ہے کہ جب عرصہ تیئیس سال میں مختلف کاتبین وحی سے قرآنِ کریم لکھوایا گیا تو اُس کے مختلف حصوں، ٹکڑوں اور حالاتِ زمانہ کے مطابق مختلف چیزوں پر تحریر ہونے کے باعث نہ تو اُس کے رسم الخط میں یکسانیت آسکتی تھی نہ آئی اور نہ اس ترتیب کے ساتھ کسی شخص کے پاس بھی اس کی کوئی دوسری کاپی موجود ہو سکتی تھی اور نہ ہوئی بالکل

اسی طرح اس ترتیب کے لحاظ سے قرآنِ کریم اُس وقت لوگوں کے حافظہ میں موجود نہیں تھا لیکن ان ساری باتوں کے باوجود قرآنِ کریم مکمل طور پر تحریراً بھی محفوظ ہو گیا اور لوگوں کے حافظہ میں بھی فرق صرف یہ تھا کہ اس ترتیب نو کے مطابق صرف وہ صندوق المصحف میں موجود تھا اور لوگوں کے حافظہ میں بغیر اس ترتیب کے محفوظ تھا لوگوں کے حافظہ میں اس ترتیب کے مطابق محفوظ کرنا اس مصحف امام ہی کا کام تھا اور یہی کام اس سے لیا گیا۔

مصحف امام مختلف حصوں میں محفوظ

جس کو مصحف امام کا نام دیا گیا ہے وہ خود بھی اس طرح مجلد ایک جلد میں محفوظ نہ تھا بلکہ مختلف ٹکڑوں کو ترتیب دے کر اُس کی یہ ترتیب نو کی گئی تھی اور ضروری تھا کہ وہ اب اس طرح مختلف ٹکڑوں اور حصوں میں موجود نہ رہے بلکہ اس ترتیب کے ساتھ کسی ایک چیز پر خواہ وہ کسی طرح کی ہو لیکن اُس میں یکسانیت پائی جائے اس کو محفوظ کیا جائے اور ظاہر ہے کہ یہ کام بھی آخر کرنے ہی سے ہونا تھا اس طرح مختلف اشیاء مختلف حصوں اور ٹکڑوں میں پڑے پڑے اُس نے کسی دوسری ایک چیز پر منتقل تو نہیں ہونا تھا بہر حال آپؐ کے بعد جن لوگوں پر اس کی ذمہ داری آتی تھی بحمد اللہ انہوں نے اس کو پورا کیا یعنی زمانہ کے لحاظ سے کسی ایک طرح کی چیز پر اس کو منتقل کیا اور نہایت احتیاط سے اللہ تعالیٰ کی اس مشیت کے مطابق کیا جو قرآنِ کریم کی حفاظت کے لیے اُس نے اپنے ذمہ لی تھی۔

جمع قرآن کی روایات کی حیثیت تاریخی ہے

روایات میں جمع قرآن کے متعلق بہت کچھ بیان ہوا ہے لیکن وہ مختلف لوگوں سے مختلف حالات کے مطابق مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے جس کی حیثیت محض تاریخی ہے اور ان روایات دیکھنے اور پڑھنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان اوقات کو، ان حالات کو، ان کے معیارِ زندگی کو، اُن کے اس شوق کو جو اُن کو کتاب اللہ کے ساتھ تھا اور خصوصاً ان لوگوں کو جنہوں نے ایک بہت عرصہ گذرنے کے بعد ان کو بیان کیا اس طرح کی تمام باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے ان کا مطالعہ کریں اور سمجھیں کہ ہم انسانوں کی ان مختلف مساعی اور کوششوں کا تذکرہ پڑھ رہے ہیں جو ان کو بہتر لگتا اُس کو حاصل کر لیتے اور باقی کو زیر بحث نہ لاتے کیونکہ ان باتوں کو زیر بحث لانا انسانوں کی عقیدت کے باعث ایک نہایت مشکل امر ہے۔

لیکن افسوس کہ ہمارے ہاں جتنی باتیں حساس ہوتی ہیں ان پر بحث کرنا اور بال کی کھال اُتارنے کا نام علم رکھتے ہیں اس لیے ان باتوں کا نتیجہ جیسا نکلنا چاہیے ویسا ہی نکل کر ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ بہت لمبا عرصہ گذر چکا ہے کہ ہم اس بداعتدالی کا شکار ہیں اور روز بروز اس میں بڑھتے ہی چلے جارہے ہیں پھر عوام تو عوام ہمارے خواص کا یہ حال ہے کہ اُنہوں نے اس کو مذہب کا نام دے کر لوگوں کو ہزاروں فرقوں اور گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے اور کسی کے پاس بھی اس کا کوئی علاج نہیں رہا۔

کتاب اللہ کا حق ہے کہ اُس کو اسلامی کتب پر حاکم تسلیم کیا جائے

ہر وہ عالم شخص جو کتابوں کے ساتھ دل چسپی رکھتا ہے اُس کا فرض اولین ہے کہ وہ کتاب اللہ کو اُس کا حق دے اور اُس کا حق یہ ہے کہ وہ اس دنیا کی تمام مذہبی کتابوں پر اُس کو حاکم تسلیم کرے کیونکہ وہ اللہ کا کلام ہے اور اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کتابوں میں جو چیز اس کتاب یعنی قرآنِ کریم کے مطابق نظر آئے اُس کو قرآنِ کریم کی انسانی وضاحت کے ساتھ قبول کرے اور جو اس کے خلاف ہو اس سے صرفِ نظر کر دے اور اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرے کہ قدرت کا نظام یہ ہے کہ جہاں پھول ہے وہاں کانٹا رکھ دیا گیا ہے تاکہ احتیاط ملحوظِ خاطر رہے اور کسی بھی چیز کو اندھا اور بہرہ ہو کر کام میں نہ لائے اور یہ بحث بھی نہ کرے کہ پھول کے ساتھ کانٹا کیوں؟ ہاں! کانٹوں سے بچتے ہوئے اپنے مطلب کے پھول چن لے اور اچھی طرح سمجھ لے کہ یہ جو کچھ ہے یعنی پھول یا کانٹا اس کی ظاہری شکل و صورت ہے جس ڈالی پر یہ پھول اور کانٹا دونوں چیزیں نظر آ رہی ہیں اس کے اندر ان دونوں چیزوں کا کوئی وجود نہیں جس کو وہ مشاہدہ کر سکے گا جب وہ اس ڈالی کو چیر کر دیکھے گا تو نہ کانٹا دیکھ سکے گا نہ پھول اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ جہاں وہ کانٹے سے نجات پائے گا وہاں پھول سے بھی محروم ہو جائے گا۔

نزولِ قرآن کے وقت اس کے مختلف حصوں میں رہنا ضروری تھا

جب یہ بات واضح ہے اور اس میں کسی قسم کا ابہام نہیں کہ قرآنِ کریم نجماً نجماً نازل ہوا اور جس طرح نازل ہوتا گیا ساتھ ساتھ تحریر ہوتا گیا اور یہ تحریرات مختلف ٹکڑوں، حصوں اور آیات میں تھیں اور ان کی ترتیب میں بھی ساتھ ساتھ تبدیلی ہوتی رہتی تھی کیونکہ ہر نازل شدہ وحی کو آپؐ کے ارشاد کے مطابق جو آپؐ اللہ رب کریم کی طرف سے حکم پاتے تھے اُن آیات، حصوں اور ٹکڑوں کو رکھا جاتا تھا اور یہ سلسلہ مسلسل تئیس سال تک اسی طرح چلتا رہا تا آنکہ قرآنِ کریم کو عرضۂ اخیرہ میں ایک نئی ترتیب کے ساتھ مرتب کیا گیا گویا ان آیات، حصوں اور ٹکڑوں کو ترتیب دے کر صندوق المصحف میں رکھ دیا گیا اس طرح گویا قرآنِ کریم مکمل و مدون ہو گیا اور آپؐ اس کی اس تدوین کے بعد وحی الٰہی کی تکمیل اور اُس کو لوگوں تک شفوی صورت، سمعی صوت اور تحریری ترتیب کو مکمل کر کے رخصت ہو گئے۔ آپؐ کے بعد جس طرح باقی تمام کاموں کی ذمہ داری صحابہ کرام کے کندھوں پر پڑی اس کی ذمہ داری بھی تھی کہ اُس صندوق المصحف میں جو قرانِ کریم اس نئی ترتیب کے ساتھ آپؐ نے بند کیا یا کرایا تھا اُس کو جس طرح ممکن ہو کسی ایک چیز پر یکسانیت کے ساتھ نہایت امانت و دیانت کے ساتھ نقل کرائیں اور جن ٹکڑوں، حصوں اور چیزوں پر وہ تحریر ہو چکا تھا اُن کو بھی بحفاظت اس طرح موجود رکھیں تاکہ اس کی مسلسل کتابت کے بعد ان کا موازنہ کیا جا سکے کیونکہ اب وحی الٰہی کا سہارا صحابہ کرام کے پاس موجود نہ تھا۔

قرآنِ کریم کا مسلسل ایک چیز پر منتقل ہونا

ظاہر ہے کہ یہ معمولی کام نہیں تھا اور یہ بھی کہ صرف یہی کام نہیں تھا حکومت کے دوسرے ہزاروں کاموں کا بوجھ بھی خلیفہ اول کے سر تھا لہٰذا خلفیہ اول نے دوسرے تمام کاموں کا انتظام و انصرام کرنے کے ساتھ ساتھ اس سلسلہ کو بھی خالصۃً اپنی نگرانی میں جاری رکھا چونکہ اہمیت کے لحاظ سے یہ کام ایک بہت بڑا کام تھا لہٰذا اس مصحف امام کو جو صندوق میں بند تھا عند الضرورت اُس سے کام لے کر اپنی خالص نگرانی میں محفوظ رکھا بلاشبہ یہ کام جاری رہا لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ مصاحف جو صحابہ کرام کے پاس اپنی اپنی تحریرات کے مطابق موجود تھے اُن میں یکسانیت قائم نہ تھی اور نہ ہو سکتی تھی نہ تو ان کا معیار ایک تھا اور نہ ایک جتنا برابر برابر سب کے پاس محفوظ تھا اور ظاہر ہے کہ جب ان کے پاس کچھ کچھ حصص

تھے جو اس نئی ترتیب پانے والے مصحف کے مطابق بھی نہ تھے پھر جس کے پاس جتنا حصہ تھا اُس نے اسی مصحف کے نام سے پکارنا تھا اور یہ بات بھی سب کو معلوم ہے کہ قرآنِ کریم کی آیات بدل بدل کر قرآنِ کریم میں نقل ہوتی رہی ہیں مثلاً ایک آیت کا شروع تبارک الذی سے ہوتا ہے تو اسی طرح بہت سی آیات تبارک الذی سے شروع ہو کر آگے مختلف ہو جاتی ہیں اس طرح بعض آیات کے ٹکڑے بعض دوسری آیات میں اکثر وبیشتر آتے ہیں اور اسی طرح بعض آیات مکمل طور پر ایک جیسی ہیں گویا ایک ہی آیت تین چار جگہ آتی ہے لیکن اُس کے آگے پیچھے کے حصے الگ الگ ہیں ظاہر ہے کہ جس کے پاس جو حصہ ہے وہ اس حصہ کے مطابق ہی اُس آیت کی تلاوت کرے گا اور جس کے پاس کوئی دوسرے حصہ ہیں جس میں وہ آیت بھی دوبارہ آئی ہے وہ اُس کو اُس حصہ کے مطابق ہی پڑھے گا اس طرح گویا ایک آیت مختلف طریقوں سے پڑھی گئی اور جس نے بھی پڑھی اُس نے اپنی تحریر کے مطابق صحیح پڑھی جب تک پورا قرآن کریم اُس آخری ترتیب کے ساتھ نہ پڑھا جانے لگا اُس وقت تک اس طرح کے متشابہات کا در آنا ایک فطری چیز تھی اس پر کسی کو اُس وقت اعتراض کرنے کا حق نہیں تھا، نہ کسی نے کوئی اعتراض کیا۔

صحابہ اپنے اپنے مصاحف کو اپنے پاس رکھتے تھے

صحابہ کرام اپنے اپنے مصاحف کو اپنے ساتھ رکھتے تھے جب بہت سے علاقے فتح ہو گئے اور لوگ اُن علاقوں کی طرف آنے جانے لگے اور اس طرح کے بہت سے واقعات رونما ہوئے کہ مکہ و مدینہ کے لوگ کوفہ بصرہ اور دوسرے شہروں کی طرف رہائش پذیر ہونے لگے اور دوسرے شہروں کے لوگ مکہ و مدینہ کی طرف منتقل ہوئے تو اُن کے پاس جو اپنے اپنے مصاحف تھے ان کے باعث طرح طرح کے اختلاف پیدا ہونے لگے اُس وقت ایسا ہونا ایک فطری امر تھا کیونکہ طباعت کا باقاعدہ انتظام موجود نہیں تھا باقی تحریرات کی طرح قرآنِ کریم کو بھی محض ہاتھ سے لکھا جاتا تھا اور ایک آدمی اپنی ضرورت کے مطابق لکھتا یا لکھاتا تھا پھر جس صحابی کے مصحف سے کوئی دوسرا لکھتا یا لکھاتا اُس کی تحریر اُس صحابی کے مصحف کے مطابق ہوتی تھی ظاہر ہے کہ جب بہت سے صحابہ کے پاس مصحف کے مختلف حصے تھے تو وہ سب آپس میں کیسے یکساں ہو سکتے تھے۔ مثلاً

صحابہ کے پاس جو مصاحف تھے اُن میں یکسانیت نہیں تھی

ایک صحابیؓ کے پاس مصحف کا جو حصہ تحریر شدہ موجود ہے اُس میں تحریر ہے وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ اور دوسرے کے پاس مصحف کا جو حصہ تحریر ہے اُس میں تحریر ہے وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ جب کہ آیت کے یہ دونوں ٹکڑے سورہ البقرہ میں موجود ہیں پہلے الفاظ سورہ البقرہ میں آیت ۱۴۹، ۱۴۰، ۸۵، ۷۴ چار آیتوں کے اختتام پر آئے ہیں اور دوسرا ٹکڑا سورہ البقرہ کی آیت ۱۴۴ میں آیا ہے۔ اور یہ بات جو ہم بیان کر رہے ہیں کہ آیت فلاں میں یوں ہے اور آیت فلاں میں یوں ہے ہم اس وقت کہہ رہے ہیں جب کہ قرآنِ کریم ایک ترتیب کے ساتھ نقل ہو کر ہمارے پاس محفوظ ہے اور آیات کے نمبر وغیرہ لگ چکے ہیں جب قرآنِ کریم کی ترتیب مکمل نہیں تھی اور ایک صحابی کے پاس جو حصہ نقل ہے اُس میں پہلے الفاظ یعنی عَمَّا تَعْمَلُوْنَ والے ہیں اور وہ اُس وقت عَمَّا یَعْمَلُوْنَ والی آیت سے واقف نہ تھا کیونکہ اس کے پاس قرآن کا یہ حصہ موجود ہی نہیں تھا تو ظاہر ہے کہ یہ دونوں صرف لفظ تَعْمَلُوْنَ اور یَعْمَلُوْنَ پر اختلاف کر سکتے تھے اور اُنہوں نے اسی طرح کے اختلاف کیے لیکن جب قرآنِ کریم عرضۂ اخیرہ کا مرحلہ طے کر گیا وہ اپنے مقام پر محفوظ بھی ہے لیکن ابھی وہ لوگوں کے ہاتھوں تک نہیں پہنچا لوگوں کے پاس تو اُن کے وہی حصص موجود ہیں جو اُنہوں نے اپنے لیے تحریر کیے تھے جن کے باعث وہ آپس میں اُس وقت الجھتے بھی تھے ان کے اس طرح کے الجھاؤ کی خبریں تو باقی رہ گئیں

جب قرآنِ کریم اپنی مکمل ترتیب میں نقل ہو کر لوگوں تک پہنچ گیا تو اب وہ الجھاؤ تو خود بخود ختم ہو گیا اور سب کو معلوم ہو گیا کہ تعملون کے الفاظ کا اپنا مقام ہے اور یعملون کے الفاظ کا اپنا مقام ہے اور اس طرح لفظ اپنے اپنے مقام پر اسی طرح پڑھے جائیں گے لیکن وہ خبریں جو اُس وقت کی لوگوں کے پاس رہ گئیں وہ تو اسی طرح بیان ہوتی رہیں یہ تو بعد میں آنے والوں کا فرض تھا کہ وہ ان خبروں کو سمجھنے کی کوشش کرتے اور جب ان کو اس الجھاؤ کا اصل باعث معلوم ہو گیا وہ ان خبروں پر دھیان نہ دیتے اور ان کا ذکر چھوڑ دیتے لیکن چونکہ یہ خبریں روایات میں آچکی ہیں اور روایات کے متعلق ان کا تصور یہ ہے کہ جو کچھ ان میں بیان ہوا ہے وہ قرآنِ کریم سے بھی زیادہ صحیح اور ابدی ہے اس لیے وہ ان روایات کو پڑھ کر اب بھی یہی سمجھتے ہیں کہ فلاں قاری نے اس کو اس اس روایت کے باعث اس طرح پڑھا اور فلاں نے اس طرح پڑھا اور یہ دونوں قراءتیں متواتر ہیں۔

چنانچہ روایات میں ہے کہ:

عن عبدالرحمن بن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقراء کل شیء فی القراٰن وما اللہ بغافل عما تعملون بالتاء وما اللہ بغافل عما یعملون بالیاء

"عبدالرحمن بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ قرآن میں ہر طرح سے پڑھتے تھے وما اللہ بغافل عما تعملون تا کے ساتھ بھی اور وما اللہ بغافل عما یعملون یاء کے ساتھ بھی۔

امام سیوطی نے درالمنثور (۶/۳۸۸) میں ابن مردویہ رحمہ اللہ کے حوالے سے بیان کیا ہے لہٰذا اس حدیث میں بیان کردہ دونوں قراءات متواتر ہیں۔ سورہ البقرہ کی آیت ۷۴، ۸۵، ۱۴۰ اور ۱۴۹ میں یہ قراءت ابن کثیر کے علاوہ تمام قراء کی ہے اور ابن کثیر نے اس کو یاء کے ساتھ یعنی یعملون پڑھا ہے اور سورہ البقرہ کی آیت ۱۴۴ کو ابن عامر نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی قراء نے یاء کے ساتھ (یعملون) پڑھا ہے۔

ذرا غور کریں کہ بات کیا تھی اور کیا ہو گئی

ایمانداری سے بتائیں کہ اب اس طرح کی روایات کی کوئی حیثیت باقی رہ گئی ہے جب کہ قرآن کریم اپنی مکمل ترتیب کے ساتھ مدون ہو کر اور بہترین طباعت کے مراحل سے گزر کر ہر آدمی کے پاس ہر گھر میں موجود ہے اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ تعملون کے الفاظ اپنی اپنی جگہ پر اسی طرح پڑھے جائیں گے اور یعملون کے الفاظ اپنی جگہ اور اپنے مقام پر پڑھے جائیں گے پھر ان کو الٹ پلٹ کر پڑھنے کا کوئی فائدہ یعنی جس مقام پر تعملون ہے اُس پر یعملون اور جہاں یعملون ہے وہاں تعلمون پڑھنے کی کوئی ضرورت۔ بلاشبہ دونوں قراءات متواتر ہیں لیکن اپنے اپنے مقام پر لیکن اس طرح کی بحثوں میں مبتلا رکھنا علم کی شان نہیں جہالت کا نشان ہے کیا ہمارے ہاں علم کو جہل اور جہل کو علم سمجھ لیا گیا ہے؟

روایات کی کتابیں کیا کیا کہتی ہیں

اس طرح کی بیسیوں کیا سینکڑوں اور ہزاروں روایات کتابوں میں موجود ہیں نیز اس کے ساتھ جب وہ روایات ملائی جاتی ہیں جن میں قرآنِ کریم کی آیات کے اندر بیان کیے گئے الفاظ کی وضاحت بھی کسی نے کر دی ہے اور چونکہ اس کی وضاحت کے الفاظ بھی قرآنِ کریم کے ان الفاظ کے ساتھ موجود ہیں اور قرآنِ کریم میں اسی طرح عربی زبان میں وہ تحریر ہوئے ہیں کیونکہ ان بیان کرنے والوں کی زبان عربی تھی ان کو قراءات میں شامل کر دیا ہے اور کہا ہے کہ فلاں صحابی کے مصحف میں یہ آیت اس طرح تحریر تھی حالانکہ اس طرح کے بیان کی بھی کوئی حقیقت اور حیثیت نہ

ہے لیکن ان کو بیان اس طرح کیا گیا ہے کہ اس سے خواہ مخواہ کا الجھاؤ پیدا ہو گیا ہے اور ایسی ایسی بحثیں کی گئی ہیں کہ ان کو پڑھ کر، سن کر ایک عقل و فکر والا آدمی کان پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے اس کو بھی ایک مثال سے سمجھ لیں اللہ تعالیٰ سمجھ کی توفیق عطا فرمائے۔ ایک روایت اس طرح ہے کہ:
حدثنا عثمان بن الھیثم اخبرنا ابن جریج قال عمرو بن دینار قال ابن عباس رضی اللہ عنہما کان ذوالمجاز و عکاز متجر الناس فی الجاھلیۃ فلما جاء الاسلام کانھم کرھوا ذلک حتی نزلت (لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ) (۲:۱۹۸) فی مواسم الحج (صحیح بخاری ۱۷۷۰، ۲۰۵۰، ۲۰۹۸، ۴۵۱۹)

یہ روایت صحیح بخاری میں چار جگہوں پر بیان کی گئی ہے جن میں بتایا گیا ہے کہ ذوالمجاز، عکاز، مجنّہ اور ان مقامات جیسے اور بھی مقامات تھے جن میں جہالت کے دور کے وقت بڑی بڑی تجارتی منڈیاں قائم تھیں جب حج کے لیے لوگ آتے تو ان منڈیوں میں اپنے مال کی خرید و فروخت کرتے جب اسلام آیا تو مسلمانوں نے حج کے دنوں میں اس طرح کی تجارت کو قابل اعتراض سمجھا اور خصوصاً حج کے دنوں میں مال کی خرید و فروخت کو اچھا نہ سمجھا اس طرح کی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں کہ قرآنِ کریم کی آیت نازل ہوئی (لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ) "اس میں تمہارے لیے کوئی گناہ نہیں اگر تم (حج کے موسم میں) اپنے رب کے فضل کی تلاش کرو" اس طرح گویا مسلمانوں کو حج کے دنوں میں حج ادا کرنے کے لیے آنے والوں کو مال کی خرید و فروخت کی اجازت دی گئی ہے کہ حجاج کرام حج کے لیے آئیں تو اپنے علاقہ سے مال تجارت ان منڈیوں میں فروخت کرنے کے لیے لا سکتے ہیں اور حج کر چکنے کے بعد جب واپس اپنے علاقہ کو جائیں تو یہاں سے مال تجارت خرید کر لے جاسکتے ہیں گویا اس طرح خرید و فروخت کرنے میں کوئی گناہ کی بات نہیں۔ اس جگہ مال تجارت سے نفع حاصل کرنے کو "اللہ کا فضل" قرار دیا گیا ہے۔ روایت میں جہاں قرآنِ کریم کی اس آیت کو درج کیا گیا ہے وہاں ساتھ یہ لفظ بھی درج کیے گئے ہیں کہ "فی مواسم الحج" اور ان الفاظ کی نسبت ابن عباس کی طرف کی گئی ہے یعنی اس کی وضاحت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس طرح کی ہے کہ یہ اللہ کے فضل کی تلاش حج کے موسم میں بھی دی گئی ہے چونکہ (لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ) عربی زبان کے الفاظ ہیں جو قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ عربی زبان میں ہی درج ہے کہ "فی مواسم الحج" اسی طرح ان الفاظ کو قرآنِ کریم کے الفاظ کے ساتھ ملا کر بیان کرنے کا مطلب یہ سمجھا گیا ہے کہ ابن عمر ان الفاظ کو بھی بطور قرآنی الفاظ پڑھتے تھے حالانکہ یہ تفسیری جملہ ہے قرآنِ کریم کے الفاظ نہیں چونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زبان عربی تھی لہٰذا اُنہوں نے اس کی تفسیر عربی میں کر دی ہے تو اس کو بعد میں آنے والوں نے خواہ مخواہ ابن عباس کی طرف اس بات کی نسبت جوڑ دی ہے کہ وہ اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے حالانکہ اس کی کوئی حقیقت نہیں اور الفاظ خود بھی بتا رہے ہیں کہ یہ ایک تفسیری جملہ ہے فی نفسہٖ تنزیلی الفاظ نہیں۔

ایسی روایات بکثرت موجود ہیں

اس طرح کی بھی بیسیوں کیا سینکڑوں اور ہزاروں روایات ہیں جو کتابوں میں موجود ہیں جن کو خواہ مخواہ صحابہ کرام کی طرف نسبت دے کر بیان کیا جاتا ہے کہ فلاں قاری اس قراءت کو اس طرح پڑھتے تھے اور فلاں قاری اس طرح قراءت کرتے تھے حالانکہ اس طرح کے تفسیری جملے خود بتا رہے ہیں کہ وہ منزل من اللہ نہیں۔ کچھ روایات بیان کرنے والوں نے احتیاط سے کام نہ لیا کہ امہات الکتب سے اس طرح کی باتوں کو اپنی کتابوں میں نقل کر کے بیان کرنے میں ایسے ایسے الفاظ لے آئے اور کچھ ترجمہ کرنے والوں نے مزید بد احتیاطی کی اور بات کو کچھ کا کچھ بنا دیا۔ جس روایت کو اوپر ہم نے صحیح بخاری کے حوالہ سے نقل کیا ہے اس کو بخاری کے ان چاروں مقامات سے نکال کر اپنی آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے اور انسان کی نیت نیک ہو اور ذہن صحیح ہو تو اس طرح کی کوئی بات نہیں جس طرح کی سمجھ لی گئی ہے اس کو کہتے ہیں کہ "کچھ اونٹ اونچا کچھ اونچی

اونٹ کی پیٹھ"

عبداللہ بن مسعود اور قرآنِ کریم

ایک بات ہمارے ہاں معروف ہے کہ عبداللہ بن مسعود قرآنِ کریم کی آخری دونوں سورتیں جو معوذتین سے موسوم کی جاتی ہیں قرآنِ کریم کا حصہ نہیں سمجھتے تھے اور اس پر اتنی بحث کی گئی ہے کہ اس موضوع پر سینکڑوں صفحات لکھے جا چکے ہیں اور اسلام میں جتنی کتابیں معروف ہیں سب میں یہ بحث پائی جاتی ہے اور بڑے بڑے محدثین نے اس کو اپنی اپنی کتابوں کی زینت بنایا ہے جیسے امام احمد، بزار، طبرانی، ابن مردویہ، ابو یعلیٰ، حمیدی، ابو نعیم اور ابن حبان وغیرہم نے مختلف سندوں کے ساتھ جن کے متعلق زور دے کر کہا گیا ہے کہ یہ سندیں صحیح ہیں اس کا نہایت تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور سب سے زیادہ نام صحیح بخاری کا لیا جاتا ہے اس لیے کہ اس کا مقام بڑا ہے، نام بڑا ہے اندریں وجہ ہم اس جگہ صحیح بخاری میں سے اس روایت کو نقل کرتے ہیں۔

حدثنا علی بن عبداللہ، حدثنا سفیان، حدثنا عبدۃ بن ابی لبابۃ عن ذر بن حبیش و حدثنا عاصم عن زرٍ قال سالت ابی بن کعبؓ قلت: ابا المنذر ان اخاک ابن مسعود یقول کذا وکذا فقال ابی: سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی: فقیل لی فقلت: قال۔ فنحن نقول کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (صحیح بخاری ۴۹۷۶،۴۹۷۷)

"ذر بن حبیش کا بیان ہے کہ میں نے ابی بن کعب سے کہا کہ آپ کے بھائی عبداللہ بن مسعود ایسا اور ایسا کہتے ہیں، آپ ان کے اس قول کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے سوال کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھ سے کہا گیا "قل" تو میں نے بھی کہا "قل": اس لیے ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں جس طرح آپؐ کہتے تھے۔"

اگر صرف اور صرف اس روایت کو یا اس کے ساتھ بخاری کی دوسری روایت کو جو اس سے پہلے بیان ہوئی پیش نظر رکھیں تو جو بات صاف صاف اور واضح نظر آتی ہے وہ تو صرف اتنی ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ دوسرے کئی صحابہ کو اس بات کا خیال تھا کہ "قل" کا خطاب کہنے والے کی طرف سے تو ہو گیا جس کا مطلب ہے کہ "کہو" اور کہنے والے اس کے بعد جو کچھ کہا ہے سننے والے پر لازم ہے کہ وہ اس کے بعد کی بات بیان کرے یعنی "اعوذ برب الفلق" اور "اعوذ برب الناس" کے الفاظ کہے اُس کو "قل" یعنی "کہو" کا لفظ بولنے کی ضرورت نہیں اور آپؐ اس کو بھی ساتھ ہی بول رہے ہیں۔ ابی کہتے ہیں کہ میں نے یہی سوال آپؐ سے کیا تھا لیکن آپؐ نے مجھے اس کا یہ جواب دیا کہ مجھ سے کہا گیا کہ ایسا کہو تو میں نے ایسے کہہ دیا۔ ابی کہتے ہیں کہ جب میں نے آپؐ کا یہ جواب سنا تو ہم بھی وہی کہیں گے جو نبی اعظم و آخر ﷺ نے فرمایا۔

سمجھنے کی کوشش کی جائے تو الجھاؤ باقی نہیں رہتا

مطلب بالکل صاف ہے کہ ہم تو اس طرح پڑھیں گے جیسے آپؐ نے پڑھا اور آپؐ کو پڑھایا گیا، جب آپؐ نے ایسے ہی پڑھا جیسے پڑھائے گئے تو ہمارے کیا حق ہے کہ ہم اس کو "قل" کے بغیر پڑھیں جو آپؐ نے جبریل سے سنا آپؐ نے پڑھا اور جو ہم نے آپؐ سے سنا ہم اُسی طرح پڑھیں گے اپنی طرف سے کمی بیشی نہیں کر سکتے اور اس بحث میں الجھنے کی ہمیں ضرورت نہیں کہ اس "قل" کے معنی اس جگہ کچھ نہیں بنتے اور یہی صورت ان تمام جگہوں کی ہے جہاں آپؐ کو "قل" سے خطاب کیا گیا اور آپؐ نے اس لفظ کو بالکل اسی طرح محفوظ کیا جس طرح وحی الٰہی نے اس کو محفوظ

کیا ہے۔
بتائیں اس سے وہ بات کیسے نکل سکتی ہے جو ابن مسعودؓ کی طرف منسوب کی گئی اور اس کذا اور کذا کے الفاظ سے اتنی بڑی عبارت کیسے مراد ہو گئی جو بخاری رحمہ اللہ کے سوا دوسرے بزرگوں نے اپنی کتابوں میں سندوں کے ساتھ بیان کر دی اور شارحین نے جو طومار کھڑا کر دیا۔

اختلافات روایات سے واقعہ کی تہ تک پہنچا جا سکتا ہے

روایات سے ایک چیز یا بات کا مطلب صحیح نہیں سمجھا گیا تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہم ان روایات کے روایان کا اوپریشن شروع کر دیں اور ان کا اس طرح بھرکس نکال دیں کہ یہ دنیا کے تمام بد دیانتوں سے زیادہ بد دیانت سمجھے جانے لگیں جب کہ ان کو اس دنیا سے گئے ہوئے سینکڑوں سال گذر چکے ہیں اس سے زیادہ بہتر یہ نہیں کہ ہم جب حقیقت کو سمجھ گئے ہیں تو محض خاموش ہو جائیں اور زیادہ سے زیادہ کہیں تو یہی کہ ان شارحین نے جو کچھ بیان کیا ہے یہ اُن کی زیادت ہے کہ اُنہوں نے بات سے بات نکال کر "کھم سے کوا اور کوے سے ڈار" بنا دیا ہے۔
مجھے تعجب ہے کہ جب اس طرح کی بات کی جائے کہ بات بھی ہو جائے اور گذرے ہوئے لوگوں کی عزت بھی محفوظ رہے تو اس پر بھی طعن زدی کی جاتی ہے کہ یہ فلاں فلاں کی وکالت کی جا رہی ہے حالانکہ وہ آسمان پر تھوکنے کے مرادف ہے اور گذشتہ لوگوں کے متعلق اسلامی تعلیمات کا ماحصل یہ ہے کہ "اگر تو انہیں بخش دے تو تو سب پر غالب اور حکمت رکھنے والا ہے۔" (۵:۱۱۸) اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ "ہاں! یہ ایک امت تھی جو گذر چکی اس کے لیے وہ تھا جو اُس نے اپنے اعمال سے کمایا تمہارے لیے وہ ہو گا جو تم اپنے عمل سے کماؤ گے تم سے اس کی کچھ پوچھ گچھ نہیں ہو گی کہ ان کے اعمال کیسے تھے۔" (۲:۱۴۱)

جمع قرآن کی اصل روایت جو واقعہ کی بنیاد ہے

بات جمع القرآن کی ہو رہی ہے ضمناً ہم نے بہت کچھ باتوں کی طرف اشارات کر دیئے تا کہ ان اشارات سے سمجھنے والے اصل حقیقت کو سمجھ جائیں چنانچہ اس سلسلہ میں بنیادی طور پر جو روایات بیان کی جاتی ہیں ان میں سے اصل روایت وہی ہے جو امام بخاری رحمہ اللہ نے باب جمع القرآن کے تحت درج کی ہے جو اس طرح ہے کہ:
حدثنا موسی بن اسماعیل عن ابراھیم بن سعد حدثنا ابن شھاب عن عبید بن السباق: ان زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قال: ارسل الی ابی ابکر الصدیق مقتل اھل الیمامۃ فاذا عمر بن الخطاب عندہ نا ابو بکر رضی اللہ عنہ ان عمر اتانی فقال: ان القتل قد استحر یوم الیمامۃ بقراء القران وانی اخشی ان استحر القتل بالقراء بالمواطن فیذھب کثیر من القرآن: وانی اری ان تامر بجمع القرآن قلت لعمر: کیف تفعل شیئا لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال عمرؓ ھذا واللہ خیر فلم یزل عمر یراجعنی حتی شرح اللہ صدری لذلک، ورایت فی ذٰلک الذی رأی عمر۔ قال زید: قال ابو بکر۔ انک رجل شابٌ عاقل لانتھمک وقد کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتتبع القراٰن۔ قلت کیف تفعلون شیئا لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ھو واللہ خیر فلم یزل ابو بکر یراجعنی حتی شرح اللہ صدری للذی شرح لہ صدر ابی ابکر و عمر رضی اللہ عنھما فتتبعت القراٰن اجمعہ من العسب واللخاف وصدور الرجال حتی وجدت اٰخر سورۃ التوبۃ مع ابی خزیمۃ الانصاری لم اجدھا مع احد غیرہ (لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم) التوبۃ (۱۲۸،۱۲۹) حتی قائمۃ البراۃ فکانت الصحف عند ابی بکر حتی توفاہ اللہ، ثم عند عمر حیاتہ ثم عند حفصۃ بن عمر رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری

۴۰۴۹، ۲۸۰۷، ۴۹۸۶، ۴۶۷۹، ۴۷۸۴، ۴۹۸۶، ۴۹۸۹، ۷۴۲۵، ۷۱۹۱)

بخاری کی اس روایت کا ترجمہ نہیں بلکہ ترجمانی سے قبل

امام بخاری رحمہ اللہ نے مذکورہ روایت صحیح میں نو، دس بار ذکر کی ہے اور جو بغیر کسی مقصد کے نہیں بلکہ ہر مقام پر اس کے درج کرنے کا ایک خاص مقصد ہے اس جگہ ہم ان مقاصد کا ذکر کرنا نہیں چاہتے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ یہ اپنے لحاظ سے روایت بہت اہمیت کی حامل ہے اور یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ اس میں پورا واقعہ بیان نہیں کیا گیا بلکہ اس واقعہ کا محض مختصر انداز میں تذکرہ کیا گیا ہے اور اس واقعہ کے اہم پہلوؤں کی طرف اشارات دیئے گئے ہیں جن سے اس واقعہ کی طرف فقط راہنمائی ہوتی ہے جس کا مختصر ترجمہ اس طرح ہے کہ:

روایت کی ترجمانی جو ناچیز بندہ نے سمجھی

زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ جنگ یمامہ کے بعد مجھے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلا بھیجا میں اُن کے بلانے پر اُن کے پاس آیا تو اُس وقت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ابو بکر صدیقؓ کے پاس تشریف فرما تھے ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ عمرؓ میرے پاس کئی بار آئے ہیں کہ میں قرآن کریم کو ایک جگہ ایک چیز پر جمع کر دوں کیونکہ جس طرح یمامہ میں بہت سے قاری کام آئے ہیں اگر یہی صورتِ حال رہی تو عرضۂ اخیرہ کے بعد مکمل قرآن حفظ کرنے والوں کی تعداد کم ہو جائے گی اور جمع قرآن کا کام مشکل ہو جائے گا ابو بکر صدیقؓ کہتے ہیں کہ میں نے عمر فاروقؓ سے کہا کہ وہ کام ہم کس طرح کر سکیں گے جو خود نبی کریم ﷺ نے نہیں کیا لیکن عمر فاروق اپنی بات پر زور دیتے رہے اور کہتے رہے کہ یہ بہت اچھا کام ہے اور اس کے سرانجام دینے کا یہ بہتر وقت ہے اُن کی بات پر جب میں نے غور کیا تو میں سمجھا کہ واقعی عمر فاروق صحیح کہتے ہیں میں نے آپ کو یعنی زید بن ثابت کو اس لیے بلایا ہے کہ آپ ماشاء اللہ جوان ہیں عقل و فکر رکھتے ہیں آپ پر کسی قسم کی تہمت نہیں لگائی جاسکتی کیونکہ آپ کاتبین وحی میں بھی شامل رہے ہیں زید بن ثابت کہتے ہیں میں نے وہی جواب ابو بکر صدیقؓ کو دیا جو خود ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیا تھا لیکن ابو بکر صدیق بھی مجھ سے اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ رب کریم نے یہ بات میری سمجھ میں بھی ڈال دی جب میں اس کام کے لیے تیار ہو گیا تو میں نے اُس قرآنِ کریم کا نسخہ حاصل کیا جس کو رسول اللہ ﷺ خود لکھوا کر اور ترتیب دے کر صندوق المصحف میں بند کرا گئے تھے جو ابھی تک مختلف اشیاء پر جیسے چمڑے، ہڈی اور کھجور کی لکڑی وغیرہ پر درج تھا ان مختلف ٹکڑوں کے ساتھ دوسرے لوگوں کے پاس جو مختلف چیزوں پر لکھا ہوا موجود تھا اُن کے ساتھ بھی موازنہ کر کے پوری تسلی کے ساتھ تحریر کرتا گیا بحمد اللہ اس کا موازنہ دوسرے لوگوں کے ٹکڑوں کے ساتھ بھی ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ سورہ توبہ آخری دو آیات اس موازنہ سے رہ گئی تھیں کہ وہ بھی ابن خزیمہ انصاری کے پاس مل گئیں اور ان کے سوا کسی اور کے پاس نہ ملیں اس طرح جب یہ قرآنِ کریم کا نسخہ ایک جگہ ایک ہی چیز پر جمع ہو گیا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تحویل میں دے دیا گیا اور وہ صندوق والا نسخہ جو الگ الگ ٹکڑوں پر ترتیب کے ساتھ آپؐ نے رکھا تھا وہ اُسی طرح صندوق المصحف میں بند کر دیا گیا اور اُس کی جگہ پر محفوظ کر دیا گیا۔ وہ نسخہ جو میں نے تیار کیا تھا وہ بھی ابو بکر صدیق کے پاس رہا اور آپؓ کی وفات کے بعد خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس اُسی طرح محفوظ رہا یہاں تک کہ آپؓ کی شہادت کے بعد وہ صندوق المصحف ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھا گیا

اور جو نسخہ اس مصحف سے تیار کیا گیا تھا وہ خلیفہ ثالث سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔"

مزید وضاحت

یہ جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے یہ روایت کا لفظی ترجمہ نہیں بلکہ اس روایت کی ترجمانی ہے جیسا کہ اس کا اعتراف پہلے بھی کیا گیا ہے۔ یہ بات تو قبل ازیں واضح ہو چکی کہ نبی اعظم و آخر ﷺ اپنی زندگی کے آخری ایام میں قرآنِ کریم کو اللہ کے حکم کے مطابق ترتیب دے کر جبریلؑ سے عرضۂ اخیرہ میں اُس کا دور مکمل کر کے ایک خاص ترتیب کے ساتھ جو نئی اور مکمل ترتیب تھی مصحف کے ان تمام ٹکڑوں اور حصوں کو جمع کر کے اس صندوق میں بند کر گئے تھے جو قبل ازیں اس بے ترتیب مصحف کو سنبھالنے کے لیے بنوایا گیا تھا گویا اب وہ ایک خاص ترتیب کے ساتھ اس میں سنبھال دیا گیا تاکہ عند الضرورت اس کے مطابق ایک یا زیادہ نسخوں کو تیار کرایا جا سکے جس کے لیے وقت درکار تھا۔
آپؐ کی وفات کے بعد جب خلافت سیدنا ابو بکر صدیق کو پیش کی گئی تو اس کے ساتھ ہی مختلف سازشیں شروع ہو گئیں جن کے ذکر کا یہ مقام نہیں اور تاریخ اور روایات میں یہ تمام حالات کسی حد تک آج بھی موجود ہیں ان سازشوں میں ایک سازش مسیلمہ کذاب کی سازش بھی تھی کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ساتھ ہی اُس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کیلئے تیار ہو گیا اس کی سر کوبی کے لیے جو لوگ بھیجے گئے ان میں وہ مخصوص قراء بھی تھے جن کا کام آپؐ کے آخری ایام میں اس عرضہ اخیرہ کی ترتیب دیئے گئے نسخہ کے مطابق قرآنِ کریم کو یاد کرنا تھا۔ اس جنگ میں کون کام آیا اور کون باقی بچا اس کی وضاحت اس جگہ مقصود نہیں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اس طرح کا خدشہ بہر حال لاحق ہوا کہ قراء حضرات ان کاموں میں مصروف رہے تو قرآنِ کریم جس ترتیب کے ساتھ صندوق مصحف میں بند ہے اُس کو ایک جگہ ایک ہی چیز پر جمع کرتے ہوئے مسائل پیدا ہوں گے لہٰذا اس کام کو جلد مکمل ہونا چاہیے۔

ابو بکر صدیق کی نظر میں زید بن ثابت موزوں ٹھہرے

یہ وہ زمانہ تھا کہ مدینہ میں موجود صحابہ کرام میں سے زید بن ثابت اس کام کے لیے موزوں نظر آئے اور یقیناً ان کے ساتھ اور صحابہ بھی ہوں گے لیکن نام صرف ان کا اس لیے لیا گیا کہ وہ اس پارٹی کے قائد قرار پائے اپنی جوانی عقل مندی اور کاتبین وحی میں شمار ہونے کے باعث یہ سعادت ان کے حصہ میں آئی پہلے اُنہوں نے بھی اس کام کو اپنی بساط سے مشکل سمجھا لیکن انجام کار اُنہوں نے اس کام کو پورا کرنے کی ذمہ داری قبول کر لی اس طرح زید بن ثابت نے اپنے کام کے ساتھیوں کے ساتھ مل کر یہ کام اس طرح سرانجام دیا کہ اس مصحف خاص کے ساتھ جو صندوق میں بند تھا مزید صحابہ کے پاس بھی جو مصاحف موجود تھے موازنہ کرنا شروع کیا تاکہ یہ کام مزید عقل کے ساتھ سرانجام پا جائے بحمد اللہ کچھ ہی عرصہ میں زید بن ثابت نے وہ مصحف جو ایک ہی چیز پر یکسانیت کے ساتھ لکھنے کا کام سنبھالا تھا وہ مکمل کر دیا اور اس طرح وہ مصحف جو ایک ہی چیز پر تیار کیا گیا تھا خلیفہ وقت ابو بکر صدیق کو بحیثیت خلافت رکھنے کے لیے دے دیا اور وہ مصحف جو صندوق میں بند تھا وہ بھی بند کر کے اُس کے مقام پر محفوظ کر دیا اس طرح وہ مصحف جو زید بن ثابت نے تیار کیا تھا وہ تو خلافت کے ساتھ خلیفہ وقت کو منتقل ہوتا رہا لیکن وہ مصحف خاص جو گویا امام اول تھا وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا گیا کیونکہ آپؐ نے وہ صندوق جس میں مصحف بند تھا پہلے ہی سیدہ حفصہ کے پاس رکھوایا ہو گا اس طرح اب ایک مصحف امام کی جگہ دو مصحف امام ہو گئے ایک مختلف ٹکڑوں اور حصوں میں جو آپؐ

نے اپنی زندگی میں علم الٰہی سے ترتیب دیا اور جس کے مطابق عرضہ اخیرہ میں جبریلؑ کے ساتھ مکمل دور بھی کیا اور دوسرا وہ مصحف جو زید بن ثابت کی معیت میں اس مصحف اول کے مطابق ایک ہی جگہ ایک ہی چیز پر جمع کیا گیا۔

بحکم الٰہی آپؐ نے خود قرآنِ کریم کی ترتیب نو کی

ان شاءاللہ بات سمجھ میں آگئی ہو گی، یہ بات کہنا کہ نبی اعظم و آخر ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور قرآنِ کریم ایک جگہ جمع نہیں تھا بالکل غلط بات ہے آپؐ قرآنِ کریم کو اس ترتیب کے ساتھ جس ترتیب کے ساتھ پڑھا جاتا ہے ایک جگہ جمع کرنے کے بعد اس کا دور جبریلؑ کے ساتھ مکمل کر کے اور صحابہ کرام کے ایک جم غفیر کو اس کی ترتیب بتا کر جمع شدہ مصحف یعنی قرآنِ کریم کو صندوق المصحف میں رکھوا کر دنیا سے رخصت ہوئے ہاں! یہ ترتیب نو جو آپؐ نے کی یہ ایک ہی چیز پر یکسانیت کے ساتھ مسلسل تحریر جیسے قرآنِ کریم طبع شدہ میں ہوتی ہے نہیں تھی گویا قرآنِ کریم ایک جلد میں مجلد نہیں تھا۔

سیدنا ابو بکر صدیق کی خلافت میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے خلیفہ وقت ابو بکر صدیق کے حکم سے اس مصحف اول سے جس کو آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ترتیب دیا اُس کے مطابق ایک چیز پر یعنی ایک جلد میں جمع کر دیا جو بعد میں "مصحف امام" کے نام سے یاد کیا جانے لگا اور جو مصحف آپؐ نے ترتیب دیا تھا وہ "مصحف اول" ہو گیا جو حسب دستور صندوق میں بند رکھا گیا۔

"مصحف امام" یعنی یک جا جمع ہونے والا مصحف

اُس وقت دنیا میں طباعت کا بندوبست موجود نہیں تھا تمام تحریرات ہاتھ ہی سے ہوتی تھیں اور زیادہ تر حفظ سے کام لیا جاتا تھا بہت سے صحابہ کرام نے جو مدینہ میں تھے اس "مصحف امام" کے مطابق حفظ میں اس کو ضبط کیا اور "تلقی بالقبول" کے طور پر دوسروں کو تعلیم دیتے رہے لیکن اس کے باوجود بہت سے صحابہ کرام کے ساتھ اپنے اپنے مصاحف جو اُنہوں نے اس ترتیب نو سے پہلے تحریر کر رکھے تھے موجود رہے چونکہ ان کی ترتیب اپنی اپنی تھی اور اکثر مکمل بھی نہیں تھی جب کافی وقت گذر گیا بلکہ بہت سے صحابہ کرام اپنے اپنے مصاحف چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئے تو جگہ جگہ اس طرح کے اختلافات رونما ہونے لگے کہ فلاں کے مصحف میں یہ سورت یا یہ آیت موجود نہیں اور فلاں کے مصحف میں یہ سورت اور یہ آیت اس طرح ہے پھر یہ حقیقت بھی تھی کیونکہ ان تمام مصاحف میں یکسانیت نہیں تھی اور سب کے پاس مکمل مصاحف اس آخری ترتیب کے مطابق بھی موجود نہیں تھے۔ مختلف فتوحات کے باعث خلافت کی حدود وسیع ہو چکی تھیں اور بہت سے نئے لوگ اسلام قبول کر چکے تھے جن کو مصحف کی ضرورت تھی اور وہ اپنے اپنے ذوق کے مطابق مختلف لوگوں سے مصحف کے متعلق سوال کرتے تھے چونکہ ان سب مصاحف میں یکسانیت نہیں تھی جس کے باعث طرح طرح کے اختلافات در آنے لگے جن کی شکایات قصر خلافت تک پہنچنے لگیں یہ وہ زمانہ تھا کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہو چکے تھے اُنہوں نے لوگوں کی ان شکایات پر غور و فکر کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ مصحف کے اس کام کو مزید وسیع کیا جائے لہٰذا آپؓ نے اس کے لیے ایک کمیٹی بنادی جس کے ارکان میں سے زید بن ثابت کو خاص اہمیت دی گئی، اس لیے کہ وہ اس سے پہلے اس کو ایک بار مکمل کر چکے تھے اس کمیٹی کی نگرانی خود سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کی اور کام کی نوعیت کو اس طرح وسعت دی کہ اس "مصحف امام" سے پانچ، چھ، سات، آٹھ، نو یا دس مصاحف اس طرح تیار کیے جائیں کہ جتنے مصحف تیار کرنا طے پایا اُتنے کاتب منتخب کر لیے گئے

جو مسلسل کام کرنے کے لیے مستعد ہو گئے زید بن ثابت اُس "مصحف امام" سے املا کراتے گئے اور کچھ مخصوص لوگ "مصحف اول" کو دوبارہ کھول کر اس کا موازنہ کرتے گئے اور کاتب حضرات لکھتے گئے تا کہ ایک وقت میں نہایت یکسانیت کے ساتھ جتنے مصاحف تیار کرنے طے پایا تھا تیار ہو گئے تا کہ ان یکبار گی تیار کیے گئے مصاحف کو مختلف صوبہ جات میں بھیج دیا جائے کہ لوگ ان کے مطابق اپنے اپنے لیے نقول تیار کر لیں یا تیار کرا لیں۔

جمع قرآن کا تیسرا مرحلہ جو حضرت عثمانؓ نے طے کیا

ظاہر ہے کہ یہ کام صرف پھونک مارنے سے نہیں ہو سکتا تھا اس پر کافی وقت خرچ ہونا تھا جو ہوا لیکن یہ کام پہلے کام سے جتنا وسیع تھا اُتنے زیادہ آدمی لگانے سے اس کا کرنا آسان ہو گیا کیونکہ اس کے لیے ایک راستہ بن چکا تھا چونکہ یہ کام ایک عرصہ تک جاری رہا لہٰذا وقتاً فوقتاً سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بعض ہدایات دینا پڑیں کیونکہ اس کمیٹی کے سربراہ آپؓ خود تھے جیسا کہ پیچھے آپ پڑھ چکے ہیں کہ "مصحف اول" کو بھی مختلف کاتبین وحی نے مختلف اوقات میں آپؐ کے حکم کے مطابق تحریر کیا تھا جس کے باعث اس کے رسم الخط میں اکثر مقام پر فرق موجود رہا اگرچہ یہ فرق شفوی صورت اور سمعی صوت کے لحاظ سے ظاہر نہیں ہوتا تھا لیکن تحریر کے لحاظ سے یہ فرق موجود رہا جیسا کہ پیچھے عرض کیا جا چکا ہے بہر حال اس فرق کو "مصحف امام" میں بھی برقرار رکھا گیا کیوں؟ اس لیے کہ یہ فرق "مصحف اول" میں تھا پھر جب مصحف اول اور مصحف امام دونوں کے تقابل کے ساتھ جتنے مصاحف بیک وقت تیار کیے گئے ان میں بھی بدستور اُس طرح برقرار رکھا، اس لیے کہ پہلے روز پہلی بار تحریر کرتے وقت یہ اس طرح تحریر ہوا نیز اس کی تلاوت میں، الفاظ میں، صوت میں یہ فرق ظاہر نہیں ہوتا تھا محض حروف کے اتفاقی فرق کو بعد میں مصحف کے رسم الخط کو توقیفی قرار دے کر ختم کر دیا گیا۔

یہی طریقہ تھا جس نے اختلافات کے سامنے بند باندھ دیا

جن اختلافات کا پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے ان کو ختم کرنے کا یہی وہ آسان طریقہ تھا جو سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے مشورہ سے اختیار کیا اور یہ جتنے مصاحف اس وقت نہایت یکسانیت کے ساتھ تیار کرائے گئے تھے مختلف صوبہ جات میں روانہ کیے گئے جن کے ساتھ تلقی بالقبول کے ذریعہ لوگوں کو انہوں نے سکھایا اور ان تیار کیے جانے والے نسخوں کے مطابق اپنے اپنے مصاحف کو لکھنے کی ہدایات دی گئیں۔ اس طرح جو اختلافات پیدا ہو چکے تھے ان کو ختم کرنے کے لیے صحابہ کرام کے مشورہ سے ہر جگہ اس کا اعلان کیا گیا کہ جس شخص کے پاس بھی پہلے سے تحریر شدہ مصحف موجود ہو وہ خود ہی اُس کو تلف کر دے خواہ اُس کے تلف کا کوئی طریقہ اختیار کرے یہاں تک کہ اور کوئی صورت تلف کرنے کی سمجھ میں نہ آئے تو اس کو جلا دیا جائے۔

بے ترتیب مصاحف کے ساتھ محبت کا اظہار

بلاشبہ بعض صحابہ کرام نے اور بعض کبار تابعین نے اس حکم کی تعمیل میں عذر پیش کیے کہ ان کو آپؐ کی موجودگی میں لکھا گیا تھا لہٰذا اس وقت ان تحریرات سے ہماری اس قدر محبت ہو چکی ہے کہ ان کو ہم مٹا نہیں سکتے گویا خلیفہ وقت کی ہدایت کے مطابق نئی ترتیب سے مرتب ہونے والے

مصاحف کے مطابق بھی ہم نقلیں تیار کر لیں گے ہاں! جو پہلے سے ہمارے پاس موجود ہیں ان کو بھی ہم بدستور قائم رکھیں گے کیونکہ ان کے ساتھ ہماری ایک طرح کی عقیدت وابستہ ہو چکی ہے اس لیے ان کا تلف کرنا ہمارے لیے نہایت مشکل ہے۔ اس پر خلافت کی طرف سے بھی ایک حد تک سخت موقف اختیار کیا گیا اگر ایسا نہ کیا جاتا تو اس سارے کام کی کوئی حیثیت باقی نہ رہتی کہ جو اختلافات در کر آئے تھے وہ بدستور اسی طرح بڑھتے رہتے۔

ایک دو کے سوا باقی صحابہ نے پہلے مصحف کو حذف کرنا قبول کر لیا

مختصر یہ کہ ایک دو حضرات کے سوا باقی سب لوگوں یعنی صحابہ کرام نے یہ کام نہایت دل جمعی کے ساتھ قبول کیا اور اس آخری ترتیب طے پانے والے نسخہ سے اپنے اپنے لیے مصاحف تیار کر لیے اور چند ہی سالوں میں اس سلسلہ کے اکثر اختلافات ختم ہو گئے تاہم اس روائیداد کی روایات آج تک کتب روایات میں دیکھی اور پڑھی جا سکتی ہیں کیونکہ یہ ایک فطری چیز ہے کہ جو واقعات رونما ہوتے ہیں وہ تو اپنے وقت پر ختم ہو جاتے ہیں اور ان کو ختم ہونا ہی چاہیے تاہم ان واقعات کی داستانیں زبانوں پر جاری رہتی ہیں ان کو مکمل طور پر مٹایا نہیں جا سکتا اور نہ ہی اُن کے مٹانے کا کوئی فائدہ ہوتا ہے ان کا دہرایا جاتا رہنا تاریخ کا ایک حصہ ہے بلکہ ان ہی واقعات کا نام تاریخ ہے جو انسانوں کے لیے باعث عبرت ہوتی ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الالباب۔

بات کیا تھی اور کیا بنا دی گئی

بات کیا تھی اور اس کو بڑھا کر کیا بنا دیا گیا بلاشبہ روایات میں اس کہانی کو مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا اور بیان کرنے والوں نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق کہیں ایسا اختصار کیا کہ حقیقت مبہم ہو کر رہ گئی اور کہیں اتنی وضاحت کی گئی کہ ان واقعات کو الف لیلیٰ کی داستان بنا دیا گیا۔ ہاں! اگر ان کو محض واقعات سمجھا جاتا تو اور بات تھی لیکن بعد میں آنے والوں نے ان واقعات کو وہ درجہ دے دیا کہ وہ درجہ کلام الٰہی کو بھی نہ دیا گیا اور پھر ہوتے ہوتے یہ ہوا کہ قرآنِ کریم کو ان روایات کی روشنی میں بیان کیا جانے لگا جس سے حاکم کو محکوم اور محکوم کو حاکم بنا دیا گیا۔

قبل ازیں بھی بیان کیا جا چکا ہے دوبارہ عرض ہے

ناچیز بندہ نے پیچھے بھی ایک سے زیادہ بار تحریر کیا ہے کہ اس کا حل آج بھی یہی ہے کہ کلام اللہ یعنی قرآنِ کریم کو حاکم بنا کر ان تاریخی روایات کو دیکھا جائے۔ ان حالات کو پیش نظر رکھا جائے۔ ان لوگوں کو اور ان کی صلاحیتوں کو سامنے رکھا جائے یہ بات ذہن نشین کی جائے کہ یہ دور محض صحابہ کرام کا دور نہیں تھا بلکہ اس دور میں تابعین کی کثرت ہو چلی تھی پھر ان میں مزید کثرت ان لوگوں کی تھی جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور ان کی زبانیں مختلف ہونے کے ساتھ ساتھ ان کا کلچر مختلف تھا۔ روز بروز صحابہ کرام کی تعداد کم ہوتی جا رہی تھی جو صحابہ کرام موجود تھے ان کی عمروں کا مسئلہ بھی ان کو در پیش تھا، حالات زمانہ کے مطابق وہ مکہ اور مدینہ سے بہت دور دوسرے مقامات پر پہنچ گئے تھے وہاں سے ان کی واپسی ممکن نہ تھی۔ صحابہ کرام جو موجود تھے ان کی باتوں کو سن کر اکثر لوگ ان میں طرح طرح کے اضافہ کر لیتے تھے ہر طرف ''سبحان تیری قدرت'' والی تیتر کی بولی کو اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اور اپنے اپنے حالات کے مطابق ''ساگ، پالک، ادرک''، ''سری پائے ڈھک

رکھ"، "سین سہاگہ لاو تر دب رکھ" جیسی بولیاں بولی جارہی تھیں۔ جس بات کو لکھا، بولا اور سمجھا جاتا اُس کو باعث شہرت بنانے کا چلن چل نکلا تھا۔ جوں جوں زمانہ گذرتا گیا ان باتوں میں مزید اضافہ پر اضافہ ہوتا گیا۔

ہماری ذمہ داری کیا ہے؟

اب ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم جب ان واقعات کو پڑھیں تو اُن کو وحی الٰہی نہ سمجھیں بلکہ یہ سمجھیں کہ یہ گذشتہ زمانہ کے حالات ہیں جو ان حالات و واقعات کے پیش آنے کے سینکڑوں سال بعد احاطہ تحریر میں لائے گئے ہیں اور ان کو احاطہ تحریر میں لانے والے انسان ہی تھے اُنہوں نے اپنی بساط کے مطابق یقیناً کوشش کی ہے کہ وہ وہی واقعات تحریر کریں جن کو اُس وقت کے حالات کے مطابق مناسب سمجھیں کیونکہ وہ وقت ایسا تھا کہ ہر طرف نئے نئے قصے بیان کیے جارہے تھے اور انسانی فطرت کے مطابق ہر ایک سننے والا کچھ نہ کچھ اپنی طرف سے حک و اضافہ کرلیتا ہے یا اُس سے ہو جاتا ہے جو اُن سب واقعات میں بھی ہوا ہے۔ ہمارے محدثین اور واقعات نگاروں نے پوری چھان بین کی لیکن بہر حال وہ بھی انسان تھے۔ ہمارا فرض ہے کہ ان تحریر شدہ حالات و واقعات کو پڑھ کر مفید مطلب سے فائدہ حاصل کریں اور باقی کو خواہ مخواہ نئی نئی بحثوں کے لیے منتخب نہ کریں بلکہ ان سے صرفِ نظر کریں ہاں! اگر کوئی دوسرا ان واقعات کے باعث الجھنے کی کوشش کرتا ہے تو "قَالُوْا سَلٰمًا" کہہ کر گذر جائیں اور بات سے بات نکالنے کی عادت کو ترک کردیں کہ یہی چیز باعث فساد تھی، ہے اور رہے گی سلامتی کی راہ فقط خاموشی ہے جو اس وقت ہمارے مزاج کے خلاف ہے کیونکہ بدقسمتی سے ہمیں لڑنا جھگڑنا، واویلا کرنا یہاں تک کہ مارنا اور مرنا آتا ہے خاموش رہنا نہیں آتا کہ اس میں اپنی توہین سمجھتے ہیں۔

مثالوں سے وضاحت کی کوشش

اس جگہ چونکہ بات قرآنِ کریم کی ہورہی ہے اس نسبت سے ہم محض تفہیم کے لیے قرآنِ کریم ہی کے متعلق بات کرتے ہیں کہ جب ہم مصحف یعنی قرآنِ کریم کو پڑھتے ہیں جو ہمارے ہاتھوں میں ہے تو ہم اُس میں اس طرح کے الفاظ پاتے ہیں کہ:

1۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ۔ اور کوئی روایت ہم کو بتاتی ہے کہ فلاں صحابی کے مصحف میں قرآنِ کریم کی آیت کا یہ ٹکڑا اس طرح درج تھا۔ "اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظۡلِمُ مِثۡقَالَ نَمۡلَۃٍ۔" حالانکہ اس وقت کسی بھی قرآنِ کریم میں ایسا نہیں ہے تو ہم ٹھنڈے دل سے اس کو برداشت کرتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ جن صحابیؓ کے مصحف میں ایسا تھا در اصل اُنہوں نے ذَرَّۃٍ۔ کو زیادہ وضاحت کے ساتھ سمجھنے یا محض کسی کو سمجھانے کے لیے لکھا ہوگا جو مصحف کا حصہ نہیں بلکہ ایک لحاظ سے تفہیم و ترجمہ ہوگا۔ یقیناً وہ پڑھتے وہی تھے جو مصحف کے اندر ہے لیکن اس کی وضاحت "نَمۡلَۃٍ۔ سے کرتے ہوں گے اور یہ ہر قاری کا حق ہے کہ جو سمجھتا ہے اُس کو بیان کردے یا دوسروں کی تفہیم کے لیے کوئی آسان ترین لفظ استعمال کرے جو قرآنِ کریم کا حصہ اور منزل من اللہ نہیں بلکہ محض ترجمہ و تفہیم ہے چونکہ ان کی زبان عربی تھی لہٰذا اُنہوں نے اس کا آسان لفظ بھی عربی ہی میں بولنا تھا نہ کہ اردو، فارسی یا انگریزی میں لہٰذا اُنہوں نے ایسا بول دیا یا تحریر کردیا۔

لیکن بجائے اس کے کہ ہم ان صحابی رضی اللہ عنہ یا اُن کی طرف منسوب کرنے والوں کے درپے ہو جائیں اور ان میں سے ایک ایک پر اس طرح کی طعن زنی شروع کردیں کہ اس وقت سننے والے شرما کر رہ جائیں تو بتائیں اس کا فائدہ کیا ہوگا؟

قرآنِ کریم کے اندر کوئی تبدیلی ممکن نہیں

ہاں! اگر کوئی شخص اس کو قراءۃ قرار دے کر قرآنِ کریم کے اندر "ذَرَّةٍ" کی جگہ "نَمْلَةٍ" کے لفظ تحریر کرنے کی کوشش اور سعی کرے گا تو ہم اس کو اس سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے اور اس بات پر یقین بھی رکھیں گے کہ کوئی اس بات کی ہمت نہیں کرے گا اور اگر کرے گا تو یقیناً ناکام رہے گا کیونکہ قرآنِ کریم کی حفاظت اللہ رب کریم کے ذمہ ہے اور اُس نے ہزاروں لاکھوں قاریوں کے سینہ اور دماغ میں محفوظ رکھا ہے جو ایسی غلط ہمت کرنے والے کی نشاندہی کریں گے اور وہ یقیناً خائب و خاسر ہو گا "رشد" والے اگر اس طرح کی ہمت کرنا چاہتے ہیں تو اس کا نتیجہ ان شاء اللہ پالیں گے لیکن اس وقت ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ انشاء اللہ وہ ایسی غلطی نہیں کریں گے اور یقیناً نہیں کریں گے۔

دوسری مثال سے بات کی تاکید

2۔ قرآنِ کریم میں ہے کہ یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّکِ وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ مَعَ الرّٰکِعِیْنَ۔(۳:۴۳) پھر کسی روایت میں ہم پڑھتے ہیں کہ فلاں صحابی اس آیت کو یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّکِ وَارْکَعِیْ وَاسْجُدِیْ مَعَ السّٰاجِدِیْنَ۔ پڑھتے تھے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ کسی مصحف میں بھی آیت اس طرح موجود نہیں جس طرح ہم کو یہ روایت بتا رہی ہے تو بالکل ہم یہی سمجھیں گے اور ہم کو یہی سمجھنا چاہیے کہ اُن صحابی نے آیت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے اُس کو عربی زبان میں اُس حالت کے مطابق بیان کر دیا ہے جس حالت کے مطابق ہم عبادت میں کرتے ہیں کہ پہلے رکوع ہوتا ہے اور بعد میں سجدہ بس اُنہوں نے محض لوگوں کی تفہیم کے لیے الفاظ کو الٹ پلٹ کیا ہے اور نہایت خاموشی کے ساتھ اس طرح اشارہ کر دیا ہے کہ جس طرح ہم عبادت میں کرتے ہیں سیدہ مریم بھی کرتی تھیں یا اُن کو بھی اس کا حکم دیا گیا تھا۔

مختصر یہ کہ اس طرح کی سینکڑوں سے بھی متجاوز مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جو روایات میں بیان ہوئی ہیں لیکن ان کے اس طرح کے بیان سے بحمد اللہ نہ قرآنِ کریم میں کسی طرح کی تبدیلی ہوئی ہے اور نہ ہونے کا کوئی امکان ہے لہٰذا ہم کسی پر طعن زنی کی بجائے حسن ظن سے کام لیتے ہوئے یہی کہیں گے کہ انہوں نے محض لوگوں کی تفہیم کے لیے ایسا کیا یا تحریر کیا کیونکہ اُن کو بھی اس کا یقین کامل تھا کہ میرے ایسا کہنے یا تحریر کرنے سے قرآنِ کریم کی عبارت پر کسی قسم کا اثر نہیں ہو سکتا لہٰذا اُنہوں نے ایک ترتیب سمجھائی ہے اور قرآنِ کریم میں کوئی ترتیب سمجھانا مقصود نہیں تھا نہ ہے اور نہ کبھی ہو گا کیونکہ وہ اپنی جگہ بحمد اللہ کرا دی گئی ہے جس میں ردوبدل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

معلوم ہے روایات میں جو کچھ آیا ہے لیکن مجھے اپنا خاتمہ بالخیر کی فکر ہے

معلوم ہے کہ جمع قرآن کے متعلق کیا کچھ کہا گیا اور روایات میں کس کس طرح کی باتیں آئی ہیں اور کون کون سے نازک مقامات ہیں جہاں انسان اُلجھ کر رہ جاتا ہے تاہم اس طرح کے تمام الجھاؤ کا مثبت جواب پیش کیا جا سکتا ہے لیکن اگر محض تنقید مقصود ہو تو بات کو کھینچ تان کر کچھ کا کچھ بنایا جا سکتا ہے۔

حضرت زید بن ثابت کے ذریعہ قرآنِ کریم جمع کرانے پر کیا کیا سوال کیے گئے ہیں اور کس طرح ان روایات کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی انسان پہلے ایک مخصوص نظریہ اختیار کر لے تو پھر چاہے جو کچھ بیان کرے اُس کو اپنے موقف کے لیے مواد میسر آ جاتا ہے معلوم ہے کہ خود نبی کریم ﷺ نے جب اسامہ بن زید کو ایک لشکر کا سپہ سالار بنایا تو روایات کے مطابق کونسا وہ اعتراض تھا جو اُن پر

نہیں کیا گیا اُن کی کم سنی کے متعلق کیا کچھ نہیں کہا گیا علاوہ ازیں بھی بہت کچھ عرض کیا جاسکتا ہے لیکن ہم اس طرح کی بحث میں الجھنا نہیں چاہتے ہمارا موقف صرف اور صرف یہ ہے کہ ایک عرصہ سے جو لوگ اپنا اپنا وقت گذار کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں جن کو گذرے ہوئے سینکڑوں سالوں سے بھی زیادہ ہو گئے کہ وہ زیر زمین چلے گئے ہیں ان کے متعلق اس طرح کی بحثیں اُٹھانا جس سے ان کا کردار مجروح ہو ہر گز ہر گز ضرورت نہیں ہے اور جن کتابوں کے سہارے ہم نے یہ سب کچھ کرنا ہے ان کی حیثیت کچھ اس طرح ہے کہ ہر آدمی کی کچھ خامیاں اور کچھ خوبیاں بیان کی گئی ہیں پھر صحابہ کرامؓ سے لے کر نیچے تک سب کے ساتھ یکساں ایک جیسا سلوک کیا گیا ہے کون ہے جس کی خامیاں نہیں بتائی گئیں اس جگہ ہم نہیں چاہتے لیکن صاحب علم و فضل سے ہمارا سوال ہے کہ کسی ایک کا نام لیں اور اشارہ کر دیں کہ اس شخصیت کی خامیاں چاہتے ہیں یا خوبیاں تو وہ ان کتابوں کے ذریعہ ظاہر کی جاسکتی ہیں اگر بات ایسی ہے تو پھر ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی خامیوں کی اصلاح کریں دوسروں کی خامیوں پر نظر نہ ڈالیں جہاں تک ممکن ہو سکے ان کی خوبیوں پر نظر رکھیں اور خامیوں سے مکمل طور پر صرفِ نظر کر دیں۔ اللہ اس بات کی مجھے توفیق عطا فرمائے کہ پھول میں دیکھ سکوں کانٹوں پر نگاہ نہ پڑے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس نظریہ پر موت عطا فرمائے یعنی میری موت تک ایسی بات مجھ میں موجود رہے۔ اللھم یسر ولا تعسر و تمم بالخیر۔

اب کتاب کا مضمون چلتے چلتے ایسے مقام پر پہنچ گیا ہے کہ سرسری نظر سے روایات کے اصول و ضوابط پر بھی نظر ڈال لی جائے اور اس سلسلہ میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس کا جائزہ مختصر الفاظ میں قارئین کرام کے سامنے پیش کر دیا جائے کہ روایات کی اصلیت کیا ہے اور علمائے اسلام نے اس کو کیا بنا دیا ہے۔ تحقیق کیا کرنا تھا اور کیا کیا گیا ہے؟ روایات کا انحصار کس چیز پر رکھا گیا آپ پر واضح ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ بات کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور آنکھوں پر پڑے پردے کھول دے۔ چونکہ تمام روایات کا انحصار سند پر بتایا جاتا ہے اس لیے سمجھ لیا جائے کہ سند کیا چیز ہے؟ اور اس کا مقام کیا ہے؟

سند کیا ہے؟

دیوار کی بنیاد کو "سند" کا نام دیا جاتا ہے اور اسناد جمع ہے۔ اسناد اسند الیہ سے مصدر ہے جس کے معنی ہیں منسوب کرنا ہر وہ چیز جس کی طرف نسبت کی گئی ہو اور اس پر اعتماد کیا جائے اُس کو سند کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دین کی معتمد علیہ چیز کو بھی سند کہا جاتا ہے جس کی جمع اسانید ہے۔

اصطلاحی تعریف

سند کا مطلب ہے متن روایت کے طریق کو بیان کرنا اور علم المصطلح کے مطابق سند راویوں کا وہ سلسلہ ہے جس کے ذریعہ متن روایت تک رسائی حاصل کی جائے۔

اس سلسلہ میں بیان کرنے والے ایک عرصہ سے تحریر کرتے چلے آرہے ہیں کہ علم روایت اور نقل اخبار کی بنیادیں اور اساس وارکان اللہ تعالیٰ کتاب اور نبی اعظم و آخر ﷺ کے ارشادات میں موجود ہیں۔ جہاں تک مجھے علم ہے اس سلسلہ میں تمام لکھنے والوں نے قرآنِ کریم کی آیت یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا (۴۹:۶) "اے ایمان والو! اگر کوئی جلد باز تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو" سے استدلال کیا ہے اور اس کو بنیاد بنا کر تمام روایات کے راویان کی تحقیق کے ضابطے بنائے ہیں جن کی تفصیلات ہزاروں صفحات پر محیط ہیں اور ضمنی

طور پر بعض بزرگوں نے قرآنِ کریم سے امثال بھی پیش کی ہیں۔

روایات کی نظر میں

دوسری طرف نبی اعظم و آخر ﷺ کے اس ارشاد کو بیان کیا ہے جس کا مفہوم ہے کہ
"اللہ تعالیٰ تر و تازہ رکھے اُس شخص کو جس نے ہم سے کوئی بات سنی اور اُسے جوں کی توں دوسروں تک پہنچادی، بسااوقات بات جسے پہنچائی جاتی ہے وہ پہنچانے والے سے بڑھ کر محفوظ کرلیتا ہے۔" (ترمذی ص ۱۵۷ح: ۲٦٦١)
ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ:
"بسااوقات سمجھ بوجھ رکھنے والا کوئی شخص دین کی کوئی بات سن کر ایسے شخص کو پہنچادیتا ہے جو اس سے بڑھ کر سمجھدار ہوتا ہے اور پہنچانے والا شخص سرے سے ہی دین کی سمجھ بوجھ سے عاری ہوتا ہے۔" (ایضاً)

پھر ثابت کیا ہوا

قرآنِ کریم کی محولہ آیت اور روایات سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ تو یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے کسی جلدباز کی دی گئی خبر کی تحقیق کرو جب ثابت ہو جائے کہ خبر صحیح ہے تو اگر اس کو آگے پہنچانا ضروری ہو تو جس کیلئے ضروری ہے اُس کو پہنچادو۔ س طرح روایات کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جب کوئی بات سنو تو اُس کو آگے بیان کرو جس سے سننے والے اور سنانے والے دونوں کے لیے ضروری ہے کہ اُس خبر کی تحقیق کریں اور جو مفہوم اُس سے نکلتا ہے اس تک پہنچنے کی کوشش کرو تاکہ اس کے سننے اور سنانے کا فائدہ تم کو پہنچے۔
لیکن ہمارے بزرگوں نے جب اس علم کی بنیاد رکھی تو اُنہوں نے بجائے اس کے کہ خبر کی تحقیق کے لیے اصول وضع کرتے اس کا کھوج لگانے کی کوشش کرتے اُنہوں نے خبر یعنی روایت بیان کرنے والوں کی خبر لیناشروع کردی اور پھر ان کی خوب خبر لی اور اس کی زندگی کا حرف حرف محض بناوٹی اصولوں سے قوم کے سامنے پیش کردیا۔ پھر جس طرح انبیاء ورسل کے سواہر انسان کی زندگی میں کچھ خوبیاں اور کچھ کمزوریاں ہوتی ہیں ان کی خوبیاں اور کمزوریاں بیان کردیں اور اس بات کا قطعاً خیال نہ کیا کہ جن لوگوں کو اس دنیا سے رخصت ہوئے بیسیوں نہیں سینکڑوں سال گزر چکے ہیں ان کے متعلق اس طرح عزم وجزم کے ساتھ اُن کی خوبیاں اور کمزوریاں بیان کرنے کی کونسی کسوٹی ہمارے پاس موجود ہے جس پر پرکھ کر ہم یہ سب کچھ بیان کر رہے ہیں کیونکہ محض سنی سنائی باتوں کے لیے کوئی پختہ دلیل موجود نہیں ہوتی۔

اس استدلال کو ہم غلط کیوں کہتے ہیں

قرآنِ کریم کی اس سورت میں جس کی آیت سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے آگے چل کر بیان کیا گیا ہے کہ:
"ایمان والو! بیشتر بدگمانیوں سے بچتے رہو بلاشبہ بعض بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں اور کسی کے کھوج میں نہ لگے رہا کرو اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو" (۴۹:۱۲)
جن کتابوں میں ان تمام راویان کی خبر لی گئی ہے وہ آج بھی ہمارے ہاتھوں میں موجود ہیں آپ کسی ایک راوی کا نام، کنیت، ولدیت اور مقام وغیرہ

اپنے پاس نوٹ کر لیں اور ان کتب کا مطالعہ کریں آپ اُس راوی کے تمام حالات سے واقفیت حاصل کر سکیں گے اور اس کی خوبیوں اور خامیوں کو دیکھ لیں گے پھر آپ اس راوی کو پسند کرتے ہیں کیونکہ اُس کی بیان کی گئی روایت کو پسند کرتے ہیں اس لیے کہ یہ روایت آپ کے مکتبہ فکر کے مناسب ہے تو اُس کی خوبیوں کو بیان کر کے اپنے مطلب کی بات کی توثیق کر لیں اور ان تمام کتابوں کے باقاعدہ حوالے پیش کر کے عوام کے سامنے بیان کر دیں کہ روایت بالکل صحیح ہے کیونکہ اُس کا راوی فلاں اور فلاں ہے اور اس کی فلاں فلاں خوبیاں فلاں فلاں نے بیان کی ہیں اور ان کتابوں کے حوالوں سے اپنی بات کو موکد کر دیں۔

روایات کے راویوں کے معاملہ

اگر آپ کو وہ راوی پسند نہیں کیونکہ وہ روایت آپ کو پسند نہیں اس لیے کہ آپ کے مکتبہ فکر کے وہ خلاف ہے تو ان ہی کتابوں سے اُس کی وہ تمام کمزوریاں اکٹھی کر کے بحوالہ نقل کر دیں اور عوام کے سامنے ان کو پیش کرتے ہوئے ان کے سامنے بہانگ دہل اعلان کر دیں کہ اس روایت کے راوی میں یہ اور یہ کمزوریاں پائی جاتی ہیں لہٰذا اس راوی کی روایت اس قابل نہیں کہ اس پر دھیان دیا جائے اور اس طرح اپنے فکر کے عوام سے دام و داد دونوں چیزیں حاصل کریں لوگ آپ کو علامہ، حضرت العلام، بحر العلوم، اور شیخ کے القابات سے نوازیں گے اور علمیت کا سکہ عوام کے دلوں میں بیٹھ جائے گا اور بحمد اللہ قیمت بھی اچھی لگے گی۔

تعجب تو اس بات پر ہے کہ تمام روایات کی امہات الکتب بھی نبی اعظم و آخر صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے دو سو سال بعد تحریر کی گئیں اور ان کے صحیح اور غلط ہونے کے معیار مزید دو سو سال بعد یعنی نبی اعظم و آخر صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے چار سو سال بعد قائم کیے گئے حالانکہ وہ زمانہ ایسا تھا کہ اُس وقت کی اسلامی مملکت میں رہنے والے برس ہا برس کے بعد ایک دوسرے سے مل پاتے تھے اور آج جب ہم پوری دنیا میں ایک گھر کی طرح رہ رہے ہیں ہماری خبروں کا جو حال ہے وہ سب کی آنکھوں کے سامنے ہے زیادہ بحث و تکرار کی ضرورت نہیں صرف اتنی بات کہ کیا اس وقت ہم انسان نہیں رہے کچھ اور ہو گئے ہیں یا اُس وقت وہ انسان نہیں تھے بلکہ فرشتے تھے۔

آپؐ کے ارشادات کا مفہوم

اوپر جو آپؐ کے ارشادات اس سلسلہ میں درج ہیں ان کا مطلب بھی بالکل واضح ہے اور وہ اُس وقت سے لے کر رہتی دنیا تک کے سارے انسانوں کے لیے یا کم از کم مسلمانوں کے لیے یکساں ایک جیسے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اس وقت اس کی ممانعت کر دی گئی ہے کہ کتاب و سنت کے الفاظ، آیات و روایات سن کر کسی کو براہِ راست اُن کو سمجھنے کی اجازت نہیں رہی اور ہم پابند ہیں کہ جو آج سے ہزار سال یا پانچ سو سال یا تین سو سال پہلے کے لوگ سمجھتے تھے ہم اُن کے سمجھے ہوئے پر محض بحث کرتے رہیں اور جسے چاہیں رد کر دیں اور جسے چاہیں قبول کر لیں زیادہ سے زیادہ ایک فرد کے لحاظ سے نہیں بلکہ ایک گروہ یا فرقہ کے لحاظ سے کیا یہ پابندی بھی کہیں آسمان سے اتری ہے یا وقت معین کے لیے اجازت تھی اور اب نہیں رہی آخر اس کی کوئی دلیل کتاب و سنت میں ہے تو وہ کہاں ہے؟

واضح سمجھ میں آنے والی بات

قرآنِ کریم کی مذکورہ آیت سے جو صاف صاف اور واضح حکم سمجھ میں آتا ہے وہ تو یہ ہے کہ
مسلمانوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ تم جس زمانہ میں بھی ہو، جہاں بھی رہ رہے ہو اس اصول کو اچھی طرح یاد رکھو کہ جب بھی تمہارے زمانہ کی خبروں میں سے کوئی خبر کسی آدمی کے ذریعہ تم کو پہنچے تو اُس آدمی کی کسی کمزوری کو تم جانتے ہو کہ یہ ثقہ آدمی نہیں ہے کیونکہ ہر زمانہ کے لوگ اپنے ارد گرد رہنے والے لوگوں کے متعلق ایسی بہت سی باتیں جانتے ہیں لہٰذا اس کی لائی ہوئی، بیان کی ہوئی خبر کی پہلے تحقیق کرو بغیر تحقیق کے اُس سے سن کر بات کسی اور سے مت کرو اگر تم نے اس طرح کی تحقیق نہ کی اور اُس سے سن کر بات تم نے آگے کر دی تو یہ بات تمہارے نام سے پھیل جائے گی تو عین ممکن ہے کہ وہ خبر صحیح نہ ہو اور تم خواہ مخواہ بدنام ہو جاؤ اور اس طرح اپنا یا اپنی قوم کا نقصان کر بیٹھو اور بعد میں پچھتاوا ہو۔

سینکڑوں سال گزرے ہوئے واقعات کی تحقیق کیسے؟

اس کا یہ مطلب کس طرح سمجھ لیا گیا کہ جس زمانہ میں تم موجود ہو تم سو سال، دو سو سال، چار سو سال اور ہزار سال پیچھے گذرے ہوئے واقعات کی تحقیق کر لیا کرو جس کی تحقیق کا کوئی ذریعہ آپ کے پاس موجود نہیں ہے اور نہ اس کی تحقیق کا کچھ فائدہ ہے کیونکہ قرآنِ کریم کی ہدایت کے مطابق تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ لوگ تھے اپنا وقت اس دنیا میں گذار کر چلے گئے جو کچھ انہوں نے کیا اُس میں جس کا نتیجہ اس دنیا میں ان کو ملنا تھا مل گیا اور باقی قیامت کے روز وہ اپنے کیے کا نتیجہ یقیناً پالیں گے آپ ان کی باتوں کو لے نہ بیٹھیں آپ اپنے حالات کے مطابق سوچیں کہ جو آج تم کر رہے ہو اس کا نتیجہ یقیناً تم کو ملے گا اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی لہٰذا اپنی فکر کرو گذرے ہوؤں کی بحث کو چھوڑ دو، یہی بات ہمارے لیے مفید ہے اور یہی بات ہم سے کہی گئی ہے لیکن ہمارے مذہبی راہنماؤں نے نہایت چالاکی کے ساتھ ہمیں بھی ان واقعات میں مصروف کر دیا ہے اور خود بھی ان ہی واقعات کی ادھیڑ بن میں لگے رہتے ہیں۔ گویا قرآنِ کریم کی جس آیت کو بنیاد بنا کر روایات بیان کرنے والوں کی تحقیق ہمارے بزرگوں نے شروع کی اُس بنیاد کا ہر گز ہر گز مطلب و مفہوم یہ نہیں ہے اور جو بات نبی اعظم و آخر ﷺ کی طرف منسوب کر کے بیان کی جاتی ہے وہ بات بالکل صحیح ہو تو بھی اس کا مفہوم یہ نہیں جو سمجھ لیا گیا ہے آپؐ کا ارشاد "کہ اللہ تعالیٰ تر و تازہ رکھے اُس شخص کو جس نے ہم سے کوئی بات سنی اور جوں کی توں دوسروں تک پہنچا دی" ذرا غور کیجئے اس کے بعد آنے والی عبارت کیا ہے، کیوں پہنچا دی؟ اس لیے کہ وہ بسا اوقات جسے بات پہنچائی جاتی ہے وہ پہنچانے والے سے بڑھ کر محفوظ کر لیتا ہے" اور اس طرح گویا ہر سننے والے کو اگر وہ زیرک ہے تو اُس کے مفہوم کو سمجھ لیتا ہے۔ اس پر آپؐ نے کوئی قید نہیں لگائی کہ یہ سلسلہ ایک ہزار سال تک جاری رہے گا اور اس کے بعد کسی کو حق نہیں رہے گا کہ جو بات اُس نے سنی ہے اُس پر وہ غور و خوض کرے بلکہ اُس کا فرض یہ ہے کہ وہ گذرے ہوئے لوگوں کی سمجھ اور سوچ پر بحث کرتے ہوئے اُن میں سے کسی کی بات کو قبول کر لے اور کسی کی بات ٹھکرا دے اور جس کی بات کو تسلیم کرے اس طرح کرے جیسے وہ اللہ کی کتاب پر یقین رکھتا ہے اور جس کو ترک کر دے اس طرح اس کے پیچھے پڑا رہے کہ یہ گویا کسی غیر مذہب کی بات ہے نہیں بلکہ اس طرح کہ اُس کو سننا گناہ اور جرم ہے اور اس کا رد کرنا گویا فرض ہے۔

ہمارے علمائے کرام نے کیا کیا؟

کتنی بری اور بد قسمتی کی بات ہے کہ اس طرح کی باتوں کو دین بنا کر ہمارے علمائے کرام لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور عوام ان پر مرنے اور مارنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں حالانکہ اس طرح کی باتوں کا دین اسلام کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں بلکہ یہ محض رواجات ہیں جس قوم نے بھی اپنا لیے ہیں اور جیسے کیسے اپنا لیے ہیں۔

کرنا کیا تھا اور کیا کیا؟

اور ذکر کی گئی آیت اور بیان کی گئی روایت کا تقاضا یہ تھا کہ جہاں تک ہو سکے خبر کی تحقیق کی جائے لیکن رواج یہ طے پا گیا کہ جہاں تک ممکن ہو خبر دینے والے کی تحقیق کی جائے حالانکہ جو بات کہی گئی تھی وہ یہ تھی کہ اگر خبر دینے والا شخص جلد باز ہو یعنی اس میں کوئی کمزوری پائی جاتی ہو تو اُس کی بیان کی گئی خبر کی تحقیق کر لو کہ آیا خبر صحیح ہے یا نہیں؟ ایسی بات جو سنی گئی ہے اس پر غور کرو کہ ایسی بات ممکن ہو سکتی ہے لیکن افسوس کہ صحابہ کرام کو یہ سمجھنے کے باوجود کہ "کلھم عدول" اُن کی باتوں کی تحقیق کی جانے لگی گویا اس طرح ان سب بزرگوں کو جلد باز اور کمزور سمجھ لیا گیا اور پھر یہی حال اُن لوگوں کا سمجھ لیا جو صحابہ کرام کے بعد نیچے تک چلے گئے۔ ایسا کیوں ہوا؟ اس لیے کہ خبروں کی تحقیق کرنا تو ان لوگوں کے لیے ممکن نہ رہا کہ ان خبروں کو سینکڑوں سال گزر چکے تھے لہٰذا خبروں کے صحیح اور غلط ہونے کا معیار ان لوگوں کو بنا لیا گیا جن کے حالات کی فرضی تحقیق کی جانے کا امکان اُن کے لیے ممکن ہو سکا حالانکہ ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک نہایت فرشتہ صفت انسان کی دی گئی خبر حقیقت کے خلاف ہو کیونکہ اُس نے بھی کسی کی سنائی گئی خبر آگے پہنچائی ہے اور اس کے برعکس ایسا بھی ہو سکتا ہے ایک نہایت ہی کمزور اور دین میں ضعیف و کمزور سمجھے جانے والے آدمی کی خبر بالکل سچی اور صحیح ہو اور یہ بات مصطلحات روایت کی کتابوں میں آج بھی دیکھی جا سکتی ہے جہاں صحیح روایت کی بحث کی گئی ہے کہ وہ کونسی ہو سکتی ہے جیسا نقل کیا جاتا ہے کہ:

محدثین کے بیان کی مکمل وضاحت

محدثین کے نزدیک اس قول سے کہ ھذا حدیث صحیح یا ھذا حدیث غیر صحیح سے کیا مراد ہے؟
1۔ ہذا حدیث صحیح سے محدثین کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس حدیث میں مذکورہ بالا پانچوں شرطیں متحقق ہو گئی ہیں۔ یہ مراد نہیں ہوتی کہ حقیقت کے لحاظ سے بھی اس کے قطعی صحیح ہونے کا حکم لگا دیا گیا ہے اس لیے کہ ثقہ راویوں میں غلطی کرنے کا اور بھول جانے کا امکان موجود ہوتا ہے۔
2۔ اسی طرح ہذا حدیث غیر صحیح سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اس میں درج بالا پانچوں کی پانچوں شرطین یا ان میں سے بعض متحقق نہیں ہو سکی ہیں یہ مراد نہیں ہوتی کہ حقیقت کے لحاظ سے بھی یہ جھوٹ ہے اس لیے کہ کثرت سے غلطیاں کرنے والے راوی سے بھی صحیح روایت کا منقول ہونا ممکن ہوتا ہے۔ (تدریب الراوی جلد اول ص ۷۶، ۷۵)
رہیں وہ پانچ شرطین جن کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے تو وہ مصطلحات حدیث کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہیں جہاں صحیح حدیث کی اصطلاحی تعریف اور پھر اصطلاحی تعریف کی توضیح کے عنوانات ذکر کیے گئے ہیں البتہ مختصر طور پر ان کی طرف اس طرح اشارہ کیا جا سکتا ہے جو ہم کر رہے ہیں کہ:

پانچ شرائط کی طرف ایک اشارہ

ا۔ اتصال سند ۲۔ رایوں کی عدالت ۳۔ راویوں کا حافظہ ۴۔ اس میں شذوذ کا ہونا ۵۔ اس میں علت کا نہ ہونا۔ ہاں! ان پانچوں شرائط میں سے کسی بھی شرط میں خلل واقع ہو جائے تو ایسی صورت میں وہ حدیث صحیح نہیں کہلائے گی۔ پھر یہ بات اپنی جگہ مزید وضاحت طلب ہے کہ آپؐ کی وفات کے دو سو سال بعد ان صفات کے حامل انسان جو یکے بعد دیگرے پانچ چھ پشت کے لوگ ہوں ان کا میسر آنا ممکن بھی ہے یا نہیں اس کے ساتھ ان دو سو سال کی تاریخ کو بھی پیش نظر رکھا جائے تو ایسا سمجھنا محالات سے نظر آتا ہے۔

یہ ناچیز بندہ ہی نہیں کہہ رہا بلکہ محدثین کرام نے اس طرح کے خود سوالات اُٹھائے ہیں اور ان کے جوابات بھی تحریر کیے ہیں کہ کیا کسی سلسلہ روایت کے متعلق یہ قطعی روایت قائم کی جاسکتی ہے کہ یہ مطلقاً اصح الاسانید یعنی صحیح ترین سلسلہ روایت ہے؟ جس کا جواب دیا گیا ہے کہ:

قول مختار (یہی اہل حدیث کے مسلک کے مطابق ہے)

"اس مسئلہ میں قول مختار یہ ہے کہ کسی سلسلہ روایت یعنی سند کے متعلق قطعیت کے ساتھ ایسی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ اس لیے کہ صحت کے کئی مراتب ہوتے ہیں جن میں تفاوت ہوتا ہے اور اس تفاوت کا دارومدار اس حقیقت پر ہوتا ہے کہ اسناد میں پائی جانے والی شرائط صحت کس معیار کی ہیں اور شاذونادر ہی ایسا ہوتا ہے کہ تمام شرائط صحت اعلیٰ ترین معیار کی ہوں۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ کسی سند کے متعلق مطلقاً اصح الاسانید کا حکم لگانے سے پرہیز کیا جائے۔ بایں ہمہ بعض ائمہ حدیث سے اصح الاسانید کے متعلق اقوال نقل کیے گئے ہیں جن کا بظاہر یہی مفہوم معلوم ہو سکتا ہے کہ ہر امام حدیث نے اس سلسلہ میں روایت یعنی اسناد کو ترجیح دی ہے جو اس کے نزدیک قوی ٹھہرا" معلوم رہے کہ یہ سب انسانوں کی اپنی اپنی رائیں ہیں ان میں سے کسی بھی بات کو آپؐ سے منسوب نہیں کیا گیا اور نہ ہی کیا جاسکتا ہے یہی اہل حدیث کے مسلک کے مطابق ہے اور یہ بھی کہ یہی بات زیادہ قابل غور ہے۔

مضمون کی طرف مراجعت

ہم اپنی بات سے دور نکلتے جارہے ہیں کہ ہمارا موضوع یہ نہیں ہے بلکہ ہمارا موضوع یہ ہے کہ کوئی بھی روایت ہو اور کسی بھی بہت بڑی کتاب میں جو امہات الکتب قرار دی گئی ہو اس میں موجود ہو اہل تحقیق کا کام یہ ہے کہ وہ فی نفسہٖ اس روایت کو دیکھ کر اُس کے اصل متن پر غور و خوض کریں اور اس متن کو پیش نظر رکھ کر رد و قبول کا انداز اپنائیں وہ اس طرح کہ جو بات کتاب اللہ کے قریب معلوم ہو اُس کی موید قرار پائے اس کو قبول کرتے ہوئے بغیر کسی مصنوعی طریقہ کے اپنے دل سے گواہی لیتے ہوئے قبول کریں اور برملا اس کے قبول کرنے میں پس و پیش نہ کریں لیکن اس کے برعکس پائیں تو رد نہ کریں بلکہ خاموش رہیں کہ اس پر خاموشی سے کسی پر الزام کے مستحق نہیں ٹھہریں گے پھر جب بغیر رد کے کام چل سکتا ہے تو اس پر شور بپا کرنے کی ضرورت کیا ہے؟

ناچیز بندہ کو معلوم ہے کہ اگر سند پر اس طرح کی بحث نہ کی جائے جس طرح کی بحث کر کے علمائے کرام ایک دوسرے کے بیانات کا رد کرتے ہیں تو اس بات کو قبولیت حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ ہمارے ہاں یہ باور کر لیا گیا ہے کہ "علامہ" صرف اور صرف ان کو کہا جاسکتا ہے جو اس مصنوعی رد و قبول کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے ڈٹ جائیں اور اپنی بات کو جائز اور ناچیز طریقہ سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کریں، آستین چڑھائیں، بازو

ہلائیں، ایک دوسرے کو مکے دکھائیں اور فرضی دلائل قائم کر کے منہ سے جھاگ پر جھاگ نکالنا شروع کر دیں اور ان کی للکار کی آواز دور دور تک سنائی دینے لگا۔ الامان والحفیظ

جو میرے اختیار میں نہیں اس کی بات کیوں کروں؟

میں بحمد اللہ اپنی شناخت رکھتا ہوں مجھے جو بات قبول نہیں اُس کو اختیار کرنے یا کرانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا، مجھے "علامہ" کہلانے کا قطعاً شوق نہیں ہے اور نہ میں "علامہ" ہوں مجھے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ جس طرح فقہی سکول اُس وقت قائم ہوئے جب لوگ فرضی سوال اُٹھا کر فرضی جواب دینے لگے اور ایسے ایسے سوال اُٹھائے اور اس اس طرح کے ان کے جوابات دیئے کہ آج ان کو سن اور پڑھ کر شرم آتی ہے لیکن یہ سلسلہ چلتا رہا، چل رہا ہے اور چلتا رہے گا۔ تاہم مسلک اہل حدیث نے اس کا دل کھول کر اس کا رد کیا، کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ لیکن جب فقہی طریقہ نے سر نکالا اُس کے قریب قریب کچھ بعد میں مختلف قراءات نے بھی جنم لیا اور بہت سے دوسرے فنون نے بھی جن کے تذکرہ کی اس جگہ ضرورت نہیں ہے غنا اور گانے بجانے کے اصول مقرر کیے گئے اور ایسے ایسے طریقے ایجاد ہوئے کہ سننے والے ان باتوں کے شیدائی ہو گئے بالکل اسی طرح بعض بزرگوں نے قراءات کو اپنا فن بنایا اور قرآنِ کریم کو مختلف قاریوں نے اپنے اختراعی طریقوں سے ایسے انداز میں پڑھنا شروع کیا جو مسحور کن تھا لوگ ان کی تلاوت کے شیدائی ہونے لگے اور وہ لوگوں سے داد حاصل کرنے اور نعامات پانے کے لیے اس فن کے فن کار ہو گئے اور جس طرح گذشتہ اقوامِ عالم میں پانچ، سات، دس، گیارہ اور ستر کے اعداد نے جگہ حاصل کی اہل اسلام کے ہاں بھی بالکل اسی طرح بہت سے کاموں میں ایسے اعداد کو اہمیت دی جانے لگی۔ جس کے نتیجہ میں پانچ تن پاک، حق چار یار، سات، دس اور بیس قراءات پیدا ہو گیں اور فقہی مکاتب فکر کی طرح سینکڑوں، ہزاروں قسم کے قراء اور اُن کی اپنی اپنی قراءات معروف ہو گئیں پھر جس طرح ہر صاحب فن نے اپنے اپنے فنون پر بحث کر کے ان کو ترقی دی یہی صورتِ حال قرآنِ کریم کے ساتھ بھی کی گئی اور جہاں چار مکاتب فکر معروف ہو گئے وہاں سات یا دس قراءات نے بھی باقی تمام قراءتوں پر فوقیت حاصل کر لی اور پھر ان پر کتابیں مدون ہونے لگیں الفاظ کے اُتار چڑھاؤ، کمی و بیشی اور معمولی معمولی تبدیلی بھی جنم لینے لگی اور یہ تمام باتیں مختلف کتابوں میں جگہ پا گئیں اور قرآنِ کریم کی تلاوت قراءت کے نام سے بعض قراء کی طرف منسوب کی جانے لگی لیکن اس طرح سے جو کچھ ہوا اُس نے قرآنِ کریم کی حفاظت کے باعث قرآنِ کریم کے اندر جگہ تو حاصل نہ کی کبھی ان باتوں کو قرآنِ کریم کے حاشیہ پر درج کیا گیا حالانکہ اس میں حقیقت پر مبنی کوئی چیز نہ تھی۔ جیسا کہ ہم نے اوپر درج کیا ہے کہ دراصل قراءت کو کسی قاری جی کی طرف نسبت دے کر معروف نہیں کرنا چاہیے تھا بلکہ جس طرح قرآنِ کریم کے الفاظ آپؐ کی زبان سے شفوی صورت میں مسموع ہوئے اسی صوت میں ان کو بند ہونا اور اسی طرح اُس رسم الخط میں اس کا محفوظ ہونا ضروری ہے، ہوا اور ہوتا رہے گا جس طرح الفاظ روزِ اول آپؐ سے براہِ راست سنے گئے اور تحریر کر کے آپؐ کو سنائے گئے تھے لہٰذا ان دونوں چیزوں کی نسبت بھی آپؐ کی طرف ہونی چاہیے سوائے رسم الخط کے کہ وہ آپؐ کا تحریر کردہ نہیں ہے۔

قرآنِ کریم مختلف کاتبین وحی نے تحریر کیا

چونکہ قرآنِ کریم مختلف کاتبین وحی نے تحریر کیالہٰذا جیسے شفوی صورت سے صوت قرآن آپؐ سے مسموع ہوئی ویسے ان الفاظ کو تحریر میں مختلف کاتبین وحی نے تحریر کیا جس کے باعث اس کے رسم الخط میں اس طرح کی تبدیلیاں رونما ہوئیں جن سے صوتی صورت تو بدستور قائم رہی لیکن تحریر کی صورت یعنی لفظی شکل میں معمولی فرق آگیا جس کو بعد میں امت نے قائم رکھا اور اس رسم الخط کو توقیفی قرار دے کر بدستور روزِ اول کی تحریر کو اُسی شکل و صورت میں قبول کر لیا بعد میں اس کی یکسانیت اور خط کی اس معمولی تبدیلی کو بھی قبول نہ کیا جو اپنی جگہ ایک نہایت خوبی کی بات تھی، ہے اور رہے گی۔

خیال کرنا اور غلطی سے کچھ بول نہ دینا

میری اس بات سے عوام الناس کو جو میری طرح کم علم ہیں ان کو کوئی غلطی نہ لگے تھوڑی اس کی وضاحت کر دی جاتی ہے تاکہ بات زیادہ صاف شفاف ہو جائے مثلاً قرآنِ کریم میں ایک لفظ "ابراھیم" ہے اس کو کسی جگہ "ابرٰھم"، "عن من" کو "عمّا" "احداھما" کو "احدٰھما" "فی ما" کو "فیما" "باسم اللہ" کو "بسم اللہ" "قال" کو "قٰل" "وقال" کو صرف "قال" یا "وقال" کو "فقال" وغیرہ وغیرہ اس طرح کا فرق ایک دو جگہ اور بعض لفظ کا رسم الخط بیسیوں جگہ پر نہیں بلکہ سینکڑوں جگہ پر آگیا ہے جس سے شفوی صورت اور سمعی صوت تو یکساں رہی لیکن بظاہر تحریر میں اختلاف ہو گیا لیکن اس صورت حال کو روزِ اول کی مختلف کاتبین وحی کی وجہ سے جو فرق نقل میں آیا بعد میں اُس میں یکسانیت جان بوجھ کر نہ لائی گئی اور اس کا اُس شکل صورت میں باقی رکھنا لازمی قرار دیا گیا جس پر بعد میں مخالفین نے بہت لے دے کی لیکن اُن کو جواب دے کر خاموش کر دیا گیا۔

قراءتوں کو قراء کی طرف نسبت دینا صحیح نہیں ہے۔

بعد ازیں جس طرح برصغیر کے ممالک میں قرآنِ کریم کی قراءت کو حفص کی قراءات کا نام دیا گیا بعض اسلامی ممالک میں قراءت ورش، دوری اور قالون کی قراءت کا نام دیا گیا گویا جس طرح فقہ کے ہزاروں اماموں میں چار نے ایک نام پیدا کر لیا سات، دس اور بیس قراء میں سے ان چار کے نام زیادہ معروف ہو گئے اور ان کی قراءت میں جو معمولی فرق تھا اُس کو ضبط کر کے زیادہ شہرت دی گئی قراءتیں ان کے نام معروف ہو گئیں حالانکہ فی نفسہٖ جو کتابوں میں ان کی قراءتوں میں فرق بتایا گیا تھا ان کے اصل نسخوں میں ایسی کوئی چیز موجود نہیں سوائے اس کے کہ بعض مقامات زیر، زبر یا کھڑا زبر اور فتح کا فرق اُن کے لحن و لہجہ کے لحاظ سے تحریر ہو گیا اور کسی ایک لفظ میں بھی جیسے "ف" اور "ق" میں نقاط کا فرق ہے ان کے یہ فرق "ف" کے نیچے نقطہ لگا کر اور "ق" کے اوپر ایک نقطہ لگا کر اور "ن" کو نقطہ سے خالی رکھ کر کیا گیا ہے جب کہ اس طرح کا فرق حقیقت میں کوئی فرق نہیں پھر جن سولہ قرآن یا مصحف کی تیاری جامعہ لاہور الاسلامیہ والوں نے کی ہے اس میں اس طرح کا کیا فرق روا رکھا گیا ہے کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن جو فرق چار طبع ہونے والے نسخوں میں بتایا گیا ہے یہ کوئی ایسا فرق نہیں جس کو اختلاف کا نام دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ یہ تین نسخے الگ الگ قراءتوں پر تحریر کیے گئے جن میں الفاظ کے رسم الخط کے علاوہ بھی کوئی خاص طرح کا فرق موجود ہے ہر گز نہیں، قطعاً نہیں یہ خواہ مخواہ کی الگ الگ قراءت کا نام دے کر لوگوں میں اختلاف اور انتشار پھیلایا گیا ہے یا مخالفین اسلام کو خوش کیا گیا ہے تاکہ وہ اسلام

کے متعلق اور قرآنِ کریم کے متعلق طرح طرح کی ہرزہ سرائی کر سکیں جس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

متداول قراءات کی اصل حقیقت

حقیقت میں قالون، ورش اور دوری و حفص کی قراءات قرار دینا بھی صحیح نہیں اور اس طرح ان کی قراءات میں جو فرق کتابوں میں تحریر ہے اور اُس کی وضاحت کی گئی ہے اس طرح کا کوئی فرق موجود نہیں رسم الخط میں معمولی فرق اور لحن ولہجہ کا فرق جو بعض اوقات زیر، زبر کے لحاظ سے بھی ہوتا ہے ایسا فرق نہیں جس کو اختلاف پر مبنی قرار دیا جائے یا ان مقامات پر کوئی کسی طرح کی معنوں میں معمولی تبدیلی بھی ہو۔ صرف مخالفین نے جو اس طرح کی باتوں کو ہوا دی تھی بغیر سوچے سمجھے اُس کی تصدیق کر دی اور کہہ دیا گیا کہ آسمان سے آپؐ پر دس، بیس یا سات قراءتیں نازل ہوئی تھیں اور آپؐ نے مختلف لوگوں کو قرآنِ کریم مختلف قراءات میں پڑھایا تھا حالانکہ یہ بات حقیقت کے بالکل خلاف ہے اور "سبعہ احرف" کے الفاظ کو خواہ مخواہ کھینچ تان کر سات مختلف قراءت کا نام دے دیا جو پہلے ہی کتابوں میں گشت کر رہا تھا جس کا مطلب و مفہوم ہرگز یہ نہیں تھا جو اس پر فٹ کر دیا گیا۔

سند کا معاملہ بھی اصلیت رکھتا ہے؟

اس جگہ بات تو صرف سند کی ہو رہی ہے اس لیے پیچھے آپ ابتدائیہ میں پڑھ چکے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ایک روایت کو اپنی صحیح میں پانچ بار درج کیا ہے اس پانچ بار درج کرنے میں کچھ راویان روایت وہی ہیں جو ہر ایک روایت میں آئے ہیں اور کچھ بدل گئے ہیں ان پانچ روایات میں سے پہلی روایت کو آپ ذہن میں لائیں تو اس کے پہلے راوی عبداللہ بن یوسف ہیں جنہوں نے مالک رحمہ اللہ سے سنا ہے اور مالک رحمہ اللہ نے ابن شہاب زہری سے بیان کیا ہے اور اُنہوں نے یہ روایت دو آدمیوں سے سنی ہے عروہ بن زبیر سے اور عبدالرحمن بن عبدالقاری سے اور ان دونوں نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے اس طرح اس روایت کے بیان کرنے والوں میں ۱۔ عبداللہ بن یوسف ۲۔ مالک رحمہ اللہ ۳۔ ابن شہاب ۴۔ عروہ بن زبیر اور عبدالرحمن بن القاری نے ۵۔ عمر بن خطاب سے۔

روایات کے راویوں کی تاریخی حیثیت

ان پانچوں روایان کی تفصیل تاریخ کی کتابوں میں بیان کی گئی ہے اور اس طرح بیان کی گئی ہے کہ ان کے سقم اور ان کی خوبیاں سب کچھ بیان کیا گیا ہے جو روایت ان کی طرف منسوب کی گئی ہے اس میں "سبعہ احرف" کے الفاظ موجود ہیں اور "سبعہ احرف" کے کم و بیش چالیس مطالب کتب میں بیان ہوئے ہیں آپ ان میں چار پانچ انتخاب کر کے ان میں سے ایک کی حمایت میں اور باقی چار کے خلاف لکھ رہے ہیں لیکن ان راویان احادیث پر آپ کو کوئی بحث نہیں کیونکہ آپ نے جو کچھ انتخاب کیا "سبعہ احرف" کے حق میں ہے چاہے ان مفاہیم میں سے آپ نے کسی ایک مفہوم کو اہمیت دے کر اُس کو حق ثابت کرتے ہوئے باقی چار کو ناحق قرار دے دیا ہے لیکن ان پانچ مفاہیم میں سے جو بھی آپ نے پسند کیا ہے اُس پسند کی وجہ سے "سبعہ احرف" والی حدیث سے آپ کو کوئی اختلاف نہیں لہٰذا آپ کو اس کی سند پر اطمینان ہے اس کی سند پر کچھ بھی لکھنے کی آپ کو ضرورت نہیں اور نہ کچھ کہنے کی ضرورت ہے ایک دوسرا آدمی جو "سبعہ احرف" کی اس روایت کو اس وجہ سے نہیں مانتا کہ اُس کے خیال

میں ان تمام مطالب سے کوئی ایک مطلب بھی پسند نہیں وہ کہتا ہے یہ روایت چاہے بخاری میں ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے گویا اس طرح اُس نے اپنا ایک نظریہ پہلے قائم کر لیا خواہ کسی وجہ سے کیا ہے وہ اس روایت کے راویوں کے پیچھے پڑ جائے گا ان ہی کتابوں میں جہاں ان کی تعریف کی گئی ہے بعض کمزوریوں کا ذکر بھی ہے اور ان میں سے ایک ایک کی خوبیوں اور کمزوریوں کو بیان کرے گا یہاں تک کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بھی۔

اگر کوئی ان روایات کو صحیح تسلیم نہیں کرتا

اس روایت کو تسلیم نہ کرنے والا ان راویوں میں سے مثلاً پہلے دو یعنی عبد اللہ بن یوسف اور مالک کو یہ کہہ کر بری کر دے گا کہ ان دونوں نے ایک دوسرے سے سنا ہے ان کی بات نہیں لیکن ان کا بتانے والا ابن شہاب ہے اور ابن شہاب میں یہ اور یہ کمزوریاں ہیں اُن کتابوں میں سے ان صاحب یعنی ابن شہاب کی کمزوریاں اس قدر گنائے گا کہ ان سے اعتماد اُٹھ جائے کہ ساری گڑبڑ اس ابن شہاب ہی نے کی ہے اور اس بحث کو کئی صفحات میں پھیلا دے گا اور بیسیوں حوالے اکٹھا کر دے گا کہ فلاں نے بھی ابن شہاب کے بارے میں یہ لکھا ہے اور فلاں نے بھی اور پھر فلاں نے بھی لہٰذا ابن شہاب کی وجہ سے یہ روایت قابل اعتماد نہیں رہی اندریں وجہ یہ غلط ہے۔

دو آدمیوں کی حالت کے ساتھ تیسرے کی حیثیت

لیکن ایک تیسرا آدمی کھڑا ہو جاتا ہے وہ کہتا ہے کہ در اصل "سبعہ احرف" کا مفہوم یہ نہیں ہے جو آپ لوگوں نے لیا ہے بلکہ ان بیان کیے گئے چالیس مطالب میں سے ایک بھی اس کا صحیح مطلب نہیں بنتا اس طرح وہ "سبعہ احرف" کا کوئی اور مفہوم بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس پر پہلے دونوں فتویٰ صادر کرتے ہیں کہ در اصل یہ تیسرا جو نیا مفہوم بیان کرنے والا ہے منکر حدیث ہے اور سب سے بڑی دلیل اس کی یہ ہے کہ اس نے راویان کے متعلق کچھ نہیں کہا ان کا رد کیا اور نہ توثیق کی ہے لہٰذا در اصل یہ منکر حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ جاہل بھی ہے اور اس کی جہالت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ یہ راویان کے متعلق خاموش ہے اور منکر حدیث اس لیے ہے کہ اس نے پہلے چالیس مطالب بیان کرنے والوں کے خلاف بیان کیا ہے حالانکہ وہ سارے بڑے بڑے متبحر علمائے گرامی قدر ہیں جنہوں نے دین کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں اور اُنہوں نے کیسے کیسے موتی اور گہر کتابوں سے نکال کر ایک جگہ جمع کر دیئے ہیں اور ان کو یہ حق تھا کہ اپنے علم کے باعث ان مطالب میں سے کسی ایک مطلب کی توثیق کرتے وہ اُنہوں نے کر دی لہٰذا اس طرح اُنہوں نے اپنے عالم ہونے کا ثبوت پیش کر دیا۔ رہا وہ تنقید کرنے والا جس نے ابن شہاب زہری پر تنقید کی ہے اُس کا صرف اتنا قصور ہے کہ اُس نے منکرین حدیث کو تقویت پہنچائی ہے گویا اُس نے ایسے لوگوں سے رشوت کھائی ہے اور ابن شہاب پر خواہ مخواہ تنقید کر کے ایمان برباد کر لیا ہے اور اس کے علم کی مثال ایسی ہے جیسے شیطان کی کہ وہ خود بھی گمراہ ہوا ہے اور دوسروں کی گمراہی کا باعث بھی بنا ہے۔

قراءات بطورِ فن بیان کی گئیں

مختصر یہ کہ اس طرح بات سے بات نکلتے ہوئے باقی علوم وفنون کی طرح فن قراءت بھی مدون ہونے لگا اس کے متعلق عجیب عجیب سوال اُٹھائے گئے اور طرح طرح سے اُن کے جوابات دیئے گئے اور ہوتے ہوتے اس موضوع پر اتنا کچھ تحریر ہو گیا کہ آج اُس کا مطالعہ بھی دشوار ہو گیا وقت کے بدلنے کے ساتھ ساتھ اس میں بھی تبدیلی آگئی جو کتابوں تک محدود تھی، ہے اور رہے گی فی نفسہٖ قرآنِ کریم کی حفاظت کا ذمہ جب اللہ رب کریم نے لیا ہے تو اتنا کچھ ہونے کے باوجود بحمد اللہ آج بھی وہ اُسی طرح محفوظ ہے اس میں ردوبدل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جو اس سلسلہ میں کوشش کرتا ہے وہ منہ کی کھا کر خاموش ہو جاتا ہے۔

قرآنِ کریم کے متداول نسخوں کا حال

جیسا کہ ہم نے پیچھے عرض کیا ہے کہ وہ قرآنِ کریم کے نسخے جو مختلف قراء کی طرف منسوب ہو کر معروف ہو چکے ہیں کہ یہ فلاں قاری کی قراءت ہے حالانکہ وہ تمام قراء جن کی طرف یہ قراءات منسوب ہیں آپؐ سے صدیوں بعد پیدا ہوئے قرآنِ کریم اپنے نزول کے وقت سے پڑھا آتا رہا ہے باوجود اس کے کتابوں میں بہت باتیں موجود ہیں کہ فلاں صحابی اس اس سورت کو قرآن قرار نہیں دیتے تھے اور فلاں صحابی اس آیت کو اس اضافہ کے ساتھ پڑھتے تھے کتابوں میں بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں باتیں تحریر ہونے کے باوجود قرآنِ کریم میں ایسی کوئی بات بھی موجود نہیں پائی گئی اور بحمد اللہ کسی ایسی بات کو کبھی بھی قرآنِ کریم کے اندر جگہ نہیں ملے گی، اپنوں اور بیگانوں کی ریشہ دوانیوں سے کلام رب کریم محفوظ رہا ہے اور بحمد اللہ محفوظ رہے گا۔

قراءات کے اختلاف کی حقیقت

قراءات کے اختلاف کا اصل باعث یہ ہوا کہ جس طرح قرآنِ کریم کو منزل من اللہ سمجھا اور کہا گیا بالکل اسی طرح روایات کو منزل من اللہ سمجھا گیا اور اس بات کا خیال نہ کیا گیا کہ قرآنِ کریم اللہ رب کریم کا کلام ہے چاہے وہ نبی اعظم و آخر ﷺ کی زبانِ اقدس سے پڑھا گیا ہے اور آپؐ ہی سے صحابہ کرامؓ نے سنا ہے تاہم قرآنِ کریم کی وحی یعنی منزل من اللہ ہونے کے باعث مطلق خالق کا کلام ہے پیغمبر اعظم و آخر ﷺ کا اپنا کلام نہیں اور روایات بلاشبہ آپؐ کی طرف منسوب ہیں تاہم مخلوق کا کلام ہیں خالق کا کلام نہیں اس لیے روایات کو منزل من اللہ تسلیم کرنا ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہے۔ جو لوگ اس غلطی کا شکار ہوئے اُنہوں نے اکثر کلام خالق اور کلام مخلوق کے فرق کو ملحوظِ خاطر نہیں رکھا۔ چونکہ یہ بہت بڑے بڑے لوگ تھے ہم ان کی بزرگی کا احترام کرتے ہوئے بھی اُن کے اس نظریہ کو تسلیم نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ جن روایات میں روایات کو "مثلہ معہ" کہا گیا ہے ہم ان کو قرآنِ کریم کا مثل ہرگز تسلیم نہیں کرتے اور یہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے کہ قرآنِ کریم کی مثل ممکن ہی نہیں جیسا کہ پیچھے عرض کیا جا چکا ہے۔

قرآنِ کریم کے الفاظ کے معنی

ہاں! قرآنِ کریم کے الفاظ کا بدل عربی زبان میں موجود ہے لہٰذا عربوں کی تفہیم کے لیے قرآنِ کریم کے الفاظ کو عربی زبان کے دوسرے الفاظ سے بدل کر سمجھا سمجھایا جا سکتا ہے اور یہ طریقہ یقیناً آپؐ نے بھی اختیار کیا اور آپؐ کے صحابہ کرام نے بھی لیکن اس طرح بیان کرنے کا مطلب یہ

ہر گز نہیں ہو سکتا کہ جن الفاظ کے معانی آپؐ نے یا صحابہ کرام نے آسانی کے لیے سمجھائے وہ الفاظ قرآنِ کریم ہو گئے ہوں ہر گز نہیں۔ جس طرح قرآنِ کریم کو کسی دوسری زبان میں تفہیم کرانے سے وہ زبان اور تفہیم قرآن، قرآن نہیں بن جائے گی بلکہ اُس کو تفہیم قرآن ہی کہا جائے گا اگر کوئی شخص خواہ وہ کون ہو کہاں ہو قرآنِ کریم کی قراءت میں الفاظ کا ردوبدل کرے گا تو قرآنِ کریم کی تحریر اُس کا انکار کر دے گی جب اس طرح
کے معانی کے لحاظ سے بدلے ہوئے الفاظ قرآنِ کریم کے اندر داخل کر کے طبع کرائے جائیں گے تو قرآن کریم کی عبارت ان کو قبول نہیں کرے گی۔

قرآنی الفاظ قرآنی الفاظ کے ساتھ کیسے بدل گئے

مختلف قراءات کے نام پر جو پہلے ہوا وہ فقط یہی ہے کہ قرآنِ کریم کے الفاظ قرآنِ کریم ہی کے الفاظ کے ساتھ بعض مقامات پر اگرچہ وہ بھی چند ایک جگہ پر بدل گئے ہیں اُس کا باعث قراء ہیں یا پہلی بار رقم کرنے والے جیسے سورہ النحل کی آیت بیالیس میں نُوحِی اِلَیۡھِمۡ کو یُوحٰی اِلَیۡھِمۡ قراءت ورش اور قالون میں تحریر کیا گیا ہے یا محض رسم کا فرق ہے جیسے اِیۡمَانِھِمۡ کو اِیۡمٰنِھِمۡ (۱۶:۳۸) لیکن اس طرح طرزِ تحریر میں فرق ہونے کے باوجود معناً تبدیلی تصور نہیں ہوتی اور لفظ جس طرح نُوحِیۡ قرآنِ کریم میں موجود ہے اس طرح یوحی بھی موجود ہے گویا اس طرح بدلا ہوا لفظ بھی قرآنِ کریم ہی کا ہے اور منزل من اللہ ہے اور رسم الخط کے لحاظ سے یکساں ہے اس کو قراءت کا فرق کہیں یا پہلی تحریر کا جس سے موجودہ کتابت ہوئی اور کسی علاقہ میں اس طرح اُس کی قراءت ہو رہی ہے تو یہ کوئی ایسا اختلاف نہیں جس کو تغیر و تبدل کا نام دیا جائے تاہم یہ "سبعہ احرف" کا مسئلہ بھی ہر گز نہیں ہے کہ اس کے باعث صحابہ کرام کے دور میں یا بعد ازیں کسی جھگڑے کا باعث ہوا ہو یا ہو جائے اور فی نفسہٖ اس مضمون کا کوئی تعلق اُن روایات کے ساتھ بھی قائم نہیں ہوتا جن روایات میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ یا ابی بن کعب اور اُن کے دونوں ساتھیوں کے درمیان جھگڑے کا باعث ہوئیں یا اس طرح کے دوسرے واقعات رونما ہوئے۔ پھر "سبعہ احرف" کا مفہوم کیا ہوا اس کے متعلق ان شاء اللہ ہم اپنا موقف وضاحت سے عرض کریں گے فی الحال قرآنِ کریم کے نزول کے متعلق اور ان حالات کے متعلق جن حالات میں اس کا نزول ہوا کچھ عرض کر دینا چاہتے ہیں تا کہ "سبعہ احرف" کے متعلق ہمارا موقف سمجھ میں آسکے۔

نزولِ قرآن کے وقت کتابت کا وجود

ہماری کتب اسلامی میں اکثر بیان کیا جاتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت عربوں کی حالت یہ تھی کہ ان میں کتابت کا کوئی تصور موجود نہیں تھا بلکہ ان کی حالت یہ تھی کہ ان میں کوئی شخص بھی پڑھا لکھا موجود نہیں تھا اور وہ محض اُمی یعنی ناخواندہ لوگ تھے۔ حالانکہ یہ تصور محض ایک غلط تصور ہے اور قرآنِ کریم کا نزول شروع ہوتے ہی آپؐ کو اس طرح مخاطب کیا گیا ہے کہ اقراء جس کا مطلب بالکل صاف اور واضح ہے کہ آپؐ کے سامنے کوئی لکھی ہوئی تحریر پیش کی گئی تھی ورنہ اقراء کے لفظ سے آپؐ کو مخاطب نہ کیا جاتا۔ یہ خطاب اس بات کی دلیل ہے کہ آپؐ پر جب قرآنِ کریم کا نزول ہوا تو آپؐ فی نفسہٖ ناخواندہ ہونے کے باوجود اس تصور سے یقیناً واقف تھے اور اس طرح کا تصور اُس وقت قائم ہو سکتا ہے جب لکھنے پڑھنے کا تصور پایا جائے تب ہی انسان یہ بات کہہ سکتا ہے کہ "ما انا بقاریء" میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔

پھر جب اُس ناموس رسالت نے آپؐ کو پکڑا، بھینچا تو روایات کے مطابق تین بار ایسا کرنے کے بعد آپؐ نے ان الفاظ کو نہ دہرایا بلکہ پڑھنا شروع کر دیا۔ قرآنِ کریم کی یہ پہلی وحی خود اس کی زبردست دلیل ہے کہ پڑھنے لکھنے کا تصور اور پڑھنے لکھنے کے آلات واوزار سے آپؐ اور آپؐ کی قوم واقف تھی یا کم از کم اس طرح کا تصور آپؐ کی قوم میں موجود تھا اور لوگ خواہ کتنے ہی تعداد میں کم ہوں لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور قرآنِ کریم کے نزول کے ساتھ ہی آپؐ نے نازل شدہ وحی کو لکھوانا شروع کر دیا تھا اور کبھی آپؐ کو اس طرح کی دقت پیش نہ آئی جوں ہی وحی کا نزول ہوا جو کچھ آپؐ کو پڑھایا گیا آپؐ نے اُس کو تحریر کرا دیا جس کی شہادتیں روزِ روشن کی طرح واضح ہیں۔

اہل عرب بالکل اَن پڑھ نہیں تھے

چنانچہ ماحصل ان بیانات کا یہ ہے کہ "ہم اہل عرب کے متعلق یہ گمان نہیں کر سکتے کہ وہ سفید اَن پڑھ تھے بلکہ وہ کتابت کو بالکلیہ اور تمام حروف کو جاننے والے تھے گویا قدیم زمانہ میں عرب اپنے حالات کے مطابق ہماری ہی طرح قراءت و کتابت سے واقف تھے۔" (ابن فارس)

قرآنِ کریم نے "کتب" کا لفظ اس مادہ کے دوسرے الفاظ کے ساتھ بار بار ذکر کیا گیا ہے اور تقریباً تین سو سے زائد الفاظ اس طرح کے استعمال کیے گئے ہیں اور اس طرح قراء کا مادہ کے الفاظ بھی سو کے قریب موجود ہیں اس طرح ادواتِ کتابت کا ذکر بھی پایا جاتا ہے جیسے قلم، مصحف، قرطاس اور رق وغیرہ کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں پھر یہ بات کیسے تسلیم کر لی جائے کہ نزولِ قرآن کے وقت لکھنے پڑھنے کا تصور عربوں میں موجود نہیں تھا۔

قرآنِ کریم کی آیات، روایات اور تاریخ سب شاہد ہیں کہ بعض عرب قبائل کے باہمی معاہدات اور حلف نامے بھی تحریر ہوتے تھے۔ ورقہ بن نوفل کے تورات لکھنے کا تذکرہ بھی اکثر کیا جاتا ہے۔ قریش مکہ کے ساتھ مقاطعہ کے دوران مکتوب اور دستاویزات کا ذکر پایا جاتا ہے بعض دستاویزات کا جوفِ کعبہ میں آویزاں کرنے کی باتیں بھی کہی جاتی ہیں اور اسی طرح سبع معلقات کی تاریخ بھی اس پر گواہ ہے۔

نزولِ قرآن کے وقت کتابت سے قریش واقف تھے

اتنی ساری شہادتوں کے باوجود اس بات پر اصرار کیا جائے کہ نزولِ قرآن کے وقت عربوں میں لکھنے پڑھنے کا تصور ہی نہیں پایا جاتا تھا تو یہ طلوع ہوتے سورج کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ ہاں! جو بات کہی جائے اُس پر جب تک کوئی دلیل نہ دی جائے اُس وقت تک ہماری تسلی نہیں ہوتی اس طرح کی مدلل باتیں بھی قبول نہیں کی جاتیں چنانچہ اس مضمون کے لیے ہم پیش کرتے ہیں (جواد علی تاریخ العرب فی الاسلام ص۶۹، بغداد ۱۹۶۱ء) نیز ابن سعد الطبقات الکبریٰ ۱، ۲۰۸ بیروت ۱۹۵۷ء)

لہٰذا کتابت نہ صرف جزیرہ عرب میں عام تھی بلکہ اطراف عراق و شام میں بھی لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ نبی اعظم و آخر ﷺ نے فروہ بن عمرو الجذامی جو ارض بلقاء پر قیصر کی طرف سے والی مقرر تھے کی طرف خط بھیجا اور اُنہوں نے اس کا جواب بھی لکھا (ابن سعد) اہل ایلہ، تیما، جربا اور اذرح جو جزیرہ عرب کی شمالی بستیاں تھیں کے وفود آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ نے ان کے لیے کتابی شکل میں معاہدات لکھوائے (الواقدی کتاب المغازی، مصر ۱۹۶۴ء)

تاریخ اس پر گواہ ہے کہ آپؐ کی نبوت کے اعلان کے وقت قریش کے اندر بھی لکھنے پڑھنے والے لوگ موجود تھے روایات سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ بشر اور حرب سے قریش نے کتابت سیکھی تھی جن میں مردوں کے علاوہ عورتیں بھی شامل ہیں جیسے شفاء بنت عبداللہ العدویہ جو سلیمان

بن ابی حتمہ کی والدہ تھیں جن کو نبی اعظم و آخر ﷺ نے فرمایا تھا کہ "تم ام المومنین حفصہ کو بھی کتابت سکھادو جس طرح اور چیزیں سکھائی ہیں" (الکروی تاریخ الخط العربی ص ٦٠)

مکہ کے علاوہ مدینہ میں بھی لکھے پڑھے لوگ موجود تھے

مکہ کے علاوہ مدینہ میں بھی بعض معرورف قبائل جیسے اوس، خزرج اور ثقیف کتابت ہی کی وجہ سے شہرت رکھتے تھے شہادت کے لیے ابن عبد البر ابو عمر یوسف بن عبداللہ نے الاستیعاب میں درج کیا ہے ص ۹۳ قاہرہ مصر ۱۹۶۰)
خواندہ افراد اور قبائل کی یہ تعداد مضافات مدینہ میں کتابت کے اُس وقت کے لحاظ سے اعلیٰ مقام کی عکاسی کرتی ہے۔ حجاز مقدس میں خط و کتابت کی آمد سے متعلق عربی تاریخ کے تمام مصادر اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں اور یہ زمانہ نزولِ قرآن اور اُس سے پہلے کا ہے۔ مختصر یہ کہ روایات کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ اُس وقت عرب کے لوگ خط و کتابت سے مکمل طور پر واقف تھے۔
رموز مکتوبہ اور لکھی ہوئی چیزوں کے لیے لغت عربی میں متعدد الفاظ استعمال ہوتے ہیں جن میں سے چار قابل ذکر ہیں اور ان کا تذکرہ اکثر پایا جاتا ہے مثلاً ا۔ کتاب ۲۔ خط ۳۔ ہجا اور ۴۔ رسم۔ ان چاروں کا تذکرہ اکثر اُس وقت کی روایات میں پایا جاتا ہے۔ قرآنِ کریم میں کتاب کا تذکرہ عام ہے اور روایات میں کتاب کی بجائے خط کا استعمال بھی ملتا ہے اور اس کی نسبت دے کر خط المصحف کی اصلاح معرضِ وجود میں آئی جو بعد میں عام طور پر بولی جانے لگی۔ (ابن منظور۔ لسان العرب)

ہجا کا لفظ ہی حروف کے ناموں کے لیے بولا گیا

ہجا کا لفظ حروف کے ناموں کے تلفظ کے لیے بولا جاتا تھا جن سے کوئی بھی تحریر لکھی جاتی ہے مثلاً "عبد" ایک لفظ ہے لیکن عین، باء اور دال اس کے حروفِ ہجا ہیں۔ اگر تحریر لکھنے کا تصور موجود ہے تو ظاہر ہے کہ اس سے پہلے مفرد حروفِ ہجا کا تصور لازم آتا ہے ورنہ کوئی چیز تحریر ہو ہی نہیں سکتی لیکن تعجب ہے کہ ہماری تاریخ اور روایات میں اس طرح کا مواد بھی موجود ہے کہ قرآنِ کریم کے نزول کے وقت ابھی حروفِ ہجا ایجاد نہیں ہوئے تھے اور یہ بھی لکھا جاتا ہے کہ فقط گیارہ، بارہ حروف ایجاد ہوئے تھے جو بے نقط تھے اور نقاط والے حروف نزولِ قرآن کے ساٹھ ستر سال بعد میں ایجاد ہوئے ہیں۔ گویا روایات میں جو کچھ لکھ دیا جائے اُس کو ماننا اور تسلیم کرنا ہم پر فرض ہے کتاب و سنت کا صرف نام استعمال کیا جاتا ہے حالانکہ کتاب و سنت کے الفاظ بھی اگر مکمل طور پر حروف ہجا موجود نہ ہوں تو لکھے نہیں جاسکتے چہ جائے کہ پورا قرآنِ کریم لکھا جائے اور قرآن کے ساتھ بہت سی دوسری روایات بھی جن کے لکھنے سے آپؐ نے اُس وقت منع فرمایا۔ (صحیح مسلم)

حروف کی شکلیں ایسی نہیں تھیں تو آخر کیسی تھیں؟

ہاں! اگر یہ تسلیم کرنا ضروری تھا اور اس پر کتاب و سنت سے بھی زیادہ کوئی پختہ دلائل موجود ہیں تو کم از کم یہ تو تسلیم کیا جاتا کہ نزول قرآن کے وقت جو حروف ایجاد ہوئے تھے ان کی شکلیں اس طرح تھیں کہ ان پر نقاط نہیں تھے اور یہ بات تسلیم کی جاسکتی ہے اس لیے کہ بہت سی ایسی زبانیں آج بھی موجود ہیں جن کے حروف ہجا بے نقط ہیں لیکن اُن کی شکلیں اس طرح متعارف ہیں کہ ان پر نقاط ہونے کے باجود اپنی اپنی شکل و

صورت سے ان کی شناخت کی جاسکتی ہے۔ نزول قرآن کے وقت اگر فی الواقعہ نقاط نہیں تھے تو حروف ہجا کی شکلیں اس طرح معروف ہوں گی کہ ان پر نقاط کی ضرورت نہ ہو اور وہ بغیر نقاط کے اپنی شناخت کوئی اور رکھتے ہوں مثلاً:

؟؟؟؟؟؟

میں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ ان کی شکلیں ضرور ایسی ہی تھیں میرے کہنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ جن لوگوں نے نزولِ قرآن کے وقت حروف ہجا یا محض نقاط کا انکار کیا ہے ان کے ذمہ لازم ہے کہ وہ ایسی شکلیں بتائیں جس سے ان کی الگ الگ شناخت ہو جائے وہ صحیح ہوں یا غلط اس کی وضاحت تو تحقیق کے بعد ہو گی پہلے تحقیق کرنے کے لیے کوئی بنیاد تو موجود ہو۔ حالانکہ ہمارا موقف تو یہ ہے کہ جب سے حروف ہجا معرضِ وجود میں آئے ان کے ایجاد کرنے والوں نے ان کی شکلیں ایسی متعین کیں جن سے ان کی شناخت ہوتی تھی کیونکہ اس کو تسلیم نہ کیا جائے تو تحریر، کتاب، کتابت اور اقراء کا تصور قائم ہی نہیں ہوتا اور خط اور رسم کے الفاظ کس چیز پر بولنے کے لیے تھے۔

دو اور دو چار تھے، ہیں اور رہیں گے

جس طرح کوئی شخص ہم کو تصور پیش کرے کہ دو اور دو پہلے تین ہوتے تھے آہستہ آہستہ ترقی ہوتے ہوتے یہ چار ہو گئے تو ہم تسلیم نہیں کریں گے اور ہم بغیر بحث کیے یہی کہیں گے جب سے دو اور دو کا تصور وجود میں آیا اُس وقت سے ان کو چار کہا جانے لگا ہے اور آج تک چار کہا جاتا ہے اور رہتی دنیا تک چار ہی کہا جاتا رہے گا ہاں! اس عبارت کی زبان بدل جائے تو اس عبارت کے تقاضا کے مطابق جو اُس کو کہا جائے گا وہ زبان کے باعث ہو گا۔

حروف کی شکلیں کیسی تھیں؟

ہاں! ہم یہ بات زور دے کر کہیں گے کہ نزولِ قرآن کے وقت کتابت کا تصور موجود تھا اور اس تصور کے لیے یقیناً کچھ حروف اور ان کی شکلیں معروف ہوں گی اگر ان کو کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ وہ کیسی تھیں تو ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ وہ بالکل اسی طرح ہوں گی جس طرح وہ آج ہمارے پاس موجود ہیں اور اس کے لیے ہم کوئی دلیل قائم کرنے کے پابند نہیں کیونکہ ہمارا ایمان وایقان ہے کہ تحریر اگر موجود ہے تو جس زبان میں موجود ہے اُس زبان کے مفرد حروف بھی موجود ہیں اور یہ کب سے ایجاد ہوئے ہیں ہمیں اس کی بحث کی قطعاً ضرورت نہیں جبکہ یہ اُس وقت سے موجود ہیں جب سے یہ تحریر موجود ہے۔ ان کی شکل وصورت اگر یہ نہیں تھی تو اس کا ثبوت ان لوگوں کے ذمہ ہے جو ان کی موجودہ شکلوں کو تسلیم نہیں کرتے اور صرف گیارہ بارہ حروف میں قرآنِ کریم کی عبارت کو تحریر کرنے کرانے پر سارا زور صرف کرتے ہیں اور اس کی کوئی وضاحت بھی پیش نہیں کرتے کیونکہ یہ مشاہدہ میں آنے والی چیز ہے اس کا تعلق بغیر دیکھے تسلیم کرنے سے ہر گز نہیں۔

رسم الخط کا فرق آج بھی موجود ہے

مثلاً آج بھی عربی رسم الخط میں جو خط المصحف بھی کہلاتا ہے بعض ممالک یا علاقوں کے لحاظ سے اس میں فرق موجود ہے۔ ہمارے ہاں ف اور ق میں جو فرق کیا جاتا ہے اُس میں اس طرح تمیز قائم کی گئی ہے کہ ف کے اوپر ایک نقطہ دیا جاتا ہے اور اس کے مقابلہ میں ق کی شناخت یہ ہے کہ اُس کے اوپر دو نقاط دیئے جاتے ہیں لیکن بعض علاقوں میں ف کے اوپر ایک نقطہ اور قاف کے نیچے ایک نقطہ دے کر اس کی وضاحت کی گئی ہے اور ایسا کرنے سے کچھ فرق نہیں پڑا صرف یہ بات ذہن نشین کرنا ہے کہ ف اور قاف میں فرق اُس طرح نہیں بلکہ اس طرح ہے اور جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو اب قرآنِ کریم کی تحریر کو پڑھنے میں کوئی دشواری نہ رہی۔ اسی طرح ہمارے علاقہ میں نون کا حرف جب بھی لکھا جاتا ہے خصوصاً عربی زبان میں تو اُس کے اندر ایک نقطہ دیا جاتا ہے لیکن بعض علاقوں میں جب صرف نون لکھا جاتا ہے تو اُس کے اندر نقطہ نہیں دیا جاتا بلکہ اردو رسم الخط کی طرح اُس کو بغیر نقطہ کے لکھا جاتا ہے لیکن "نون" جب تحریر کے اندر آتا ہے تو اُس کے شوشہ پر ایک نقطہ ڈالا جاتا ہے۔ جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو تعجب بھی ختم ہوگیا اور شفوی صورت اور سمعی صوت میں پہلے ہی کوئی فرق نہیں ہوتا جس کو سمجھنا بالکل آسان ہے کہ تحریر میں اس چیز کا فرق ہے اور شفوی صورت اور سمعی صوت میں کوئی فرق موجود نہیں پھر محض سننے والے اور زبانی یاد کرنے والے کے لیے پہلے ہی کسی طرح کی کوئی دشواری موجود نہیں ہے اور تحریر کو پڑھنے والے کے لیے اس معمولی فرق کو سمجھ لینے سے جو دشواری تھی وہ بھی ختم ہو گئی۔

حروف، نقاط اور اعراب موجود نہ ہونے کا وہم

یہ وہم پیدا کرنا کہ قرآنِ کریم کے نزول کے وقت حروف، نقاط اور اعراب وغیرہ کا کوئی تصور موجود نہیں تھا سراسر غلط بات ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کاتب، کتابت، قلم، دوات اور جن چیزوں پر لکھا جاتا ہے سب موجود تھیں اور پہلی وحی کے وقت سے لے کر آخری وحی تک سب کچھ تحریر کیا گیا تھا۔ فرق یہ تھا کہ حالات کے مطابق جوں جوں قرآنِ کریم کا نزول ہوتا رہا وہ تحریر ہو کر محفوظ ہوتا گیا، بعض چھوٹی چھوٹی سورتیں ایک بار ہی نازل کی گئیں بعض سورتوں کا مضمون کئی بار نازل ہو کر ایک جگہ جمع ہوا۔

False Three Stages Of Dotting And Diacritization

Dots were put as syntactical marks by Abu Al-Aswad Al Doaly, during the time of Mu'awiya Ibn Abi Sufian (661-680 CE).

The letters were marked with different dotting by Nasr Ibn Asem and Hayy ibn Ya'amor, during the time of Abd Al-Malek Ibn Marawan (685-705 CE).

A complete system of diacritical marks (damma, fataha, kasra) was invented by Al Khaleel Ibn Ahmad Al Faraheedy (d. 786 CE).

نزولِ قرآن کا بے ترتیب صحیح ہونا

جتنا قرآنِ کریم نازل ہوتا اُس کو بحیثیت تحریر ہی جمع کیا جاتا رہا چونکہ حالاتِ زمانہ کے مطابق وہ مختلف اشیاء پر تحریر ہوتا رہا اس لیے وہ ایک جگہ ایک صندوق میں محفوظ ہوتا رہا۔ صحابہ کرام اپنے اپنے طور پر مخصوص اپنے لیے الگ الگ بھی تحریر کرتے رہے جو خود تحریر نہیں کرسکتے تھے لیکن پڑھنے کی مہارت حاصل کرچکے تھے وہ دوسروں سے بھی لکھواتے رہے۔ ان کے پاس جو لکھا ہوا تھا اُس کی کوئی ترتیب موجود نہیں تھی اور جو ایک جگہ جمع ہوتا رہا اُس کی بھی معین جگہ بدلتی رہی یعنی آیات کی ترتیب میں فرق ہوتا رہا کیونکہ قرآنِ کریم کا جتنا حصہ نازل ہوتا آپؐ کے حکم کے مطابق وہ رکھا جاتا رہا پھر جتنا ایک سال میں نازل ہوا اُس کا گذشتہ نازل شدہ حصوں کے ساتھ ملا کر رمضان المبارک میں آپؐ کا دور جبریل علیہ السلام سے ہونا بھی ایک فطری امر تھا اس طرح گویا ہر روز ہر ماہ اور ہر سال اُس کی ترتیب میں فرق ہوتا رہا یہی وجہ تھی کہ قرآنِ کریم کے مکمل نزول تک اُس کی ترتیب بدلتی رہی جس کی وجہ سے صحابہ کرام نزول شدہ قرآنِ کریم سے اپنی اپنی مرضی کے مطابق حصص کو جوڑ کر تلاوت کرتے رہے۔ اس طرح جو صحابہ کرام لکھنا جانتے تھے ان کی اپنی اپنی ترتیب تیار ہوتی رہی اور اس طرح ان تمام تحریرات کی ترتیب میں فرق ہونا ایک فطری چیز تھی جو نزول کے وقت سب کے پاس الگ الگ اپنے اپنے مصحف میں موجود تھی۔ اس طرح اس مصحف کی ترتیب میں فرق ہونا ایک فطری چیز تھی جو نزول کے وقت سب کے پاس الگ الگ اپنے اپنے مصحف میں پائی جاتی تھی۔ اس طرح اس مصحف کی ترتیب جس کو آپؐ ایک جگہ جمع کراتے رہے کی ترتیب اور صحابہ کرام کے ذاتی مصاحف کی ترتیب میں فرق ہوتا گیا۔

صحابہ کرام کا اپنی اپنی ترتیب کے مطابق تلاوت کرنا

نزولِ قرآن کے دوران تمام صحابہ کرام اُس نازل شدہ حصہ سے جو ان کے پاس محفوظ ہوتا یا جو اُن کو زبانی یاد ہوتا اُس کو پڑھتے پڑھاتے اور سیکھتے سکھاتے رہے وہ قرآنِ کریم کے نازل شدہ حصہ سے جہاں سے چاہتے پڑھتے اور اکثر ان کا جوڑ اپنی اپنی مرضی کے مطابق بھی لگاتے رہے یعنی جو حصہ اُن کے پاس محفوظ ہوتا اُس میں سے جن آیات کو وہ چاہتے آپس میں جوڑ لیتے اور جس طرح جوڑتے اور جتنا حصہ جوڑتے وہ سب قرآنِ کریم ہی کہلاتا کیونکہ وہ اللہ رب کریم کی طرف سے نازل شدہ تھا۔ مثلاً ایک دو آیات ایک جگہ سے اور دو تین آیات کسی اور جگہ سے ملا کر پڑھ لیتے چونکہ اہل زبان تھے اس طرح وہ ایک ہی مضمون کے مختلف حصے نازل شدہ قرآنِ کریم سے اکٹھے کرکے پڑھنے لگے جس سے ہر ایک کی ترتیب اُس کی مرضی کے مطابق ہوئی بلاشبہ یہ قرآنِ کریم آپؐ ہی کا سکھایا ہوا تھا لیکن اس کی ترتیب ابھی طے نہیں ہوئی تھی اس لیے آپؐ بھی کسی کو کسی طے شدہ ترتیب کی طرف راہنمائی نہ فرماتے اور نہ ہی آپؐ ایسی راہنمائی دے سکتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ترتیب طے نہ ہوئی تھی اور فاقرواماتیسر منہ کی ہدایت موجود تھی۔ اندریں وجہ صحابہ کرام کے درمیان اس طرح کے اختلاف کا پیدا ہونا ایک فطری امر تھا جس کا فیصلہ سوائے اس کے کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ جس طرح کسی نے پڑھا یعنی جس ترتیب سے کسی نے پڑھا اُس کی ترتیب کی آپؐ نے توثیق فرمائی کیونکہ جو کچھ کسی نے پڑھا وہ قرآنِ کریم ہی تھا۔

جس چیز کو آپؐ نے "سبعہ احرف" کا نام دیا

نزول قرآن کے دوران سب کا نہ سہی لیکن بعض صحابہ کرام کے قرآن پڑھنے کا جو طریقہ اوپر ذکر کیا گیا ہے اس کو آپؐ نے "سبعہ احرف" سے موسوم فرمایا کیونکہ اس طرح کی تلاوت سے ایک ہی مضمون کو مختلف حروف سے ادا کیا جاتا ہے اور اس طرح پڑھنے سے ایک نیا لطف اور حظ پیدا

ہو جاتا ہے خصوصاً اُس کے لیے جو پڑھی گئی عبارت قرآن کو سمجھتا ہو اور ظاہر ہے کہ اہل زبان اس کو سمجھ سکتے ہیں تاہم اس ترتیب سے قرآنِ کریم کو یاد کرنا ہر ایک کا کام نہیں خواہ کوئی اہل زبان ہی کیوں نہ ہو کیونکہ حفظ کرنے میں جو ترتیب ذہن میں بیٹھ جاتی ہے وہ اس قدر پختہ ہوتی ہے کہ اس کا خلاف بعض اوقات ممکن نہیں ہوتا اور خصوصاً یہ ملکہ سب کو حاصل نہیں ہوتا۔ ناچیز بندہ کے خیال میں یہی وہ صورتِ حال تھی جس سے سیدنا ہشام کی تلاوت سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لاحق ہوئی یا سیدنا ابی بن کعب کو اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ پیش آئی۔

ہشام بن حکیمؓ کی وہ ترتیب آیات جس پر عمرؓ کو تعجب ہوا

چونکہ ذخیرہ روایات میں سیدنا ہشام کی تلاوت کا مطلق ذکر نہیں روایات سے فقط یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہشام بن حکیم سورہ الفرقان کی تلاوت کر رہے تھے اور ابی بن کعب نے اپنے ساتھیوں سے سورہ النحل کی آیات سنی تھیں جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جب یہ واقعات رونما ہوئے اُس وقت یہ دونوں سورتیں نازل ہو چکی تھیں اور یہ بات معلوم ہے کہ یہ دونوں سورتیں مکی ہیں اور یہ واقعات مدینہ میں پیش آئے گویا ان سورتوں کو نازل ہوئے کچھ عرصہ گذر چکا تھا اندریں وجہ ہشام بن حکیم نے گویا سورہ الفرقان سے ایک مضمون کی آیات کو اس طرح جمع کر لیا ہو گا مثلاً:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَاo الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًاo تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًاo تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًاo وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ نِ افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًاo وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا طلَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًاo وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ج كَذٰلِكَ ج لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًاo اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًاo وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًاo وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًاo وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًاo وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًاo وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًاo وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًاo وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًاo اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًاo خٰلِدِيْنَ فِيْهَا طحَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًاo

ناچیز بندہ کا یہ فرضی سیٹ ہے جس کے مطابق قرآن کی تلاوت ہوئی

یہ فرضی سیٹ ہے جو سورہ الفرقان کی آیات سے بنایا گیا ہے اور اس طرح جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اگر کوئی قاری اس کو پڑھے گا تو جس شخص کو سورہ الفرقان یاد ہے وہ ایک دفعہ چونک کر رہ جائے گا کہ قاری کیا کر رہا ہے؟ حالانکہ قاری قرآنِ کریم اور خصوصاً قرآنِ کریم کی سورہ الفرقان ہی پڑھ رہا ہے اور فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ کے حکم کے مطابق جس طرح اُس کو آسان لگا ہے اُس طرح اُس نے پڑھا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اس وقت جب کہ قرآنِ کریم نازل ہو کر عرضۂ اخیرہ کا مرحلہ طے کر چکا ہے اور اس کی ترتیب مکمل ہو چکی ہے اس طرح آیات کو اُن کی ترتیب کے خلاف پڑھنا صحیح نہیں لیکن مذکورہ واقعہ جب ہشام بن حکیم اور سیدنا عمر فاروق اور ابی بن کعب اور ان کے ساتھیوں کو پیش آیا وہ اُس وقت کا ہے جب ابھی قرآنِ کریم نازل ہو رہا تھا اور قرآن پڑھنے والا ہر قاری اپنی مرضی کے مطابق نازل شدہ آیات کو ترتیب دے کر پڑھ سکتا تھا اس لیے کہ ابھی سورتوں

اور سورتوں کی آیتوں کی ترتیب مکمل نہیں ہوئی تھی۔

لاریب یہ میری ذاتی تفہیم ہے

ناچیز بندہ نے جو کچھ عرض کیا ہے یہ میری اپنی تفہیم ہے جو میں نے مذکورہ روایات سے سمجھی ہے۔ اس سے میرا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ سورہ الفرقان کی آیتوں کو جو میں نے ترتیب دی ہے یہ وہ ترتیب ہے جو ہشام بن حکیم نے دی تھی اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سن کر متعجب ہوئے تھے اور ہشام بن حکیم کو کھینچ کر آپؐ کے پاس لے گئے تھے اور آپؐ سے فرمایا تھا کہ انہوں نے اس سورت کو یا ان آیات کو اس طرح نہیں پڑھا جس طرح آپؐ نے مجھے پڑھائی ہیں پھر آپؐ نے ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کو پڑھنے کا حکم دیا اُنہوں نے ان آیات کو اُس طرح پڑھا جس طرح ان کو پڑھتے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سنا تھا تو اُن سے وہ آیات سن کر فرمایا کہ یہ آیتیں اس طرح نازل ہوئی ہیں یا یہ کہ جو اُنہوں نے تلاوت کیا وہ قرآنِ کریم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ پھر آپؐ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا جب انہوں نے پڑھا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ قرآنِ کریم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ آپؐ کا ارشاد اس طرح صحیح اور درست ہو سکتا ہے جب کہ دونوں کا پڑھا ہوا قرآنِ کریم میں موجود تھا، ہے اور رہے گا اگر کوئی تصور علاوہ ازیں ممکن ہے تو یہ صرف اہل رشد کے فضلاء کے سامنے نہیں پوری دنیا کے علمائے گرامی کے سامنے میری گذارش ہے کہ وہ دکھادیں کہ وہ ان دونوں صحابہ کرام کا پڑھا ہوا کہاں ہے؟

دو میں سے ایک کی قراءت تو موجود ہے دوسری کہاں گئی؟

تسلیم ہے کہ ایک کا پڑھا ہوا تو موجود ہے جو ہم پڑھ رہے ہیں لیکن دوسرے کا پڑھا ہوا اگر موجود نہیں تو قرآنِ کریم محفوظ کیسے رہا حالانکہ قرآنِ کریم کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ رب کریم نے اپنے ذمہ لی ہے اور وہ کبھی بھی غیر محفوظ نہیں ہو سکتا۔ قراءات کی روایات کتابوں میں موجود ہیں اور اس طرح کی کوئی روایت ان کتابوں میں دستیاب نہیں جو یہ بتائے کہ عمر فاروق نے اس طرح پڑھا تھا جو قرآنِ کریم میں موجود ہے اور ہشام بن حکیم نے اس طرح پڑھا تھا جو قرآنِ کریم میں موجود ہے۔ اچھا اگر ایک کا پڑھا ہوا قرآنِ کریم میں موجود ہے تو دوسرے کا پڑھا قرآن میں نہیں تو کیا کسی روایت میں موجود ہے۔ ہم بہت نیچے اُتر کر مطالبہ کرتے ہیں کہ چلو کسی روایت میں دکھادو جب کہ ایسا بھی ناممکنات سے ہے تو پھر کیا آپؐ کا ارشاد نعوذ باللہ غلط ہے۔ خاکم بدہن کہ کبھی کوئی مسلمان اس طرح کا خیال بھی دل میں لائے اگر کوئی ایسا خیال بھی کرے گا تو ایمان سے خارج ہو جائے گا۔

قرآنِ کریم کے نزول کے وقت جس طرح پڑھا جا سکتا تھا

قرآنِ کریم کو اس انداز سے پڑھنا کہ ایک مضمون کی ملتی جلتی آیات کو ایک جگہ جمع کر لیا جائے جیسا کہ آج بھی علمائے گرامی قدر کسی مضمون کو بیان کرنے کے لیے مختلف مقامات سے اس مضمون کے متعلق آیات اکٹھی کر کے اپنی تقاریر میں پڑھتے ہیں اور اپنے مضمون کو مؤکد کرنے کے لیے مختلف جگہوں سے قران پیش کرتے ہیں بلاشبہ وہ قرآن ہی ہوتا ہے اور قرآن ہی سمجھ کر پیش کیا جاتا ہے اور سامعین حافظ قرآن نہ ہونے کے باوجود سمجھتے ہیں کہ جہاں سے بھی بیان کیا جارہا ہے بہر حال وہ قرآنِ کریم ہی ہے اُس کے قرآن ہونے سے کوئی انکار نہیں کر سکتا لیکن اگر

اس طرح کوئی نماز میں پڑھے گا تو جو سمجھے گا وہ ضرور لقمہ دے گا اور قاری کو مسلسل پڑھنے کی طرف رغبت دلائے گا لیکن یہ صورت اب نہیں ہو سکتی جب کہ قرآنِ کریم کی ترتیب مکمل ہو کر عرضۂ اخیرہ کا مرحلہ طے کر کے باقاعدہ ترتیب میں آچکی ہے حالانکہ سب جانتے ہیں کہ یہ ترتیب نزولی نہیں بلکہ یہ توقیفی ترتیب ہے جس میں مسلسل پڑھنے والا آیت کو اوپر نیچے نہیں کر سکتا تاہم اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ توقیفی ترتیب کے خلاف پڑھنے کے باوجود قرآنِ کریم ہی پڑھے گا اور بالکل صحیح قرآن پڑھے گا اُس کو قرآنِ کریم کے علاوہ کچھ اور پڑھنے کا الزام نہیں دیا جا سکتا۔ فافہم فتدبر۔

نزولِ قرآن کے وقت ترتیب آیات بدلتی تھیں

یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ جب تک قرآنِ کریم کا نزول جاری تھا سورتوں کی ترتیب تو متعین نہیں تھی اور ہرگز نہیں تھی چاہے ان کے کچھ نام معروف بھی ہو چکے ہوں لیکن ان سورتوں کی آیات میں روز بروز ردوبدل ہوتا رہتا تھا کہ آپؐ جب بھی آیات نازل ہوتی تھیں تو نزول آیات کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے کاتب کو بتا دیتے تھے کہ ان آیات کو فلاں سورت کے فلاں مقام پر رکھ دو اس لیے آپؐ کی زندگی تک یا کم از کم قرآنِ کریم کے نزول تک سورتوں کی ترتیب بھی متعین نہیں تھی اور سورتوں کی آیات کی ترتیب بھی مبدل سمجھی جاتی تھی اس لیے کہ کچھ معلوم نہیں تھا کہ اب نازل ہونے والی وحی کو کس سورت اور سورت کے کس مقام پر جگہ ملتی ہے جس سے آیات کی ترتیب بدل جائے گی۔

وحی والہام نہیں عقل وفکر کا تقاضا ہے

لاریب، اعتراف ہے کہ مجھے وحی ہوتی ہے اور نہ الہام میں نے اوپر جو کچھ بیان کیا ہے وہ محض اللہ رب کریم کی عطا کردہ عقل وفکر سے کیا ہے چونکہ میرے پاس گذشتہ بزرگوں کی کوئی سند نہیں کہ میں اپنی بات کو مؤکد کرنے کے لیے ایک دو یا دس بیس نام پیش کر دوں ہاں! اتنا ضرور عرض کروں گا کہ جس طرح سلف صالحین کو اجازت تھی اور اُنہوں نے "سبعہ احرف" کے چالیس مفاہیم پیش کیے جو سب کے سب صحیح نہیں ہو سکتے کیونکہ ان میں اکثر ایک دوسرے کے متضاد ہیں تاہم ان کے یہ چالیس مفاہیم کتابوں میں گشت کرتے دیکھے جا سکتے ہیں اور خصوصاً ان میں سے اکثر وبیشتر کا ذکر "رشد" کے مضامین نگاروں نے اپنے اپنے مضامین میں کر بھی دیا ہے جو وہاں سے دیکھے جا سکتے ہیں وہاں ایک مفہوم کو مزید اضافہ تسلیم کر لیا جائے اور اب چالیس کی بجائے اکیالیس سمجھ لیے جائیں اگر ایسا ممکن نہیں تو میری درخواست ہے کہ وہ دوسری قراءت دکھا دیں اگر قرآنِ کریم میں نہیں تو چلو کسی روایت میں سے نکال دیں۔

ہزاروں روایات میں ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ فلاں صحابی نے اس آیت میں اس لفظ کی جگہ یہ لفظ پڑھا اور فلاں قاری کی قراءت میں اس آیت کو اس لفظ کے ساتھ پڑھا گیا ہے لیکن ان ہزاروں میں سے کسی ایک کی طرف تو اشارہ کریں کہ ہشام بن حکیم نے اس طرح پڑھا تھا اور فلاں فلاں آیت میں فلاں فلاں لفظ کی جگہ یہ اور یہ لفظ پڑھا تھا۔ یہ روایات میں لفظ بدل کر، لفظوں میں کمی وبیشی کر کے وضاحت کی گئی ہے اور اس طرح کی روایات بیان ہوتی رہی ہیں، ہو رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ لیکن آج تک کسی نے بھی خیال نہیں کیا کہ وہ قراءت کہاں چلی گئی جو ہشام بن حکیمؓ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف سے پڑھی گئی تھی جس پر یہ دونوں جلیل القدر صحابہ کرام آپس میں حد سے زیادہ الجھ گئے تھے یہاں

تک کہ آپؐ سے جواب سن کر ان کو ایسا خدشہ لاحق ہوا جیسا کبھی حالت کفر میں بھی ان کو لاحق نہیں ہوا تھا۔

صحیح مفہوم جو کتاب و سنت میں بتایا گیا ہے پیش کر کے لاکھ روپے کا انعام حاصل کرو

"سبعہ احرف" کے جملہ کا جو مفہوم ناچیز بندہ نے بیان کیا ہے اگر یہ صحیح نہیں تسلیم کیا جاسکتا تو میرا اعلان ہے کہ علماء حضرات میں سے کوئی عالم خواہ وہ کہاں کا ہو۔ عربی ہو یا عجمی ہو کسی ملک سے تعلق رکھتا ہو، کسی جماعت، گروہ یا فرقہ سے تعلق رکھتا ہو وہ ان دونوں حضرات کی قراءت میں سے ایک کی موجودہ قراءت کو تسلیم کرتے ہوئے کسی بھی دوسرے کی قراءت کی نشاندہی کر دے تمام روایات کی کتابوں میں سے کسی روایت سے ثابت کر دے میرا ہرگز کوئی مطالبہ نہیں کہ وہ صحاح ستہ سے ہو یا صحاح عشرہ سے ہو مجھے کوئی اعتراض نہیں کہ وہ گذشتہ گروہوں میں سے فلاں گروہ سے تعلق نہ رکھتا ہو یا ضرور فلاں گروہ سے تعلق رکھتا ہو، کسی طرح کی کوئی قید نہیں اُس کے راویوں میں کون کون شامل ہے اور کون کون نہیں جو بھی ان دونوں بزرگوں کی قراءت کے اس فرق کی وضاحت کر دے وہ میری طرف سے ایک لاکھ روپے انعام پانے کا حق رکھتا ہے وہ روایت دکھا دے اور انعام حاصل کر لے۔ ہاتوا برہانکم ان کنتم صادین۔

ممکن نہ ہو تو مان لینے والی بات کو مان جاؤ

"فان لم تفعلوا ولن تفعلوا" صرف اتنی بات تسلیم کر لو کہ "سبعہ احرف" سے ایسی سات قراءات مراد نہیں جن میں کسی لفظ کا اضافہ یا کمی، مذکر سے مونث یا مونث سے مذکر، واحد سے جمع یا جمع سے واحد، حاضر کی جگہ غائب یا غائب کی جگہ حاضر، معروف کی جگہ مجہول یا مجہول کی جگہ معروف، تعال کی جگہ اقبل اور نہ اقبل کی جگہ تعال، نہ زبر کی جگہ زیر یا زیر کی جگہ زبر پڑھ کر کسی صحابی، تابعی یا قاری نے ایسا کیا ہو ہرگز نہیں، ہرگز نہیں اس لیے کہ ایسا کرنے، سمجھنے، پڑھنے اور پڑھانے سے کفر لازم آتا ہے اور کوئی مسلمان خواہ وہ کہاں کا ہو کیا ہو مسلمان ہونے کے باوجود جان بوجھ کر، سوچ سمجھ کر کفر نہیں کر سکتا اور کفر کرنے اور ہو جانے میں جو فرق ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں ان روایات کا مفہوم صحیح نہیں سمجھا گیا اس لیے کہ قرآنِ کریم کی قراءت میں فرق کرنا اور قرآنِ کریم کے کسی لفظ کو کسی دوسرے لفظ کے ساتھ تفہیم کرانا دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے جس نے بھی ایسا کیا ہے دراصل اُس نے عربی کے کسی لفظ کے ساتھ قرآنی لفظ کی تفہیم کرائی ہے یا کمی بیشی کر کے صرف یہ بتایا ہے کہ ایسا کرنے سے مطلب و مفہوم میں کوئی فرق نہیں پڑتا یا یہ کہ یہ لفظ اس طرح بھی ہو سکتا ہے یا اس رسم الخط کو اعراب کو بدل کر اس طرح بھی پڑھا جاسکتا ہے اور ان تمام باتوں کا تعلق فن سے ہے لیکن کسی بھی فن کی چیز کو قرآنِ کریم کی تلاوت میں اپنی طرف سے داخل نہیں کیا جاسکتا اور قرآنِ کریم کے کسی بھی لفظ کو آپؐ نے ایک لفظ کو دوسرے سے نہیں پڑھا کہ کہیں آپؐ نے کسی کو یہ ارشاد فرمایا ہو کہ اس آیت کو دوبارہ تحریر کر کے ایک جگہ یہ لفظ رکھ دو اور دوسری جگہ یہ دوسرا لفظ رکھ دو یا تیسرا، چوتھا اور پانچواں تاکہ سات قراءات کے طور پر اس آیت کو پڑھا جاسکے ہاں! یہ دوسری بات ہے کہ ان ساتوں میں سے جس کو آسان سمجھے پڑھ لے۔ کہیں کسی جگہ پر بھی ان مختلف الفاظ کی نشاندہی فرما کر آپؐ نے کبھی ایسا نہیں فرمایا تاکہ یہ بات ثابت ہو جائے کہ اس آیت کو اس طرح بھی پڑھا جاسکتا ہے اور اس طرح بھی۔

قرآنی آیات میں ردوبدل ممکن نہیں

اگر روایتوں میں اس طرح کے الفاظ آئے ہوں تو کسی بھی بڑے سے بڑے راوی، قاری بلکہ کسی بھی صحابی کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنی طرف سے قرآنِ کریم کے کسی لفظ کو بدلنے، کمی بیشی کرنے یہاں تک کہ زیر وزبر کو بدلنے کا اختیار ہو بلکہ قرآنِ کریم کے حکم کے مطابق خود نبی ورسول کو جو صاحبِ وحی ہیں ان کو بھی اپنی طرف سے اس طرح کی تبدیلی کا حق نہیں قرآنِ کریم میں فرمایا گیا ہے کہ:

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ط قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ط اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ o(۱۰:۱۵)

"اے پیغمبر اسلام! جب تم ہماری واضح آیتیں اُنہیں پڑھ کر سناتے ہو تو جو لوگ مرنے کے بعد ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں اس قرآن کے سوا کوئی دوسرا قرآن لا کر سناؤ یا اس میں ردوبدل کرو، تم کہو، میرا یہ مقدور نہیں کہ اپنے جی سے اس میں ردوبدل کر دوں میں تو بس اس حکم کا تابع ہوں جو مجھ پر وحی کیا جاتا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ اپنے پروردگار کے حکم سے سرتابی کروں تو عذاب کا ایک بہت بڑا دن آنے والا ہے۔"

اگر ایمان کوئی چیز ہے تو بتائیں کہ کوئی مومن اس بات کا خیال بھی دل میں لا سکتا ہے کہ وہ اپنی طرف سے محض لوگوں کی آسانی کی خاطر فی نفسہٖ قرآنِ کریم کی آیات میں کسی طرح کا معمولی فرق بھی اپنی طرف سے ڈال دے اور پھر اُس کو قرآنِ کریم کی تلاوت کی طرح لوگوں سے تلاوت کرائے۔ بات وہی ہے کہ صحابہ ہوں یا دوسرے اللہ کے نیک بندے، قراء ہوں یا علماء کرام ہوں ان میں سے کسی کو اس بات کا حق ہے کہ وہ "سبعہ احرف" کی آڑ میں اللہ رب کریم کے کلام میں اس طرح کا ردوبدل کا سوچ بھی سکے۔ کیا ہوا ہمارے گروہ علماء کو کہ وہ کس طرح کی باتیں بغیر سوچے سمجھے کہہ دیتے ہیں اور پھر لوگوں سے تقاضا کرتے ہیں کہ تم اس خلاف قرآن نظریہ کو قبول کرو ورنہ کفر کی چھری تم پر چل جائے گی اس پر اناللہ وانا الیہ راجعون ہی پڑھا جا سکتا ہے۔

میرا معاملہ میرے ساتھ پر مجھے یقین ہے

ہر انسان کا معاملہ اپنا ہے جس طرح سب کا معاملہ سب کے ساتھ ہے اسی طرح میرا معاملہ میرے ساتھ ہے میرا اعلان ہے کہ اگر قرآنِ کریم کی ہدایت وراہنمائی اختیار کرنے سے کفر در آتا ہے تو سو بار آئے اور مجھے بالکل قبول ہے اور ایسے اسلام کی مجھے ہرگز ضرورت نہیں جو قرآنِ کریم کی ہدایت وراہنمائی ترک کرنے سے میسر آئے۔ اسلام میں روایات کا مقام ہے اس سے مجھے ہرگز انکار نہیں لیکن وہ روایت جو قرآنِ کریم کے خلاف ہو اس کو قبول نہیں کیا جا سکتا خواہ وہ روایات کی امہات الکتب میں ہی کیوں نہ ہو۔ ہاں! کسی روایت کا مفہوم غلط سمجھ لیا گیا ہو تو اپنی حتی الامکان یہی کوشش ہوتی ہے کہ مفہوم سمجھنے کی کوشش کی جائے اور اس بات کا خیال نہ کیا جائے کہ روایت کا یہ مفہوم بیان کرنے والا کون ہے اس لیے کہ انسان کتنا ہی سمجھ دار ہو اُس سے غلطی کا امکان ہو سکتا ہے وہ ایک ہو یا ایک سو، کیونکہ ہمارے ہاں یہی رواج قائم ہے کہ وہ بات کہہ دو جو پہلے کسی نے کہی ہے اور ایسی بات مت کہو جو پہلے کسی نے نہیں کہی گویا پہلے ہونے یا پہلے آنے والوں نے اگر کوئی غلطی کی ہے تو تم ان کی غلطی پر غلطی کرو گے اور اس طرح غلطی کی ذمہ داری تم پر عائد نہیں ہوگی اور تم اُس کی سزا سے بچنے کے لیے مکھی پر مکھی مارتے جاؤ اپنی طرف سے کچھ نہ کہو حالانکہ یہ بات محض ایک طرح کا دھوکا ہے جو انسان اپنے آپ کو دینے سے باز نہیں آتا۔ کہا جاتا ہے کہ "کبوتر بلی کو دیکھے تو آنکھیں بند کر لیتا ہے" ایسا کرتا ہو گا مجھے تجربہ نہیں کیونکہ کبوتر کی آنکھیں بند دیکھ کر بلی اس کو لقمہ نہ بنائے یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ بلی کو کئی بار کبوتر کو لقمہ اجل بناتے میں نے خود مشاہدہ کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کتاب اللہ تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل کی گئی ہے جس طرح گذشتہ لوگوں کو اس سے براہِ راست ہدایت حاصل کرنے کا حق تھا آج بھی بدستور سب کو اسی طرح کا حق ہے جس طرح گذشتہ لوگ ایک دوسرے کے بیان کردہ مفہوم کو قبول اور رد کرنے کا حق رکھتے تھے آج بھی رکھتے ہیں۔ یہ نظریہ ہرگز قبول نہیں کیا جاسکتا کہ آپؐ کے زمانہ کے بعد ایک ہزار سال تک تو لوگوں کو حق تھا کہ وہ براہِ راست کتاب وسنت سے جو سمجھے ہیں اُس کو بیان کریں لیکن اس وقت یہ ضروری ہے کہ وہ ہزار سال تک کے لوگوں کے سمجھے ہوئے مفہوم پر مہر ثبت کرے اور مہر ثبت کرنے سے پہلے ان میں سے دس بیس کا انتخاب کرلے تو اُس کی بات ان کے انتخاب کے باعث موکد ہو جائے گی اور براہِ راست کچھ بیان کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں اگر کوئی قرآنِ کریم کی کسی آیت کو براہِ راست سمجھنے کی کوشش کرے گا تو وہ کافر ہو جائے گا حالانکہ اس پر کوئی دلیل بھی پیش نہیں کی جاسکتی ہاں! اگر کوئی دلیل پیش کی جاسکتی ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں ہاتوابرہانکم ان کنتم صادقین۔

رشد کی تیسری جلد جو ابھی ابھی طبع ہوئی ہے

اب جب کہ رشد کی تیسری جلد بھی طبع ہو کر آچکی ہے اُس کو دیکھنے سے بھی معلوم ہوا ہے کہ اُنہوں نے اپنی تحریک کے سلسلہ میں جو مضامین رہ گئے تھے ان کی طباعت کا بندوبست کیا ہے کوئی نئی بولی نہیں بولی گئی ہاں! اُنہوں نے اپنے موقف کی تائید کے لیے مزید کہا ہے کہ پاکستان کے تمام مصاحف کو جو اس وقت طباعت ہو رہے ہیں ثابت کیا ہے کہ یہ سب غلط ہیں، کیوں؟ اس لیے کہ وہ اُس مصحف کے رسم الخط سے اختلاف رکھتے ہیں جو اس وقت چودھویں صدی میں اہل رشد نے نہایت محنت شاقہ سے تیار کیا ہے اور جس کو ادارہ دارالسلام کے سوا کوئی بھی طبع نہیں کر رہا حالانکہ ادارہ دارالسلام بھی اس ایک قرآن کی اشاعت کے سوا باقی تمام اشاعتیں اُسی اغلاط سے پر مصاحف کی شائع کر رہا ہے اور اس گناہ میں باقی تمام طباعتی اداروں کے ساتھ وہ بھی برابر کا شریک ہے اگرچہ "اہل رشد" نے اس حقیقت کو اخفاء میں رکھا ہے اور اس کا نام تک نہیں لیا صرف اُس ایک اشاعت کا ذکر کیا ہے جو حال ہی میں طبع ہوئی ہے۔ پھر حکومت پاکستان سے اپیل کی ہے کہ وہ ان اداروں کو نکیل دے کہ وہ اس طباعت کو بند کریں اور جو نسخہ اُنہوں نے حال ہی میں دریافت کیا ہے یا دوسرے ان تمام نسخوں کو جو ان کے جامعہ لاہور الاسلامیہ نے تیار کیے ہیں صرف ان کی اشاعت پر اکتفا کیا جائے اگر حکومت نے ایسا نہ کیا تو وہ بھی ان تمام طباعتی اداروں کے مالکان کے ساتھ دوزخ کی مستحق ٹھہرے گی۔

حصہ دوئم : رشد کے قراءات نمبر 3 کا مضمون

پاکستانی مصاحف کی حالت زار

تمہید "اہل رشد" کے قلم سے

قرآنِ مجید دین و شریعت کی اساس اور اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر شروع سے ہی انتہائی اہتمام کے ساتھ اس کی ترویج و اشاعت ہوئی۔ گذشتہ چودہ صدیوں میں مختلف انداز میں کتابی صورت میں یہ ہم تک منتقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ البتہ جب سے دُنیا میں طباعت خانوں کا آغاز ہوا تو قلمی کتابت کے بجائے قرآن مجید باقاعدہ مطبع خانوں میں پرنٹ ہونے لگا۔ یہی وہ دور ہے جس میں قرآنِ مجید کی مخصوص کتابت کے مسلم اصول وضوابط سے بتدریج انحراف شروع ہوا تا آنکہ رسم وضبط، فواصل ووقوف کی غلطیاں مطبوع مصاحف میں عام ہو گئیں۔ اس خلاء و کمی کو محسوس کرتے ہوئے مصحف کو فنی اُمور کے مطابق طبع کرنے کا دوبارہ آغاز مصر میں جلیل القدر محقق اور عالم قراءات رضوان بن محمد مخلّلاتی رحمہ اللہ نے کیا۔ علامہ مخلّلاتی کا کام انتہائی عظیم الشان تھا لیکن ان کا کام مصحف کو صرف رسم عثمانی کی پابندی کے ساتھ طبع کرنے کے احیاء کا تھا، یہی وجہ ہے کہ اس مصحف میں متقدمین کے علم ضبط کی مکمل پابندی ملحوظ نہیں رکھی گئی، چنانچہ والی مصر ملک فواد اوّل مرحوم نے حکومتی سطح پر دوبارہ قرآن مجید کو تمام فنی امور کی پابندی کے ساتھ طبع کرنے کا پروگرام بنایا اور شیخ المقاری المصریۃ علامہ علی خلف الحسینی رحمہ اللہ، کی سربراہی میں ایک کمیٹی کی تحقیق سے ایک معیاری نسخہ طبع کروایا۔ یہ تسلسل برقرار رہا یہاں تک کہ سعودی فرمانروا ملک فہد بن عبدالعزیز مرحوم نے دوبارہ اسی کام کو مزید تحقیقی معیار کے ساتھ یوں آگے بڑھایا کہ مدینہ نبویہ میں اشاعت قرآن کا ایک عالمی ادارہ مجمع الملک فہد لطباعۃ القرآنِ الکریم کے نام سے کھولا اور دنیا بھر کے ممتاز ترین علمائے رسم وضبط اور ماہرین قراءات و تفسیر کو اکٹھا کر کے پوری محنت اور کوشش کے ساتھ کئی سال کی محنت سے ایک معیاری ترین مصحف تیار کر کے طبع کر دیا، جسے مصحف المدینۃ النبویۃ کا نام دیا گیا۔

پاکستان میں عرصہ دراز سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ اُردو دان طبقہ کے لیے بھی ان کی مانوس اصطلاحاتِ ضبط کے ساتھ ایک معیاری ترین مصحف کو طبع کیا جائے۔ قیامِ پاکستان کے بعد شروع میں قانونی طور پر انجمن حمایت اسلام کا شائع کردہ قران اربابِ اقتدار نے ماہرین فن کے مشورہ سے بطورِ قانون نافذ کر دیا جس کی پابندی بعد ازاں طبع ہونے والے تمام مصاحف میں لازم قرار دی گئی، لیکن بہر حال 'انجمن' کا مذکورہ مصحف کوئی معیاری مصحف نہیں تھا، صرف وقتی طور پر اسے حکومت نے ایک قانونی مقام دے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ عرصہ دراز سے ماہرین کا حکومت سے بھرپور تقاضا چلا آرہا ہے کہ مصحف مدینہ یا مصحف مصر وغیرہ کے انداز پر پاکستان کے لیے بالخصوص اور برصغیر کے لیے بالعموم ایک معیاری محقق نسخہ تیار کر کے اسے طبع کروا کر اس کو قانونی حیثیت دی جائے لیکن اس سلسلہ میں حکومت مسلسل مجرمانہ غفلت سے کام لے رہی ہے۔ شیخ القراء ڈاکٹر قاری اَحمد میاں تھانوی حفظہ اللہ، ماہرین فن کی نمائندگی میں عرصہ دراز سے وفاقی وزارت مذہبی امور اور وزارت اوقاف وغیرہ کو اس طرف متوجہ کرتے آرہے ہیں لیکن صورتِ حال میں کسی طرح کا کوئی فرق نہیں آیا۔

رُشد قراءات نمبر کی حالیہ اشاعتوں کے آخر میں بطور سفارشات کے ہم نے ضرری خیال کیا کہ دیگر امور کی توضیح کے ساتھ ساتھ حکومت وقت کو اس ضرورت کا احساس بھی دلائیں کہ اللہ تعالیٰ کی کلام کے سلسلہ میں اس قسم کی لاپروائی انتہائی خطرناک ہے، جس کے بارے میں اللہ کے حضور جوابدہی سے ڈرنا چاہیے۔ زیر نظر مضمون کو اسی پس منظر اور احساس کے ساتھ قارئین رشد کو مطالعہ میں لانا چاہیے اور اس کارِ خیر کے لیے جہاں

تک ممکن ہو سکے حکومت پر دباؤ ڈالنا چاہیے کہ وہ اس اہم کام کو سر انجام دے۔

"اہل رشد" اور ناچیز بندہ کے ملے جلے الفاظ

اندازہ کیجئے کس خوبصورت انداز سے ثابت کیا گیا ہے کہ قلمی کتابت کی بجائے جب "مختلف مطابع نے قرآنِ کریم طبع کرنے شروع کیے تو قرآنِ کریم کی مخصوص کتابت کے مسلم اصول وضوابط سے بتدریج انحراف شروع ہوا"۔ "اہل رشد" کو جان لینا چاہیے کہ جب تک قرآنِ کریم کی قلمی کتابت نہیں ہوتی آج بھی کوئی مطبع قرآنِ کریم طبع کر ہی نہیں سکتا اور اس طرح کوئی مطبع بذاتہٖ کسی طرح کی کوئی تبدیلی الفاظ وحروف تو درکنار زبر، زیر، پیش اور شوشہ تک تبدیل نہیں کر سکتا جو کچھ کرتا ہے وہ کاتب ہی کرتا ہے کمپیوٹر نہیں۔

قرآنِ کریم کی تلاوت کو آسان سے آسان تر اور تجوید حتیٰ کہ لحن ولہجہ میں درستی کرنے کے لیے جن لوگوں نے مساعی کیں ہم ان کے شکر گذار ہیں اور ان کا اجر عند اللہ محفوظ ہے لیکن ان تمام کوششوں کا وحی الٰہی سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ معروف وحی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی انسان کی طرف بھیجی جاتی تھی وہ نبی اعظم و آخر صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر ختم کر دی گئی۔ آپؐ سے ایک عرصہ بعد جب تلاوت قرآنِ کریم ایک فن قرار دیا گیا تو وہ محض اس لیے تھا کہ بہت سے علاقے مفتوح ہونے کے بعد اکثر لوگ اہل زبان نہ رہے اور ان کی زبان میں تلاوت قرآنِ کریم کی آدائیگی کے لیے کوششیں شروع کی گئیں جو ہوتے ہوتے ایک فن یعنی فن قراءت کا روپ اختیار کر گئیں یہاں تک قرآنِ کریم کا ایک عالمی ادارہ "مجمع الملک فھد لطباعۃ القرآن الکریم" معرض وجود میں آگیا جو قرآنِ کریم کی طباعت کر کے مسلمانوں تک پہنچانے کی خدمت سر انجام دے رہا ہے۔ جس کی مساعی جمیلہ کا ذکر ان شاء اللہ آئندہ بھی اس مضمون اور کتاب میں ہوتا رہے گا۔"

اس کا مطلب یہ نہیں لیا جا سکتا کہ پاکستان میں جو مطابع قرآنِ کریم طباعت کا کام سر انجام دے رہے ہیں وہ کوئی غلط کام کر رہے ہیں کیونکہ اس رسم الخط کا پاکستانیوں کے لیے پڑھنا بہت آسان اور سہل ہے جس کی تلاوت کی شفوی، صوتی وسمعی صورت بالکل وہی ہے جو "مجمع الملک فہد" مدینہ منورہ کے طبع شدہ قرآنِ کریم کی ہے اس میں ذرا بھر بھی فرق نہیں پایا جاتا اس بات پر تجربہ شاہد ہے۔

"اہل رشد" نے اپنے مضمون میں جو کچھ بیان کیا ہے اُس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ "اہل رشد" نے حکومت کی توجہ اُس طرف سے ہٹانے کی بھرپور کوشش کی ہے جس کی طرف بہت سے لوگوں نے بشمول تقی عثمانی، طاہر مکی، ذاکر حسین، عبد المنان نورپوری اور بہت سے دوسرے اداروں نے بذریعہ حکومت پاکستان "اہل رشد" کی توجہ دلائی تھی۔

"اہل رشد" کی توجہ کے لیے

ناچیز بندہ نے "سبعہ احرف کیا ہے؟" کے مضمون میں تحریر کیا تھا کہ "اہل رشد کے کرنے کا کام تو یہ ہے کہ وہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کی قراءتوں میں جو فرق ہوا جس کے باعث وہ آپس میں الجھ گئے اُس کی تلاش کریں کہ وہ فرق دراصل کیا تھا" نیز "اگر وہ یہ کام سر انجام دے سکے تو مبارک کے مستحق ٹھہریں گے اور پوری اسلامی دنیا ان کے علمی لوہا کو مان جائے گی اور اہل رشد وہ کام کر دکھائیں گے جو تیرہ سو سال میں کوئی نہ کر سکا"۔ (سبعہ احرف کیا ہے؟)

اسی طرح یہ بھی عرض کیا تھا کہ "ناچیز بندہ کو معلوم ہے کہ "رشد" والے میری یہ بات ہرگز ہرگز نہیں مانیں گے کیونکہ وہ بہت بڑے لوگ ہیں

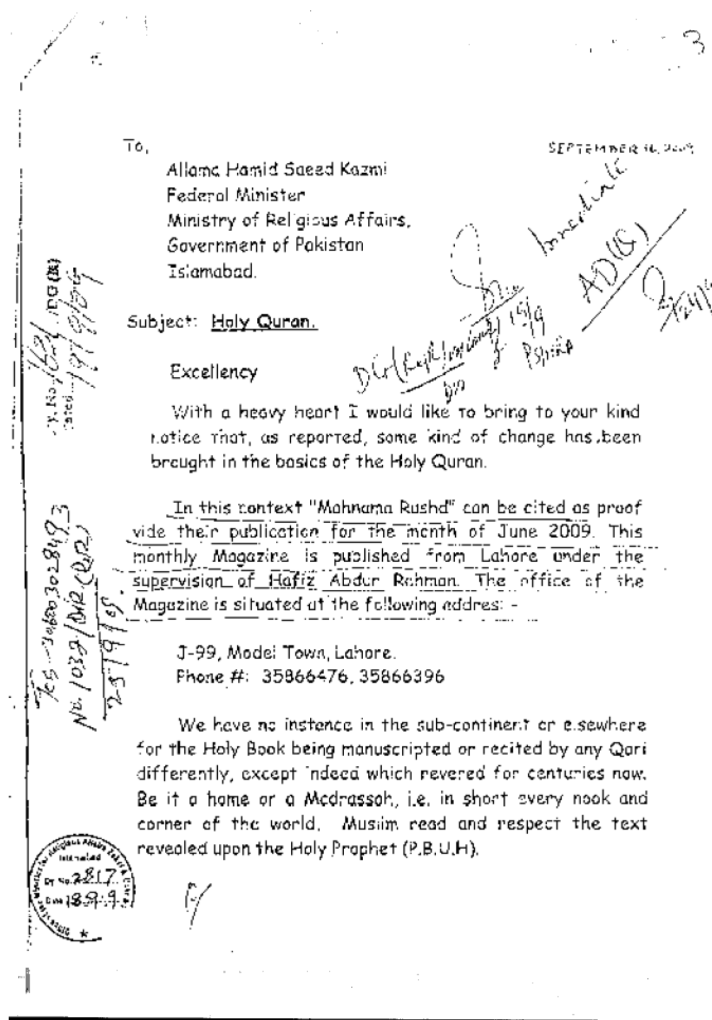
اور ان کے پیچھے اتنی بڑی طاقت ہے کہ شاید وہ حکومت پاکستان کہے تو اس کی بات بھی تسلیم نہ کریں بلکہ اپنی بات حکومت پاکستان سے منوالیں۔"
(ایضاً)

بندہ نے یہ مضمون جنوری 2010ء میں تحریر کیا جو فروری 2010ء میں کمپوز ہو کر بعض دوستوں کے ہاتھوں تک پہنچا، رشد کی پہلی اور دوسری جلد طبع ہونے کے بعد جب لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچی تو میرے علاوہ بہت سے لوگوں کی طرف سے "رشد" والوں کو کہا گیا کہ وہ سولہ مزید قرآنوں کی طباعت کے کام سے رک جائیں آپ لوگوں کا یہ اقدام صحیح نہیں ہے اور مختلف قراءات کو کتابوں کی زینت رہنے دیں اور ان کتابوں سے استفادہ کر کے اپنا کام چلاتے رہیں ان لوگوں میں سے کراچی کی بعض شخصیات جیسے ذاکر حسین، مفتی محمد تقی عثمانی، مفتی طاہر مکی اور جناب عبدالمنان نورپوری جیسے لوگوں نے بھی ان کو ایسا ہی مشورہ دیا جیسا کہ رشد کی اس تیسری جلد سے بھی یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ذاکر حسین صاحب کی طرف سے وفاقی مذہبی امور اور گورنر پنجاب کو بھی ایک خط بھیجا گیا۔ جس کی نقل اور پھر جواب وسوال کے خطوط اس جگہ دیئے جارہے ہیں تا کہ حقیقت واضح ہو جائے۔

حکومت پاکستان اور عوام کے نمائندوں کی کوشش

علاوہ ازیں حکومت پاکستان نے بھی "اہل رشد" کو انتباہ کیا کہ وہ ایسا کام سرانجام دینے سے باز رہیں کہ اس سے اسلام کا نہیں تو کم از کم مسلمانوں کا یقیناً نقصان ہو گا چنانچہ رشد ہی کے صفحہ 600 سے 608 تک ان کا ذکر موجود ہے جس کی فوٹو کاپیاں اس جگہ بھی دی جارہی ہیں تا کہ قارئین کو اِدھر اُدھر سے تلاش نہ کرنی پڑیں۔

ضمیمہ نمبر: ا



To,
SEPTEMBER 16, 2009

Allama Hamid Saeed Kazmi
Federal Minister
Ministry of Religious Affairs,
Government of Pakistan
Islamabad.

Subject: Holy Quran.

Excellency

With a heavy heart I would like to bring to your kind notice that, as reported, some kind of change has been brought in the basics of the Holy Quran.

In this context "Mahnama Rushd" can be cited as proof vide their publication for the month of June 2009. This monthly Magazine is published from Lahore under the supervision of Hafiz Abdur Rahman. The office of the Magazine is situated at the following address: -

J-99, Model Town, Lahore.
Phone #: 35866476, 35866396

We have no instance in the sub-continent or elsewhere for the Holy Book being manuscripted or recited by any Qari differently, except indeed which revered for centuries now. Be it a home or a Madrassah, i.e. in short every nook and corner of the world. Muslim read and respect the text revealed upon the Holy Prophet (P.B.U.H).

ذاکر حسین کی طرف سے وفاقی وزارتِ مذہبی امور اور گورنر پنجاب کو بھیجا گیا خط

600

ضمیمہ نمبر: ۱

want to publish 4 (four) controversial Quranic texts. They have intention to go for 16 (sixteen) such controversial Quranic versions. This will lead to chaos among the common muslims. Morever non muslims specially Christians and gews will admoan that Quran has also beeen changed and published in several versions like their own four testaments.

You will kindly agree with me that if publications of the above cited changed version of the Holy Book is allowed in our country, it will definitely create confusion and chaos, and also will tantamount to desecrations of our Holy Quran which at any cost this crazynation will never tolerate.

I hope you will please give this letter the attention it deserves, most solemnly indeed. I would also humbly desire you to take a legal course much before any individual or publishing house go beyond the prescribed tenets of Islam, as also inscribed in our constitution.

Thanking You,

Zakir Hussain
A-132, Block-"S"
North Nazimabad,
Karachi 74700.
Phone#: 021-36631341
Mobile#: 0321-2491913

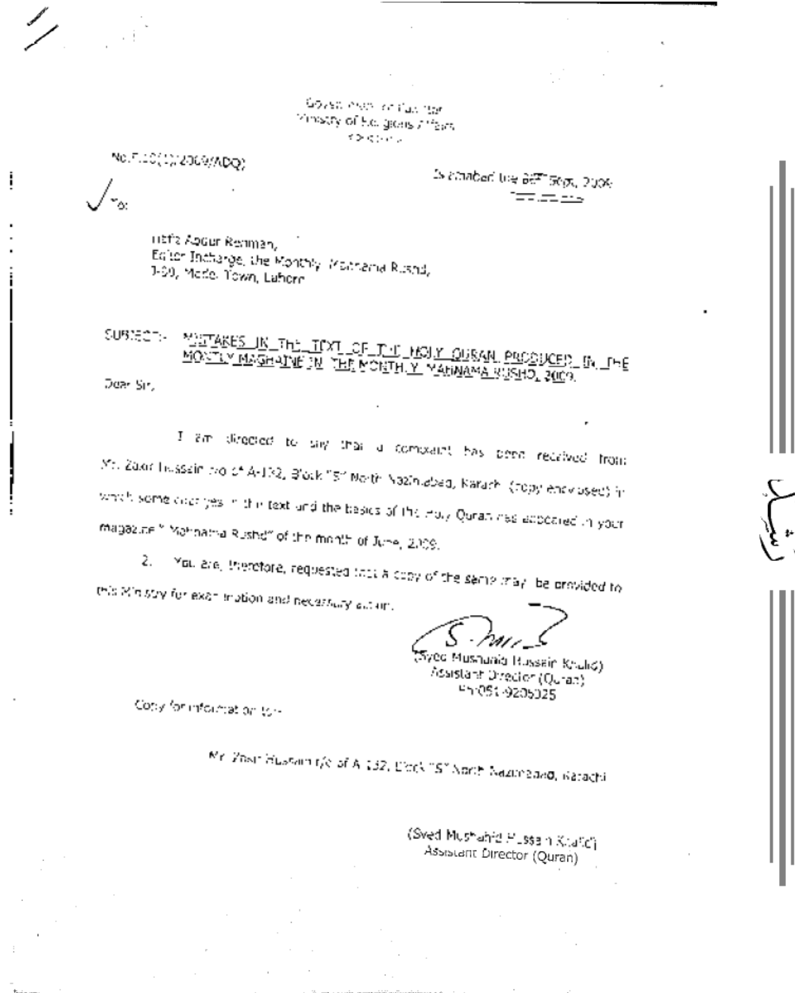
ذاکر حسین کی طرف سے وفاقی وزارتِ مذہبی امور اور گورنر پنجاب کو بھیجا گیا خط

601

مارچ ۲۰۱۰ء

اختلاف قراءات والے مصاحف کی اشاعت؟......حقائق

ضمیمہ نمبر:۲



Government of Pakistan
Ministry of Religious Affairs
[illegible]

No.F.10(1)/2009/ADQ)

Islamabad the [illegible] Sept, 2009

To:

Hafiz Abdur Rehman,
Editor Incharge, the Monthly Mahnama Rushd,
J-99, Model Town, Lahore

SUBJECT:- MISTAKES IN THE TEXT OF THE HOLY QURAN PRODUCED IN THE MONTHLY MAGAZINE IN THE MONTHLY MAHNAMA RUSHD, 2009.

Dear Sir,

I am directed to say that a complaint has been received from Mr. Zafar Hussain r/o of A-132, Block "S" North Nazimabad, Karachi (copy enclosed) in which some changes in the text and the basics of the Holy Quran has appeared in your magazine " Mahnama Rushd" of the month of June, 2009.

2. You are, therefore, requested that a copy of the same may be provided to this Ministry for examination and necessary action.

(Syed Mushahid Hussain Khalid)
Assistant Director (Quran)
Ph:051-9205025

Copy for information to:-

Mr. Zafar Hussain r/o of A-132, Block "S" North Nazimabad, Karachi

(Syed Mushahid Hussain Khalid)
Assistant Director (Quran)

وفاقی وزارتِ مذہبی اُمور کی طرف سے ادارۂ رشد کو موصول ہونے والا خط

602

ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

ضمیمہ نمبر:۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Telephone : 852997/63210

INSTITUTE OF HIGHER STUDIES
IN SHARIAH & JUDICIARY

المعهد العالي للشريعة والقضاء

الرقم 08-10-09
التاریخ ________

جناب سید مشاہد حسین خالد اسسٹنٹ ڈائرکٹر (قرآن)

وفاقی وزارت مذہبی امور، اسلام آباد

بحوالہ لیٹر No. F. 10(1) 2009/ADQ Dated: 30-09-2009

جناب عالی!

مورخہ 15 اکتوبر 2009ء آپ کے دفتر میں ملاقات ہوئی جس میں آپ کو ماہنامہ رشد، لاہور کے 'قراءات نمبر' کے دو حصے برائے ملاحظہ دیے گئے اب تحریری گذارشات حسب ذیل ہیں:

یہ کہ ہمارے ادارے کا کام صرف تحقیق ہے جس طرح سرکاری یونیورسٹیاں ریسرچ کا کام M.Phil اور Phd سکالرز سے کروا رہی ہیں۔ قرآن مجید کے مذکورہ بالا لہجوں اور علوم کے بارے میں تحریر کردہ مقالات کی ایک فہرست، ماہنامہ رشد لاہور کے 'قراءات نمبر' (حصہ دوم) ص ۸۲۳-۸۴۲ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

واضح رہے کہ ریسرچ کا یہ کام ہمارا ادارہ کنگ فہد کمپلیکس، مدینہ منورہ اور انٹرنیشنل ریکارڈنگ کمپنی (حاملِ المصحف، کویت) کے لیے کر رہا ہے۔ ہمارا اپنا کوئی پروگرام پرنٹنگ / ریکارڈنگ کا نہیں ہے۔

درخواست دہندہ جن لہجوں کو متنازعہ قرار دے رہے ہیں وہ اُمت مسلمہ کے درمیان اجماعی ہیں۔ چاروں مسالک کے یکصد سے قریب مفتیان کرام کے فتاوی جات ص ۲۳ تا ۱۸۹ ماہنامہ رشد (حصہ دوم) میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

انجمن حمایت اسلام لاہور کا شائع کردہ 1935ء والا قرآن کریم جو مرکزی حکومت کی طرف سے معیار مقرر ہے بھی ایسے متعدد متنوع لہجوں کی جگہ جگہ نشاندہی کرتا ہے جس سے شکایت کنندہ تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔

مندرجہ بالا وضاحتوں کے بعد اُمید ہے کہ آپ ہمارے کام کے قانونی اور علمی ثقاہت سے آگاہ ہو گئے ہوں گے۔

والسلام

حافظ عبد الرحمن مدنی

حافظ عبدالرحمٰن مدنی
(ڈائرکٹر جنرل)



99 (J) MODEL TOWN, LAHORE (14)

ادارۂ رُشد کی طرف سے وفاقی وزارتِ مذہبی امور کو بھیجا گیا وضاحتی جواب

ضمیمہ نمبر: ۴



SO(C-II)GS/1-1/2008(PSG)

GOVERNOR'S SECRETARIAT
PUNJAB

Dated Lahore, the 02nd October, 2009

ALLEGED VARIATION IN THE QURANIC TEXT

I am directed to enclose herewith a petition addressed to the Governor Punjab by Mr. Zakir Hussain R/O A-132, Block "S", North Nazimabad, Karachi on the subject cited above.



2. I am further directed to request that the matter may kindly be looked into for taking further necessary action in this behalf in accordance with the relevant policy, under intimation to this Secretariat.

(TARIQ SHEHZAD)
DEPUTY SECRETARY (Coordination)

Dy. No:	523
Date	3/10/09
Secy/ C.A.A.	
D.A.	
D.E.	
D.F.	
D.P.	
D.R.A.	
A.S.	
D.S.	
Z.A.	
O.S.D.	
S.O.	

Secretary,
Government of the Punjab,
Auqaf & Religious Affairs Department.

CC:

Mr. Zakir Hussain,
R/O A-132, Block "S",
North Nazimabad, Karachi 74700.

SO (BM)
Put up

Addl: Secretary (Auqaf)
Dy. No. 81
Dated 5-10-2009

D.S. (A)
Dy. No. 961
Dated 6-10-09

گورنر سیکرٹریٹ کی طرف سے صوبائی وزارتِ اوقاف و مذہبی اُمور کو لکھا گیا خط

604

ضمیمہ نمبر: ۵



No. SO(IBM)10-1/A&RAD/2009

GOVERNMENT OF THE PUNJAB
AUQAF AND RELIGIOUS AFFAIRS
DEPARTMENT

Tel: 99210878 (0333-4277678)
Fax: 99214465

Dated: Lahore the 16th October 2009.

To

Hafiz Hamza Madni,
Mahnama Rushd,
J-99, Model Town,
Lahore.

Subject: **SHOW CAUSE NOTICE.**

I am directed to state that the Governor's Secretariat Punjab has forwarded a copy of an application of Mr. Zakir Hussain wherein he has pointed out that a team of intellectuals of your institution i.e Jamia Lahore Islamia has prepared 16 controversial prints of Holy Quran and planning to launch the same in the market.

It is, therefore, brought into your notice that :-

i) It is mandatory for any publisher/firm/recording company to get himself/itself registered with this department U/S 3 of the "Publication of Holy Quran (Elimination of Printing & Recording Errors)Act No. LIV of 1973".

ii) Before publication of the print of Holy Quran, every publisher shall get his specimen copy compared with the text of the standard copy of the Holy Quran under sub-section 3 of Section 5 of the Act ibid.

iii) The print of Quran Majeed published in 1935 by the Anjuman Hamayat-e-Islam has been declared a standard copy of Holy Quran by the Federal Government under the Rule.

صوبائی وزارتِ اوقاف و مذہبی اُمور کی طرف سے ادارۂ رشد کو جاری کیا گیا شوکاز نوٹس

ضمیمہ نمبر: ۵

It is also evident from your monthly magazine" Mahnama Rushd" for the Month June 2009 that your institution has prepared 16 prints of Holy Quran. The applicant is of the view that the text of these prints of Holy Quran is controversial.

As per record of this department your firm is not registered with this department, therefore, the aforesaid prints of Holy Quran have been printed unauthorizedly violating the aforesaid provisions of the Act ibid.

You are directed to provide each copy of the aforesaid prints of Holy Quran for examination/proof reading by the registered proof readers of the Government of the Punjab. You are further directed to appear in person before the Additional Secretary of this department during the office hours within seven days positively on receipt of this notice alongwith your written reply of the show-cause notice as to why legal action may not be taken against you under Section 6 of the Act ibid.

(MUHAMMAD AYUB BUTT)
Section Officer (IBM)
16.10.2009

NO & DATE EVEN

A copy is forwarded for information to :-

1. Mr. Tariq Shehzad, Deputy Secretary (Coordination), Governor's Secretariat Punjab w.r.t his letter No. SO(C-II)GS/1-1/2008 (PSG) dated 02.10.2009.
2. Mr. Shakir Hussain, A-132, Block-S, North Nazimabad, Karachi.

(MUHAMMAD AYUB BUTT)
Section Officer (IBM)

صوبائی وزارتِ اوقاف و مذہبی اُمور کی طرف سے ادارۂ رشد کو جاری کیا گیا شوکاز نوٹس

ضمیمہ نمبر: ٦

تلفون: ٨٥٢٨٩٧/٦٣٢١٠

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

مجلس التحقیق الاسلامی

المرقم —
التاریخ ----
المرفقات ——

To
Mr. Muhammad Ayub Butt,
Section Officer (IBM),
Govt. of the Punjab,
Auqaf and Religious Affairs
Department

Subject: **SHOW CAUSE NOTICE**

Kindly refer to your Show Cause Notice No. SO (IBM) 10-1 A & RAD - 2009 dated 16th October, 2009 regarding the application of Mr. Zakir Hussain.

2. It is pertinent to point out that the application against the undersigned and the team of the intellectual of Jamia Lahore Islamia that they have prepared 16 controversial prints of Holy Quran and plan to launch in the market is absolutely baseless. There are reasons to believe that the applicant namely Zakir Hussain has deliberately indulged in mischief-mongering, vilification campaign and false propaganda against our Institution which is recognized and respected at the national and international level for its contribution for spreading the message of Quran and Sunnah. We have neither prepared nor plan to launch any print of the Holy Quran. Therefore, the charge that we have violated any section of the "Publication of Holy Quran" (Elimination of Printing & Recording Errors) Act No.LIV of 1973, is not based on facts. We don't have any Publishing House.

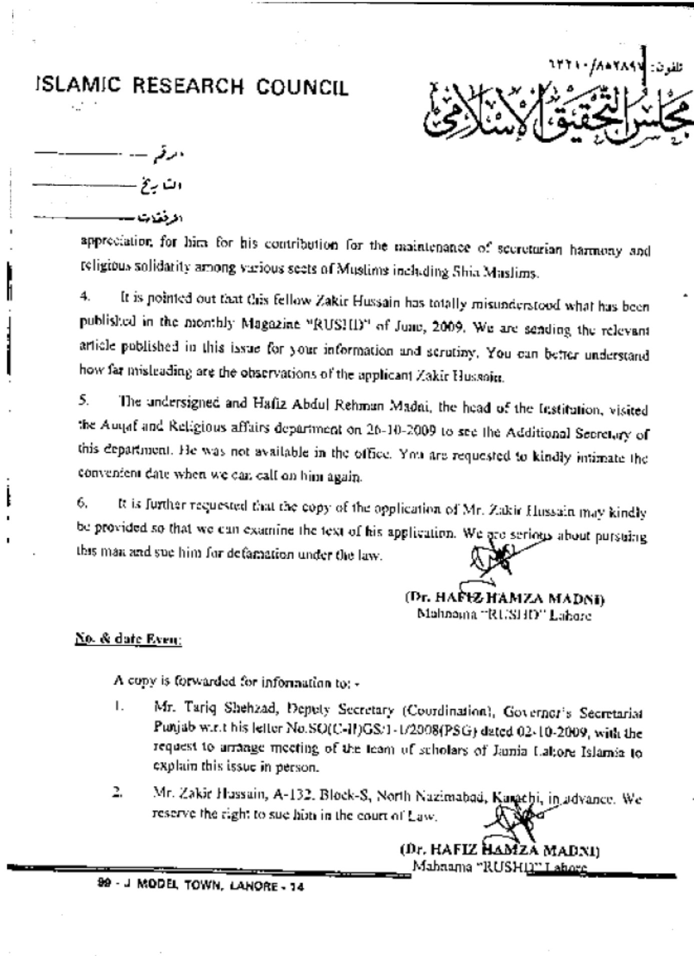
3. It may be mentioned for the information of all concerned that the religious scholars attached with the Jamia Lahore Islamia are law abiding citizens of this country. They are fully aware that the publication of Holy Quran can not be done in Pakistan without getting registration under the aforesaid Act. This institution is headed by Hafiz Abdul Rehman Madni who is one of the Vattern and respectable religious Scholar and Theologian. The Ulema and Religious scholars of all sects have been full of praise and

99 - J MODEL TOWN, LAHORE - 14

ادارۂ رُشد کی طرف سے صوبائی وزارتِ اوقاف و مذہبی اُمور کو بھیجا گیا شوکاز نوٹس کا جواب

607

مارچ ۲۰۱۰ء



ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

مجلس التحقيق الإسلامي

appreciation for him for his contribution for the maintenance of secreturian harmony and religious solidarity among various sects of Muslims including Shia Muslims.

4. It is pointed out that this fellow Zakir Hussain has totally misunderstood what has been published in the monthly Magazine "RUSHD" of June, 2009. We are sending the relevant article published in this issue for your information and scrutiny. You can better understand how far misleading are the observations of the applicant Zakir Hussain.

5. The undersigned and Hafiz Abdul Rehman Madni, the head of the Institution, visited the Auqaf and Religious affairs department on 26-10-2009 to see the Additional Secretary of this department. He was not available in the office. You are requested to kindly intimate the convenient date when we can call on him again.

6. It is further requested that the copy of the application of Mr. Zakir Hussain may kindly be provided so that we can examine the text of his application. We are serious about pursuing this man and sue him for defamation under the law.

(Dr. HAFIZ HAMZA MADNI)
Mahnama "RUSHD" Lahore

No. & date Even:

A copy is forwarded for information to: -

1. Mr. Tariq Shehzad, Deputy Secretary (Coordination), Governer's Secretariat Punjab w.r.t his letter No.SO(C-II)GS/1-1/2008(PSG) dated 02-10-2009, with the request to arrange meeting of the team of scholars of Jamia Lahore Islamia to explain this issue in person.
2. Mr. Zakir Hussain, A-132, Block-S, North Nazimabad, Karachi, in advance. We reserve the right to sue him in the court of Law.

(Dr. HAFIZ HAMZA MADNI)
Mahnama "RUSHD" Lahore

99 - J MODEL TOWN, LAHORE - 14

ضمیمہ نمبر:۶

ادارۂ رُشد کی طرف سے صوبائی وزارتِ اوقاف و مذہبی اُمور کو بھیجا گیا شوکاز نوٹس کا جواب (ختم شد)

اِدارہ

علمی مکاتیب

[۱]

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ

گرامی قدر مکرم جناب مولانا عبدالرحمن مدنی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاجِ گرامی بعافیت ہوں گے۔

بندہ کے علم میں آیا ہے کہ آنجناب قرآن کریم کے نسخے مختلف قراءتوں میں شائع کرنے کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ اگرچہ بلاشبہ تمام قراءتیں (جو شرائط پوری کرتی ہوں) منزل من اللہ ہیں، اور اُن کی قرآنیت ثابت ہے، لیکن اس طرح الگ الگ قراءتوں کے مصاحف کے شائع ہونے سے مجھے اپنے ملک اور ماحول میں عوامی انتشار کا خطرہ معلوم ہو رہا ہے۔ دوسرے ملکوں میں ایسے مصاحف شائع ہوئے ہیں، مگر وہاں وہ قراءتیں متعارف ہیں، مثلاً مغرب کے ممالک۔ لیکن ہمارے ملک میں جہاں یہ یقین عام ہے کہ قرآن کریم میں کہیں زیر زبر کا فرق نہیں ہے اگر اس قسم کے مصاحف شائع ہوں گے تو عوام میں غلط فہمیوں اور شبہات کا سلسلہ شروع ہونے کا اندیشہ ہے۔ ظاہر ہے کہ رسم قرآنی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اختیار فرمایا، اس میں تمام قراءتوں کی گنجائش پہلے سے موجود ہے۔ اس لئے تحفظ قراءات کیلئے بھی ایسا کرنے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ فقہاء کرام نے جاہل عوام کے مجمع میں دوسری قراءت میں قرآن کریم کی تلاوت سے بھی اس لئے روکا ہے کہ انتشار پیدا نہ ہو۔ امید ہے کہ آنجناب اس پہلو پر ضرور غور فرمائیں گے۔

والسلام

بندہ محمد تقی عثمانی

مکرم ومحترم جناب مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ

اَلسّلام علیکم ورحمة الله وَبرکاته!

آپ کا مکتوبِ گرامی نظر نواز ہوا جس میں آپ نے قرآن کریم کی متنوع قراءاتِ متواترہ کے قرآن ہونے کی بھرپور انداز میں تائید فرمائی ہے اس پر میں آپ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

سب سے پہلے تو میں معذرت خواہ ہوں کہ ایکمز من علالت میں کچھ افاقہ ہونے پر آپ کے مکتوب گرامی کا جواب لکھ رہا ہوں جو انہی دنوں میرے سامنے آیا ہے۔

درج ذیل چند اُمور قابل تنقیح ہیں:

میں اپنے اِدارہ کی طرف سے آپ کو اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں مختلف قرآءتوں میں قرآن شائع کرنے کا ہمارا کوئی پروگرام نہیں ہے، اگرچہ یہاں کی یونیورسٹیز، دینی جامعات و مدارس اور ان کے اَکابرین عرصہ سے نہ صرف ان قرآءتوں پر کام کر رہے ہیں بلکہ اپنی تلاوتوں سے انہیں متعارف بھی کروا رہے ہیں۔ اس ضمن میں میری ناچیز رائے یہ ہے کہ مختلف قرآءتوں میں قرآن مجید کی اِشاعت کے بارے میں بین الاقوامی اِدارے اور مذکورہ بالا یونیورسٹیاں اور علمی اِدارے جو کام کر رہے ہیں ان کا تعارف کروانا تقاضائے مصلحت ہے۔ ان قرآءتوں کے تعارف کا یہ فائدہ بھی ہوگا کہ علمی سطح پر جو کام موجود ہے اس سے عوام میں قرآءتوں کا تعارف ہو کر یہ واضح ہو جائے گا کہ قرآن کریم میں حرکتوں یا حرفوں کی کمی تبدیلی کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی طرف سے ذرا برابر تبدیلی نہیں ہوسکتی جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اختیار موجود ہے اس کی نفی نہیں کی جاسکتی۔

آپ نے رسم عثمانی کی اَہمیت کا جو ذکر فرمایا ہے اس کے متعلق آپ کا یہ موٴقف درست ہے کہ اس میں تمام متواتر قراءتوں کی گنجائش موجود ہے۔ مزید برآں آپ نے قرآن کریم میں زیر وزبر کا فرق نہ ہونے کا جو ذکر کیا ہے وہ صرف اس حد تک درست ہے کہ قرآن کے بعض مقام ایسے ہیں (جس کا ذکر تاج کمپنی سمیت مختلف اِشاعتی ادارے کرتے رہتے ہیں) کہ ان کی تبدیلی سے کفر لازم ہوتا ہے۔☆ البتہ اپنی طرف سے تو لہجے کی تبدیلی بھی جائز نہیں ہے۔

لیکن متنوع قراءتوں میں نہ صرف حرکات کا اختلاف، حرفوں کا تنوع اور اندازِ تلاوت کا فرق موجود ہے بلکہ اس پر آج اُمت کے علماء کا اِجماع بھی ہے۔ میں اس طرف بھی آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ مذکورہ بالا تنوع نہ صرف دیگر متواتر قراءتوں میں موجود ہے بلکہ صرف روایتِ حفص (جو شرق اوسط سمیت برصغیر پاک و ہند میں مروّج ہے) اس میں بھی اِجماعی طور پر موجود ہے مثلاً ﴿ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴾ [الغاشیہ:۲۲] میں 'ص' کی جگہ 'س' پڑھنا بھی درست ہے اسی طرح سورالروم:۵۴ میں ﴿ضَعْفٍ﴾ کو 'ض' کے ضمہ کے ساتھ ﴿ضُعْفٍ﴾ بھی پڑھا جاسکتا ہے اور 'ض' کے فتحہ کے ساتھ بھی۔ (یہ دونوں حرکتوں کی تبدیلی روایت حفص میں ہی موجود ہے)

بلکہ امام حفص کی تو صرف روایت ہے جب کہ اصل قاری امام عاصم جن سے دو متواتر روایتیں ثابت ہیں۔ ان کے پہلے راوی امام شعبہ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ مُجْرٰها﴾ (میم کے ضمہ کے ساتھ اور امالہ کبغیر)، جبکہ دوسرے راوی امام حفص، جن کی روایت ہمارے ہاں رائج ہے، ﴿بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖها﴾ (میم کے فتحہ اور امالہ کے ساتھ) پڑھتے ہیں۔

میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنی باتیں زیادہ تفصیل سے لکھوں لیکن ناسازی طبع حائل ہے۔ اُمید ہے کہ آپ اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

برادرِ اکبر جناب مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب اور دیگر سب عزۃ واحباب کے لئے سلام مسنون۔

آپ کا مخلص
حافظ عبد الرحمٰن مدنی

☆ مثلاً ﴿ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴾ کو أَنْعَمْتُ عَلَيْهِمْ، ﴿ وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرٰهِمَ رَبُّهٗ ﴾ کو وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرٰهِمُ رَبَّهٗ اور ﴿ وَعَصَىٰ ءَادَمُ رَبَّهٗ ﴾ کو وَعَصَىٰ ءَادَمَ رَبُّهٗ پڑھنا وغیرہ وغیرہ۔

اہل رشد کا حکومت کو انتباہ

اہل رشد نے مفتی محمد تقی عثمانی کو دبی زبان سے جواب دیا، مفتی طاہر مکی صاحب کی خوب خبر لی اور جناب نور پوری صاحب کے کیے گئے اشاروں کی اس طرح وضاحت کر دی کہ گویا ان کو اس طرح کے اشارہ دینے کا کوئی حق نہیں تا کہ وہ آئندہ محتاط رہیں۔ نیز ذاکر حسین صاحب کو باور کرایا گیا کہ اُنہوں نے بغیر پانی موزے اتار دیئے ہیں جس سے جو کچھ ہو گا ان کو ہو گا اہل رشد کا اس سے کچھ نقصان نہیں کہ وہ پہلے ہی جوتوں سمیت پانی میں کھڑے ہیں۔

ہاں! رہی پاکستان کی حکومت اور حکومت کے مذہبی امور کے وزیر تو ان کو انتباہ کیا گیا کہ ان کے کرنے کا کام اہل رشد کو اس طرح کے شوکاز نوٹس بھیجنا نہیں کیونکہ اہل رشد اس میدان میں اکیلے نہیں بلکہ ان کے ساتھ آل سعود کی بہت بڑی اسلامی حکومت اور کویت کا عالمی ادارہ حامل المسک الاسلامیہ کی سربراہ تنظیم لجنۃ الزکاۃ للشامیۃ والشریخ" بھی ان کے ساتھ ہیں لہٰذا ذرا ہمت کر کے ان کو بھی شوکاز نوٹس بھجوائیں ورنہ "اہل رشد" کو اپنے توبہ نامہ سے آگاہ کریں کہ وہ آئندہ اس طرح کی حرکت نہیں کریں گے اور اہل رشد کی ہدایت کے مطابق اگر حکومت نے توبہ نامہ نہ بھجوایا تو ان کے خلاف "اہل رشد" کاروائی کریں گے۔

آنکھیں دکھانے کے بعد حکومت کو مشورہ

اس طرح حکومت کو آنکھیں دکھانے کے بعد یہ مشورہ بھی دیا کہ اس وقت پاکستان میں عموماً جو مصاحف طبع ہو رہے ہیں اور خصوصاً ضیا پبلی کیشنز والے جو قرآنِ کریم طبع کرا رہے ہیں وہ سینکڑوں، ہزاروں اور لاکھوں کی اغلاط سے مملو ہیں ان کی اشاعت جلد از جلد بند کی جائے پھر ان غلطیوں کے احصاء پر جامعہ لاہور الاسلامیہ کے ان علماء کو لگایا گیا جو سولہ مختلف قراءتوں کے نسخے تیار کر چکے ہیں تو انہوں نے ان غلطیوں کی مکمل فہرست بھی شائع کر دی جو رشد کے صفحہ 859، 860 پر درج ہے حالانکہ یہ محض تسلی ہے ورنہ آٹھویں جماعت کے تین طالب علم جن کے ہاتھ میں سعودیہ کا طبع شدہ قرآن دے دیا جائے اور سعودیہ کا طبع شدہ قرآن جو انہوں نے اہل پاکستان کے لیے طبع کرایا ہے اور تقسیم کرا رہے ہیں تو یہ کام صرف تین گھنٹوں میں سرانجام دیا جا سکتا ہے جس پر جامعہ لاہور الاسلامیہ کے بارہ محققین نے چار ماہ صرف کیے ہیں لیکن اس سے پہلے جو عبارت درج کی گئی ہے وہ ملاحظہ فرمائیں جو اس طرح تحریر ہے کہ:

اہل رشد کا بیان859,860

پاکستان میں متعدد ادارے اور مطابع قرآنِ مجید کی طباعت کر رہے ہیں، لیکن افسوس ناک امر یہ ہے کہ [مکتبہ دارالسلام لاہور' جنہوں نے حال ہی میں رسم عثمانی کے مطابق ایک مصحف شائع کیا ہے، کے علاوہ] کسی بھی ادارے کا مطبوعہ قرآنِ مجید رسم عثمانی کے اصولوں پر پورا نہیں اترتا۔ نیز ان مصاحف میں فواصل، ضبط اور اوقاف کی تعیین کی بھی متعدد اغلاط پائی جاتی ہیں۔

بطورِ مثال ہم نے ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۹۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور کے مطبوعہ پاروں کا جائزہ لیا تو تیس پاروں کے اندر رسم اور ضبط کی

متعدد اغلاط پائی گئیں جہاں علم الرسم اور علم الضبط کے اصولوں کے خلاف کتابت کی گئی ہے۔ کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ کے فاضل محققین نے محنت شاقہ فرما کر عرصہ چار ماہ میں رسم اور ضبط کی ان تمام اغلاط پر نشان لگا دیئے ہیں اور ان غلطیوں کو شمار بھی کر دیا ہے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔ (حالانکہ یہ محض ایک بناوٹ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں)

پارہ	رسم کی اغلاط	ضبط کی اغلاط	ہمزہ کی اغلاط
1	76	1473	851
2	78	1404	1065
3	58	1488	1046
4	91	1545	948
5	73	1636	927
6	54	1554	1118
7	54	1525	1028
8	54	1402	883
پارہ	رسم کی اغلاط	ضبط کی اغلاط	ہمزہ کی اغلاط
9	67	1424	992
10	131	1573	1018
11	44	1344	672
12	62	1169	900
13	54	1163	968
14	56	1077	746
15	45	1035	837
16	62	1325	930
17	57	1526	895
18	76	1675	947
19	53	1610	1010
20	58	1350	979
21	81	1349	967
22	56	1295	847
23	121	1509	964

881	1216	49	24
1280	1423	41	25
981	1546	108	26
998	1495	176	27
1195	1637	126	28
899	1517	83	29
1004	1300	81	30

حافظ انس نضر مدنی☆ حافظ مصطفیٰ راسخ
نظر ثانی: ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی*

پاکستانی مصاحف کی حالتِ زار اور معیاری مصحف کی ضرورت

قرآن مجید دین وشریعت کی اساس اور اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس کی اسی اہمیت کے پیش نظر شروع سے ہی انتہائی اہتمام کے ساتھ اس کی ترویج واشاعت ہوئی۔ گذشتہ چودہ صدیوں میں مختلف انداز میں کتابی صورت میں یہ ہم تک منتقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ البتہ جب سے دُنیا میں طباعت خانوں کا آغاز ہوا تو قلمی کتابت کے بجائے قرآن مجید باقاعدہ مطبع خانوں میں پرنٹ ہونے لگا۔ یہی وہ دور ہے جس میں قرآن مجید کی مخصوص کتابت کے مسلم اُصول وضوابط سے بتدریج انحراف شروع ہوا تاآنکہ رسم وضبط، فواصل ووقوف کی غلطیاں مطبوع مصاحف میں عام ہوگئیں۔ اس خلاء وکمی کو محسوس کرتے ہوئے مصحف کو فنی اُمور کے مطابق طبع کرنے کا دوبارہ آغاز مصر میں جلیل القدر محقق اور عالم قراءات رضوان بن محمد مخلّلاتي رحمہ اللہ نے کیا۔ علامہ مخلّلاتي کا کام انتہائی عظیم الشان تھا لیکن ان کا کام مصحف کو صرف رسم عثانی کی پابندی کے ساتھ طبع کرنے کے احیاء کا تھا، یہی وجہ ہے کہ اس مصحف میں متقدمین کے علم ضبط کی مکمل پابندی ملحوظ نہیں رکھی گئی، چنانچہ والی مصر ملک فواد اوّل مرحوم نے حکومتی سطح پر دوبارہ قرآن مجید کو تمام فنی اُمور کی پابندی کے ساتھ طبع کرنے کا پروگرام بنایا اور شیخ المقاری المصریة علامہ علی خلف الحسینی رحمہ اللہ کی سربراہی میں ایک کمیٹی کی تحقیق سے ایک معیاری نسخہ طبع کروایا۔ یہ تسلسل برقرار رہا یہاں تک کہ سعودی فرمانروا ملک فہد بن عبدالعزیز مرحوم نے دوبارہ اسی کام کو مزید تحقیقی معیار کے ساتھ یوں آگے بڑھایا کہ مدینہ نبویہ میں اشاعت قرآن کا ایک عالمی ادارہ مجمع الملك فهد لطباعة القرآن الكريم کے نام سے کھولا اور دنیا بھر کے ممتاز ترین علمائے رسم وضبط اور ماہرین قراءات وتفسیر کو اکٹھا کرکے پوری محنت اورکوشش کے ساتھ کئی سال کی محنت سے ایک معیاری ترین مصحف تیار کرکے طبع کردیا، جسے مصحف المدينة النبوية کا نام دیا گیا۔

پاکستان میں عرصہ دراز سے ضرورت محسوس ہورہی تھی کہ اُردو دان طبقہ کیلئے بھی ان کی مانوس اصطلاحاتِ ضبط کے ساتھ ایک معیاری ترین مصحف کو طبع کیا جائے۔ قیامِ پاکستان کے بعد شروع میں قانونی طور پر 'انجمن حمایت اسلام' کا شائع کردہ قرآن اربابِ اقتدار نے ماہرین فن کے مشورہ سے بطورِ قانون نافذ کردیا جس کی پابندی بعد ازاں طبع ہونے والے تمام مصاحف میں لازم قرار دی گئی، لیکن بہرحال 'انجمن' کا مذکورہ مصحف کوئی معیاری مصحف نہیں تھا، صرف وقتی طور پر اسے حکومت نے ایک قانونی مقام دے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ عرصہ دراز سے ماہرین کا حکومت سے بھرپور تقاضا چلا آرہا ہے کہ مصحف مدینہ یا مصحف مصر وغیرہ کے انداز پر پاکستان کیلئے بالخصوص اور برصغیر

☆ فاضل كلية الشريعة مدینہ یونیورسٹی، فاضل كلية القرآن، جامعہ لاہور، انچارج مجلس التحقیق الاسلامی

* رئیس لجنة مراجعة المصاحف، وزارت اوقاف، پاکستان...... رئیس قسم القراءات، جامعہ دار العلوم الاسلامیہ، لاہور

کیلئے بالعموم ایک معیاری محقق نسخہ تیار کرکے اسے طبع کروا کر قانونی حیثیت دی جائے لیکن اس سلسلہ میں حکومت مسلسل مجرمانہ غفلت سے کام لے رہی ہے۔ شیخ القراء ڈاکٹر قاری اَحمد میاں تھانوی ﷾ ماہرین فن کی نمائندگی میں عرصہ دراز سے وفاقی وزارت مذہبی اموراور وزارت اوقاف وغیرہ کو اس طرف متوجہ کرتے آرہے ہیں لیکن صورتحال میں کسی طرح کوئی فرق نہیں آیا۔

رُشد قراءات نمبر کی حالیہ اشاعتوں کی آخر میں بطور سفارشات کے ہم نے ضروری خیال کیا کہ دیگر اُمور کی توضیح کے ساتھ ساتھ حکومتِ وقت کو اس ضرورت کا احساس بھی دلائیں کہ اللہ تعالیٰ کی کلام کے سلسلہ میں اس قسم کی لاپروائی انتہائی خطرناک ہے، جس کے بارے میں اللہ کے حضور جوابدہی سے ڈرنا چاہئے۔ زیرنظر مضمون کو اسی پس منظر اور احساس کے ساتھ قارئین رُشد کو مطالعہ میں لانا چاہئے اور اس کارخیر کیلئے جہاں تک ممکن ہوسکے حکومت پر دباؤ ڈالنا چاہئے کہ وہ اس اہم کام کو سرانجام دے۔ ہم شیخ القراء قاری احمد میاں تھانوی ﷾ کے انتہائی شکرگزار ہیں کہ انہوں نے اپنی کثرتِ مصروفیات کے باوجود اس مضمون کی نظرثانی اور تہذیب وتنقیح کیلئے محنت فرمائی۔ [ادارہ]

قرآنِ مجید وہ عظیم الشان کتاب ہے، جسے خالق کائنات کا کلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ قرآنِ مجید کی اس عظمت وشان کی بنا پر مسلمانوں نے اس کے اندر پنہاں علوم وفنون پر لاتعداد کتب تصنیف فرمائی ہیں اور اس خدمت کو اللہ کے ساتھ اپنے تقرب کا ذریعہ بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ انہوں نے اس عظیم الشان کتاب کو نازل فرمایا ہے اور وہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ [الحجر: ۹]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی ہر پہلو سے حفاظت فرمائی ہے، خواہ اس کے معانی ہوں یا اس کے الفاظ، اہل علم نے قرآن مجید کے معانی اور الفاظ [Text] ہر دو پہلوؤں پر تفصیلی کتب تحریر فرما کر اللہ کے وعدہ کی تکمیل فرما دی ہے۔ تاکہ بعد میں آنے والے مسلمان ان کتب سے رہنمائی حاصل کرسکیں اور اس عظیم الشان آسمانی کتاب کی تلاوت وکتابت کا حق ادا کرسکیں۔

قرآنِ مجید کے متعدد علوم وفنون میں سے علم الرسم اور علم الضّبط اس کے متن [Text] کے ساتھ براہِ راست جبکہ علم الوقف اور علم الفواصل یک گونہ تعلق رکھتے ہیں اور اہل علم نے ان علوم کی جزئیات پر تفصیلی کتب تحریر فرما کر قرآن مجید کے ایک ایک کلمہ کے رسم، ضبط اور ان میں موجود علامات وقف کی تعیین فرما دی ہے۔ نیز یہ بات یاد رہے کہ رسم عثمانی کے مطابق قرآن مجید کی کتابت کرنا واجب اور ضروری ہے اور اس کے خلاف لکھنا حرام ہے۔[جیسا کہ راقم کے مضمون رسم عثمانی کی شرعی حیثیت 'ماہنامہ رشد قراءات نمبر اول' میں گذر چکا ہے۔]

قرآنِ مجید کی اس عظمت وشان کو سامنے رکھتے ہوئے چاہئے تو یہ تھا کہ ہم قرآنی مصاحف کی طباعت کے معاملے انتہائی احتیاط کرتے ہوئے سلف کی تحریر کردہ کتبِ رسم وضبط کو مدنظر رکھتے، متن قرآنی کو رسم عثمانی کے مطابق لکھتے اور سلف کی تحریر کردہ مستند کتب کو سامنے رکھ کر اس کی علاماتِ ضبط لگاتے۔ نیز سیاق وسباق اور معنویت کو سامنے رکھتے ہوئے علاماتِ وقف لگاتے، تاکہ حفاظتِ الٰہی کا وعدہ بھی پورا ہوسکے اور فرض کی ادائیگی بھی ہو جائے، لیکن ہمارے ہاں پاکستان میں طباعتِ مصاحف کی صورت حال انتہائی نازک ہے، جس میں مجرمانہ کوتاہی کا ارتکاب کیا

جارہا ہے۔ قیام پاکستان سے لے کر آج تک رسم، ضبط اور رموز واوقاف کا لحاظ رکھتے ہوئے مصاحف کی مراجعت کا کوئی مستند سرکاری یا پرائیویٹ ادارہ قائم نہیں ہوسکا۔ بغرض تجارت، رسم وضبط اور رموز واوقاف وغیرہ کی مراجعت اور تصحیح کے بغیر ہی گھٹیا کاغذ اور کمزور جلد بندی کے ساتھ مصاحف شائع کیے جارہے ہیں، جن میں رسم، ضبط، آیات اور اوقاف کے متعدد غلطیاں پائی جاتی ہیں اور تو اور کئی مصاحف ایسے ہیں جن کی طباعت اتنی ہلکی ہے کہ بعض صفحات پر الفاظ پڑھنا ممکن نہیں حالانکہ طباعت مصاحف کے اس عظیم الشان کام کو تو ایک مشن اور مقدس فریضہ سمجھ کر کیا جانا چاہیے تھا، کتابت وطباعت کے تمام تقاضوں کا لحاظ رکھا جاتا اور قرآن مجید کی کتابت سلف کی تحریر کردہ کتب کے مطابق کی جاتی، جو ہمارے لئے صدقہ جاریہ ہوتا۔

پاکستانی مطبوعہ مصاحف میں اغلاط

پاکستان میں متعدد ادارے اور مطابع قرآن مجید کی طباعت کررہے ہیں، لیکن افسوس ناک امر یہ ہے کہ [مکتبہ دارالسلام لاہور، جنہوں نے حال ہی میں رسم عثمانی کے مطابق ایک مصحف شائع کیا ہے، کے علاوہ] کسی بھی ادارے کا مطبوعہ قرآن مجید رسم عثمانی کے اصولوں پر پورا نہیں اترتا۔ نیز ان مصاحف میں فواصل، ضبط اور اوقاف کی تعیین کی بھی متعدد اغلاط پائی جاتی ہیں۔

بطور مثال ہم نے ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۹۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور کے مطبوعہ پاروں کا جائزہ لیا تو تمیں پاروں کے اندر رسم اور ضبط کی متعدد اغلاط پائی گئیں جہاں علم الرسم اور علم الضبط کے اصولوں کے خلاف کتابت کی گئی ہے۔ کلیة القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ کے فاضل محققین نے محنت شاقہ فرما کر عرصہ چار ماہ میں رسم اور ضبط کی ان تمام اغلاط پر نشان لگا دیئے ہیں اور ان غلطیوں کو شمار بھی کر دیا ہے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

پارہ	رسم کی اغلاط	ضبط کی اغلاط	ہمزہ کی اغلاط
1	76	1473	851
2	78	1404	1065
3	58	1488	1046
4	91	1545	948
5	73	1636	927
6	54	1554	1118
7	54	1525	1028
8	54	1402	883
9	67	1424	992
10	131	1573	1018
11	44	1344	672
12	62	1169	900
13	54	1163	968

746	1077	56	14
837	1035	45	15
930	1325	62	16
895	1526	57	17
947	1675	76	18
1010	1610	53	19
979	1350	58	20
967	1349	81	21
847	1295	56	22
964	1509	121	23
881	1216	49	24
1280	1423	41	25
981	1546	108	26
998	1495	176	27
1195	1637	126	28
899	1517	83	29
1004	1300	81	30

مذکورہ اعداد وشمار سے ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے پاکستان میں قرآن مجید جیسی عظیم الشان کتاب کی مراجعت وتصحیح کا سرے سے کوئی نظام ہی نہیں ہے۔ان اغلاط میں سے رسم کی غلطیاں ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہیں خصوصاً جب کہ ہمارے دینی مدارس میں علم الرسم پر ضخیم کتب پڑھائی جاتی ہیں اور علم الرسم کے ماہرین کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔تمام اہل علم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید کو رسم عثمانی کے مطابق لکھنا فرض اور واجب ہے اور اس کے خلاف لکھنا حرام ہے۔رسم عثمانی کے مطابق کتابت کے وجوب کے باوجود ہر پارے میں اتنی اغلاط کا وجود سمجھ سے بالا تر ہے کہ ایک واجب کی ادائیگی میں اتنی بڑی کوتاہی!!! محکمہ اوقاف کی طرف سے مقرر کردہ لائسنس ہولڈر پروف ریڈرز کو بھی چاہیے کہ وہ صرف 'حروف ریڈنگ' کی بجائے حقیقی پروف ریڈنگ کو شیوہ بنائیں جس میں رسم، ضبط، فواصل اور اوقاف کا بھی خصوصی دھیان رکھیں۔اگر وہ علم الرسم وغیرہ سے نابلد ہیں تو سب سے پہلے ان علوم پر دسترس حاصل کریں اور پروف ریڈنگ کرتے وقت رسم کا خصوصی دھیان رکھیں۔صرف زبر، زیر، پیش، شد اور مد وغیرہ کی پروف ریڈنگ کر کے تصحیح کا سرٹیفکیٹ جاری کر دینا کتاب اللہ کا استخفاف اور اپنی جان پر ظلم ہے۔

ضبط چونکہ توقیفی نہیں بلکہ اجتہادی ہے تو اس کی اغلاط میں کسی حد تک گنجائش ہوسکتی ہے،لیکن رسم کے توقیفی (اور صحتِ قراءت کا ایک معیار) ہونے کی وجہ سے اس کی اغلاط ناقابل قبول اور گناہ کا باعث ہیں،لیکن اہل فن کے ہاں ضبط کی غلطی کو بھی معیوب جانا جاتا ہے۔بہتر یہی ہے کہ خالق کائنات کی اس عظیم الشان کتاب میں رسم وضبط اور فواصل واوقاف کی کوئی غلطی نہ پائی جائے تاکہ اس کی عظمت کا حق اَدا ہوسکے۔

اس نشاندہی کے بعد تحریر ہے

مذکورہ اعداد و شمار سے ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے پاکستان میں قرآنِ مجید جیسی عظیم الشان کتاب کی مراجعت و تصحیح کا سرے سے کوئی نظام ہی نہیں ہے۔ ان اغلاط میں سے رسم کی غلطیاں ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہیں خصوصاً جب کہ ہمارے دینی مدارس میں علم الرسم پر ضخیم کتب پڑھائی جاتی ہیں اور علم الرسم کے ماہرین کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔ تمام اہل علم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قرآنِ مجید کو رسم عثمانی کے مطابق لکھنا فرض اور واجب ہے اور اس کے خلاف لکھنا حرام ہے۔ (اِس فتویٰ کی کوئی حیثیت نہیں۔ راقم) رسم عثمانی کے مطابق کتابت کے وجوب کے باوجود ہر پارے میں اتنی اغلاط کا وجود سمجھ سے بالاتر ہے کہ ایک واجب کی ادائیگی میں اتنی بڑی کوتاہی!!! محکمہ او قاف کی طرف سے مقرر کردہ لائسنس ہولڈر پروف ریڈرز کو بھی چاہیے کہ وہ صرف 'حروف ریڈنگ' کی بجائے حقیقی پروف ریڈنگ کو شیوہ بنائیں جس میں رسم، ضبط، فواصل اور او قاف کا بھی خصوصی دھیان رکھیں۔ اگر وہ علم الرسم وغیرہ سے نابلد ہیں تو سب سے پہلے ان علوم پر دسترس حاصل کریں اور پروف ریڈنگ کرتے وقت رسم کا خصوصی دھیان رکھیں۔ صرف زبر، زیر، پیش، شدّ اور مد وغیرہ کی پروف ریڈنگ کر کے تصحیح کا سرٹیفکیٹ جاری کر دینا کتاب کا استخفاف اور اپنی جان پر ظلم ہے (حالانکہ اصل ظلم اس طرح کی بات تحریر کرنا ہے جو اہل رشد کر رہے ہیں)۔

اغلاط کا مجموعہ

تیس پاروں کی ان اغلاط کو جمع کرنے سے رسم کی اغلاط 2205 ضبط کی اغلاط 42585 اور ہمزہ کی اغلاط 28776 ہوتی ہیں اور ان سب کو جمع کیا جائے تو ان کی کل تعداد 73566 ہوتی ہے۔ اسی طرح حکومت پاکستان کو یہ باور کرایا گیا ہے کہ پاکستان کے مطابع خصوصاً ضیاالقرآن پبلی کیشنز والے جو قرآنِ کریم طبع کر رہے ہیں ان کی حالت زار اس طرح ہے۔

لیکن قارئین کرام غور فرمائیں کہ اس طرح تحریر فرما کر "اہل رشد" نے کیا تاثر قائم کرنا چاہا ہے۔ یہی نا کہ جو کام ہم کر رہے ہیں وہ تو عین خدمت دین اسلام ہے کیونکہ ہم ایک کی بجائے 16 قرآنِ کریم الگ الگ قراءتوں پر طبع کرنے کا عزم رکھتے ہیں جو رسم الخط، ضبط کی اغلاط اور ہمزہ کی اغلاط سے پاک ہوں گے اور مکتبہ دارالسلام لاہور نے جو ایک نسخہ ایسی غلطیوں سے پاک پہلے ہی طباعت کرا دیا ہے اس طرح یہ 17 نسخے تمام غلطیوں سے پاک طبع کر کے جو خدمت دین ہم سرانجام دے رہے ہیں اس میں حکومت نے اگر روڑا اٹکانے کی کوشش کی تو وہ ان تمام اداروں اور خصوصاً ضیاالقرآن پبلی کیشنز کے غلطیوں سے بھرپور قرآن جو طبع ہو رہے ہیں ان سب کی ذمہ دار ٹھہرے گی۔ (اور اس طرح "اہل رشد" حکومت کی ٹانگیں کھڑی کر دیں گے)۔ حالانکہ ان 73 ہزار میں سے 7 اغلاط بھی ایسی نہیں جن کو ضیاء القرآن یا پاکستان کے دوسرے تمام مطابع کی اغلاط قرار دیا جاسکے کیونکہ یہ سب کی سب "مجمع ملک فہد" کی طباعت میں من وعن موجود ہیں اور اسی طرح "مکتبہ دارالسلام" کے مذکورہ قرآن اور تفسیر میں بھی جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔

ایک تیر اور دو شکار اور حکومت پاکستان پر برہمی

اس طرح "اہل رشد" نے گویا ایک تیر سے دو شکار کرنے کے ساتھ ساتھ حکومت پاکستان کی توجہ بھی دوسری طرف موڑ دی ہے اور ان کے کرنے کے کام کی طرف متوجہ کر دیا ہے اور نہایت مہارت کے ساتھ یہ کام سر انجام دیا ہے۔ یہ صرف ایک بات نہیں اس طرح کی سینکڑوں سے بھی متجاوز باتیں ہیں جن کا جوڑ ہمارے یہ مذہبی راہنما اصل جگہ سے اُٹھا کر دوسری جگہ اس طرح لگا دیتے ہیں کہ لوگ بحثیں کر کر کے تھک جاتے ہیں لیکن کسی بھی بحث کا کوئی صحیح نتیجہ بر آمد نہیں ہوتا کیوں؟ محض اس لیے کہ اُن کا جوڑ اصل جگہ سے ہٹا کر نہایت صفائی سے دوسری جگہ لگا دیا ہے جیسے "الربوا"، "جہاد"، "ستر وحجاب"، "حلال وحرام"، "حدود اللہ"، "کتاب وسنت" اور "ارکانِ اسلام" وغیرہ کے ساتھ اُنہوں نے کیا ہے اور خود آرام سے بیٹھے تماشا دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح سر پھٹول ہوتی ہے اور اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ اس کو ہماری قومی زبان میں کہتے ہیں "شہد سے پر انگلی دیوار کے ساتھ لگانا" جس کے نتیجہ میں قتل کی واردات کا مقدمہ درج کرایا جانا" اور پنجابی زبان میں کہا جاتا ہے "دیکھو جٹ دے ڈھومارے ایک تے لگیں دو۔"

جواب ضیاالقرآن پبلی کیشنز کے ذمہ ہے

اوپر درج شدہ عبارت کا اصل جواب تو ضیاالقرآن پبلی کیشنز 9۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور کے ذمہ ہے امید ہے کہ وہ ان شاء اللہ دیں گے مجھے ان کی ترجمانی کی ضرورت نہیں۔ ناچیز بندہ کا تعلق اگرچہ کسی بھی سیاسی پارٹی یا مذہبی گروہ بندی سے نہیں لیکن اس ملک عزیز پاکستان کا شہری ہونے کے ناطے اتنی بات عرض کرنے کا حق رکھتا ہوں کہ یہ پاکستان کے طبع شدہ مصاحف میں ادارہ جامعہ لاہور الاسلامیہ کو اغلاط اب کیسے نظر آئی ہیں کیا پہلے ان کی آنکھوں پر کوئی پٹی بندھی تھی جو اب کسی نے کھول دی ہے یا اس کا مطلب و مقصد کچھ اور ہے۔ کیونکہ ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ گزر رہا ہے کہ انجمن حمایت اسلام نے اس سلسلہ میں بہت زیادہ کوشش کر کے ایک نسخہ قرآنِ کریم کا ترتیب دیا تھا جس میں ان تمام چیزوں کا خیال رکھا گیا تھا اور حکومت پاکستان نے تمام اسلامی حکومتوں کے ساتھ رابطہ قائم کر کے اس نسخہ کو معیاری قرار دیا تھا جس میں جامعہ لاہور الاسلامیہ کے فکری اور نسبی آباؤاجداد بھی موجود تھے۔

علماء کرام کی مساعی

اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس نسخہ کی تیاری سے قبل قرآنِ کریم میں کسی طرح کی کوئی غلطی موجود تھی، ہر گز نہیں بلکہ اوقاف، ان کی ترتیب، ان کے نام اور وضاحت مختلف تھی جو در اصل بعد میں مختلف علمائے کرام نے قائم کیے تھے اور اس طرح سورتوں کی آیات کی تعداد کا انہوں نے لوگوں کی سہولت کی خاطر احصاء کیا تھا جن میں کہیں کہیں فرق پایا جاتا تھا جس کو انہوں نے یکساں کر دیا اور اس تحریر کے نسخہ جات تمام برصغیر میں طبع ہوتے تھے۔ چاہے مختلف کاتبوں کے باعث قلم کے جلی و خفی ہونے کا فرق پایا جاتا تھا اور یہ فرق بدستور اب بھی موجود ہے۔

حالات بدلتے رہتے ہیں

وقت کے ساتھ ساتھ لوگوں کے حالات بدلتے آئے ہیں بدل رہے ہیں اور بدلتے رہیں گے۔ ان ہی تبدیلیوں میں ایک یہ تبدیلی بھی آئی کہ حکومت سعودیہ نے اپنی خوشحالی کے باعث قرآنِ کریم کی یہ خدمت اپنے ذمہ لے لی کہ وہ قرآنِ کریم کے مختلف سائزوں کے نسخے تیار کر کے

تمام مسلمان ممالک میں تقسیم کرے۔ جب یہ سلسلہ حکومت نے شروع کیا تو علمائے کرام نے بھی پانچ اُنگلیاں پانچوں گھی میں ڈالنے کے لیے اس حکومت کو باور کرایا کہ قرآنِ کریم کے الفاظ کی تحریر میں جو یکسانیت نہیں پائی جاتی اُس میں یکسانیت لائی جائے تو لوگوں کو پڑھنے میں سہولت ہو گی مثلاً اَصَابِعَھُمْ کا لفظ کہیں الف کے ساتھ اور کہیں اَصٰبِعَھُمْ کھڑی زبر کے ساتھ تحریر ہے اس کو ہر جگہ اَصٰبِعَھُمْ کر دیا جائے تا کہ یکسانیت قائم ہو جائے جس کی سینکڑوں مثالیں دی جاسکتی ہیں لیکن اس کا مطلب ہرگز ہرگز یہ نہیں کہ اَصٰبِعَھُمْ کا رسم الخط آسمان سے نازل ہوا ہے اور اَصَابِعَھُمْ پاکستان کے لوگوں اور ضیاء القرآن پبلی کیشنز والوں یا دوسرے اداروں نے بنالیا ہے اور نہ ہی یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ رسم عثمانی میں سے فلاں فلاں جگہ کھڑی زبر سے لکھا گیا تھا اور بعد میں پاکستانوں نے اس کو الف کے ساتھ تحریر کر دیا ہے یا ان میں سے ایک خط رسم عثمانی کے مطابق ہے اور دوسرا اس کے خلاف ہے۔ اس طرح اس کی تلاوت میں بھی کوئی شفوی، سمعی اور صوتی فرق نہیں کیا جاسکتا۔ رسم عثمانی جس کا نام رکھا گیا ہے اور پھر اس کو توقیفی کہا گیا ہے نہ کوئی فرق آیا ہے کیونکہ اس رسم الخط میں بھی اس طرح کی یکسانیت موجود نہیں۔ ہاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین o

تعجب بالائے تعجب

تعجب ہے کہ ایک طرف تو یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ رسم الخط عثمانی میں اعراب تھے نہ نقاط اور اسی طرح نہ کسی طرح کی کوئی دوسری علامات تھیں جو آج کل قرآنِ کریم کی تلاوت کے لیے لوگوں کی سہولت کی خاطر بنادی گئی ہیں یہاں تک کہ قرآنِ کریم کے نزول کے وقت سے ۶۵ سال تک حروفِ تہجی کی تحریر کا کوئی قاعدہ ہی موجود نہیں تھا اور نہ ان کی شناخت کی کوئی علامت تھی۔ اگر فی الواقع ایسا تھا تو اس وقت اس رسم الخط کو رسم عثمانی سے کیوں یاد کیا جاتا ہے جب کہ یہ خط سراسر اُس کے خلاف ہے نیز ایک ڈیڑھ سو سال کے بعد اس قرآنِ کریم کے رسم الخط کو رسم عثمانی سے کیوں یاد کیا جاتا ہے جب کہ یہ خط سراسر اُس کے خلاف ہے نیز ایک ڈیڑھ سو سال کے بعد جو قرآن کریم کا رسم الخط طے ہوا اس کی نقل بھی اس طرح دی گئی کہ عام آدمی کیا خاص لوگ بھی اُس سے پڑھنے سے قاصر ہیں تجربہ کے لیے رشد کے دیئے گئے نمونہ ہی کو ایک بار ملاحظہ فرمالیں تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ اُس خط کا ہمارے اس موجودہ خط سے خواہ وہ قرآنِ کریم کسی بھی ادارہ کا طبع شدہ ہو یہاں تک کہ سعودیہ کے وہ چاروں قرآن کریم سے یکساں میل نہیں کھاتا۔ ہاں کوئی لفظ کسی قرآن کے خط سے اور کوئی دوسرا کسی اور قرآنِ کریم سے بمشکل ملایا جاسکتا ہے وہ بھی محض اعراب اور دوسری علامات کے سوا کیونکہ ان چیزوں کا اس میں کوئی نام ونشان نہیں۔

نمونہ ملاحظہ فرمائیں

؟؟؟؟؟؟

قرآنِ کریم کے مختلف نمونے

مزید یہ کہ ایک صفحہ یا صفحہ کا کچھ حصہ دیکھ کر پورے قرآنِ کریم کی عبارت کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ دنیا میں مختلف جگہوں پر ایسے قرآنِ کریم کے نمونے موجود ہیں اور سب کے سب یکساں ایک جیسے نہیں۔ تحقیق سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ نزول قرآن کے

وقت مختلف لوگوں نے قرآنِ کریم کی وحی کو تحریر کیا ہے اور سب کاتبانِ وحی کا طرز تحریر یکساں نہیں تھا جس کی بہت سی شہادتیں موجود ہیں اور سب سے بڑی شہادت آج بھی موجود ہے کہ قرآنِ کریم کے تمام دنیائے اسلام کے طبع شدہ نسخوں کو جمع کیا جائے تو آج بھی ان میں یکسانیت نہیں پائی جاتی۔ مجمع الملک فہد کی تمام کوششوں کے باوجود بھی مکمل طور پر ان کے رسم الخط میں یکسانیت نہیں آسکی اور جب شفوی و سمعی فرق موجود نہ ہو تو اس طرح کے فطری فرق کو ختم کرنا فی نفسہٖ صحیح اور درست نہیں۔ جس طرح تمام انسان ایک جنس ہونے کے باوجود علاقائی فرق رکھتے ہیں اور اس سے جنس انسانی میں کوئی فرق نہیں آتا بعینہٖ یہی صورتِ حال رسم الخط کی بھی ہے کیونکہ اس کا بھی عہد عثمانی کے مختلف کاتبوں اور مختلف علاقوں اور ملکوں کی طرزِ تحریر سے تعلق ہے۔ اور رسم الخط کے اس فرق کے باوجود شفوی، سمعی اور صوتی صورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔

کسی مکتبہ فکر سے اختلاف کا مطلب

یاللعجب کہ "اہل رشد" نے محض مکتبہ فکر کے پیش نظر اپنی امانت و دیانت کا جنازہ نکال دیا ہے۔ ضیاالقرآن پبلی کیشنز کا تعلق اگر دوسرے مکتبہ فکر سے ہے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ محض ان کی دوسری فکر کے باعث "اہل رشد" اپنی امانت و دیانت کو خیر باد کہہ دیں اس کا تعلق اسلام سے نہیں بلکہ غیر مسلم بھی ایسی حرکت کرتے شرماتا ہے کہ یہ بات تمام انسانوں کے سامنے آسکتی ہے۔ اندریں وجہ جو بات انسانیت کے خلاف ہو اُس کو منہ پر لانا ہی برا ہے چہ جائے کہ تحریر میں لائی جائے۔

ہاں! اس میں ضیاء القرآن پبلی کیشنز کی کوئی خاص بات ہوتی جس کا تعلق پورے مکتبہائے فکر کے مطابع سے نہ ہوتا محض انہوں نے اپنی طرف سے کوئی اس طرح کی کمی بیشی کی ہوتی تو اس طرح کی بات اچھی نہ ہونے کے باوجود بھی اُس کے کرنے کا کوئی جواز ہوتا جب "اہل رشد" کو بھی معلوم ہے کہ یہ تمام ملک کے مطابع کی بات ہے جو قابل اعتراض بھی نہیں جس کو محض اپنا عیب چھپانے کے لیے بیان کیا جارہا ہے تو اس کا ہرگز کوئی جواز موجود نہیں تھا۔ اگر یہ قرآنِ کریم نول کشور نے بھی طبع کیا ہوتا تو بھی تمام مطابع کی بات فقط نول کشور کے ساتھ جوڑنا قانوناً اور اخلاقاً منع ہوتا۔

قرآنِ کریم اور علاقائی فن کتابت

جیسا کہ اوپر کہا جاچکا ہے کہ قرآنِ کریم کے محض علاقائی خط سے موازنہ کرکے ان کو ہزاروں کی تعداد میں غلطیاں شمار کیا گیا وہ سعودیہ کے اپنے رسم الخط اور رسم ضبط سے ہے اس کو رسم عثمانی قرار دینا بھی دیانت کے خلاف ہے سعودیہ کے موجودہ رسم الخط اور تیس سال گذشتہ رسم الخط میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہے کیا یہ رسم الخط جس کو رسم عثمانی قرار دیا گیا ہے یہ چودہ سو سال بعد آسمان سے براہِ راست "اہل رشد" کے ہاں نازل ہوا ہے، اگر نہیں تو کیا سعودی عرب میں آج سے تیس سال قبل تک قرآنِ کریم غلط پڑھا جاتا رہا ہے اگر ایسی بات ہے تو ان گزشتہ نسلوں کا کیا ہوگا جن میں ملک شاہ عبد العزیز اور علامہ عبد الوہاب جیسے لوگ بھی شامل تھے۔

مجمع الملک فہد کا پاکستانیوں کے لیے قرآن

ایک بات یہ بھی ہے کہ اس موجودہ وقت میں خود المجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف ص ب ۶۲۶۲ المدینۃ المنورہ نے ۱۴۰۴ھ میں جو قرآن کریم اہل پاکستان کو طباعت کرا کے دیا جو آج بھی پاکستان کے بیشتر گھروں میں موجود ہے جس کا عکس اس تاج کمپنی کے طبع شدہ قرآن کریم سے لیا گیا ہے کیونکہ پاکستان کے لوگوں کے لیے اس رسم الخط میں پڑھنا آسان ہے کہ ہر چھوٹا بڑا، جوان بوڑھا اور مرد وعورت اس کو آسانی سے پڑھ سکتے ہیں اگر یہ خط رسم عثمانی کے خلاف ہے تو اُنہوں نے اس کو طباعت کر کے کیوں برصغیر کے ان ممالک میں دیا جو آج تک دیا جا رہا ہے اور اس گناہ میں وہ کیوں شریک ہیں۔

مجمع ملک فہد اور علماء کرام

یہاں سے جو علمائے گرامی قدر حجاج کرام بن کر ہر سال حج کی سعادت محض اس لیے حاصل کرتے ہیں کہ اکثر کے اخراجات سعودی عرب یا حکومت پاکستان برداشت کرتی ہے وہ حج کی سعادت حاصل کرنے کے ساتھ دنیوی دولت کی سعادت بھی اس طرح حاصل کرتے ہیں کہ "مجمع" کو درخواست پیش کرتے ہیں کہ ہمارے مدارس میں یہی خط پڑھا پڑھایا جاتا ہے اور ہمارے تمام لوگوں کے لیے بھی اس کا پڑھنا آسان ہے لہٰذا ہمیں اس خط کے نسخے اپنے مدارس کے لیے درکار ہیں اور ہر درخواست میں سینکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد کا مطالبہ ہوتا ہے پھر "مجمع" اپنی صوابدیدی کمی بیشی کے ساتھ یا درخواست دہندہ کی رسم وراہ کے باعث زیادہ سے زیادہ جتنی تعداد میں منظوری ہوتی ہے وہ مع کرایہ ادا کرتا ہے اور درخواست دہندہ یہ قرآنِ کریم کے نسخے پاکستان لا کر کسی بھی پبلشر کے ہاتھ فروخت کر کے رقم اپنے کیسہ میں ڈال لیتا ہے جس پر اپنے گھر کا تمام نظام چلاتے ہوئے آئندہ سال کی تیاری کی کوشش شروع کر دی جاتی ہے۔ اس کو کہتے ہیں "ہم خرما و ہم صواب۔"

مجمع ملک فہد کی طباعت کا وبال ضیاء القرآن کے سر کیوں؟

آپ بتا سکتے ہیں کہ اس رسم الخط کے قرآنِ کریم جو سعودیہ عرب سے یہاں ہر سال لاکھوں کی تعداد میں لائے جاتے ہیں کیا ان کا گناہ بھی ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے سر میں رہے گا یا اس میں کوئی دوسرا بھی شریک ہوگا اور اسی طرح یہ بھی کہ حکومت پاکستان ساری گرفت بقول رشد ضیاء القرآن پبلی کیشنز پر ہی ڈال دے یا اس میں کچھ حصہ جامعہ لاہور الاسلامیہ یا ان کے ساتھ ان کے دوسرے بہی خواہوں کو بھی ملنا چاہیے اور خصوصاً "مجمع الملک فہد" قائم کرنے والوں کو بھی جو اس قرآنِ کریم کو طبع کرا کر مفت تقسیم کرتے چلے آ رہے ہیں اور کر رہے ہیں۔ اہل رشد کو چاہیے کہ ہمیں نہ سہی وہ اپنے ساتھیوں کو تو اس گناہ عظیم سے باز رکھیں اور حکومت پاکستان کی گرفت سے بھی ان کو بچائیں کیونکہ وہ بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہیں جس جرم کی نشاندہی "اہل رشد" نے حکومت پاکستان کو کی ہے۔

مجمع ملک فہد کا قرآن پاکستانیوں کی تلاوت کے لیے

ویسے سوچنے کی بات یہ بھی ہے کہ "مجمع ملک فہد" نے جو قرآنِ کریم طبع کرا کر مختلف ممالک میں بھجوائے ہیں ان میں ایک قراءت تو وہ ہے جو "حفص" کے نام سے معروف ہے ہم چاہے اس بات کو تسلیم نہ کریں لیکن "اہل رشد" سمیت بہت سے مکتبہائے فکر اس کو مانتے اور تسلیم کرتے ہیں اور اس کی طباعت وہ دو طریقوں سے کرتے ہیں ایک طریقہ تو وہی ہے جو پاکستان میں ضیاء پبلی کیشنز والوں نے اپنایا ہے اور دوسرا طریقہ

یعنی رسم الخط وہ ہے جو سعودیہ عرب کے لوگوں کے لیے مخصوص ہے اور دونوں کے فرق کو بھی "اہل رشد" نے واضح کر دیا ہے کہ ایک طریقہ رسم الخط وہ ہے جو "مجمع ملک فہد" میں رسم عثمانی کے نام سے نازل ہوا ہے اور دوسرا طریقہ یعنی رسم الخط وہ ہے جو پہلے نزول قرآن کے وقت سے لے کر آج سے تیس سال پہلے تک پڑھا جاتا رہا ہے اور آج بھی اس کی طباعت ضیاء پبلی کیشنز والے پاکستان میں کر رہے ہیں جس کے گناہ اور جرم میں پہلے پاکستان کی تاج کمپنی پیش پیش تھی اور اس وقت "مجمع ملک فہد" بھی اس کی طباعت کے گناہ اور جرم میں شریک ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔

مجمع ملک فہد اور قراءات ورش، دوری اور قالون وغیرہ

قراءت "حفص" کے علاوہ تین قراءت اور بھی ہیں جو "مجمع ملک فہد" طباعت کرا رہا ہے یعنی قراءت ورش، دوری اور قالون پھر تعجب یہ ہے کہ یہ تینوں قراءات بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں رسم الخط کے لحاظ سے بھی اور قراءات کے لحاظ سے بھی اگرچہ فرق محدود ہے تاہم ہے ضرور ان تینوں قراءات میں جو فرق موجود ہے وہ بھی بیسیوں کی تعداد میں ہے ان تمام باتوں کو یکجا جمع کرنے کے باوجود اس فرق کا پتہ نہیں چلتا جس فرق سے یہ "سبعہ احرف" کی اصطلاح جاری ہوتی ہے یعنی سیدنا عمر فاروق اور ہشام بن حکیم بن حزام کی قراءتوں کا جو فرق تھا کہ ان دونوں میں سے ایک کی قراءت تو ہم یقیناً پڑھ رہے ہیں لیکن دوسرے کی قراءت کو کون اُٹھالے گیا ہے اور وہ کہاں گم ہو گئی ہے اس لیے کہ قراءات پر سینکڑوں نہیں ہزاروں روایتیں بیان کی گئی ہیں اور پھر ان ہزاروں روایتوں کو سات اور بعض اوقات دس قراءات میں تقسیم کیا جاتا ہے پھر دس کے دو دو شاگردوں کی وجہ سے ان کو بیس کے عدد میں شمار کیا جاتا ہے جس کے باعث چار قراءتوں پر "مجمع ملک فہد" نے کام کر کے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے اور اب سولہ مزید قرآنِ کریم کے الگ الگ نسخے طباعت کرنے کا عزم جامعہ لاہور الاسلامیہ کے زیر اہتمام پایہ تکمیل کو پہنچایا جا رہا ہے۔

عمر فاروقؓ اور ہشام بن حکیمؓ کی قراءتوں میں سے ایک

"اہل رشد" کی ان تمام تر کوششوں کے باوجود جب تک اُس دوسری قراءت کا پتہ نہ چلے اُس وقت تک قرآنِ کریم کی وہ شہادت جو الٰہی حفاظت پر دال ہے مکمل نہیں ہوتی کیونکہ اس میں واضح الفاظ موجود ہیں کہ دونوں قراءتوں پر آپؐ کا ایک جیسا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ "اسی طرح نازل ہوئی ہے" ناچیز بندہ "اہل رشد" کے سامنے پہلے بھی ہاتھ جوڑ کر عرض کر چکا ہے کہ یا تو اس دوسری قراءت کو روایات میں تلاش کر دو یا اس کا یہ مطلب و مفہوم تسلیم کر لو کہ یہ "سبعہ احرف" کا جملہ اُس وقت بولا گیا تھا جب ابھی قرآنِ کریم کا نزول مکمل نہیں ہوا تھا اور صحابہ کرام جتنا قرآنِ کریم ان کو یاد ہوتا تھا اُس کو اپنی مرضی سے ترتیب دے کر تلاوت کر لیتے تھے اس لیے کہ مکمل ترتیب کا ابھی تک اعلان نہیں ہوا تھا جب قرآنِ کریم کی آیات کہیں سے بھی ملا کر پڑھی جاتیں تو وہ قرآنِ کریم ہی ہوتی تھیں اور ہر ایک اپنی صوابدید کے مطابق ان کی قراءت کرتا تھا جب قرآنِ کریم کا نزول مکمل ہوا اور جبریل علیہ السلام کے ساتھ مل کر آپؐ نے اللہ کے حکم سے اس کی ترتیب دے دی اور عرضہ اخیرہ میں اس کی سورتوں اور سورتوں کی آیات کا تعین ہو گیا اور موجودہ ترتیب کے ساتھ اس کی تکمیل ہو گئی "سبعہ احرف" کا جملہ بھی اس کے ساتھ ہی ختم ہو گیا اور "سبعہ احرف" کی تمام شروط اس ایک ہی تلاوت میں مکمل ہو گئیں۔ اب قرآنِ کریم کی آیات کو اگر کوئی شخص اپنے مضمون کی ترتیب کے

لحاظ سے جمع کرے گا تو سب کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ آیات قرآنِ کریم کی فلاں فلاں سورت سے لی گئی ہیں اواس ترتیب میں سات نہیں چاہے وہ بیسیوں آیات کو اپنی ترتیب کے ساتھ جمع کر کے اپنے مضمون کو بیان کرے یا اپنے مضمون کو تحریر کرے کسی شخص کو بھی کسی طرح کا کوئی ابہام پیدا نہیں ہو گا اور چونکہ سورتوں اور آیتوں کا احصاء ہو چکا ہے اس لیے نماز میں کبھی بھی کسی شخص کو اپنی ترتیب دے کر تلاوت کرنے کی ضرورت نہیں رہی لہٰذا وہ اُسی ترتیب سے اُن کو پڑھے گا جو ترتیب مکمل ہو چکی ہاں! نماز کی ہر رکعت میں وہ جہاں سے چاہے قرآنِ کریم کی تلاوت کرے یا کسی ایک سورت کو پڑھ لے کہ قرآنِ کریم کا حکم "فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْہُ" آج بھی بدستور اسی طرح موجود ہے۔

ناچیز بندہ کا مضمون

"سبعہ احرف" کا یہی مضمون ناچیز بندہ نے اپنی اس کتاب "قرآن کریم اور سبعہ احرف" میں بیان کیا ہے اور اس جگہ بھی اور بہت سی دوسری جگہوں میں بھی اس کی وضاحت کر دی ہے تاکہ سب کو ذہن نشین ہو جائے نہیں تو کم از کم دوسرے بہت سے مفاہیم کے ساتھ اس مفہوم کو بھی سمجھ لیا جائے کہ ایک ناکارہ نے پہلے تمام بزرگوں سے ہٹ کر اس طرح بھی بیان کیا ہے چاہے اس کو تسلیم نہ کیا جائے۔

قراءت کے الگ الگ دو نسخے اور مجمع ملک فہد

اس جگہ دو قراءات حفص اور تین قراءات ورش، دوری اور قالون کے ایک ایک صفحہ کا فوٹو دیا جا رہا ہے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ "اہل رشد" واقعی اگر حکومت پاکستان سے ضیاء القرآن پبلی کیشنز کو قرار واقعی سزا دلا لیں اور ان کے ساتھ دوسرے طباعتی ادارے بھی سوائے مکتبہ دارالسلام کے قرآنِ کریم کی اشاعت بند کر دیں تو پھر بھی وہ اختلاف اسی طرح قائم و دائم رہے گا کیونکہ "مجمع ملک فہد" کے طباعت شدہ ان تمام نسخوں کا ایک دوسرے سے اختلاف بدستور موجود رہے گا اور "اہل رشد" کے سولہ قرآنِ کریم کے الگ الگ نسخے جب معرضِ وجود میں آئیں گے تو اُن میں جو اختلافات ہوں گے وہ کیسے ہوں گے اس کا بیان اُس وقت ممکن ہو سکتا ہے جب وہ معرضِ وجود میں آئے اور نزول قرآنِ کریم کی تکمیل ہوئی۔

؟؟؟؟؟؟

تجزیہ اور تجربہ خود کریں

اوپر جن پانچ قرآنِ کریم کا ایک ایک صفحہ بطورِ نمونہ پیش کیا گیا ہے یہ پانچوں قرآنِ کریم المجمع الملک فہد المدینۃ المنورہ کے طبع شدہ ہیں۔ بغور دیکھیں کیا ان کا رسم الخط وغیرہ یکسانیت رکھتا ہے۔ ہر گز نہیں، لیکن ان سب نسخوں کی صوتی، سمعی اور شفوی صورت میں بالکل یکسانیت پائی جاتی ہے پانچ مختلف قاریوں کو برابر برابر بٹھا کر ان پانچوں نسخوں سے کوئی بھی جگہ ان کے سامنے رکھیں اور ان کی تلاوت پر خوب دھیان دیں یا ایک ہی قاری کو الگ الگ ان نسخوں سے تلاوت کروا کر دیکھیں ان میں ہر طرح کی یکسانیت پائیں گے ذرا بھر بھی فرق نہیں دیکھیں گے اور قرآنِ کریم کی نزولی صوت جو آپؐ سے براہِ راست کا تبین وحی نے پائی وہ یہی تھی جس کا برقرار رہنا تلاوتِ قرآنِ کریم میں فرض عین ہے بعد میں آنے والے

لوگوں نے جو اس سلسلہ میں کام کیا وہ محض لوگوں کی سہولت کے لیے ہے جو علاقائی معاملہ ہے جس کا وقت اور حالات کے ساتھ تعلق ہے ان چیزوں کو فرض وواجب کا نام دینا فی نفسہٖ زیادتی ہے کیونکہ فرض وواجب کا تعلق براہِ راست اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے ساتھ ہے جس کو کتاب وسنت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ لوگوں کی قراءتوں کو کتاب وسنت کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ یہ سب کچھ "اہل رشد" نے محض حکومت پاکستان کی توجہ اصل حقیقت سے ہٹانے کے لیے اور ایک صاف اور سیدھے راستہ سے ہٹا کر دوسرے راستہ پر لگانے کی راہ نکالی ہے اور اس طرح اصل راہ سے ہٹانے کے لیے مذہبی راہنماؤں نے قبل ازیں بیسیوں نہیں سینکڑوں چالیں چلی ہیں اور فی الواقع امت کو اصل راہ سے ہٹا کر دوسری راہ پر لگا دیا ہے جیسا کہ پیچھے اشارہ دیا گیا ہے اور آج وہ اصل راہ کسی کو یاد ہی نہیں رہی اگر کوئی اصل راہ دکھائے تو اُس کو مطعون کیا جاتا ہے جیسا کہ "اہل رشد" نے ضیاء پبلی کیشنز والوں کے ساتھ کیا ہے آج اگر حکومت نے یہ راہ اختیار کرلی اور "اہل رشد" نے ان کو اس راہ پر لگا دیا تو آنے والے کل ایک مطبع کے ان پانچ نسخوں کی یکسانیت کے متعلق ایک تحریک اُٹھ کھڑی ہوگی اور اس طرح ہوتے ہوتے پوری دنیا کے مسلمان جو پہلے ہی آپس میں الجھے ہوئے ہیں مزید الجھ جائیں گے جس سے اسلام کا نہیں لیکن مسلمانوں کا مزید نقصان ہوگا اور یہی بات ہم بار بار دہراتے آ رہے ہیں کہ ان باتوں سے اسلام کا نہیں مسلمانوں کا نقصان ہو رہا ہے کہ وہ مختلف گروہوں میں تقسیم ہوتے چلے جا رہے ہیں اور اس طرح گروہی تقسیم کا شرک ان میں روز بروز بڑھتا جا رہا ہے جس کا باعث توحید کے دعویدار نظر آ رہے ہیں۔

ناچیز بندہ کی ایک کوشش بسلسلہ قرآنِ کریم

1985،1986 کی بات ہے کہ ناچیز بندہ نے قرآنِ کریم کے متن کے تحت قرآنِ کریم کی تلاوت کا آسان طریقہ "تجوید الحروف" کے طور پر مفرد اردو حروف میں ضبط کیا تاکہ وہ لوگ جو کسی قاری سے قرآنِ کریم کو نہیں پڑھ سکے لیکن اردو خواں ہیں وہ قرآنِ کریم کی تلاوت قرآنی لب و لہجہ میں کرسکیں تاکہ قرآنِ کریم کو سمجھنے کا بھی ان کو شوق پیدا ہو اور قرآنِ کریم کی تلاوت بھی وہ صحیح اور درست طریقہ سے کرسکیں۔ یہ کام بندہ نے محترم مولوی نور احمد صاحب جو مفتی محمد شفیع صاحب مفتی پاکستان کے داماد اور تقی عثمانی صاحب کے بہنوئی تھے ان کے مشورہ سے شروع کیا اور ان کا خاص تعلق صوفی نصیر الدین چلاسی صاحب سے تھا جو چلاس سے ایبٹ آباد منتقل ہوچکے تھے لہٰذا اُن سے بھی مشورہ لیا گیا۔ کام ابھی ساتویں آٹھویں پارہ تک پہنچا تھا کہ مولوی نور احمد صاحب کی اچانک وفات ہوگئی۔ ان کی وفات کے بعد بندہ نے ان کے بیٹوں فہیم اشرف وغیرہ سے عرض کیا کیونکہ اس کی طباعت ان کے ادارہ کے ذمہ تھی تو انہوں نے کہا کہ یہ معاملہ ابویعنی مولوی نور احمد صاحب نے کیا تھا ہم جب تک مفتی صاحب سے اُس کے متعلق معلوم نہ کرلیں اس کی طباعت سے معذرت خواہ ہیں۔

مفتی رشید احمد، کراچی، ناظم آباد کا فتویٰ

ازیں بعد اُنہوں نے ازخود مفتی رشید احمد صاحب ناظم آباد کراچی سے بطور فتویٰ استفسار کیا تو مفتی صاحب موصوف نے کہا کہ قرآنِ کریم کے متن کے تحت اس طرح ایک نئی صورت سے اردو الفاظ میں تحریر کرنا کفر ہے اس آدمی کو جس نے یہ تحریر کیا ہے توبہ کرنا چاہیے اور قرآنِ کریم اگر طبع ہوچکا ہے تو سمندر برد کردینا ضروری ہے اگر طبع نہیں ہوا تو اس کی کتابت کو دفن کردیا جائے نہیں تو بہتر ہے کہ جلا دیا جائے۔

فتویٰ کے بعد جو کچھ ہوا

بہر حال مفتی صاحب کا فتویٰ اپنی جگہ بندہ نے اس کی طباعت کا خود بندوبست کیا اور یہ قرآنِ کریم 1990ء میں طبع ہو کر مارکیٹ میں آ گیا بعد ازیں پاکستان کے اندر بہت سے مطابع نے بندہ سے اجازت لے کر طبع کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ یہ قرآنِ کریم انڈیا، انگلینڈ، امریکہ اور ڈنمارک جیسے دوسرے ممالک میں طبع ہونے لگا اور آخر کار جناب سید شبیر احمد صاحب قرآن آسان تحریک لاہور والوں نے بھی ناچیز کا نام دیئے بغیر (اگرچہ یہ دیانت کے خلاف ہے) مختلف رنگوں میں طبع کر لیا جس کے نسخے دوبئی اور شارجہ میں بھی میں نے دیکھے اس واقعہ کے ذکر سے میری مراد صرف یہ ہے کہ مفتیانِ شرح متین جس طرف چاہیں اپنے فتویٰ کا رُخ موڑ دیں تائید و تاکید کے لیے ان کو لوگ مل جاتے ہیں اور ان لوگوں سے جس طرح وہ چاہیں کام لے لیتے ہیں بلاشبہ اس معاملہ میں وہ اہل فن ہیں یہی فن "اہل رشد" نے بھی اختیار کیا ہے مفتیانِ پاکستان میں ان کا نام نامی پہلے موجود ہے اب دیکھتے ہیں کہ ان کا فن اور فتویٰ حکومت پاکستان کو کس راہ پر لے جاتا ہے اور ضیاء پبلی کیشنز والوں کے پاس بھی کوئی ایسا فن کار مفتی موجود ہے یا نہیں، وقت ہی بتائے گا۔

"رسم" اور "ضبط" پر لکھی گئی کتب اور ان کے مصنفین

ذرا غور فرمائیں کہ "رسم" اور "ضبط" پر جو کتب تحریر کی گئیں وہ کس زمانہ میں لکھی گئیں، اس زمانہ سے قبل قرآنِ کریم کی تلاوت ہوتی رہی یا نہیں؟ اگر ہوتی رہی تو اُس کا طریقہ کیا تھا؟ کیا وہ غلط تھا یا صحیح؟ کیا قرآنِ کریم کی تلاوت کا طریقہ ان لوگوں نے وضع کیا؟ اگر اُنہوں نے وضع کیا تو آخر کس کے حکم سے؟ کیا اُنہوں نے یہ طریقہ براہِ راست نبی اعظم و آخر ﷺ سے سیکھا تھا؟ اگر نہیں تو صرف اور صرف ان ہی کا طریقہ اختیار کرنے کا کوئی جواز؟ درج ذیل کتب اور ان کے لکھنے والے جیسے:

1۔ المقنع فی معرفۃ رسم مصاحف الامصار امام ابی عمرو عثمان بن سعید الرائی رحمہ اللہ

2۔ مختصر التبیین لہجا التنزیل امام ابی داؤد سلیمان بن نجاح رحمہ اللہ

3۔ عقیلۃ اتراب القصائد فی بیان رسم المصاحف قاسم بن فیروز الشاطبی رحمہ اللہ

4۔ دلیل الحیران شرح مورد الظمآن فی رسم وضبط القرآن المارغنی، التونسوی رحمہ اللہ

5۔ جامع البیان فی معرفۃ رسم القرآن علی اسماعیل السید ہندادی رحمہ اللہ

6۔ سمیر الطالبین فی رسم وضبط الکتاب المبین علی محمد الضباع رحمہ اللہ

7۔ نثر المرجان فی رسم نظم القرآن محمد غوث النائطی الارکاتی رحمہ اللہ

ان تمام بزرگوں اور ان کے علاوہ بہت سے دوسرے بزرگوں کا جن کا ذکر اس جگہ نہیں کیا گیا ہم بے حد احترام کرتے ہیں اُنہوں نے رسم وضبط میں جو محنت و کوشش کی ہے ہم ان کے شکر گزار ہیں لیکن ان بزرگوں کو یہ حق نہیں دے سکتے کہ ان سے پہلے صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین بہت نیچے تک کے تمام بزرگوں کو جو ان معروف بزرگوں سے پہلے گزر چکے تھے وہ سب قرآنِ کریم کو غلط لکھتے، غلط پڑھتے اور غلط طباعت کرتے تھے اور یہ کہ قرآنِ کریم کے "رسم" اور "ضبط" کا صرف اور صرف ان پر انحصار ہے نیز جو انہوں نے فرمایا وہ حرفِ آخر ہے، ہرگز نہیں۔

"اہل رشد" کا یہ مضمون اور اشارات

ہم زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتے "اہل رشد" کی طرف یہی تحریر جو چند صفحات پر مشتمل ہے اگر پیش نظر رکھی جائے تو اس میں بیسیوں ایسی وضاحتیں موجود ہیں جو ان تمام بزرگوں سے بھی بعد ضبط تحریر میں لائی گئیں اور "اہل رشد" کو اس کا اقرار بھی ہے "رشد" کے اس مضمون کے آخر میں یعنی ص 864 پر "پاکستانی مصاحف میں سورہ الواقعہ کا پہلا رکوع" میں جو کچھ اُنہوں نے بیان فرمایا ہے کیا وہ بتائیں گے کہ یہ مضمون کس کتاب سے لیا گیا یعنی جن کتابوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان میں سے یا کسی اور کتاب سے اُنہوں نے نقل فرمایا ہے۔ کیا وہ نشاندہی فرمائیں گے کہ اُنہوں نے قرآنِ کریم کے جس نسخہ میں یہ تحریر کیا گیا ہے وہ پاکستان میں طبع ہوا ہے یا کسی دوسرے اسلامی ملک میں اگر یہ پاکستانی نسخہ ہی میں اُنہوں نے دیکھا ہے تو ان کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی ہے تو اس کا ذکر اُنہوں نے کیوں نہیں فرمایا؟

کیا "اہل رشد" اس بات کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں کہ "مکتبہ دارالسلام" نے جو قرآنِ کریم طبع کیا ہے جس کا رشد کی اس تیسری جلد میں خصوصاً ذکر کیا گیا ہے وہ مکمل طور پر "مجمع الملک فہد" کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے یا اس میں بھی فرق موجود ہے اور پھر یہ کہ جو فرق موجود ہے اس میں صحیح کیا ہے "مجمع ملک فہد" کا طبع شدہ یا "مکتبہ دارالسلام" کا، اگر "اہل رشد" اس ذمہ داری کو قبول کر لیں کہ اگر دونوں میں فرق ثابت ہو گیا تو "مکتبہ دارالسلام" میں جتنا قرآنِ کریم موجود ہے وہ سب ان سے خرید کر مفت تقسیم کر دیں گے تو فرق بتانا ان شاءاللہ میرے ذمہ رہا اگر فرق ثابت نہ ہوا تو "مکتبہ دارالسلام" کے پاس جتنا قرآنِ کریم موجود ہو گا وہ بندہ خرید کر مفت تقسیم کرا دے گا۔

صرف یہی نہیں بلکہ "مجمع ملک فہد" سے طبع شدہ وہ قرآنِ کریم مترجم جو دراصل تفسیر ہے لیکن مصلحتاً اس پر جلی قلم میں تفسیر کا نام نہیں دیا گیا صرف "قرآنِ کریم مع اردو ترجمہ و تفسیر" تحریر کر دیا گیا ہے جس میں "قرآنِ کریم" کا لفظ تو بہت جلی ہے جیسا کہ "قرآنِ کریم" کا لفظ تحریر کرنے کا رواج ہے اور "مع اردو ترجمہ و تفسیر" کے الفاظ خفی لکھے گئے ہیں جس سے یہ تاثر قائم کرنا چاہا ہے کہ اس تفسیر کو جب مفت تقسیم کیا جانا ہے تو کوئی تفسیر سمجھ کر شاید حاصل کرنے میں سستی اختیار کرے کہ تفسیر کا نام سن کر اکثر لوگ صرف نظر کر جاتے ہیں کہ نہ معلوم کس مکتبہ فکر کی ہو گی اور پھر اس طرح یہ بھی کہ کہیں ہمارے مکتبہ فکر کے خلاف نہ ہو۔

کیا اس ترجمہ یا تفسیر میں وہ التزام کیا گیا جس کا مخصوص اس مضمون میں ذکر کیا گیا جس کے باعث "مکتبہ دارالسلام" کو مستثنیٰ کرتے ہوئے ساری ذمہ داری ضیاءالقرآن پبلی کیشنز پر ڈال دی گئی ہے اور اسی طرح "مکتبہ دار لسلام" کی وہ تفسیر جو "احسن البیان" کے نام سے نہایت ہی بہتر اور صاف ستھرے کاغذ پر طبع کرائی گئی ہے کیا اس تفسیر میں جو قرآنِ کریم کا متن دیا گیا ہے وہ یہ ذمہ داری قبول کرتا ہے جس کا ذکر اس مضمون میں "اہل رشد" نے کیا ہے اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو آخر ان تمام چیزوں کا خیال نہ کرتے ہوئے سارا نزلہ کہوں یا زکام ضیاءالقرآن پبلی کیشنز پر کیوں ڈال دیا گیا ہے کیا حقیقت کو چھپانا بھی قرآنِ کریم کی کسی آیت یا کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے؟ اگر ہے تو مہربانی فرما کر اس کی نشاندہی فرما دیں تاکہ اس سے ہم بھی استفادہ کر سکیں ہاں! خیال رہے کہ کوئی حیلہ بہانہ تلاش نہ کریں کیونکہ کتاب الحیل قرآنِ کریم میں نا چیز بندہ ہرگز نہیں مانتا اور جو ایسا مانتے ہیں ان کی اس معاملہ میں تفہیم صحیح تسلیم نہیں کرتا۔ جب "احسن البیان" اور "قرآنِ کریم مع اردو ترجمہ و تفسیر" دونوں کا متن قرآنی ضیاءالقرآن پبلی کیشنز کے پاروں کی طرح ایک جیسا ہے تو پھر "مکتبہ دارالسلام" کو اس سے مستثنیٰ کیوں کیا گیا ہے؟

آخر میں ایک بار معذرت کے ساتھ مزید گذارش ہے کہ قرآنِ کریم پہلے تو تمام دنیا کے انسانوں کے لیے ہدایت کی کتاب ہے اور تمام انسانوں کو حق ہے کہ وہ اس سے ہدایت حاصل کریں اور اس کی صحت کا خیال رکھیں پھر دنیا کے تمام مسلمانوں کے لیے یکساں برابر کا حق ہے جو تمام اقوام عالم میں موجود ہیں اور وہ بحمد اللہ سب کے سب اس کی ہر طرح سے حفاظت کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے اس کو کسی ایک مکتب فکر کی کتاب

ثابت کرنا اور کہنا کہ صرف فلاں مکتب فکر ہی اس کی صحت کا خیال رکھتا ہے باقی سب اس کے متعلق غفلت میں مبتلا ہیں اللہ کے لیے اس نظریہ سے باز رہیں خود مختلف قراءات میں بلکہ قراءات کے نام پر مختلف الفاظ میں قرآنِ کریم کی کتابت اور اس کی طباعت پر مصر ہیں اور پھر اس اصرار کے ساتھ ساتھ دوسروں کو تضحیک کا نشانہ بناتے ہوئے ان کو مجرم بھی قرار دے رہے ہیں کیا اس کو نہیں کہتے کہ "چور بھی اور چتر بھی"

بندہ کا فون نمبر 0301-6296850،0346-6286669،0546-593213 ہے میں نے ایک عرصہ ہوا رشد کی تیسری جلد کے لیے فون کیا اور پھر بار بار کرتا رہا ہر بار یہی جواب آتا رہا کہ ابھی طباعت کے مراحل میں ہے اللہ اللہ کر کے یہ مراحل طے ہوئے اور اس طرح 500 روپے کی وی پی مجھے چار جون 2010 کو وصول ہوئی اُس وقت بندہ گھر میں موجود نہیں تھا جو نہی میں گھر آیا، اس کو کھولا اور اندر سے دیکھنا چاہا تو اس کے اندر کا جو مضمون میرے سامنے آیا وہ اتفاق سے یہی مضمون تھا جو رشد کے صف 875 سے شروع ہوتا ہے ایک ہی نشست میں میں نے اس کو پڑھا اور رکھ دیا پھر 6،7،8 جون تک مسلسل ہر روز اس کو پڑھتا رہا محض اس لیے کہ اس طرح کی تحریر کا کیا جواز ہے؟ جب میں نے اس میں تعصب کے سوا کچھ نہ پایا تو میں نے عزم کیا کہ اس پر کچھ تحریر کرنے کے بعد ہی کسی دوسرے مضمون کو پڑھوں گا۔ یہ تحریر ناچیز بندہ نے 9 جون 2010 کو شروع کی اور 10 جون تک تحریر کر کے کمپوزر کے ہاتھ میں دے دی بحمد اللہ کمپوزر نے ایک دن میں کمپوز کر دی جزاک اللہ احسن الجزاء۔

اسی پر بندہ اپنی کتاب "قرآنِ کریم اور سبعہ احرف" کو ختم کر دینا چاہتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ ان شاءاللہ وہ قارئین کرام کے لیے مفید ثابت ہو گی۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

فقط

والسلام

یکم اگست 2010 بمطابق 19 شعبان 1439ھ

س: ج:

س ا: کیا قرآنِ کریم کے نزول کے وقت مکمل حروفِ ہجا، نقاط اور اعراب کا وجود نہیں تھا؟

ج: کیوں نہیں، نزولِ قرآن کے وقت ہی سے قرآنِ کریم جب تحریر ہونا شروع ہو گیا تو پھر یہ کہنا کیا اُس وقت بعض حروف ہجا، نقاط اور اعراب کا وجود نہیں تھا؟ خود ہی سوچ لیں کہ اس سوال کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے؟ اس سے بہتر یہ تھا کہ آپ سوال کرتے کہ کیا قرآنِ کریم اپنے نزول کے ساتھ ہی تحریر ہونا شروع ہو گیا تھا؟ آپ کے سوال کی نوعیت سے یہ واضح ہے کہ آپ قرآنِ کریم کے نازل ہونے کے ساتھ ہی اُس کے تحریر ہونے کو تسلیم نہیں کرتے حالانکہ تمام مسلم امہ یہ بات تسلیم کرتی ہے۔ اگر اس کا تحریر ہونا تسلیم ہے تو پھر تحریر کے لیے حروف کا ہونا لازم ہے۔ حروف مختلف اور مخصوص شکلوں کا نام ہے۔ تمام زبانوں میں حروف ہوتے ہیں اور تمام حروف کے لیے نقاط ضروری نہیں ہوتے اس وقت بھی کتنی زبانیں ہیں جن کے حروف متعین ہیں یعنی ان کی شکلیں موجود ہیں لیکن اُن شکلوں میں نقاط ہونا ضروری نہیں البتہ ان کی پہچان ان کی مختلف شکلوں سے کی جاتی ہے اگر قرآنِ کریم کے نزول کے وقت عربی زبان کے حروف کی کوئی ایسی پہچان موجود تھی جن پر نقاط نہیں تھے تو اس میں تعجب کی بات کیا ہے؟ رہے اعراب تو اُن کا تعلق محض صوت یعنی آواز سے ہے پھر آواز موجود ہو تو اعراب کے متعلق یہ بات کہی نہیں جا سکتی کہ اعراب موجود نہیں تھے اور اہل زبان کے لیے اعراب کی کوئی پہچان نہیں ہوتی کیونکہ یہ فطری چیز ہے البتہ ایسے لوگوں کے لیے جن کی زبان کوئی اور ہو اعراب کی ضرورت پیش آتی ہے اس لیے اُس آواز کی پہچان کے لیے کچھ علامتیں مقرر کرنا ضروری ٹھہرتا ہے اس لیے اعراب یعنی زبر، زیر، پیش، تشدید اور وغیرہ کی علامت کی شکلیں بھی پہنچان کے لیے ہوتی ہیں اور وہ جب بھی ایجاد ہوئی ہوں اُس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ جزم

مثلاً اس وقت بھی بہت سے لوگ ہر بولی بولنے والوں میں موجود ہیں جو نہ تو اپنی زبان کے حروف کی پہچان رکھتے ہیں اور نہ ان حروف کے اعراب کی لیکن وہ بولتے ہیں بات کرتے ہیں اپنی بات دوسروں تک پہنچاتے ہیں دوسروں کے جواب کو سمجھتے ہیں ان تمام باتوں کے باوجود جو کچھ وہ بولتے ہیں اس میں حروف موجود ہوتے ہیں ان کے اعراب موجود ہوتے ہیں لیکن ان کا اظہار وہ تحریر سے نہیں کر سکتے اس وجہ سے ان کو ناخواندہ کہا جاتا ہے، ایسا کیوں ہے؟ اس لیے کہ وہ اہل زبان ہیں جس کے باعث اس زبان کو جو اُن کی مادری زبان کہلاتی ہے وہ فطرتاً بولتے ہیں اُن کو بولنے کے لیے قواعد وضوابط کی ضرورت نہیں ہوتی اس لیے اُن کو بولنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی اور حقیقت یہ ہے کہ اہل لغت اہل زبان کے محتاج ہیں۔

نزولِ قرآن کے وقت یقیناً حروف موجود تھے اُن کی پہچان یہ نہ ہو جو اس وقت ہے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اُس وقت حروف کی شکلیں موجود نہیں تھیں وہ یقیناً تھیں لیکن ان شکلوں کی وضاحت ان لوگوں کے ذمہ ہے جو کہتے ہیں کہ اس وقت نقاط نہیں تھے لہٰذا یہ بات تسلیم نہیں کی جا سکتی کہ اُس وقت صرف گیارہ، بارہ حروف سے املا تحریر ہوتی تھی یہ بات اتنی ہی غلط ہے جتنی "گدھے کے سر پر سینگھ۔"

مختصر یہ کہ نزولِ قرآن کے وقت طریقہ تحریر موجود تھا تب ہی آپؐ نے قرآنِ کریم کے نزول کے ساتھ اُس کو تحریر کرانا شروع کیا، اگر طریقہ تحریر موجود نہ ہوتا تو آخر آپؐ کسی بھی آدمی کو تحریر کرنے کا حکم کیسے دے سکتے تھے اور تحریر کرنے والا تحریر کیسے کر سکتا تھا؟

س ۲: قرآنِ کریم کے رسم الخط کو رسم عثمانی کے نام سے موسوم کیوں کیا جاتا ہے؟

ج: قرآنِ کریم کے رسم الخط کو رسم عثمانی کے نام سے موسوم کیا جانا ایسا ہی ہے جیسے نبی اعظم و آخر ﷺ کو پیغمبر اسلام کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے حالانکہ ہر نبی ورسول اسلام ہی کے پیغمبر تھے جس طرح آپؐ اسلام کے نبی ورسول موسوم کیے جاتے ہیں اور آپؐ کی امت کو امت مسلمہ یا مسلمان کہا جاتا ہے حالانکہ تمام نبی ورسول اسلام کے نبی ورسول اور تمام امتیں مسلمہ اور مومن ومسلم ہی کہی جاتی تھیں لیکن آپؐ کی بعثت کے وقت ان تمام امتوں اور جماعتوں نے اپنے اپنے نام الگ الگ رکھ لیے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپؐ پیغمبر اسلام کے نام سے معروف ہوئے۔

قرآنِ کریم آپؐ کی زندگی میں مکمل طور پر جمع ہوا آپؐ نے خود اُس کی ترتیب وحی لانے والے ناموس اعظم کی ہدایت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکمل فرمائی پھر اُس کو مخصوص صندوق میں عرضۂ اخیرہ میں جبریل کے ساتھ اس ترتیب کے لحاظ سے مکمل کر کے اس کو ایک صندوق میں محفوظ فرمادیا بعض صحابہ کے پاس اپنے اپنے تحریر کردہ مصحف بھی موجود تھے لیکن ان تمام مصاحف کی ترتیب اُن کی تحریر کے مطابق تھی بعد میں صدیق اکبر کے دورِ خلافت میں اس مصحف کو اُس ترتیب کے مطابق جو آپؐ نے بحکم الٰہی قائم فرمائی تھی اس کو ایک جگہ ایک چیز پر یکسانیت کے لحاظ سے تحریر کرایا اور اس طرح پہلا مصحف جو آپؐ نے الگ الگ چیزوں پر ترتیب دلوایا تھا جس کو مصحف امام کا نام دیا جاتا تھا اُس کو مصحف اول کا نام دے کر بدستور اس معروف صندوق میں بند کیا گیا اور یہ دوسرا مصحف جو ایک ہی جگہ ایک چیز پر تحریر ہوا تھا اُس کو مصحف امام کا نام دے دیا گیا تاکہ اس کے بعد مصحف لکھنے اور اپنے پاس رکھنے کا شوق رکھنے والے اس مصحف امام کے مطابق اپنے لیے تحریر کر لیں۔ جوں جوں وقت گذرتا گیا سلطنت اسلامیہ کی حدود وسیع ہوتی گئیں اور نئے نئے لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے صحابہ کرام کے پاس جو مختلف مصاحف موجود تھے ان کی ترتیب توقیفی نہ تھی۔

اُن کے اختلاف کے باعث نئے نئے اختلاف پیدا ہونے لگے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ایک کمیٹی قائم کی جس کے ممبران سے بیک وقت پانچ، چھ، سات، آٹھ، نو یا دس مصاحف تیار کیے جس کے لیے سیدنا عثمانؓ کی طرف نسبت دے دی گئی جیسے پاکستان کے معرضِ وجود میں لانے کی بے شمار لوگوں نے قربانیاں کیں لیکن جوں جوں وقت قریب آگیا لوگ وقت کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوتے گئے لیکن انجام کار قریب کے زمانہ میں مسلم لیگ کی باگ دوڑ محمد علی جناحؒ کے حصہ میں آئی تو اُنہوں نے بھی اپنی مساعی جاری رکھیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پاکستانِ معرضِ وجود میں آنے کے وقت نام محمد علی جناح یعنی قائد اعظم کے ہاتھ میں ہونے کے باعث آج ہر زبان پر موجود ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح نے پاکستان قائم کرا دیا اور باقی لوگوں میں سے شاید کسی کا نام بھی لوگوں کی زبانوں پر موجود نہ ہو یا بہت کم لوگوں کا نام زبانوں پر رہ گیا ہو تاہم یہ کوئی نہیں کہتا کہ فلاں فلانے پاکستان بنوایا۔

آپؐ قرآنِ کریم کو عرضۂ اخیرہ میں نئی ترتیب دینے کے بعد جلد ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئے لہٰذا پہلے مرحلہ کے بعد جب قرآنِ کریم یکساں ایک جگہ ایک ہی چیز پر جمع ہو کر دفتین میں بند ہو گیا تو اس طرح اطمینان ہو گیا کہ اب اس نئی ترتیب سے جو چاہے گا اپنے لیے تحریر کر لے گا اس طرح یہ دوسرا مرحلہ ابو بکر صدیق ابو بکر صدیق کے دورِ خلافت میں طے پایا اور تیسرا مرحلہ جس میں ایک سے زیادہ نسخے بیک وقت تیار کیے گئے اس تیسرے مرحلہ کی اہمیت نے اس مرحلہ کتابت کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ خصوصیت حاصل کرلی جس کے باعث آپؓ کو جامع قرآن اور قرآنِ کریم کے خط کو رسم عثمانی کے نام سے موسوم کیا جانے لگا۔ لیکن اس کا مطلب ہرگز ہرگز یہ نہیں ہے کہ فی نفسہٖ قرآنِ کریم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جمع ہوا اور اس سے پہلے قرآنِ کریم جمع نہیں کیا گیا تھا۔

س ۳: جب روایات میں یہ موجود ہے کہ زیدؓ بن ثابت نے قرآنِ کریم لوگوں سے جمع کیا جو مختلف اشیاء جیسے ہڈیاں، پتھر اور رقاق وغیرہ سے جمع کیا تو پھر آپ کس طرح کہتے ہیں کہ آپؐ نے قرآنِ کریم ایک جگہ ایک مخصوص صندوق میں جمع کرا دیا تھا؟

ج: روایات میں اگر یہ موجود ہے کہ زید بن ثابتؓ نے مختلف لوگوں سے مختلف ٹکڑوں میں لکھا ہوا قرآن جمع کیا تو اس طرح روایات میں یہ بھی موجود ہے کہ آپؐ قرآنِ کریم کو لکھوا کر ایک جگہ جمع کراتے رہے جو ایک خاص صندوق میں بند رکھا جاتا رہا اور جوں جوں قرآنِ کریم کا نزول ہوتا رہا بدستور اس کو اس کی مخصوص جگہ رکھتے رہے۔ اب دونوں قدم کی روایات کو تطبیق دینے کے لیے یہی کہا جا سکتا ہے کہ اُس مصحف کے علیحدہ علیحدہ ٹکڑوں کے ساتھ ان کا موازنہ بھی کیا گیا جو دوسرے صحابہ کرام کے پاس لکھے ہوئے تھے تاکہ بعد میں اس طرح کا کوئی جھگڑا پیدا نہ ہو اور یہ بات اُس وقت نہایت حکمت عملی پر مبنی تھی جس کے نتائج بحمد اللہ بہت اچھے رہے کہ مخالفین کی ریشہ دوانیاں مکمل طور پر ناکام رہیں اور اس طرح کے جھگڑے جو اس وقت اسلامی کتب میں دیکھے جاتے ہیں یہ سب کے سب ڈیڑھ دو سو سال بعد کی پیداوار ہیں اُس وقت کوئی جھگڑا اس طرح کا معرضِ وجود میں نہ آیا۔ ڈیڑھ دو سو سال بعد کی باتیں جو "سبعہ احرف" کے پیشِ نظر کی گئیں وہ کتابوں تک محدود رہیں قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق کہ "ہم نے اس کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں" محفوظ رہا اور بحمد اللہ اب بھی وہ اس طرح کی سازشوں سے جس طرح کی سازشیں اپنے اور غیر مل کر کر رہے ہیں ان شاء اللہ محفوظ رہے گا۔

س ۴: "سبعہ احرف" کے مفہوم اور مطلب پر جو کچھ روایات میں آیا ہے جیسے بخاری اور مسلم میں بھی موجود ہے جب ان تمام روایات کو ان اصولوں کے مطابق غلط ثابت کیا جا چکا ہے اور ان کے روات کو کمزور، ضعیف اور بددیانت قرار دیا جا چکا ہے تو آپ ان کی کمزوریوں کو کیوں تسلیم نہیں کرتے۔

ج: یہ بات قبل ازیں ناچیز بندہ بار بار عرض کر چکا ہے کہ میری تفہیم میں گذرے ہوئے لوگوں پر طعن و تشنیع کر کے ان کو کمزور ضعیف اور بددیانت قرار دینا اور اس ذریعہ سے ان کی بیان کی ہوئی روایات کو غلط ثابت کرنا کوئی خوبی کی بات نہیں بلکہ یہ ایک ایسا تجسس ہے جس سے اسلام نے سختی سے منع کیا ہے لہٰذا فی نفسہٖ روایات بیان کرنے والوں کے متعلق ایسی باتیں منسوب کرنا کسی بھی مسلمان کو زیب نہیں دیتا یہ ایک غلط طریقہ ہے جو ہم مسلمانوں کے ہاں بیان کیا جاتا ہے بلکہ اس پر فخر کیا جاتا ہے کہ یہ وہ طریقہ ہے جو مسلمانوں کو دوسری اقوامِ عالم پر فوقیت دیتا ہے پھر اس پر جو دلائل دیئے جاتے ہیں سب کے سب اختراعی ہیں اُن کی کوئی حقیقت نہیں ہمیں چاہیے کہ بجائے راویان پر طعن و تشنیع کرنے یا ان کو فرشتہ ثابت کرنے کی بجائے فی نفسہٖ روایات کے مضمون پر غور و فکر کریں اور روایات کو مثل قرآن کہنا چھوڑ دیں اور جہاں تک ممکن ہو ان روایات کا مفہوم خود متعین کرنے کی کوشش کریں تاکہ آپؐ کے اس ارشاد کے مطابق عمل کر سکیں کہ "ہم سے کوئی بات سن کر دوسروں تک پہنچانے کی ذمہ داری پوری کریں اور سمجھیں کہ روایات کا مفہوم بیان کرنے والوں سے بہتر سمجھنے والے بھی ہر دور میں موجود ہوتے ہیں۔" نیز یہ بھی کہ روایات کے اس ذخیرہ میں بہت نایاب و مفید چیزیں بھی موجود ہیں ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی ہر بات کو رد کرتے جانا کوئی عقل مندی کی بات نہیں، اور کانٹوں کو دیکھ کر پھولوں کو حاصل کرنے سے گریز کرنا کوئی اچھائی کی بات نہیں فافہم فتدبر۔

س۵: محدثین کرام نے جو روایات کو پرکھنے کے لیے جو اصول بنائے ہیں کیا وہ غلط ہیں؟

ج: تف ہے مجھ پر کہ محدثین کے متعلق کوئی اس طرح کی بات کروں، آپ ذرا غور کریں کہ یہ بات تو آپ نے تسلیم کی ہے کہ محدثین نے کچھ اصول بنائے ہیں تو ظاہر ہے کہ جو بھی کوئی چیز بناتا ہے وہ اس کا موجد کہلاتا ہے اور ہر موجد نے جو اپنے وقت میں صحیح سمجھا وہ بنایا اور چونکہ اُس نے پہلی دفعہ بنایا اس لیے اُس میں مزید بنانے کی گنجائش باقی رہی جس کے نتیجہ میں دنیا کی ہر چیز جو قدرتی اور فطرتی نہیں بلکہ بنائی گئی ہے اس میں یہ گنجائش موجود تھی، ہے اور رہے گی۔ ہر زمانے میں اس پر مزید بھی کچھ کہا جا سکتا رہا، کہا جا سکتا ہے اور کہا جاتا رہے گا لیکن اس کی بنیاد ڈالنے والا ہی اس کا موجد ٹھہرے گا اگر یہ سلسلہ محدثین کے بنائے ہوئے اصولوں میں بھی تسلیم کیا جاتا تو آج مسلم قوم کی حالت یہ نہ ہوتی جو نظر آ رہی ہے بلکہ وہ دین دنیا میں بہت ترقی کرتے افسوس کہ ہم ایک بنی ہوئی چیز پر غلط اور صحیح کی بحث کرتے ہیں اور فقط اُس بنی ہوئی چیز پر اکتفا کر کے بیٹھ گئے ہیں اور اس بیکار بحث میں مبتلا ہو کر روز بروز اپنا نقصان کرتے جا رہے ہیں۔ دنیا میں جتنی چیزیں ایجاد ہوئی ہیں ان میں تبدیلی ہوتی آئی ہے، ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی لیکن اس بہتری کا سارا سہرا پہلے موجد ہی کے سر بندھا ہوا ہم دیکھتے ہیں کوئی نہیں جو اُس پہلے موجد کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنائے۔ کاش کہ! قوم مسلم اس حقیقت کو سمجھے اور محدثین کرام جنہوں نے روایات کو پرکھنے کے اصول بنائے یا ایجاد کیے ہیں اُن میں بہتر اضافہ کرتے ہوئے اُن کا اکرام و احترام کرے اور ان کی اس ایجاد سے مستفید ہو۔

س۶: کیا سعودیہ حکومت کا قراءت ورش، قالون اور دوری پر مختلف قرآنِ کریم طبع کرنا صحیح ہے؟

ج: برصغیر کے اندر جو قرآنِ کریم عرصہ دراز سے طبع ہو رہے ہیں ان کو قراءت حفص کا نام دیا گیا ہے اور ایک مدت سے آلِ سعود قراءت حفص کے نام سے قرآنِ کریم طبع کر کے برصغیر کے تمام ممالک میں پہنچا رہے ہیں اور آج تک کسی کو اس بات کا خیال نہیں آیا قرآنِ کریم کو کسی بھی قاری کی طرف نسبت دے کر طبع کرنے کا کوئی مطلب نہیں کیونکہ قراءت تو وہی ہے جو خود نبی اعظم و آخر ﷺ نے تمام صحابہ کرام کو یکساں ایک جیسی سکھائی اور وہی قراءت صحیح اور درست ہے اگر یہ قراءت جو برصغیر کے اکثر ممالک میں پڑھی جاتی ہے وہی ہے جو آپؐ نے سکھائی ہے تو پھر اس کی نسبت آخر حفص کی طرف کیوں؟ کیا جس طرح قراءت ورش، قالون اور دوری پر اعتراض ہے اس طرح قراءت حفص پر نہیں؟ اگر ہے تو پھر صرف ورش، قالون اور دوری کے نام پر بحث نہیں کرنا چاہیے بلکہ سیدھی اور صاف بات تسلیم کر لینی چاہیے کہ کسی بھی شخص کو اس بات کا حق نہیں کہ وہ قرآنِ کریم کی قراءت کو ان قراء یا ان کے علاوہ دوسرے بہت سے قراء کی طرف نسبت دے کر پکارے اور سب پر لازم ہے کہ وہ سمجھیں کہ ہم سب مسلمان بحمد اللہ وہی قراءت کرتے ہیں جو نبی اعظم و آخر ﷺ نے صحابہ کرام کو سکھائی تھی اور وہ صرف اور صرف ایک تھی، ہے اور رہے گی۔ رہا لب و لہجہ اور لحن و آواز کا فرق تو وہ سب پڑھنے والوں کا اپنا اپنا ہوتا تھا ہے اور ہو گا قرآنِ کریم پڑھنے والوں میں معروف قراء جو صاحب فن کہلائے وہ بھی بے شمار تھے، ہیں اور رہیں گے لیکن ان میں سے بعض اپنے فن میں بلحاظ فن معروف ہو گئے جیسے سات، دس یا بیس اور ان سب کی حیثیت وہی ہے جو دوسرے فنون میں فن کے ماہرین کی ہوتی ہے جیسے خطیبوں میں بعض خطیب، معلمین میں بعض معلم، مقررین میں بعض مقرر، محررین میں بعض محرر، مفسرین میں بعض مفسر اور قوالوں میں بعض قوال۔

س۷: کیا قرآنِ کریم کے ان چار معروف نسخوں میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا، واضح طور پر جواب دیں؟

ج: ان چار معروف نسخوں سے آپ کی مراد حفص، ورش، قالون اور دوری کی قراءات پر پڑھے جانے والے نسخوں سے ہے تو اس کا واضح اور دوٹوک جواب یہ ہے کہ اگر مطلق فرق نہ ہوتا تو ان چار معروف نسخوں کو چار کیوں کہا جاتا وہ ایک ہی کیوں نہ ہوتے؟ آخر کوئی فرق تو ان میں ہے جس کے باعث وہ چار نسخے معروف ہوئے حالانکہ قرآنِ کریم تو اربوں کی تعداد میں طبع ہوئے ہیں۔ جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے کہ حق بات یہ تھی کہ علماء امت مل کر ان نسخوں میں جو محض املا، لحن و لہجہ کے لحاظ سے جو فرق تحریر میں آگیا تھا اُس محض کسی کاتب کا سہو سمجھ کر ختم کرنے اور اُس کی وجہ بیان کرنے پر اکتفا کرتے اور اگر اُس کا ظاہر کرنا ضروری تھا تو قرآنِ کریم کے حاشیہ پر یا اُس کے ختم پر اُن کے فرق کو واضح کر دیتے جیسے ہر ایک معروف نسخہ کے پیچھے کر دیا جاتا ہے تاکہ پڑھنے والوں پر اُس کی حقیقت کھل جاتی لیکن بد قسمتی سے علماء کرام نے محض سادگی سے باوجود اس کے کہ کوئی خاص ذکر کیے جانے والا فرق نہیں تھا اُس کو قراءات کا فرق قرار دے کر پکا اور مضبوط کر دیا اور سعودیہ حکومت نے محض علماء کے کہنے پر قراءات ہی کے نام سے اس کو الگ الگ قرآن کی حیثیت سے طبع کر دیا جو کوئی قابل تعریف بات نہیں بلکہ نہایت دُکھ دہ بات ہے اس لیے کہا جاتا ہے کہ نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے خاص ہاتھ نے سا سے بچایا کہ جس طرح روایات اور قراءات کی کتابوں میں اختلافات بھرے پڑے تھے وہ کتابوں ہی میں رہ گئے جو آج بھی کتابوں میں دیکھے جاسکتے ہیں لیکن متن قرآنِ کریم جو معمولی تبدیلی در آئی وہ یہ تھی کہ کسی ایک نسخہ میں مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ آیا اور دوسرے میں مَلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ پڑھا گیا (۱:۳) گویا میم پر زبر کی بجائے میم پر کھڑا زبر تحریر ہوا جب کہ قرآنِ کریم نے دونوں کو اپنے اندر جگہ دی ہوئی ہے جیسے مَلِکِ النَّاسِ (۱۱۴:۲) میں۔ وَوَصّٰی بِھَا (۲:۱۳۲) کی جگہ وَاَوۡصٰی بِھَا پڑھا گیا جب کہ اوصا کو بھی قرآنِ کریم نے دوسری جگہ قبول کیا ہے (۱۹:۳۱) وَسَارِعُوۡا (۳:۱۳۳) کی جگہ سَارِعُوۡا یعنی واؤ کے بغیر جب کہ سَارِعُوۡا یعنی واؤ کے بغیر بھی قرآنِ کریم میں موجود ہے، وَالۡجَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی (۴:۳۶) کی جگہ وَالۡجَارِ ذَاالۡقُرۡبٰی جو محض صوت کا معمولی فرق ہے اس طرح کا معمولی فرق ہے اس طرح کا معمولی فرق جس کو رسم الخط، سمعی صورت اور شفوی صورت کے فرق سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اس طرح بعض نسخوں کو آپس میں ملانے سے 5 جگہ اور بعض میں 12 جگہ اور بعض میں 28 جگہ پایا جاتا ہے جس سے معنی میں ایسی تبدیلی واقع نہیں ہوتی جس کو تبدیلی کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہو کیونکہ رسم الخط سمعی صوت اور شفوی صورت کا فرق ان چاروں نسخوں کے اپنے اپنے اندر بھی پایا جاتا ہے جیسے ابرھیم اور ابراھیم وغیرہ وغیرہ اس مثال سے ملتے جلتے بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں الفاظ پائے جاتے ہیں لیکن ایسے فرق کو اختلافات کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ اس طرح بعض نسخوں کی سورتوں کی آیات میں نمبر کے لحاظ سے فرق بھی پایا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی نسخہ میں ایک جگہ آیت کا نشان دیا گیا ہے اور کسی نسخہ میں آیت کا نشان نہیں دیا گیا بعد میں جب آیات کی گنتی ان نشانات پر درج ہونے لگی تو گنتی میں فرق آگیا جیسے بعض نسخوں میں سورہ الشعراء کی ۲۲۶ اور بعض میں ۲۲۷، اسی طرح بعض دوسری سورتوں میں بھی فرق پایا جاتا ہے جب کہ اس گنتی کی کوئی اصل موجود نہیں محض سہولت کے لیے نمبر دے دیئے گئے ہیں۔
آپ کے سوال کا جواب ذرا طویل ضرور ہو گیا لیکن امید ہے کہ سمجھ آگئی ہو گی کہ ان نسخوں میں جو فرق ہے اس کی نوعیت کیا ہے۔

س۸: "سبعہ احرف" کی روایات کو من گھڑت بھی قرار دیا گیا ہے اور یہ بات کہنے والے بھی بڑے بڑے علماء ہیں آپ ان کی بات سے اتفاق کیوں نہیں کرتے؟

ج: اس کا جواب تو پیچھے بھی گذر چکا ہے مزید سمجھ لیں کہ جن بزرگوں نے "سبعہ احرف" کی روایات کو من گھڑت قرار دیا ہے در اصل اُنہوں نے ان روایات کی سندوں پر کلام کیا ہے اور روایتیں بیان کرنے والوں کے نقائص و عیوب بیان کیے ہیں ان کو جھوٹا اور روایتیں گھڑنے والے بیان

کیا ہے جب کہ ناچیز بندہ کسی بھی وفات پا جانے والے کے متعلق محض اس طرح کی سنی سنائی باتوں پر یقین نہیں کرتا کیونکہ جن لوگوں نے ان کی اس طرح کمزوریاں ذکر کی ہیں وہاں ان ہی لوگوں نے ان کی بعض خوبیوں کا ذکر بھی کیا ہے حالانکہ خدا لگتی بات یہ ہے کہ ان کے پاس ان لوگوں کے متعلق اس طرح کے متضاد بیانات کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں اُنہوں نے جو کچھ لکھا ہے محض اٹکل پچو ہے اور ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کرنے کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں تھی کیونکہ ان کے زمانہ کے لوگ نہیں تھے۔

اس طرح راویان روایات کے متعلق اس طرح کے متضاد بیانات کو پیش کر کے آپس میں جھگڑتے رہنا کوئی عقل مندی کی بات نہیں اس کو ہماری پنجابی میں کہتے ہیں "پانی چ مدھانی ڈالنا" یعنی بے کار اور فضول باتوں میں مصروف ہونا جس کا کوئی فائدہ نہ ہو۔

مختصر یہ کہ جب "سبعہ احرف" کا مفہوم بالکل واضح ہے جس کا تعلق محض نزولِ قرآن تک تھا جب قرآنِ کریم کا نزول مکمل ہو کر عرضۂ اخیرہ میں اُس کی ترتیب مکمل کر دی گئی تو "سبعہ احرف" پر مضامین ترتیب دے کر کتابیں لکھ رہے ہیں تقاریر کر رہے ہیں اور کسی کو بھی کسی طرح کی کوئی رکاوٹ نہیں لیکن "سبعہ احرف" سے جو مخصوص قراءات تصور کی گئی ہیں اور جس طرح کی بحث لوگوں نے اپنی اپنی کتابوں میں اُٹھائی ہے اُس کا کوئی جواز اس سے نہیں نکلتا بس اس کو اس طرح سمجھ لیں کہ راستہ چلتے چلتے ایک پٹری سے اُتر گیا تو اس کے بعد جو آیا وہ اترتا ہی چلا گیا اور اس طرح یہ غلط راستہ محض چلنے والوں کے باعث راستہ قرار پا گیا اور اب اس پر باڑ لگانے سے بھی اس سے روکا نہیں جا رہا اور جو جو اس کی تاویلات کی گئی ہیں خصوصاً جو کچھ "رشد" نے بیان کیا ہے محض ایک دھوکا اور فریب ہے ہاں کتابوں میں جو قراءات کے نام سے تحریر ہوتا چلا آیا ہے اُس کا در اصل مطلب محض قرآنِ کریم کے بعض الفاظ کا ان کے مترادفات کا بیان تھا جو علماء کرام نے مفہوم بیان کرنے کے لیے اختیار کیا جس کو فقط ایک فن سے تعلق ہے یا اس کو تفسیر کے لفظ سے بیان کیا جا سکتا ہے اور اس طرح علماء کرام کے بیانات کو قرآنِ کریم یا منزل من اللہ سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔

روایات کی کتابوں میں ایک روایت بھی ایسی نہیں جس میں بتایا گیا ہو کہ اس آیت کو آپؐ نے ان الفاظ میں بھی پڑھا اور ان الفاظ میں بھی یا آپؐ نے کسی بھی کاتب وحی کو فرمایا ہو کہ اس آیت کو اس طرح، اس طرح اور اس طرح تحریر کر دیں اگر اس طرح کا کہیں اشارہ بھی موجود ہوتا تو بعد میں آنے والے اس کا مطلب بیان کرنے میں چاہے مبالغہ کرتے بہر حال کچھ کہہ سکتے تھے جب اس طرح کی کوئی روایت موجود نہیں تو پھر اس طرح کے بیان دینے کا کوئی مطلب؟

س۹: قراءات سبعہ اور قراءات عشرہ سے کیا مراد ہے؟ نیز یہ کہ آپؐ کے عہد میں ان قراءات کا اہتمام تھا؟

ج: قراءات سبعہ سے سات قراء تیں اور عشرہ سے دس قراء تیں مراد ہیں جو مختلف سات اور دس قاریوں کی طرف منسوب ہیں جو ہزاروں اور لاکھوں قاریوں میں سے زیادہ معروف ہو گئے لیکن ان تمام قراء حضرات کا زمانہ نبی اعظم و آخر ﷺ سے دو اڑھائی سو سال سے بعد کا ہے اور اس طرح ان کا معروف و مشہور ہونا بھی ان کے زمانہ کے بہت بعد ہوا ہے اس لیے یہ کہنا کہ ان قراءات کا اہتمام آپؐ کے وقت میں تھا فی نفسہٖ سوال ہی غلط ہے۔ یہ بات خود اس بات کی دلیل ہے کہ ان قراءات کا تعلق آپؐ سے مطلق نہیں، ہاں! آپؐ کے ارشادات قرآنِ کریم کو اچھی طرح سنوار کر پڑھنے کے موجود ہیں جو بالکل صحیح ہیں لیکن ان کو ان مخصوص قراء کے ساتھ نسبت دینا ہرگز صحیح نہیں اور خصوصاً وہ لوگ جو اپنے آپ کو اہل حدیث کے نام سے موسوم کرتے ہیں ان کا حق تو مطلق نہیں کہ وہ لوگوں کی بنائی ہوئی قراءات کو منزل من اللہ قراءات قرار دیں۔ یہ صحیح ہے کہ آپؐ نے بعض صحابہ کو قرآنِ کریم پڑھتے سنا تو اُن کی قراءت کو بہت پسند کیا اور اس طرح بعض صحابہ کرام سے آپؐ نے قرآنِ

کریم سنانے کا ارشاد بھی فرمایا جو اُنہوں نے پورا کیا آپؐ نے اُن کے پڑھنے کی تعریف فرمائی لیکن ان تمام باتوں کا تعلق ان مخصوص قراء حضرات سے ہر گز نہیں ہے خواہ ان کی قراءات کو سنداً صحیح یا غلط صحابہ کرام کی طرف منسوب کرتے ہوئے آپؐ تک پہنچایا گیا ہو خصوصاً قراءات کے نام سے جو الفاظ کا فرق یا ردوبدل کیا گیا ہے یہ محض غلط فہمی پر مبنی ہے جیسا کہ پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے اور بار بار دہرانے سے بات ایک ہی رہتی ہے خواہ اس کو کرنے والے کتنے ہی مختلف کیوں نہ ہوں۔

س۱۰: قرآنِ کریم کی حفاظت کا جو ذمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے کیا وہ مختلف قراءات پر قرآنِ کریم طبع ہونے سے غلط ثابت نہیں ہو چکا؟

ج: تعجب ہے کیسا سوال آپ نے اُٹھایا ہے اگر کہیں دس بچے کھیل رہے ہوں تو آپ اپنے بچے کو پہچاننا بھول جائیں گے، یہ کیسے ممکن ہے؟ اگر آپ کے بچے کے ساتھ دس بارہ بچے اور موجود نہ ہوں تب آپ نے اپنے بچے کی پہچان کیا کرتا ہے؟ آپ کا ایک بچہ ہے جو گھر پر موجود نہیں آپ اُس کی تلاش میں نکلتے ہیں باہر کسی جگہ کوئی ایک بچہ آپ کی نظر پڑتا ہے کیا آپ اس کو اپنا بچہ سمجھ لیں گے؟ اگر ان باتوں میں کوئی بھی بات صحیح نہیں تو جس طرح اپنے بچے کی پہچان ہر انسان کے اندر موجود ہے بالکل اسی طرح اپنے قرآنِ کریم کی پہچان بحمد اللہ ہر مسلمان قاری کے اندر موجود ہے اور اصل کے ساتھ کسی نقل کا ہونا اصل کو ہر گز متاثر نہیں کر سکتا اگر کوئی غلطی سے دھوکا کھا بھی جائے گا تو یقیناً وہ پکڑا جائے گا کیونکہ اصل موجود تھی ہے اور رہے گی بلکہ نقل اصل کو مزید نکھار دے گی اور لینے والا اچھی طرح سمجھ سوچ کر لینے کی فکر کرے گا۔ آج سے نہیں سینکڑوں سال سے اصل کے ساتھ نقل چلتی آرہی ہے لیکن کبھی بھی کوئی نقل اصل کو مٹا نہیں سکی بلکہ ہر نقل خود مٹ گئی۔ یادرکھیں کہ اصل کے ساتھ نقل جب بھی اور جہاں بھی اور جیسے بھی چلے گی وہ اصل کو مزید واضح کر دے گی اور ہر آدمی اصل کو پہچاننے کی فطرتاً کوشش کرے گا۔ قرآنِ کریم تو بحمد اللہ وہ اصل ہے جس کے لاکھوں اور کروڑوں پرکھنے والے موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ جب بھی قرآنِ کریم کے ساتھ کسی نے نقلی قرآن لانے کی کوشش کی وہ فوراً پکڑا گیا اور ایسا شور بپا ہوا کہ نقل ہوا ہو گئی۔ "اہل رشد" اگر میدان میں آئیں گے تو ان شاء اللہ وہ بھی اس کا نتیجہ پا لیں گے۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ میدان میں نہیں آئیں گے جو نعرہ اُنہوں نے لگایا ہے اگر اُس نے ان کو مجبور کر دیا تو وہ منہ کی کھائیں گے اور ناکامی اُن کا مقدر ہو گی اور دھوبی کے کتے والا معاملہ ان کے ساتھ ہو گا ان شاء اللہ وہ گھر کے رہیں گے نہ گھاٹ کے۔

کبھی غور کریں کہ "اَنَارَبُّکُمُ الْاَعْلٰی" کی صدائیں بلند کرنے والے مختلف اوقات میں سر اُٹھاتے رہے اور کافی حد تک اُنہوں نے شور مچایا وہ نظر نہیں آرہے تھے لوگ ان کو دیکھ بھی رہے تھے لیکن اصل رب جو آج تک کسی کو دکھائی نہ دیا اور نہ اس دنیا میں وہ کسی کو دکھائی دے گا لیکن نہ دکھائی دینے کے باوجود لوگ اُس کو پہچانتے رہے، پہچان رہے ہیں اور پہچانتے رہیں گے لیکن اس طرح کی صدائیں بلند کرنے والوں کا نام و نشان تک مٹ گیا اور ان کا نام لینے والا بھی کوئی باقی نہ رہا۔

س۱۱: قرآن اور قراءت میں کیا فرق ہے، کیا دونوں ایک چیز ہیں یا الگ الگ ہیں واضح طور پر بتائیں کہ ابہام باقی نہ رہے؟

ج: دراصل اس طرح کے تمام سوالوں کے جواب کتاب کے اندر دے دیئے گئے ہیں۔ ایک چیز جب ایک بار لکھی جا چکی ہو اُس کو بار بار لکھنا، بار بار بولنا اور بات سے بات نکالتے چلے جانا کوئی خوبی کی بات نہیں تاہم یہ بات ایک بار پھر سن لیں اور یاد رکھیں کہ قرآن اور قراءت میں اتنا فرق

ہے جتنا پڑھی جانے والی چیز اور پڑھنے میں ہے۔ پڑھی جانے والی کوئی چیز ہوگی تو اُس پر پڑھنے کا لفظ اطلاق کرے گا قرآن پڑھی جانے والی چیز یعنی کتاب اللہ ہے اور قراءت اُس کے پڑھنے کو کہتے ہیں اور جو پڑھنے والا ہے اُس کو قاری کہیں گے لیکن چونکہ قراءت بعد میں ایک فن قرار پا گیا اور یہ بات معلوم ہی ہے کہ ہر پڑھی جانے والی چیز کا ایک خاص لب ولہجہ اور پڑھنے کا ڈھنگ ہوتا ہے اس طرح قرآنِ کریم کے پڑھنے کا بھی ایک خاص لب ولہجہ اور ڈھنگ ہے جس سے آواز کی خوبصورتی ایک عجیب طرح کا لطف پیدا کرتی ہے جو اس کے پڑھنے یعنی تلاوت کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح مخصوص طریقہ سے پڑھنے کا نام قراءت معروف ہوگیا ہے جس کو عرف یا اصطلاح کا نام دیا جاتا ہے۔

دراصل اس طرح قراءت میں پڑھنے کا اُتار چڑھاؤ، لب ولہجہ اور آواز کا زیر وبم تو آتا ہے لیکن اس میں حروف والفاظ کا فرق نہیں آتا اور جہاں تک الفاظ کا ردوبدل یا حروف کی کمی وبیشی کا تعلق ہے اُس کو قراءت کے نام سے یاد کرنا یا بولنا محض سینہ زوری ہے افسوس کہ ہمارے ہاں الفاظ کے ردوبدل اور کمی بیشی کو بھی قراءت کا نام دیا گیا حالانکہ ایسا کہنا کسی صورت بھی صحیح نہیں چونکہ اس طرح کہنے، بولنے اور لکھنے والے بڑے بڑے متبحر علماء کرام ہیں اس لیے اب اس کو اگر قبول نہ کیا جائے تو طرح طرح کے الزامات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اہل علم اس پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں لہٰذا اُن کا تقدس ایسی باتوں کے مان لینے پر مجبور کرتا ہے حالانکہ یہ بات صحیح نہیں۔

پھر یہ سارا کمال ہے "سبعہ احرف" کے ایک جملے کا جو آپؐ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کے معنی ومفہوم اتنا آسان ہے کہ تمام صحابہ کرام کو معلوم تھا اور آج یہ لفظ اتنا مشکل ہے کہ اس کے چالیس سے اوپر مطالب بیان کیے گئے ہیں لیکن پھر بھی تشنگی باقی ہے کیونکہ اس کے معانی واضح نہیں ہوئے حالانکہ یہ دونوں باتیں آپس میں متضاد ہیں ایک چیز کا مطلب ایک زمانہ میں اتنا آسان ہو کہ سب لوگ چھوٹے بڑے خواندہ ناخواندہ عوام وخواص سب جانتے ہوں جیسے یہ کوئی فطری چیز تھی اور اس کے معاً کچھ زمانہ بعد کوئی بھی ان کے مفہوم تک نہ پہنچ سکے اور یہ فقرہ جو الفاظ پر مشتمل ہے چیستان ہو کر رہ جائے۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ "سبعہ احرف" کا تعلق اس وقت کے قرآن سے ہے جب ابھی نازل ہو رہا تھا اور ہر روز اس کی آیات میں تبدیلی ہوتی رہتی تھی اور جتنا قرآن نازل ہو چکا تھا اُس کو جہاں جہاں سے بھی کوئی مضمون کی مناسبت سے ملا لیتا تھا اُس کو ایسا کرنے کی عام اجازت تھی کیونکہ تمام لوگ اہل زبان تھے اور اپنی مرضی سے آیات کو ملا کر پڑھنے سے وہ لطف اندوز ہوتے تھے کہ قرآنِ کریم میں اکثر فقرات ایسے ہیں جو بدل بدل کر مختلف آیات میں مختلف طریقوں سے آتے ہیں یعنی کسی آیت کے شروع میں ایک فقرہ استعمال ہوا اور کسی آیت کے وسط میں بالکل وہی فقرہ آگیا اور کسی آیت کے آخر پر وہی فقرہ موجود ہے لہٰذا اس طریقہ وہ آیات آپس میں ادل بدل ہو سکتی تھیں اور صحابہ کرام اس طرح ان کی تلاوت کرتے تھے اور بلاشبہ وہ جس طرح بھی اپنے ذوق کے مطابق ان کو جوڑ لیتے وہ قرآن ہی کہلاتا تھا۔ یہ حقیقت ایک بہت بڑا لمبا عرصہ جاری رہی کیونکہ عرصہ تئیس سال تک قرآنِ کریم کا نزول ہوتا رہا تا آنکہ ایک روز وہ آیا کہ قرآنِ کریم کا نزول بند ہو گیا اور آپؐ نے نازل شدہ قرآنِ کریم کی ایک خاص ترتیب اللہ کے حکم سے قائم کر دی جس کو روایات کی زبان میں "عرضۂ اخیرہ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ عرضہ اخیرہ کے بعد قرآنِ کریم کی آیات کا سیٹ تیار کرنا محض تلاوت کے لیے خصوصاً جو تلاوت نماز کے اندر کی جاتی ہے یا مسلسل قرآنِ کریم کے مکمل ختم کے لیے یاد کی جاتی ہے وہ "عرضۂ اخیرہ" والی قراءت ہے جس میں قرآنِ کریم کا وہ تسلسل قائم ہو جاتا ہے جس تسلسل سے آج قرآنِ کریم طبع ہو کر لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اور بعض لوگوں کے سینہ میں تلقی بالقبول کے طور پر محفوظ ہے گویا اب "سبعہ احرف" اس قرآنِ کریم کے اندر اس طرح منضبط ہو چکا ہے کہ "سبعہ احرف" ہونے کے باوجود اُن حروف اور ان جملوں کی خاص جگہ متعین ہو چکی ہے اب "سبعہ احرف" پر مشتمل کوئی جملہ جہاں پر آگیا وہیں پڑھا جائے گا جس جگہ آیت کے اول میں ہے وہاں آیت کے اول میں اور جہاں وسط میں ہے وہاں وسط میں اور جہاں آخر میں ہے وہاں آخر میں ہی پڑھا جائے گا۔ ہاں! اگر کوئی شخص کسی خاص مضمون پر استدلال کے لیے ان آیات کو جوڑ کر استعمال کرتا ہے

تو اُس کو حق ہے کہ وہ ایسا کرے اس لیے کہ ان تمام فقروں کی متعین جگہ کا سب کو اعتراف ہے اور کسی جگہ سے ہٹ کر استدلالاً پڑھنے پر کسی طرح کا کوئی اختلاف نہیں۔ بندہ کو امید واثق ہے کہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ قرآن اور قرات میں کیا فرق ہے، فرق ہے یا نہیں، فرق ہے تو کیا ہے؟ اللہ کرے کہ ایسا ہو۔

یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ قرآنِ کریم کی نزولی ترتیب اور موجود ترتیب میں بہت زیادہ فرق ہے اس لیے جب تک قرآنِ کریم نازل ہوتا رہا ہے اُس وقت اُس کے پڑھنے کی ترتیب یقیناً موجودہ ترتیب سے مختلف تھی اسی طرح یہ بھی کہ قرآنِ کریم نزول کے روزِ اول سے ترتیب نزولی کے مطابق نہیں پڑھا جاتا رہا بلکہ جہاں سے کسی کو یاد ہوتا وہاں سے وہ پڑھ لیتا اور جس ترتیب اور طریقہ سے بھی کوئی پڑھتا وہ قرآنِ کریم ہی ہوتا کیونکہ وہ منزل من اللہ ہی ہوتا پھر کسی بھی ایک کے پڑھنے کی ترتیب دوسرے سے مختلف ہو سکتی تھی اور وہ یقیناً ہوتی رہی اور ہر صحابی فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ کے حکم سے جہاں سے چاہتا پڑھ لیتا۔ یہی صورتِ حال سیدنا عمر فاروق اور ہشام بن حکیم کو پیش آئی۔ عمر فاروق اپنی جلالی طبیعت کے باعث اس اختلاف کو برداشت نہ کر سکے اور جب پیغمبر اعظم و آخر ﷺ نے دونوں کے پڑھے ہوئے کو منزل من اللہ قرار دیا کیونکہ دونوں کا پڑھا ہوا منزل من اللہ تھا پھر اس طرح کا واقعہ ابی بن کعب اور اُن کے ساتھیوں کو پیش آیا یہ دنوں واقعات معاً یکے بعد دیگرے ہوئے اور ان دونوں واقعات کے واقع پذیر ہونے کے باعث تمام صحابہ کرام کو حقیقت معلوم ہو گئی اور بعد ازیں کسی کے ساتھ ایسا واقعہ پیش نہ آیا کیونکہ اب سب پر حقیقت حال کھل چکی تھی اور یہ صورت حال جو مذکور ہوئی نزول قرآن کی تکمیل کے بعد ویسے ہی ختم ہو گئی کیونکہ نزولِ قرآن کے بعد قرآنِ کریم کی نئی ترتیب آپؐ نے اللہ کے حکم سے قائم کر دی اور مسلسل ترتیب کے ساتھ قرآنِ کریم پڑھنے کا طریقہ رائج ہو گیا اس کے بعد چونکہ آیات اور سور کی جگہ متعین ہو گئی اور سوائے مخصوص استدلال کے کسی کو اس ترتیب کے خلاف پڑھنے کی ضرورت ہی نہ رہی بعد ازیں آیات کے نمبر تک لوگوں کی سہولت کے پیش نظر لگا دیئے گئے اور پڑھنے کے مختلف طریقے اب بھی موجود ہیں جن کو قراءات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور آج بھی لوگ ایک دوسرے کی قراءت کے خلاف پڑھتے ہیں جس سے بعض لوگوں کو مشابہات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بعض اوقات سوائے خاموشی کے کوئی چارہ کار نہیں ہوتا اندریں وجہ تعجب کے باوجود خاموش رہنا پڑتا ہے تاہم اس صورتِ حال سے وہی لوگ گذرتے ہیں جن کو قرآنِ کریم حفظ تو ہوتا ہے لیکن ترجمہ سے وہ واقف نہیں ہوتے لہٰذا بادل نخواستہ ایک دوسرے کی قراءت کو برداشت کر لیتے ہیں۔

مثلاً چھوٹی چھوٹی سورتوں میں بہت چھوٹی چھوٹی آیات ہوتی ہیں اور بعض لوگ تین تین چار چار اور پانچ پانچ آیات کو ملا کر پڑھتے ہیں اور بعض ہر آیت پر چاہے اُس میں ایک یا دو ہی لفظ کیوں نہ ہوں ہر آیت پر وقف کرتے ہیں۔ وقف کرنے کے عادی لوگ جب ملا کر پڑھنے والے کی قراءت سنتے ہیں تو اُن کو تعجب ہوتا ہے اور بعض اوقات وہ اس طریقہ تلاوت کو برداشت ہی نہیں کرتے اور اس طرح جو لوگ ان آیات کو ملا کر پڑھنے کے عادی ہوتے ہیں جب وہ ملا کر پڑھتے ہیں تو وقف کرنے والوں کو اُن کی تلاوت پر تعجب ہوتا ہے اور وہ ناک بھوں بھی چڑھاتے ہیں یہاں تک کبھی اُن کی برداشت ہی سے یہ طریقہ تلاوت باہر ہو جاتا ہے اور وہ بول رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے پڑھنے پر اعتراض کرتے ہیں جس سے بد نظمی پیدا ہو جاتی ہے اور قرآنِ کریم کی تلاوت کا تقویٰ مجروح ہوتا ہے جس پر کافی حد تک لے دے شروع ہو جاتی ہے اور ایسے نمازیوں کے فیصلے غیر نمازیوں کو کرنا پڑتے ہیں جس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

واضح ہو گیا کہ "سبعہ احرف" کا مسئلہ مدت ہوئی کہ قرآنِ کریم کے نزول کی تکمیل کے ساتھ ہی ختم ہو گیا تھا اور آپؐ نے عرضۂ اخیرہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے قرآنِ کریم کی ترتیب نو کا جبریلؑ کے ساتھ دور کر کے اس ترتیب کے ساتھ قرآنِ کریم صندوق المصحف میں رکھوا دیا تھا جس کو بعد میں سیدنا ابو بکر صدیق کے دورِ خلافت میں یکسانیت کے ساتھ ایک ہی طرح کی کسی چیز پر مسلسل لکھوا کر اس نسخہ کو امام المصحف کا نام دے کر

صندوق المصحف والے نسخہ کو نسخہ اول یعنی مصحف اول کا نام دے کر اُس صندوق میں بند کرادیا اور اس امام المصحف سے لوگ اپنے اپنے لیے نسخے تحریر کر لیتے تھے تاکہ ان میں بھی یکسانیت قائم ہو جائے۔

آپؐ دنیا سے تشریف لے گئے کہ قرآنِ کریم دفتین میں محفوظ ہو چکا تھا لیکن بعد میں آنے والوں نے "سبعہ احرف" کو بیسیوں معنی پہنادیئے اور قرآنِ کریم کو مختلف قراء کی طرف نسبت دے کر اپنی تخلیقی کتابوں میں قرآنِ کریم کے الفاظ کے معانی کے طور پر مختلف الفاظ سے بیان کرتے رہے تاکہ اپنے طریقہ پر لوگوں کی تفہیم کرائیں ازیں بعد آنے والوں نے ان کو نئے نئے معنی پہنائے لیکن چونکہ یہ سب کچھ اپنی اپنی کتابوں میں اُنہوں نے درج کیا تھا ہوتے ہوتے کتابوں میں بہت زیادہ مواد جمع ہو گیا قراء حضرات نے اس فن کو مزید ترقی دی اور ان مختلف الفاظ کو اپنی طرف سے منزل من اللہ قرار دے دیا جب کسی نے اعتراض کیا تو اُنہوں نے "سبعہ احرف" کے جملہ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی بات کو تقویت دے دی اور نبی اعظم و آخر ﷺ کی محبت کے نام پر آپ کی طرف جن باتوں کی نسبت کی گئی تھی ان کو "مثلہ معہ" قرار دے کر ثابت کرنا شروع کر دیا کہ جو باتیں آپؐ کی طرف منسوب ہیں وہ بھی منزل من اللہ ہیں حالانکہ اس نظریہ کی کوئی حقیقت نہ تھی اس لیے کہ قرآنِ کریم کی مثل نہ ہونے کا اعلان عام قرآنِ کریم میں موجود تھا، ہے اور رہے گا۔ مزید کچھ عرصہ گذرنے کے بعد علماء کرام نے ان قراء کے پڑھے ہوئے الفاظ کو ان قراء کے نام قراءت کا نام دے کر بعض نسخوں میں ایسے الفاظ کو تحریر کر دینے کی اجازت دے دی اور ہر نسخہ کو کسی نہ کسی خاص قاری کی طرف منسوب کر دیا جیسا کہ ورش کی قراءت، قالون کی قراءت، دوری کی قراءت اور حفص کی قراءت وغیرہ وغیرہ اس طرح جب راستہ بن گیا تو ہر نئے راستے پر چلنے کے عادی لوگ کچھ خاص مقاصد کے تحت مزید نئی نئی راہیں تلاش کرنے لگے ان خاص راستوں میں ایک راستہ جہاد کا تھا جس کو وسعت دے کر طرح طرح کے جہاد شروع کر دیئے جہاں تک کہ جنگ وجدال کا نام جہاد طے پا گیا اور جو لوگ اس کے عادی ہو گئے کیونکہ ان کا اوڑھنا بچھونا، ان کا کھانا پینا غرضیکہ ان کی ہر چیز اس جنگ وجدال سے پوری ہونے لگی تو اب ان کو سوائے جنگ وجدال کے کچھ فن آتا ہی نہیں لہٰذا ان کا پیشہ یہی جنگ وجدال قرار پا گیا ہے اور وہ اس کے سوا کچھ کر ہی نہیں سکتے اندریں وجہ وہ پر زور طریقہ سے لگے ہوئے ہیں اور بعض نے اب قرآنِ کریم کی مختلف قراءات کو اپنے لیے سب کچھ سمجھ لیا ہے کیونکہ ان کو ان کے مختلف انداز سے پڑھنے سے ان کی تمام اغراض پوری ہونے لگی ہیں کیونکہ جہاد تو اب اُنہوں نے دہشت گردی کے نام میں تبدیل کر دیا ہے اب قرآن کی باری ہے اور اس سلسلہ میں "رشد" والے ان کے ہتھے چڑھ گئے ہیں لہٰذا اُنہوں نے اس کو سہل طریقہ کاروبار سمجھ کر اپنا لیا ہے پھر وہ سولہ قراءات پر قرآن طبع کریں یا سولہ سو قراءات پر منافع ہی منافع ہے اور جس کو کسی بھی کاروبار میں منافع ہوتا ہے وہ اُس کاروبار کو ترقی دینے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے اس لیے "رشد" والوں کو حق ہے کہ وہ اپنے کاروبار کو ترقی دیں۔ آنے والے قرآنوں کا مجھے معلوم نہیں لیکن جو موجودہ "سبعہ احرف" پر پڑھا جانے والا قرآن ہمارے پاس موجود ہے اس میں اس سارے معاملہ کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ اِنَّھُمْ یَکِیْدُوْنَ کَیْدًا ○ وَّاَکِیْدُ کَیْدًا ○ اس میں شک نہیں کہ وہ (اہل رشد) اس طرح کی خفیہ تدبیروں میں لگے ہوئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی ایسی خفیہ تدبیر کر دی ہوئی ہے کہ وہ ان ساری تدبیروں میں فیل ہو جائیں گے اس معاملہ میں زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ قرآنِ کریم کی حفاظت الٰہی کا وعدہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے اور وعدۂ الٰہی کے خطا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا وَعْدَ اللّٰہِ حَقًّا ط وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا ○ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا ○ (۴:۱۲۲،۸۷)

س ۱۲: آپ ان تمام روایات کو جن میں "سبعہ احرف" کا ذکر ہے غلط کیوں نہیں کہتے جب کہ آپ سے پہلے بعض لوگوں نے ان تمام روایات کو محدثین کے بنائے ہوئے اصول وضوابط کے لحاظ سے غلط ثابت کر دیا ہے؟

ج: آپ کو حق ہے کہ آپ ان لوگوں سے استفادہ حاصل کر لیں جنہوں نے ایسی تمام روایات کو جن کو ان ہی اصول وضوابط کے ساتھ جو محدثین نے صحیح روایات کے لیے وضع کیے ہیں رد کر دیا ہے۔ بندہ تو ایک بار سے زیادہ بار عرض کر چکا ہے کہ میں گذشتہ لوگوں پر جرح قدح کر کے ان کے متعلق کوئی ایسی بات کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں، کیوں؟ اس لیے کہ قرآنِ کریم کی ہدایت کے مطابق اس طریقہ کو میں صحیح نہیں سمجھتا پھر "سبعہ احرف" کی روایات کا جو مفہوم بندہ نے بیان کیا ہے جب میں سمجھتا ہوں کہ یہ بالکل صحیح ہے کیونکہ ایسا ممکنات میں سے ہے قرآنِ کریم یکبارگی نازل نہیں ہوا بلکہ نجماً نجماً نازل ہوا ہے جو ایک مدت تک نازل ہوتا رہا ہے تیئیس سال کی مدت ایک لمبا زمانہ ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ اتنے لمبے عرصہ میں جن لوگوں نے نزول کے وقت سے ہی اس کو تحریر کرنا شروع کر دیا تھا وہ اس کے بہت سے حصہ کو یقیناً نہیں لکھ سکے ہوں گے جس سے ان کا تسلسل قائم نہیں رہا تھا اس طرح یہ بھی واضح ہے کہ قرآنِ کریم کی جو آیات نازل ہوتی تھیں وہ پہلے نازل ہو چکی ہوئی آیات میں مناسب جگہ جو آپؐ کو معلوم ہوئی وہاں رکھی جاتی رہیں اور اس طرح اس کی ترتیب بدلتی رہی۔ اس طرح نازل شدہ آیات کو صحابہ کرام نے اپنی اپنی مرضی سے بھی تلاوت کیا کیونکہ ابھی قرآنِ کریم کے نازل شدہ حصہ کو ترتیب نہیں دیا گیا تھا جس سے اس طرح کے واقعات پیش آئے اور نزولِ قرآن تک ایسے واقعات کا پیش آنا ایک فطری چیز تھی اور فطرت سے انحراف نہیں کیا جا سکتا۔

افسوس کی بات تو یہ ہے کہ قرآنِ کریم نے "عرضۂ اخیرہ" کی ترتیب پانے کے بعد جب ان تمام روایات کا خاتمہ کر دیا جو نزول قرآن کے درمیان بیان ہوئی تھیں تو بعد میں آنے والوں نے ان روایات کے پیش نظر ہزاروں اور لاکھوں روایات گھڑ لیں اور اپنی اپنی کتابوں میں ان کو جگہ دی اور ازیں بعد آنے والوں نے ان کی گھڑی ہوئی روایات کے اپنی اپنی مرضی کے مطابق مفاہیم بیان کرنا شروع کر دیئے جب کہ ان کی ہرگز ضرورت نہیں تھی کیونکہ "سبعہ احرف" کا معاملہ قرآنِ کریم کی ترتیب مکمل ہونے کے ساتھ ختم ہو چکا تھا۔ نہ وہ لوگ موجود رہے جن کو ایسے واقعات پیش آئے تھے ہاں! ان کی کہی ہوئی باتیں باقی رہ گئیں جو روایات میں در کر آئیں، پھر ان روایات کے پیش نظر جو روایات گھڑی گئیں اور ایک عرصہ تک گھڑی ہی جاتی رہیں ان کا تعلق "سبعہ احرف" کے ساتھ کیا رہا؟ جس کی حقیقت آپؐ کی زندگی میں ختم ہو گئی۔

"عرضۂ اخیرہ" میں قرآنِ کریم کی تکمیل اور ترتیب جونہی مکمل ہوئی تو اس نئی ترتیب کے مطابق اس کے حفظ اور اس کی نقول کا سلسلہ جو شروع ہوا اُس نے ان روایات کو قرآنِ کریم کے اندر جگہ نہ دی اور اللہ رب کریم نے تحفیظ القرآن کے ذریعہ اس کی ایسی حفاظت فرمادی کہ اغیار اپنی تمام کوششوں کے باوجود متن قرآنی کے اندر ایک شوشہ تک اوپر نیچے نہ کر سکے تاہم ان کی ریشہ دوانیاں جاری رہیں یہاں تک کہ اُنہوں نے مسلمانوں کے ذریعہ ان روایات کو قرآنِ کریم کے اندر داخل کرنے کی جو مہم شروع کر رکھی تھی وہ جہاد جیسی پاکیزہ چیز کو دہشت گردی سے تعبیر کرانے کے بعد کسی حد تک کامیاب ہو گئے اور آج "اہل رشد" کے ذریعہ وہ ایسا کام پایہ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئے جہاد میں ان کو خاصا تجربہ حاصل ہوا کہ مسلمانوں کو رام کرنے کا کیا طریقہ ہے اور اچھی طرح سمجھ گئے کہ مسلمانوں کے مذہبی راہنما ہوں یا سیاسی لیڈر پیسہ سے ان کو اتنا پیار ہے کہ پیسہ دکھا کر ان سے جو کام چاہو کروالو اس لیے کہ یہ ہے حقیقت چیز اس وقت مسلمانوں کی بہت بڑی کمزوری ہے اور یہ کمزوری روز بروز بڑھ رہی ہے۔

س ۱۳: کیا سبعہ قراءات اور عشرہ قراءات پر مسلمانوں کا اجماع نہیں ہے؟ جس چیز پر مسلمانوں کا اجماع واقع ہو چکا ہو اس میں کسی اور مفہوم کو بھی داخل کر لیا جا سکتا ہے؟

ج: مدت مدید سے یہ سنتے اور پڑھتے آرہے ہیں کہ اس اور اس مسئلہ میں مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے سینکڑوں ایسے مسائل ہیں لیکن آج تک کہیں دیکھنے میں یہ بات نہیں آئی کہ فلاں بات مسلمانوں کے اجماع سے ثابت ہے گویا کوئی ایسی بات جو کتاب و سنت میں موجود نہ ہو اور صرف مسلمانوں کے اجماع سے ثابت ہو کوئی ایسی بات کا نام نہیں لیتا اگر یہ بات واقعی صحیح ہے تو مہربانی فرما کر آپ ہی کسی ایسی بات کی نشاندہی کر دیں تاکہ اس پر غور و فکر کیا جائے کہ آیا واقعی یہ بات ایسی ہے کہ کتاب اللہ میں ہے اور نہ سنت رسول اللہ میں ہے صرف مسلمانوں کے اجماع سے تمام مسلمان اس پر متفق ہیں اور سب کے سب کرتے چلے آرہے ہیں کیا یہ بات محض لکھنے پڑھنے اور سننے سنانے کے لیے ہے یا یہ کوئی ایسی بات ہے جس کا تعلق محض آخرت سے ہے اور یہ کوئی علم غیب کی بات ہے جس پر محض ایمان لانا ضروری ہے اس کا تعلق مسلمانوں کی اس دنیوی زندگی کے ساتھ نہیں؟ ہاں! ایسی سینکڑوں باتیں بنائی جاسکتی ہیں جو قرآنِ کریم میں روزِ روشن کی طرح واضح ہیں اُن کے نہ کرنے کا حکم موجود ہے اور سب پر عیاں ہے لیکن مسلمانوں کی اکثریت اس کے مطابق عمل کرتی دیکھی جاتی ہے گویا اکثریت اس حکم کا خلاف کر رہی ہے مثلاً قرآنِ کریم نے فرقہ بندی سے واضح الفاظ میں منع کیا ہے اور پر زور الفاظ میں روکا گیا ہے لیکن تمام مسلمان کسی نہ کسی فرقہ سے وابستہ ہیں اور کوئی نہیں جو اپنے فرقہ کو چھوڑنے کے لیے تیار ہو اور برملا کہے کہ میرے کسی بھی فرقہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں! تمام فرقے یہ ضرور کہتے ہیں کہ میرا فرقہ حق پر ہے اور باقی تمام فرقے باطل اور جھوٹ پر قائم بلکہ کافر ہیں اور اس طرح یہ بھی کہ کوئی شخص یہ کہے کہ میں جس جماعت کے ساتھ ہوں وہ تو محض جماعت ہے فرقہ نہیں لیکن باقی تمام لوگ فرقہ پرست ہیں حالانکہ سب اس بات کا دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ ہمارا دین اسلام ہے اور صرف اسلام پر کوئی مطمئن بھی نہیں کہ اسلام سے آگے وہ کچھ نہ کہے۔

مختصر یہ کہ سمجھ لینا چاہیے کہ سبعہ قراءات یا عشرہ قراءات کے متعلق کہنا کہ یہ تواتر سے ثابت ہیں اور اس طرح یہ کہ ان پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے محض کہنے کی باتیں ہیں یا لکھ دینے کے لیے ہیں کہ ان کو کہا جائے اور لکھا جائے، پڑھا جائے مشاہدۃً ان باتوں کو ثابت کرنا کسی زمانہ میں بھی نہیں ہوا نہ اب ہے اور نہ کبھی ہوگا۔

س ۱۴: رشد کی تین جلدوں میں سینکڑوں علمائے کرام لکھنے والے ہیں جن میں سے اکثریت نے یہ ثابت کیا ہے کہ "جب یمامہ کی لڑائی ہوئی اس میں پانچ سو سے زیادہ قراء قرآن شہید ہو گئے اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں صحابہ کرامؓ کی وفات سے قرآن معدوم نہ ہو جائے" کیا آپ بھی اس کو صحیح سمجھتے ہیں؟

ج: رشد والوں نے تین ضخیم جلدیں "سبعہ احرف" پر طبع کی ہیں اور بلاشبہ تمام مکاتب فکر کے اس موضوع پر مضامین اُنہوں نے جمع کیے ہیں لیکن "رشد" کے مضامین نگاروں کی باتوں میں اتنا تضاد ہے کہ اس کو بیان کیا جائے تو اتنی اتنی بڑی جلدیں اور تیار ہو جائیں لیکن اس طرح کے بیانات کا فائدہ؟ دیکھیں اہل رشد نے زر کثیر خرچ کر کے ان کی طباعت کا انتظام کیا ہے اور ابھی صرف ان کی اطلاع مکمل ہوئی ہے کہ وہ سولہ مستقل قرآن مختلف قراءات پر طبع کرانے والے ہیں اور جو کچھ ان سولہ قسم کے قرآنوں پر خرچ ہو گا وہ اس سے کتنے گنا زیادہ ہو گا اندازہ آپ لگا لیں لیکن یہ سب کچھ ہونے اور کرنے کے باوجود موجودہ قرآنِ کریم پر کوئی اثر نہیں پڑا کہ اس قرآن کو کوئی خطرہ نہ لاحق ہو جائے لہٰذا کسی مسلمان کے دل میں خیال بھی پیدا ہوا جو کہ کہیں اس کی حفاظت کی فکر کرنی چاہیے۔ قرآنِ کریم کی حفاظت کی ذمہ داری جب اللہ رب کریم نے اپنے ذمہ لی ہے تو کیا کوئی مسلمان اس طرح کا کوئی خطرہ محسوس کر سکتا ہے ہر گز نہیں۔ پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کو اس طرح کا کوئی خطرہ کیسے لاحق ہو سکتا ہے؟ اسی طرح یہ بھی قرآنِ کریم اسی ترتیب کے ساتھ آپؐ نے خود اپنی زندگی میں مکمل کرادیا اور جبریلؑ

کے ساتھ اس کا دور مکمل کر کے اس ترتیب کو ایک صندوق میں محفوظ کرا دیا تھا چونکہ اس زمانہ میں تحریر ابھی محض ہاتھ ہی سے ہوتی تھی لہٰذا اس کی نقول کرانا اور ان کو مختلف صوبہ جات میں روانہ کرنا اور لوگوں کو ہدایت دینا کہ اس ترتیب کے مطابق لوگ قرآنِ کریم کو اپنی اپنی ضرورت کے لیے تحریر کریں اور پہلی تمام تحریرات کو جو اس ترتیب کے خلاف ہیں اور محض ترتیب نزولی کے مطابق ہیں سب حرف کر دی جائیں اس طرح کے احکام نافذ کرنا اور ان پر عمل درآمد کرنا حکومت اسلامی کی ذمہ داری تھی جو ہر حکومت نے اپنے اپنے دور میں پوری کی اور اب تک یہ ذمہ داری پوری ہوتی آ رہی ہے تاہم اگر کوئی حکومت اس میں کوتاہی کرے جیسے آج کل حکومت اس معاملہ میں کوتاہی کر رہی ہے کہ اہل رشد سولہ قرآنِ کریم الگ الگ قراءات پر طبع کرانے کی سوچ رہے ہیں اور حکومت خاموش ہے اگر اہل رشد نے یہ کارنامہ کر دکھایا اور حکومت ان کو باز نہ رکھ سکی تو بھی قرآنِ کریم کو کسی طرح کا کوئی خطرہ لاحق نہیں ہو گا کیونکہ جس نے قرآنِ کریم کی ذمہ دری اُٹھائی ہے اُس کی تدبیر کرنے والوں پر غالب ہے اور رہے گی۔

س۱۵: رشد نمبر ۳ کے صفحہ ۱۵۲ میں امام ابو شامہ کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ "نبی کریم ﷺ نے منزل من اللہ حروف سبعہ کا انکار کرنے والے پر کفر کا حکم لگایا ہے"۔ کے الفاظ المرشد الوجیز:۱۴۹ کے حوالہ سے درج کیے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے؟

ج: یہ سوال آپ کو اہل رشد سے کرنا چاہیے کیا امام ابو شامہ نے آپؐ سے ملاقات کر کے کہیں فتویٰ طلب کیا تھا کہ آپؐ نے ابو شامہ کو اس طرح فتویٰ دیا ہے اگر اُنہوں نے ملاقات نہیں کی یا لکھ کر آپؐ سے نہیں پوچھا تو پھر کسی حدیث میں اُنہوں نے ایسا پڑھا ہو گا کیا اہل رشد بتائیں گے کہ اس کی کیا صورت ہوئی تھی اگر حدیث میں ابو شامہ نے ایسا دیکھا ہے تو کیا اہل رشد بھی اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہیں تو اس کی نشاندہی کر دیتے تاکہ اس کو دیکھا جا سکتا چونکہ اہل رشد نے ایک حوالہ کا اضافہ کرنے کے لیے اس طرح کا حوالہ تحریر کر دیا ہے اگر کوئی ایسی بات فی الواقع ہوتی تو اس حدیث کا حوالہ درج کرتے کسی امام کی طرف اس کو منسوب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر آپؐ نے کوئی ایسا ارشاد فرمایا ہوتا تو اہل رشد کو تمام مفتیوں کے فتاووں کے پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی صرف یہ ایک ہی فتویٰ کفایت کر جاتا خیال رہے کہ نہ تو امام ابو شامہ کوئی صحابی ہیں اور نہ المرشد الوجیز کوئی حدیث کی کتاب ہے ان کی یہ تحریر محض دوسروں کو دھوکا دینے کے مترادف ہے اور اس طرح کے بے شمار دھوکے اُنہوں نے رشد کی ان تین جلدوں میں دینے کی بھرپور کوشش کی ہے اور وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے کہ اس طرح دھوکا دینے والے دراصل اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہوتے ہیں لیکن اس بات کو سمجھتے نہیں وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ o (۲:۹)

رشد کے اس تیسرے حصہ میں ایک مضمون دیا گیا ہے جس کا عنوان ہے "ثبوت قراءات اور اکابرین امت" اس مضمون میں اُنہوں نے فتاویٰ جات اکٹھے کیے ہیں جن کو امام بخاری رحمہ اللہ سے لے کر ترتیب وار درج کیا گیا ہے۔ امام بخاری کے بعد حافظ ابن حجر رحمہ سے شروع کر کے دکتور سامی عبد الفتاح ہلال تک تقریباً ڈیڑھ سو مفتیوں کے فتاویٰ درج کیے گئے ہیں جس میں ایک فتویٰ صفحہ 142 پر آپؐ کی طرف امام ابو شامہ کے حوالہ سے درج کیا گیا ہے ان کی توثیق سے واضح ہوتا ہے کہ ان تمام فتویٰ میں ایک فتویٰ آپؐ کا بھی پھر دوبارہ ان تمام مفتیوں میں سے بعض کی طرف منکر قراءات کی تکفیر کا ذکر بھی کیا ہے جن میں سب سے اول ملا علی قاری اور سب سے آخر میں آپؐ کی طرف اس فتویٰ کو بھی منسوب کیا ہے جیسا کہ رشد کی تیسری جلد میں محولہ حوالہ جات کو دیکھا جا سکتا ہے۔

س۱۶: اثری صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ گستاخی معاف! اکثر لوگ سوال کرتے ہیں کہ آپ قرآن کو کیسے مانتے ہیں تو میں یہی سوال معذرت کے ساتھ آپ سے کرتا ہوں تاکہ آپ کا جواب اگر میری سمجھ میں آئے تو میں ایسا سوال کرنے والوں کو اپنی طرف سے بھی جواب دے سکوں۔ امید ہے کہ میری اس گستاخی کو معاف کرتے ہوئے جواب مرحمت فرمائیں گے؟

ج: برادرِ عزیز! یہ گستاخی نہیں جس کی آپ بار بار معذرت کر رہے ہیں جس طرح آپ سے سوال کیا گیا ہے آپ کا حق ہے کہ آپ واضح جواب نہیں دے سکے تو کسی سے پوچھ لیں۔ جب آپ نے مجھ سے یہی سوال کیا ہے تو میرا جواب ایسے سوال کا یہی ہو سکتا ہے کہ "میں نے جس طرح اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مانا اور تسلیم کیا ہے نبی اعظم و آخر ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کی طرف آخری رسول مانا اور تسلیم کیا ہے۔ میں فضل کریم کا بیٹا ہوں جس طرح میں نے فضل کریم کو اپنا باپ مانا اور تسلیم کیا ہے میرے ایک بیٹے کا نام کلیم ہے جس طرح میں نے کلیم کو اپنا بیٹا مانا اور تسلیم کیا ہے بالکل اسی طرح کتاب اللہ کو اللہ کی کتاب یعنی قرآن مانا اور تسلیم کیا ہے۔ آپ ماشاء اللہ امان اللہ صاحب کے بیٹے ہیں میں نے جس طرح آپ کو امان اللہ صاحب کا بیٹا مانا اور تسلیم کیا ہے بالکل اسی طرح قرآنِ کریم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور قرآن مانا اور تسلیم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ، نبی اعظم و آخر ﷺ اور قرآنِ کریم کو قرآن ماننے اور تسلیم کرنے کا تعلق میرے دین، ایمان اور اسلام سے ہے اور باقی تمام کا تعلق میری سوسائٹی اور دنیوی زندگی سے ہے۔ اللہ رب کریم کے فضل و کرم سے میں ایک مسلمان ہوں مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوا ہوں میرے دین کا نام اسلام ہے اور مذکورہ تمام باتوں کا تعلق میرے دین اسلام سے ایسا ہی ہے جیسا کہ میرا تعلق میری اس زندگی سے ہے جس طرح مجھے اپنے زندہ ہونے میں کسی طرح کا کوئی شک نہیں بحمد اللہ مجھے ان تمام باتوں میں ذرہ برابر شک نہیں۔ رہی یہ بات کہ میرا یہ جواب آپ کو پسند آیا ہے یا نہیں، آپ اس جواب کو آگے پہنچانا چاہتے ہیں یا نہیں یہ معاملہ آپ کا ہے جیسے چاہیں کر لیں۔

ہاں! جس طرف آپ مجھے لے جانا چاہتے ہیں یا آپ سے سوال کرنے والے لوگ آپ کو لے جانا چاہتے ہیں جنھوں نے آپ سے ایسا سوال کیا ہے اُس طرف میں جانا نہیں چاہتا کیونکہ میں نے بحمد اللہ اللہ کے فضل و کرم سے قرآن کو قرآن ماننے اور تسلیم کرنے کے بعد روایات کو مانا ہے اور وہ بھی مثل قرآن نہیں بلکہ مثل روایات، مزید سن لیں اور یاد رکھیں کہ میں نے روایات کے سہارے قرآنِ کریم کو کتاب اللہ نہیں مانا چاہے آپ یا آپ سے سوال کرنے والے مجھے مسلمان مانیں، تسلیم کریں یا نہ کریں کیونکہ میں آپ کو یا آپ سے سوال کرنے والوں کو اپنے آپ کو مسلمان منوانے کا ہر گز مکلف نہیں۔

فقط

والسلام

عبدالکریم اثری

APPENDIX:

Rushd Qirat No3.pdf

نقطۂ نظر

مفتی محمد طاہر مکی ☆

پاکستان میں اختلافِ قراءت والے قرآنی مصاحف کی اِشاعت

كلية القرآن الكريم، جامعہ لاہور الاسلامیہ نے درس و تدریس کے **۲۰** سالہ دَور کے بعد عوام الناس میں علم القراءات کے مختلف گوشوں سے تعارُف وواقفیت کیلئے ماہنامہ 'رُشد' کی مسلسل تین خصوصی اشاعتوں کا اہتمام کیا۔ جن میں قراءات سے متعلق جملہ پہلوؤں پر اس قدر تفصیلی مباحث عوامی سطح پر پیش کی گئیں کہ بعض تبصرہ نگاروں کے مطابق قراءات سے متعلق اتنا بڑا علمی کام پہلی دفعہ عالم اسلام کے مجلّات میں منظر عام پر آیا ہے۔ تقریباً **۳۰۰۰** صفحات پر مشتمل ان اشاعتوں کو فن قراءات کا انسائیکلو پیڈیا کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ مجلّہ کی 'مجلس ادارت' جس میں تمام مکاتب فکر کے نامور قراء کرام شامل ہیں، نے انتہائی سوچ و بچار کے بعد تمام لٹریچر کی چھانٹی کر کے مطبوعہ وغیر مطبوعہ مضامین کا شاندار مجموعہ تیار کر دیا، جس کی اشاعت کے بعد 'فتنۂ انکارِ حدیث' کی طرح 'فتنۂ انکارِ قراءات (انکارِ قرآن) بھی ان شاء اللہ ختم ہو جائے گا۔

یہ بات بڑی عجیب ہے کہ قراءاتِ سبعہ وعشرہ کو منکرین حدیث وقراءات فتنۂ عجم قرار دیتے ہیں بلکہ سینکڑوں مکتبوں کی طرف سے ان قراءتوں پر مشتمل شائع شدہ قرآنوں کو قرآن مجید ہی تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں۔ حرمین شریفین کے زائرین اکثر اوقات وہاں متعدد قراءات میں شائع شدہ مصاحف دیکھنے کے ساتھ ساتھ پوری دُنیا سے آنیوالے حجاج کرام کو مختلف قراءات کے مطابق قرآن پڑھتے ہوئے سنتے ہیں۔ اگر یہ قراءات قرآن نہیں تو اس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ عالم اسلام کے کروڑوں مسلمان قرآنِ مجید کی سعادت ہی سے محروم ہیں۔ غور فرمائیے کہ ان متجدّدین کو اکثر یہ شکوہ رہتا ہے کہ علمائے کرام ایک دوسرے پر فتویٰ بازی کا شغل کرتے ہیں، ایک دوسرے کو گمراہ کہتے اور اُمت میں تفریق پیدا کرتے ہیں جبکہ مسئلہ قراءات میں عالم اسلام کے علماء متفق ہیں مگر مٹھی بھر منکرین حدیث ان کے برعکس دانستہ یا نادانستہ طور پر کروڑوں مسلمانوں کو قرآن سے محروم قرار دے کر انہیں گمراہ اور گم گشتہ راہ قرار دینے پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں۔

ماہنامہ رُشد کی ان علمی و تحقیقی اشاعتوں کے حوالے سے اربابِ علم و دانش کیا رائے رکھتے ہیں؟ اس کیلئے قراءات نمبر۲ اور۳ میں اہل علم کے تبصرہ جات کا جائزہ لیا جاسکتا ہے، لیکن منکرین حدیث نے ان تحقیقی اشاعتوں کے بعد شدید بوکھلاہٹ کا اظہار یوں کیا کہ ملک کے مختلف حصوں میں پراپیگنڈہ مہم کے طور پر حقائق سے ہٹ کر غیر علمی انداز میں طعن وتشنیع کا آغاز کیا، خصوصاً کراچی میں دار الموطا نامی ادارے نے عوام اور حکومتی اداروں میں منفی لٹریچر تقسیم کر کے اس کارِ مذموم میں 'قیادت کا فریضہ' سر انجام دیا ہے، چونکہ دیگر ناقدین کے اعتراضات بھی اسی لٹریچر کا چربہ ہیں لہٰذا ہم نے مناسب سمجھا کہ دار الموطا کے تقسیم کردہ کتابچہ کو من وعن شائع کرتے ہوئے ادارے کے مؤقف کے ساتھ ساتھ دیگر علمی وعوامی شخصیات کا اس پر تنقیدی جائزہ پیش کریں اور فیصلہ معزز قارئین پر چھوڑ دیا جائے۔ [ادارہ]

سوال

جناب حضرت مفتی محمد طاہر مکی صاحب، صدر قرآنی مرکز ودار الموطا کراچی ومفتی مدینۃ العلوم اورنگ آباد۔

☆ صدر قرآنی مرکز ودار الموطا، کراچی ...... معروف منکر حدیث عمر عثمانی کے خلفِ رشید

السلام علیکم ورحمة الله و برکاته!

جنابِ گرامی!

لاہور سے اَہلحدیثوں کے ایک اِنتہا پسند گروپ کا ماہنامہ 'رُشد' نکلتا ہے جس نے اپنے جون ۲۰۰۹ء کے شمارے کے صفحہ ۶۷۸ پر لکھا ہے کہ اختلافِ قراءت پر مبنی تین اختلافی قرآنی مصاحف (ورش کا، قالون کا، دوری کا) پاکستان سے باہر شائع ہوچکے ہیں۔ اب موجودہ قرآن کریم کے علاوہ مزید ۱۶ر قاریوں کے اختلافات والے ۱۶ر قرآنی مصاحف وہ شائع کردے گا۔ اس طرح کل ۲۰ر قرآنی مصاحف ہوجائیں گے (یعنی ان سب میں باہمی اختلافات ہیں۔ کیونکہ اگر ان ۲۰ر مصاحف میں آپس میں اختلافات نہ ہوتے تو پھر ان کو علیحدہ علیحدہ مصاحف کی صورت میں چھاپنے کی ضرورت ہی کیوں ہوتی؟)

پوری تاریخ اسلام میں یہ اس زمانہ کی نئی بدعت ہوگی۔ ورنہ خلافتِ راشدہ سے اُموی خلافت، عباسی خلافت، عثمانی (ترکی) خلافت میں کبھی ایسا نہیں ہوا اور نہ برصغیر میں کبھی ایسا ہوا۔ حتیٰ کہ کسی غیر مسلم تک کو اس کی جرأت نہیں ہوئی۔ برصغیر میں اب اس غالی اَہلحدیث گروپ کی طرف سے یہ پہلی جرأت کی جارہی ہے۔ کیا اس سے عام مسلمانوں کو تشویش نہیں ہوگی؟ اور کیا قرآن کی عظمت میں کمی نہیں آئے گی؟ اور کیا مسیحیوں اور غیر مسلموں کو یہ کہنے کا موقع نہیں ملے گا کہ جس طرح چار انجیلوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کا پتہ نہیں اسی طرح ان چار یا بیس قرآنوں میں حضرت محمد ﷺ کے اصل قرآن کا کیسے پتہ چلے گا؟ کیا اب ایک خدا، ایک رسول ﷺ، ایک قرآن کا دعویٰ ختم ہوگیا؟

پھر یہ چار یا بیس (۴ یا ۲۰) قرآنی مصاحف کس لئے؟

سائل ذاکر حسین، کراچی

الجواب بعون الله الذی أنزل الکتاب

الحمد لله الذي أنزل على عبده الكتاب ولم يجعل له عوجا. وقال: ﴿ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾ [البقرة:۲]، ﴿ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴾ [الطور:۳۴]، ﴿ وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴾[النساء:۸۲] أما بعد:

جیسا کہ سائل نے سوال میں اس حقیقت کا اِظہار کردیا ہے کہ اختلافِ قراءت پر مبنی قرآنی مصاحف شائع کرنے کی جرأت خلافتِ راشدہ سے اُموی خلافت، عباسی خلافت، عثمانی (ترکی) خلافت تک، حتیٰ کہ شیعہ مملکت ایران تک میں نہ شاہ کے زمانہ میں، نہ خمینی انقلاب کے بعد بھی، کسی نے نہیں کی۔ غرض اختلافِ قراءت کو متن قرآن میں داخل کرکے مصحف کی شکل میں شائع کرنے کی کسی نے جرأت نہیں کی۔

پہلی مرتبہ یہ حرکت مشہور مستشرق جیفرے نے بیسویں صدی میں کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ بھی متن قرآن میں نہیں بلکہ قرآن کریم کے حاشیہ پر اِختلافِ قراءت درج کرکے شائع کرنے کا پروگرام بنایا تھا، مگر اس میں بھی وہ کامیاب نہ ہوسکا۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری جنگ عظیم میں بمباری کے دوران اس کے سارے کام کو تباہ کردیا۔

حیرت ہے اَب اسلام کے کچھ نادان دوست اس کام کی جرأت کریں جس کی جرأت غیر مسلم تک نہ کرسکے۔ ان نادان دوستوں کی پشت پر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا دماغ کام کررہا ہے جو چاہتا ہے کہ خلافتِ راشدہ سے خلافتِ عثمانی (ترکی) تک کے اجماعِ اُمت کے خلاف ان سے اس بدعت کی جرأت کرائے جو درحقیقت قرآن دشمنی پر منتج ہوتی

ہے کہ اس طرح دوسروں کو بھی اس کا موقع فراہم ہو جائے گا کہ وہ قرآن کریم کو متنازعہ بنانے، اور چار انجیلوں کی طرح قرار دینے کے اپنے مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں۔

سب کو معلوم ہے کہ غیر عرب مسلمانوں کی تعداد میں بکثرت اضافہ ہونے کی وجہ سے (جو عربی نہیں جانتے تھے) ان کی سہولت کے لیے خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بصرہ کے گورنر زیاد کی نگرانی میں ابوالاسود دُولی نے قرآن کریم پر اعراب (زیر، زبر، پیش) لگائے تھے۔ پھر خلافت عبدالملک اور خلافت ولید میں عراق کے گورنر حجاج بن یوسف کی نگرانی میں اسی ابوالاسود دُولی کے دو شاگردوں یحییٰ بن یعمر اور نصر بن عاصم نے اعراب لگانے کی محنتوں کو انتہا تک پہنچا دیا اور تمام اموی خلافت میں دارالخلافہ دمشق سے اَفریقہ کے الجزائر و مراکش اور یورپ کے ہسپانیہ تک اور ادھر عراق و ایران سے بخارا و سندھ تک، تیسری طرف حرمین شریفین اور نجد و یمن تک، چوتھی طرف ترکی، آرمینیا اور کوہ قاف کی انتہاؤں تک، تمام خلافتِ بنوامیہ میں اعراب والا یہی ایک قرآن کریم رائج ہوا۔ ان کے بعد سلیمان کی خلافت آئی جس کے مشیر اعظم حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تھے۔ پھر اس کے بعد خود عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی اپنی خلافت میں بھی یہی حجاج کی نگرانی میں لگائے گئے اعراب (زیر، زبر، پیش) والا مصحف (قرآن کریم) رائج رہا۔ کبھی کسی کو اعتراض کرنے کی یا اس کے برخلاف اختلافی قراءت والا مصحف پیش کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

اس کے بعد عباسی دور میں بھی پورے عالم اِسلام میں یہی اعراب والا مصحف رائج رہا۔ پھر خلافت عثمانیہ (ترکی) میں یہی رائج رہا۔ غرض جب تک مسلمانوں کا خلافت کی صورت میں اجتماعی شیرازہ برقرار رہا۔ تمام اُمت کا اسی مصحف پر اجماع رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی، خلافت سے چل کر ان کے بعد خلافت عبدالملک، خلافت ولید، خلافت سلیمان و خلافت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی تابعی خلافت سے ہوتے ہوئے آج تک یکساں اعراب والا یہی قرآن کریم باجماع و تواتر ہر خلافت اسلامی میں جاری رہا اور تراویح میں پڑھا اور سنایا جاتا رہا۔ ہاں خلافت کے خاتمہ کے بعد اِسلام کے دشمنوں کو قرآن کریم کی عظمت کے خلاف طرح طرح کے پلان بنا کر کامیاب ہونے کی توقع ہوئی جس کی تاریخی طور پر پہلی معلوم کوشش مستشرق آرتھر جیفرے کی تھی جو قرآن کریم کے حاشیہ پر اختلاف قراءت پیش کر کے حفاظت قرآن کے متعلق مسلمانوں کے گہرے ایمان کو متزلزل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی تھا کہ آئندہ مسلمان مسیحیوں سے یہ سوال نہ کر سکیں کہ اگر انجیلیں چار ہیں تو پھر ان میں حضرت مسیح علیہ السلام کی اصلی انجیل کون سی ہے؟ جیفری اور اس کے اندرھے مقلدین کی کوششیں اگر کامیاب ہو جائیں تو پھر اس سوال پر مسیحی پلٹ کر خود مسلمانوں سے سوال کر سکیں گے کہ جناب آپ کے چار+ سولہ= بیس قرآنوں میں سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی قرآن کون سا ہے؟ جب مسلمان اس کا جواب دے دیں گے تو پھر ہم مسیحی چار انجیلوں میں سے مسیح علیہ السلام کی اصلی انجیل کا جواب بھی دے دیں گے۔

اَفسوس ان تکلیف دہ سازشوں کو سمجھنے کی صلاحیت اور بصیرت سے محروم نادان دوست خود ہی ان کے جال میں پھنس گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو غافل نہیں ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کے کام میں تعاون کر کے سعادت عظمیٰ میں شریک ہوں ﴿إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ﴾ [محمد:۷] لیکن اگر کوئی بدقسمت محروم رہنا چاہتا ہے تو ﴿وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ﴾ [محمد:۳۸] کا مظاہرہ ہوتا ہے اور بغیر کسی کی مدد کے اللہ اپنا کام کر کے دکھاتا ہے۔

575 آرتھر جیفرے یہ سازش کر رہا تھا مگر اللہ کی بے آواز لاٹھی نے دوسری جنگ عظیم میں دو طرفہ بمباری کی زد میں

لاکر جیفرے کے کیے گئے تمام کام کو، اور اس عمارت کو، جس میں یہ کام ہورہا تھا، مکمل تباہ کردیا۔

ہاتھی والوں سے بیت اللہ (کعبہ) کو بچانے کے خدائی معجزہ کی طرح کلام اللہ (قرآن کریم) کو اس کے دشمنوں سے بچانے کے لیے یہ تازہ ترین معجزہ تھا: ﴿ وَاللهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ [یوسف:۲۱] ﴿فَأَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ○ فَأَذَاقَهُمُ اللهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾ [الزمر:۲۵،۲۶]

ان مختصر تمہیدی جملوں کے بعد سائل کے لیے ہمارا جواب وہی ہے جو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے امداد الفتاویٰ (دارالعلوم کراچی ایڈیشن) کی پہلی جلد میں ہے کہ مصاحف کی شکل میں اختلافِ قراءت کو شائع کرنا تو درکنار عوام کے سامنے اختلافِ قراءت پر مبنی تلاوت کرنے سے منع کرنا بھی واجب ہے۔

اس جواب کے ساتھ یہ خوش خبری بھی معلوم ہوئی ہے کہ حکومت پنجاب نے اختلافِ قراءت کے حوالہ سے قرآن کریم کے اختلافی مصاحف چھاپنے کا پروگرام رکھنے والوں کے خلاف نوٹس لیا ہے جس کے لیے وہ تحسین کی مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دانستہ یا نادانستہ بہرصورت دشمن کا آلۂ کار بننے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مزید بصیرت کے لیے مولانا تھانوی کا (جو خود بھی سبعہ کے قاری تھے) فتویٰ (سوال و جواب مکمل) یہاں بھی درج کیا جاتا ہے۔ ان کا یہ جواب مسلم آبادی کے ستر فیصد اکثریتی حصہ پر مشتمل حنفی مسلک کی مکمل ترجمانی ہے جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ عالمگیر، فتاویٰ تاتارخانیہ، فتاویٰ شامی ردّ المختار وغیرہ سے ظاہر ہے۔

محمد طاہر (دارالافتاء، مدینۃ العلم، کراچی)

کتب مدرك نمی شود تعلق بسماع ازماهر دارد۔ من از قراء پانی پت که درایں فن از دیگراں امتیاز خاص دارند ایں حرف شنیده امر در ادائے شاں صریح امتیاز محسوس میشودهم از ظاء وهم از دال هذا وجواب خامس تتمه هم دار دوآں اینکم حکم بفساد صلوٰة برفتویٰ متأخرین عام نیست بلکه مخصوص است به قادر بر ادائے صحیح اما غیر قادر پس نمازش و همچنیں امامتش صحیح خواں را و غلط خواں را درهر دو صورت صحیح است خواه بصوتِ دال خواند خواه بصوتِ ظاء که آں لغت او گشته باز در صورت غلط ادا نمودن آیا ترجیح دال مفخم راست که اگرچه غلط است لاکن ممتاز است بخلاف ظاء که ممتاز هم نیست یا ظاء معجمه راست که اگرچه ممتاز نیست لیکن حرف قرآن ست بخلاف دال ایں کلام دیگر ست و درهر دو جانب جماعتے است از اهل علم و لکل وجهة هو مولیها۔

۱۳ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ (النور صفحہ ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ) [امداد الفتاویٰ:۱/۱۹۴]

منع از غلو در قراء ة سبعه بوقت احتمال فتنۂ عوام۔

سوال (۲۴۲) بعض مقامات میں سبعہ قراءۃ کا چرچا حد سے تجاوز کر چلا ہے۔ بعض حفاظ لڑکوں اور جاہلوں کو مختلف روایتیں یاد کرا کے پڑھاتے اور پڑھواتے ہیں اور اُس کو صریحاً بغرض ریا پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ تراویح میں بھی ایسا ہوتا ہے جس سے سوا نمود کے کوئی نفع نہیں۔ کیا اس طرح پڑھنے پڑھانے میں اس زمانۂ پرآشوب میں یہ خوف نہیں ہے کہ

جہال و مخالفین اسلام ان اختلافات کو سن کر مشوش ہوں گے اور خوف فتنہ نہیں ہے؟۔ چنانچہ بعض حفاظ نے تو ایک رکعت میں روایت حفص پڑھی، دوسری رکعت میں روایت قالون، کسی نے ٹوکا تو کہہ دیا کہ تم نہیں جانتے۔ ایسی صورتیں اچھی معلوم نہیں ہوتیں۔ کیا یہ فعل قابل روکنے کے نہیں ہے۔ براہ نوازش اگر قابل ممانعت ہے تو اس کا جواب ذرا تفصیل سے الامداد میں طبع ہوجائے تو بہتر ہے میرا یہ خیال ہرگز نہیں کہ اس کی تعلیم بند ہو بلکہ زور دیا جائے کہ تجوید کا نام قراءت ہے اور عوام کو اسی کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی پڑھا لکھا آدمی، حرف بھی اس کا اچھا ہو تو اس کو سبع پڑھائی جائے۔ سفہاء اور تنگ خیال لوگوں کو فقط تجوید پڑھائی جائے اور قراءت جاننے والوں کو چاہئے کہ ہر کس و ناکس کو سوائے روایت حفص اور تجوید کے کچھ نہ پڑھایا کریں۔

الجواب

قال اللہ تعالیٰ: ﴿ وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ [الأنعام:۱۰۸] في تفسير بيان القرآن۔ اس سے قاعدہ شرعیہ ثابت ہوا کہ مباح (بلکہ مستحب بھی ۱۲ منہ) جب حرام کا سبب بن جائے وہ حرام ہوجاتا ہے۔......الخ (وهذا المبحث) [امداد الفتاویٰ، جلد اوّل فصل فی التجوید:۱۹۵]

كله صالح لأن يلاحظ فيه ۱۲) وروى البخاري عن عليّ قال: حدثوا الناس بما يعرفون أتحبون أن يُكذب الله ورسوله. (في حقيقة الطريقة). [صحيح البخاري: كتاب العلم، باب من خص بالعلم قوما دون قوم......]

بعضے بیباک عوام کے سامنے بے تکلف دقائق بیان کر بیٹھتے ہیں بعضے عوام اُن کی تکذیب کرتے ہیں اور بعضے قواعد مشہورہ شرعیہ کے منکر ہوجاتے ہیں سو ہر حال میں اللہ و رسول کی تکذیب کا تحقق ہوا۔ والثاني أشد من الأوّل. اس حدیث میں اس عادت کی ممانعت ہے۔

وروى مسلم عن ابن مسعود رضى الله عنه أنه قال: ما أنت بمحدث قوما لا يبلغه عقولهم إلا كان لبعضهم فتنة. فى حقيقة الطريقة۔ [مقدمة صحيح مسلم]

اس حدیث سے بھی وہی مضمون ثابت ہوتا ہے جو اس کے قبل کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے ص۸۲ وفي رد المحتار تحت مسئلة كراهة تعيين السورة في الصلوٰة من الدر المختار ما نصه حاصل كلام هذين الشيخين بيان وجه الكراهة في المداومة وهو أنه إن رأى ذلك وحتما يكره من حيث تغيير المشروع وإلا يكره من حيث إيهام الجاهل. [ج۱ص۵۶۸]

آیت اور حدیث اور فقہ سب سے یہ قاعدہ ثابت ہوا کہ جس عمل سے عوام و جُہلا میں مفسدہ و فتنہ اعتقادیہ یا عملیہ قالیہ یا حالیہ پیدا ہو اُس کا ترک خواص پر واجب ہے باقی فتنہ کا حدوث یا عدم حدوث یہ مشاہدہ سے معلوم ہوسکتا ہے سوال میں بعض حالات میں جو فتنہ سبعہ پر مرتب ہوتا ہوا مذکور ہے وہ مشاہدہ ہے پس فتویٰ شرعی ہوگا۔ کہ خاص اُن احوال میں سبعہ کا استعمال ممنوع ہوگا اور اگر اس کے ساتھ قاری کی نیت بھی اظہار علم و دعوائے کمال ریاء و تصنع و تفاخر ہو تو یہ فتنہ اس کے لیے مزید برآں ہے لہٰذا اس باب میں جو مشورہ سوال میں مذکور ہے۔ واجب الاتباع ہے۔ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ [تتمہ خامسہ ص۱۴۱]

577

اختلاف قرأت کی بناپر قرآن کے الگ الگ نسخے چھاپنے کا حکم!

اختلاف قرأت کی بناپر قرآن کے الگ الگ نسخے چھاپنے کا حکم!

محترم جناب حضرت مفتی صاحب!

ہمیں یہ یقین ہے کہ آپ جیسے اہل بصیرت حضرات مندرجہ ذیل دوچیزوں میں واضح فرق کو سمجھتے ہیں:

ا...اختلاف قرأت کا وہ فن جو مسلمان اہل علم میں پڑھایا جاتا ہے اور وہ فن قرأت کی کتابوں میں مدون اور محفوظ شکل میں موجود ہے۔

۲...اختلاف قرأت کی بنیاد پر بیس (۲۰) قرآن کریم کے مستقل نسخے الگ الگ قاری حضرات کے نام سے شائع کئے جائیں اور عام لوگوں میں پھیلائے جائیں۔

ہمیں یقین ہے کہ آپ جیسے اہل علم حضرات نمبر ۲ میں بیان کردہ موقف میں غور وفکر کریں گے اور اس معاملے میں عوام کے تشویش میں مبتلا ہونے کے پیش نظر محتاط اور چوکنا ہوں گے اور اس موقف کی قطعاً تائید نہیں کریں گے اور نہ ایسا کرنے کی کسی کو اجازت دیں گے، مگر اہل حدیث مکتبہ ٔفکر سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے ماہنامہ "رشد،، جے۔99ماڈل لاہور کے جون ۲۰۰۹ء میں شائع ہونے والے اپنے جریدے کے توسط سے عوام تک یہ بات پہنچائی ہے کہ وہ مختلف قاری حضرات کے حوالے سے بیس (۲۰) الگ الگ مصحف شائع کرنے کا عزم رکھتے ہیں، جیسا کہ مذکورہ ماہنامہ ماہ جون کا شمارہ ص:۶۷۸ سے واضح ہے۔

اس رسالے میں لوگوں کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ امت کی ۷۰ فیصد سے زیادہ حنفی اکثریت کے اہل علم ہمارے اس پروگرام میں ہمارے ساتھ ہیں، حالانکہ ہمیں امید ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ لہذا آپ بزرگان کرام سے ہماری عاجزانہ التجاء ہے کہ آپ اپنا نقطہ ٔنظر خواہ بیان کی صورت میں، خواہ فتوے کی صورت میں دوسرے ذرائع ابلاغ کے توسط سے یہ بات واضح فرمادیں کہ عوامی سطح پر اختلاف قرأت کی بنیاد پر قرآن کریم کے مختلف الگ الگ نسخے شائع کرنا مثلاً "ورش،، کی قرأت یا "کالون،، کی قرأت میں اس طریقے سے دس قرائے کرام کے بیس شاگردوں کے حوالے سے بیس (۲۰) اختلافی مصاحف شائع کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے، جس سے نہ صرف عام مسلمانوں کو تشویش ہوگی، بلکہ غیر مسلموں کو چار انجیلوں کی طرح قرآن کریم کے حوالے سے پروپیگنڈا کرنے کا موقع ملے گا۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی عظمت وحفاظت کے لئے اور دشمنان اسلام کی سازشوں سے محفوظ کرنے کے لئے آپ جیسے اکابرین اسلام کی محنتوں کو قبول فرمائیں۔ آمین

العارض: ذاکر حسین، نارتھ ناظم آباد، کراچی

الجواب حامداً و مصلیاً

آپ کا سوال دو پہلوؤں سے وضاحت طلب ہے:

ا... کیا مجوّزہ بیس (۲۰) نسخوں کی طباعت میں رسم عثمانی اور دیگر فنی تفصیلات کی رعایت کی جائے گی؟ اگر جواب نہیں میں ہے تو ایسے نسخوں کی طباعت غلط، ناجائز اور حرام ہے۔ اگر رسم عثمانی کی پابندی کی جائے گی تو پھر بحث طلب مسئلہ یہ ہے کہ آیا ایسا قرین مصلحت ہے یا نہیں؟

یہ دوسری تنقیح اس لئے ضروری ہے کہ شریعت کسی شئ کے استعمال اور استعمال سے پیدا شدہ نتائج پر بحث کرتی ہے۔ شرعی اصول یہ ہے کہ جب کسی فعل کا ارادہ کیا جائے تو اس کے آثار و نتائج کو ابتداء میں موجود مان کر اس کا جائزہ لیا جائے۔ اگر نتائج درست اور موافق شرع نکلتے ہوں تو اقدام درست ٹھہرتا ہے، بصورت دیگر ابتداء ہی ناجائز ٹھہرتی ہے۔

پہلا سوال اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ جس اسلوب میں خلیفہ راشد حضرت عثمان غنیؓ کے حکم سے حضرت زید بن ثابتؓ نے قرآن کریم تحریر کیا تھا، اس طرز تحریر کی اتباع واجب ہے اور اس کی مخالفت حرام ہے۔

آنحضرت انے جس رسم الخط میں قرآن کی کتابت کرائی تھی اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جس رسم میں مصحف کو مرتب کیا تھا اور حضرت عثمان غنیؓ نے جس کی نقول مختلف بلاد و امصار میں روانہ فرمائی تھیں، وہ وہی طرز تحریر ہے جو صدیوں سے مسلمانوں میں مروّج ہے۔ قرن اول سے آج تک دنیا کے ہر خطے میں اسی اسلوب میں قرآن کریم لکھا جارہا ہے، نہ کسی نے اس کی مخالفت کی ہے، نہ ہی اسے بدلنے کی کوشش کی ہے۔

دوسری اور تیسری صدی میں اسلامی علوم کی باقاعدہ تدوین ہوئی، ان میں نئی نئی شاخیں پیدا ہوئیں، لیکن عثمانی رسم الخط ہر دور میں اور ہر خطے میں محفوظ اور محترم رہا، اور ہر ایک اسی کی پیروی کرتے رہے۔ (مناہل العرفان ۳۷۰/ ۱، عبد العظیم زرقانیؒ)

رسم عثمانی پر بارہ ہزار صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے۔ تابعینؒ و تبع تابعینؒ سب کے سب اس پر متفق ہیں۔ اُمت کے کسی دور میں اس اجماع کے خلاف نہیں ہوا ہے۔ سلفاً و خلفاً، شرقاً و غرباً اُمت کا اجماع اس امر کی قوی دلیل ہے کہ رسم عثمانی سے عدول و انحراف کی گنجائش نہیں۔ اس لئے جمہور کا مذہب ہے کہ رسم عثمانی توقیفی ہے یعنی آنحضرت اکا تجویز کردہ ہے، کیونکہ خود نبی کریم انے کاتبانِ وحی کے لئے ایک دستور العمل مقرر فرمایا تھا۔

"کنز العمال،، میں ہے:

"الق الدواۃ، وحرف القلم، وانصب الباء، وفرق السین، ولا تعور المیم۔۔۔۔ الخ،، (کنز العمال ج:۱۰ در منثور ۱۰/ ۱)

"الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی،، میں ہے:

"وقال ابن فارس الذی تقولہ: ان الخط توقیفی، لقولہ تعالیٰ: علم بالقلم، علم الانسان مالم یعلم۔۔۔۔ الخ،، (۱۶۶،۱۶۷/ ۲، ط: سہیل اکیڈمی لاہور)

"بحوث قرآنیہ،، میں ہے:

"ذہب جمہور العلماء سلفاً و خلفاً الی ان رسم المصحف توقیفی، لا تجوز مخالفتہ،،۔ (ص:۱۵۷، ط: الشرکۃ المصریۃ قاہرۃ)

امام احمدؒ نے فرمایا کہ مصحف عثمانی کے خط کی مخالفت حرام ہے۔

"الاتقان فی علوم القرآن،، میں ہے:

"وقال الامام احمد: یحرم مخالفتہ خط مصحف عثمان فی واو اویا اوالف او غیر ذلک،،۔(۱۶۷/۲، ط: سہیل اکیڈمی لاہور)

امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ کیا مصحف کو ان حروف ہجا میں لکھا جاسکتا ہے جو لوگوں نے ایجاد کر لئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ ایک اور موقع پر جب دریافت کیا گیا، تو فرمایا: مصحف کے حروف میں تغیّر نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً: واو اور الف تک کے معاملے میں کہ یہ لکھنے میں تو آتے ہیں، لیکن پڑھنے میں نہیں آتے۔ جیسے لفظ "اولوا،،۔

"الاتقان فی علوم القرآن،، میں ہے:

"وقال اشہب: سئل مالک، ہل یکتب المصحف علی ما احدثہ الناس من الہجاء، فقال: لا إلا علی الکتبۃ الاولیٰ۔۔۔۔۔ الخ،،(۱۶۷،۱۶۶/۲، ط: سہیل اکیڈمی لاہور)

"محیط برہانی،، میں ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ مصحف کی کتابت رسم عثمانی کے علاوہ کسی اور رسم الخط میں کی جائے۔ (بحوالہ مناہل العرفان للزرقانیؒ)

رسم عثمانی کی اہمیت کے پیش نظر آج صرف وہی قراأت قابل قبول ہے جس کی رسم عثمانی میں گنجائش ہو۔ مثلاً "بعد،، کی قراءت "باعد،، تو قبول کی جاسکتی ہے لیکن "بعدت،، قبول نہیں کی جاسکتی۔

کسی قراءت کے رسم عثمانی کے موافق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان مصاحف میں سے کسی ایک میں لکھی ہو جو حضرت عثمان غنیؓ نے لکھوائے تھے۔ اگر کوئی ایسا کلمہ زیادہ کر دیا جائے جو مصاحف عثمانیہ میں نہ ہو یا کم کر دیا جائے جو مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک میں موجود ہو یا کوئی کلمہ مقدم کر دیا جائے یا مؤخر کر دیا جائے تو ایسی مخالفت ہر گز جائز نہیں ہے۔

اوپر ذکر ہوا کہ رسم عثمانی جمہور کے نزدیک توقیفی ہے، اس میں رائے اور قیاس کو دخل نہیں ہے۔ اگرچہ اکثر جگہ قرآنی کلمات کتابت کے قواعد کے مطابق ہیں، لیکن بعض کلمات کتابت کے قواعد کے مطابق نہیں ہیں۔ مثلاً:

۱... نعمت اللہ (بقرہ: ۲۳۱) نعمۃ اللہ (مائدہ:۷)

۲... فہل ینظرون إلا سنت الأولین، فلن تجد لسنت اللہ تبدیلا، ولن تجد لسنت اللہ تحویلا۔ (فاطر:۴۳)

۳... وجنت نعیم (واقعہ:۸۹) جنۃ (پورے قرآن میں)

۴... لعنت اللہ علی الکاذبین (آل عمران:۶۱) ان علیہم لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس أجمعین۔ (آل عمران:۸۷)

ہم پر واجب ہے کہ ہم ان کلمات کو اسی طرح لکھیں جس طرح یہ منقول چلے آرہے ہیں۔ اگر رسم عثمانی منجانب اللہ نہ ہوتا تو یہ اختلافات موجود نہ ہوتے، بلکہ سب جگہ یکساں طور پر لکھا جاتا۔

علامہ زمخشریؒ کے بقول قرآنی رسم الخط میں بعض الفاظ خلاف قیاس لکھے گئے ہیں، لیکن مسلمانوں نے محض اس وجہ سے کہ رسم عثمانی توقیفی ہے، کبھی ان الفاظ کو درست کرنے اور قیاس کے موافق بنانے کی کوشش نہیں کی ہے، بلکہ جس طرح صحابہ کرامؓ کا لکھا ہوا پایا تھا، اسی طرح بعد کی نسلوں تک پہنچاتے رہے۔

اس مقام پر اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ قراءات کا اختلاف قطعی ہے اور قرآن کریم کے کمالات میں سے ہے۔ آج جتنی قراأتیں موجود ہیں، یہ ان قراأتوں کے مقابلے جو اسلام کے شروع دور میں موجود تھیں، سمندر کے مقابلے میں قطرے کی حیثیت رکھتی ہیں، لیکن دیگر قراأتیں رفتہ رفتہ معدوم ہوتی چلی گئیں۔ اب زمانہ موجودہ میں ہمارے پاس صرف دس قراأتیں اور ہر قراأت کی دو، دو، روایتیں متواتر باقی رہ گئی ہیں۔ (از شرح شاطبی مترجم ص:۳۸تا۴۲ط: اوفسٹ لیتھو پریس کراچی) قراأتوں کے اختلاف کی طرح روایتوں کا اختلاف بھی ذاتی رائے کی بناء پر نہیں ہے، بلکہ آنحضرت اسے سننے کی بناء پر ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت انے بعض کلمات ایک سے زائد طریقوں پر اُمت کو سکھائے تھے، جس سے قراأت کے علم کی بنیاد پڑ گئی تھی، اب جو قراأتیں متواتر شکل میں موجود ہیں، ان کا قبول کرنا واجب اور ان پر اعتماد لازم ہے۔ خود ائمہ فن کسی قراءت پر اس وجہ سے عمل نہیں کرتے کہ وہ زبان و بیان اور قواعد و محاورے کے زیادہ موافق ہے، بلکہ اس وجہ سے عمل کرتے ہیں کہ وہ صحیح سند اور مسلسل واسطوں سے آنحضرت اسے ثابت ہے۔ جب کوئی قراأت اس معیار کے مطابق ثابت ہو جاتی ہے تو پھر لغت کی شہرت اور عربیت کا قیاس اسے رد نہیں کر سکتا ہے۔

اوپر ذکر ہوا کہ متواتر قراأت کو قبول کرنا واجب ہے لیکن متواتر قراأت کے بیان کے لئے قرآنی رسم الخط تبدیل کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اول تو متواتر قراأت کے بیان کے لئے قرآنی رسم الخط میں تبدیلی کی نوبت ہی نہیں آنی چاہیئے، کیونکہ قراأت کے قبول کرنے کے لئے اصل کسوٹی اور بنیادی شرط تواتر ہے جو قراأت متواتر ہو گی وہ لازماً رسم عثمانی کے موافق ہو گی اور زبان بیان کے قاعدوں کے مطابق ہو گی اور اگر بالفرض ایسی نوبت آجائے تو متواتر قراأت کے لئے قرآنی رسم الخط کو بدلنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ رسم عثمانی کے لئے چھ قواعد مقرر ہیں یعنی حذف، زیادت، ہمزہ، بدل، فصل، وصل، یہ وہ چھ قواعد ہیں یا وہ چھ تغیرات ہیں جن میں رسم عثمانی عام عربی خط سے مختلف ہے۔ انہی قواعد کے تحت صدر اول سے آج تک قرآن کریم لکھا جاتا رہا ہے، جب کہ دوسری قراأتوں کے لئے اگر رسم کو بدلنا پڑے تو اس کے لئے قواعد و ضوابط مقرر نہیں ہیں، جس سے قوی خدشہ ہے کہ بے شمار مفاسد جنم لیں گے۔

ا...رسم عثمانی میں ایک ہی کلمہ بقدر امکان متعدد قراأتوں پر دلالت کرتا ہے۔ ابتدائے اسلام میں قرآن کریم میں نہ صرف یہ کہ اعراب نہ تھے، بلکہ نقطے بھی نہ تھے۔ ایسا اس لئے کیا گیا تھا کہ قرآنی رسم میں ابتداء ہی سے دیگر قراأتوں کی گنجائش رہے۔ اگر حرکات اور نقطے لکھ دئے جاتے تو دیگر قراأتیں ظاہر نہیں ہو سکتی تھیں۔ مثلاً "یقبل،، پہلے پہل یوں لکھا ہوا تھا "یقبل،، اب اگر "یاء،، کے نیچے دو نقطے لگا دیئے جاتے تو "تاء،، والی قراءت "تقبل،، ظاہر نہیں ہو سکتی تھی۔

"ھَیتَ،، سورۂ یوسف میں، چار متواتر قراأتیں ہیں:

۱... "ھَیتَ،، بصری و کوفی کی۔

۲... "ھَیت،، مکی کی۔

۳... "ھِیتَ،، مدنیؒ وابن ذکوانؒ کی۔

۴... "ھِئتَ،، ہشامؒ کی قراءت۔ یہ چاروں "ھیت،، کے لغت ہیں اور چاروں قراأتیں ایک ہی رسم سے نکلتی ہیں۔ لیکن جن موقعوں پر ایک ہی رسم سے دوسری قراأتیں نہیں نکل سکتی تھیں ان کا رسم مختلف کرایا جیسا کہ "قل سبحان،، میں ابن کثیر اور ابن عامر شامی کی قراأت "قال،، ہے تو اسی اعتبار سے مکی اور شامی مصحف (عثمانی) کی رسم بھی الف ہی کے ساتھ ہے جو رسم عثمانی کے مطابق ہے، خلاف نہیں ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے لغت قریش کے علاوہ باقی تمام لغات کو منسوخ کر دیا تھا۔ ان کا دعویٰ علی الاطلاق درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ روایت حفص ہی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں لغت قریش کے علاوہ بعض دوسری لغات بھی موجود ہیں۔ چنانچہ حضرت حفص کے لئے مجریہا (ہود پارہ ۱۲ رکوع ۴) "راء،، اور اس کے بعد والے "الف،، کا امالہ ہے، حالانکہ امالہ اہل نجد کی لغت ہے "تمیم،، اور ،، قیس،، کی لغت بھی یہی ہے، فتح اہل حجاز کی لغت ہے اور حفص کی روایت میں دونوں ہی ہیں یعنی "مجریہا و مرسٰہا،،۔

۱... اس میں ظاہر معنٰی کے اعتبار سے مختلف معانی و مطالب کا احتمال موجود رہتا ہے جو صرف اسی رسم کی پابندی سے ممکن ہے، جیسے "ام من یکون علیہم وکیلا،، اور ام من یمشی سویا علی صراط مستقیم،، اگر اس کو "امن،، کی طرح ادغام کے ساتھ لکھ دیں تو پہلے والا "ام،، جو بلکہ کے معنٰی میں ہے اور دوسرے والے "ام،، میں جو پہلے سے مختلف ہے، کیا فرق باقی رہے گا؟

۲... حرف "یا،، کی زیادتی جو معنٰی خفی پر دلالت کرتی ہے۔ مثلاً: "والسماء بنینٰہا بأید،، "یا،، کے ساتھ اس میں اللہ تعالیٰ کی قوت کی تعظیم ظاہر ہوتی ہے۔

۳... حرکات اصلیہ زبر، زیر، پیش کا پتہ چلتا ہے اور یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ کون سے حروف منقلب ہوتے ہیں، اسی طرح بعض لغات فصیحہ کا فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً: ہائے تانیث، تائے مفتوحہ (لغت طی) مثلاً: "یوم یأتی لا تکلم نفس الا باذنہ،، اس میں "یأت،، بحذف "یا،، لغت ہذیل پر دلالت کرتی ہے۔

۴... اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کی سند متصل حضور اکرم اسے ملتی ہے۔

اب تک جو تفصیل عرض کی گئی اس سے بخوبی درج ذیل نکات واضح ہو جاتے ہیں۔

۱... رسم عثمانی کے تحت جس لفظ کو جیسے اور جہاں لکھا گیا ہے، آج تک اس کو بدلنے کی جسارت نہیں کی گئی ہے۔ قراءت متواترہ اور روایات مختلفہ ہر دور میں پڑھی اور پڑھائی جاتی رہی ہیں، اگر مصحف کے رسم میں ان قراأتوں کے مطابق ترمیم و تبدیلی کی اجازت ہوتی تو علم قراأت کے علماء ضرور اس جانب اپنی توجہ مبذول فرماتے، کیونکہ نیکیوں کی حرص ان کو ہم سے زیادہ تھی، ہمتیں ان کی مضبوط تھیں، قلوب ان کے پاکیزہ تھے اور قرآن کریم کی نشر و اشاعت کے فریضے کو وہ ہم سے بہتر سمجھتے تھے۔ طباعتی آلات کی کثرت و سہولت اور ان کی جدت و ترقی سے دھوکہ نہ کھانا

چاہئے۔ بڑے بڑے نامور خطاط ہر دور میں موجود رہے ہیں جنہوں نے کئی کئی نسخے عمدہ خطوں میں تحریر کئے مگر مصحف امام کی پیروی اور اقتداء سے انہوں نے سر مو انحراف نہیں کیا، کیونکہ وہ بخوبی جانتے تھے کہ یہ اقدام تحریف لفظی کا دروازہ کھول دے گا۔

۳... رسم عثمانی توقیفی ہے۔ سلفاً و خلفاً، شرقاً و غرباً، اولاً و آخراً اسے قبولیت عامہ حاصل ہے۔ ہزارہا صحابہؓ کا اجماع اس پر قرون مشہود لہا بالخیر میں منعقد ہو چکا ہے۔ نیز ائمہ مجتہدین اس پر متفق ہیں۔ اس لئے رسم عثمانی میں تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔

۴... امت نے اپنے عمل سے کسی دوسرے اسلوب تحریر کو مسترد کر دیا ہے۔ تعامل امت قوی ترین دلیل شرعی ہے، جس کی مخالفت ناجائز ہے۔ "والتعامل المتوارث أقوی حجۃ،،(معارف السنن باب رفع الیدین ۴۶۶/۲، ط:)

۵... رسم عثمانی کے قواعد مقرر ہیں۔ اس کے جملہ تغیرات چھ اشیاء میں منحصر ہیں، جب کہ دیگر قراأتوں کے لئے ایسے ضابطے نہیں ہیں، کما مر۔

۶... رسم عثمانی کئی فوائد پر مشتمل ہے جن کا ذکر گزشتہ سطور میں ہو چکا ہے۔

یہ تمام تفصیل اس صورت میں تھی کہ جب رسم عثمانی کی مخالفت کرتے ہوئے قرآن کریم کے نسخوں کی طباعت کی جائے۔

اس مقام پر اس امر کی طرف بھی توجہ دلانا مناسب ہے کہ ان مطبوعہ نسخوں کا بغور معاینہ کیا جائے جو دیگر قراأتوں اور روایتوں کی رموز واشارات کے ساتھ طبع کئے گئے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ رسم عثمانی سے کہاں کہاں اور کیسے انحراف کیا گیا ہے۔

اگر مجوزہ نسخوں کی چھپائی میں رسم عثمانی کی مخالفت نہ کی جائے بلکہ علم رسم، علم ضبط اور علم الفواصل اور دیگر فنی تفصیلات کی رعایت رکھتے ہوئے مجوزہ نسخوں کی طباعت کی جائے تو اس کے فقہی اثرات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ ہمارے خیال میں مجوزہ نسخوں کی طباعت سے درج ذیل مفاسد جنم لیں گے:

۱... برصغیر پاک وہند اور بنگلہ دیش میں مصاحف عثمانیہ کے جو صحیح ترین نسخے مروج ہیں، اس خطے کے مسلمان ان ہی نسخوں میں تلاوت کرنے میں سہولت محسوس کرتے ہیں، لہذا ان نسخوں میں یا جدید طبع کرائے جانے والے نسخوں میں قراأتوں اور روایتوں کے اعتبار سے کسی قسم کی تبدیلی مسلمانوں کے لئے نت نئے مسائل جنم دینے کا سبب بنے گی۔ صدیوں سے یہ نسخے یہاں مروج ہیں، طبیعتیں ان سے مانوس ہیں، اصح المطابع پوری ذمہ داری اور احتیاط سے انہیں چھاپتے ہیں، کہیں کوئی فروگذاشت رہ جاتی ہے تو امت کو اس سے آگاہ کرنے اور اس کے ازالے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے۔

۲... عام مسلمان تلاوت میں سخت دقت محسوس کریں گے۔ یہ خیالی مفروضہ نہیں بلکہ امر واقعہ ہے، جس کا اندازہ بلاد مغرب میں شائع شدہ نسخوں سے ہو سکتا ہے کہ عام مسلمان ان نسخوں میں سہولت اور سرعت کے ساتھ بلا تأمل تلاوت نہیں کر سکتے، حالانکہ وہ مصاحف بھی رسم عثمانی کے مطابق ہیں۔ یہاں اور وہاں کے نسخوں میں فرق صرف ضبط کا ہے۔ عام آدمی جو علم قراءت سے ناواقف ہو، وہ ضبط کو بآسانی نہیں سمجھ سکتا۔ مثلاً: اہل مشرق "فاء،، کے لئے ایک اور "قاف،، کے لئے دو نقطے اوپر لگاتے ہیں، جبکہ اہل مغرب "فاء،، کے نیچے اور قاف کے اوپر صرف ایک ایک نقطہ لگاتے ہیں۔ اس قاعدے کی رو سے امام عاصم کی قراءت بروایت امام حفص سورہ بقرہ کی درج ذیل آیت اس طرح لکھی جاتی ہے:

"الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون"۔

لیکن قراءت ورش میں یہی آیت اس طرح لکھی گئی ہے:

"الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون"۔

اگر آپ غور کریں تو دونوں آیتوں میں کئی جگہ فرق محسوس کریں گے۔ مثلاً: پہلی قراءت میں "یؤمنون" میں ہمزہ منفردہ ساکنہ ہے، دوسری میں نہیں۔ قاف اور فاء کے نقطوں میں اسی طرح "ینفقون" کے آخری نون کے ضبط میں فرق ہے۔

اس ایک مثال سے دو باتیں بخوبی واضح ہیں:

(۱) بلاد مغرب کے نسخوں اور یہاں کے مروجہ نسخوں میں فرق صرف ضبط کا ہے۔

(۲) قراأتوں کا فرق نہ ہو بلکہ صرف ضبط کا ہو تو بھی عوام کے لئے اس کا سمجھنا دشوار ہے۔

۳... مستند تاریخی شہادتوں سے ثابت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جو نسخے مرتب فرمائے تھے، ان مصاحف کو ٹھیک اور درست طریقے سے پڑھنے کے لئے قراءت کے ماہرین کا بھی بندوبست کیا تھا۔

آج حکومتی سطح پر کسی ایسے اقدام کی توقع نہیں، علماء ایسے ماہرین تیار کر لیں گے مگر ہمتیں کمزور ہیں، دینی علوم سے بے رغبتی عام ہے، دوسری طرف مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات ڈالنے والے پوری طرح مسلح اور مستعد ہیں، وہ زہر کے انجکشن ناواقفوں کے بدن میں بھرنا شروع کر دیں گے۔ نتیجتاً عام مسلمان نہ صرف یہ کہ قراءتوں کے فرق کو سمجھنے سے قاصر رہ جائیں گے، بلکہ ان کے اس اعتماد اور اعتقاد میں بھی کمی آجائے گی جو وہ قرآن کریم کے متعلق رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ خیر خواہی کے نام پر اس سے بڑی بدخواہی اور دین کے نام پر اس سے بڑی بے دینی اور کوئی نہ ہوگی کہ قرآن کے نام پر قرآن کریم کے متعلق لوگوں کے اعتماد کو متزلزل کر دیا جائے اور اعداء دین کو زہر افشانی کا موقع فراہم کیا جائے۔ بالفرض ایسا ہوا تو اپنوں کے شکوک و شبہات کا ازالہ اور غیروں کے اعتراضات کا دفعیہ حاملین علوم نبوت کا اہم دینی فریضہ ہوگا مگر اس کی نوبت ہی کیوں آنے دی جائے؟ جان بوجھ کر کیوں فتنوں کو دعوت دی جائے! پہلے سے موجود فتنے کچھ کم ہیں کہ نیا محاذ کھولا جائے!؟

۴... تمام شرطوں کی رعایت رکھتے ہوئے کسی دیگر قراءت میں قرآن کریم کی اشاعت زیادہ سے زیادہ مباح کے درجے میں ہے۔ جبکہ امت کو انتشار اور افتراق سے بچانا واجب ہے۔ امت کو یکسو اور متحد رکھنے کی خاطر شریعت بسا اوقات واجب درجے کے حکم سے بھی صرف نظر کر لیتی ہے، مثلاً نماز میں ترک واجب کی بناء پر سجدہ سہو واجب ہے، لیکن اگر بڑی جماعت کے ساتھ نماز ادا کی جا رہی ہو اور سجدہ سہو کرنے سے نمازیوں کے انتشار کا خدشہ ہو تو سجدہ سہو چھوڑ دینا بہتر ہے۔

فتاویٰ شامی میں ہے:

"(قال فی التنویر وشرحہ: والسہو فی صلاۃ العید والجمعۃ والمکتوبۃ والتطوع سواء) والمختار عند المتأخرین: عدمہ فی الاولین لدفع الفتنۃ، کما فی جمعۃ البحر۔ قال المحقق فی الرد: الظاہر أن الجمع الکثیر فیما سواہما کذلک، کما بحثہ بعضہم ط، وکذا بحثہ الرحمتی و قال خصوصا فی زماننا وفی جمعۃ حاشیۃ أبی المسعود عن الہزیمۃ: أنہ لیس المراد عدم جوازہ بل الاولی ترکہ! لئلا یقع الناس فی الفتنۃ الخ،،۔(باب سجود السہو ۹۲/ ۲، ط:سعید)

اب غور کر لیا جائے کہ جس مقصد کے حصول کے لئے واجب کو چھوڑنا گوارہ کیا جاسکتا ہے، اگر وہ مقصد مباح کے ارتکاب سے فوت ہوتا ہو تو کیا مباح کے ارتکاب کی اجازت دی جائے گی؟

۵...اصول بالا سے ملتا جلتا اصول، فلسفہ شریعت کی کتابوں میں درج ہے کہ "دفع المفاسد اولیٰ من جلب المصالح،، یعنی مفاسد کا تدارک مصالح کے حصول پر مقدم ہے۔

امام عزالدین بن عبد السلام نے "قواعد الاحکام،، میں امام شاطبی نے "الموافقات،، میں، شیخ ابو حامد الغزالی نے "احیاء،، میں اور ہر رنگ کے جامع شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے "حجۃ اللہ البالغۃ،، میں اس پر پُر مغز اور جامع بحث کی ہے۔

مذکورہ اصول کے پیش نظر ہر قراأت کی باقاعدہ مصحف کی شکل میں عمومی اشاعت ناجائز نظر آتی ہے۔

۶... صحابہ کرامؓ مزاج نبوت سے آشنا تھے۔ جس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے ایک ہی رسم پر اتفاق کیا تھا، اس کی روح امت کو انتشار واختلاف سے بچانا تھا، مجوزہ نسخوں کی طباعت اس اجماع کی روح کے منافی اور اس سے متصادم ہے۔ بخاری شریف میں ہے:

"أن أنس بن مالک حدثہ: أن حذیفۃ بن الیمان قدم علی عثمان وکان یغازی أہل الشام فی فتح إرمینیۃ وأذربیجان مع أہل العراق، فافزع حذیفۃ اختلافہم فی القراءۃ، فقال حذیفۃ لعثمان بن عفان: یا أمیر المؤمنین! أدرک ہذہ الأمۃ قبل أن یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیہود والنصاری، فارسل عثمان الی حفصۃ: أن أرسلی إلینا بالصحف ننسخہا فی المصاحف ثم نردہا إلیک، فارسلت بہا حفصۃ إلی عثمان، فأمر زید بن ثابت وعبد اللہ بن الزبیر وسعید بن العاص وعبد الرحمن بن الحارث بن ہشام: أن ننسخوہا فی المصاحف و قال عثمان للرہط القرشیین الثلاثۃ إذا اختلفتم أنتم وزید بن ثابت فی شئ من القرآن، فاکتبوہ بلسان قریش، فإنما نزل بلسانہم، ففعلوا حتی إذا نسخوا الصحف فی المصاحف، رد عثمان الصحف الی حفصۃ وأرسل الی کل أفق بمصحف مما نسخوا وأمر بما سواہ من القرآن فی کل صحیفۃ أو مصحف: أن یحرق،،۔(کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن ۷۴۶/ ۲ ط:قدیمی کراچی، فتح الباری کتاب فضائل القرآن ۲۱، ۲۰/ ۹ط: دار الکتب العلمیۃ بیروت)

مذکورہ اقدام کے اعلان کے ساتھ ہی مسلمانوں کے پُر سکون ماحول میں اضطراب پیدا ہو چکا ہے۔ سوالات کی کثرت اس آنے والے طوفان کی خبر دے رہی ہے۔ جب یہ طوفان در و دیوار کے ساتھ ٹکرائے گا اس وقت اس کی شدت کو ہر کس و ناکس جان لے گا۔ کاش کہ ہم اس کی آمد سے قبل بادلوں کے بدلتے ہوئے تیور اور سمندر کی مضطرب موجوں سے اس کا اندازہ لگا سکیں۔ کچھ بعید نہیں کہ یہ کوشش وجسارت آگے چل کر کتاب اللہ کی ابدی حفاظت کے وعدے کو غیر مؤثر بنانے کی اسکیم کا حصہ ہو۔۷... بعض افعال بذات خود مفاسد ہوتے ہیں، جبکہ بعض افعال گو بذات خود تو مفاسد نہیں ہوتے لیکن مفاسد کے مقدمات اور وسائل ہوتے ہیں، یہ مقدمات ہی ہیں جو مفاسد تک پہنچاتے ہیں۔ شریعت میں اسی

لئے ممنوع لعینہ اور ممنوع لغیرہ کی تقسیم ہے۔ قرآن کریم کی طباعت واشاعت بذات خود ام الحسنات ہے لیکن مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر مجوزہ نسخوں کی طباعت ممنوع لغیرہ ہے، جس سے اجتناب لازم ہے۔ جو نسخے مصاحف عثمانیہ کی رسم کے خلاف تھے مصاحف عثمانیہ کی اشاعت کے بعد ان کو تلف کرادینا اسی قبیل سے ہے، جبکہ وہ بھی قرآن کریم ہی کے مجموعے تھے اور ان میں قرآن کے علاوہ کچھ شامل نہ تھا۔

آج مروجہ قراءت کے علاوہ دیگر قراءتوں کے تلف کرنے کا فتویٰ نہیں دیا جارہا بلکہ ان کی طباعت کو خلاف مصلحت قرار دیا جارہا ہے۔ ہر عاقل تلف کرنے اور عدم طباعت کے فرق کو بخوبی جانتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح

محمد عبدالمجید دین پوری

کتبہ

شعیب عالم

دار الافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

کیا اب قران کے بیس مختلف نسخے پڑھنا ہوں گے؟

12 جنوري 2010, 04:54 ش

ماہنامہ رُشد (لاہور) جون 2009
مدیر اعلیٰ حافظ نضیر مدنی
99 - جے ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ پاکستان۔ فون: 5866476/5866396

صفحہ - 677

جمع کتابی:

جمع کتابی سے ہماری مراد وہی کام ہے جسے "مجمع الملک فہد" نے شروع کیا ہے، آگے بڑھانا ہے۔ جس طرح مجمع الملک فہد نے چار متداولہ روایات پر مصاحف نشر کئے ہیں اسی طرح باقی وہ تمام روایات جو قرات عشرہ کے نام سے کلیات اور مدارس میں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں اور علمی طور پر موجود ہیں اور قراءت کے بے شمار علماء دنیا بھر میں موجود ہیں، جو خدمت قران میں اپنی زندگیاں صرف کر رہے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں طلبہ قرات کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں، اس کو عملی طور پر مصاحف کی شکل میں شائع کیا جائے، تاکہ وہ روایات جو کتب میں موجود ہیں اور زبانی پڑھائی جاتی ہیں عملی اور کتابی طور پر مصاحف کی صورت میں سامنے آجائیں۔ یہ مبارک کام اگر ہو جائے تو کئی اہم فوائد حاصل ہو سکتے ہیں جنھیں زبانی بحث ومباحثہ سے ہم حاصل نہیں کر سکتے۔ ان فوائد میں سے چند اہم فوائد ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں۔

جمع کتابی کے فوائد:

پہلا فائدہ:

قراءت متواتر کو مصاحف کی شکل میں جمع کرنے کا سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ اس سے تا قیامت فتنہ انکار قرات کا عوامی سطح پر قلع قمع ہو جائے گا۔ کوئی بھی شخص اگر انکار قرات کی طرف پیش قدمی کرنا چاہے اور عوام کو اس کے مقابلہ میں مصحف پیش کر دیا جائے تو عوام اس کی بات پر کان دھرنے کی بجائے اس کے درپے ہو جائیں کہ تو قران کا انکار کرتا ہے۔

دوسرا فائدہ:

حجیت قرات کے لئے عوام کی سطح پر خاص علمی دلائل دینے کی چندہ ضرورت نہ رہے گی صرف قران کا دکھا دینا ہی کافی ہو گا جس سے وہ مطمئن ہو جائے گے۔ اگر ابتداء میں مطمئن نہ بھی ہوں تو کم از کم انکار نہیں کر سکیں گے کیونکہ اگر انکار کیا تو قران کا انکار لازم آئے گا۔

تیسرا فائدہ:

جمع کتابی کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ آج کل دنیا میں قران کے متعلق جو نمائشیں ہوتی ہیں، جن میں قران کی مختلف شکلوں مثلاً چھوٹے ترین یا بڑے ترین خط میں قران، ایک بینر پر لکھا ہوا مکمل قران، قران کے قدیم سے قدیم نسخہ جات، مختلف خطوں میں لکھے ہوئے متعدد قرانوں کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے جو کہ مسلمانوں کی قران سے محبت کی غمازی کرتی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اگر جمیع روایات میں شائع شدہ قران بھی

موجود ہوں گے تو ایسی نمائشوں میں ایک علمی اضافہ ہو گا جس سے اس کی اہمیت مزید بڑھے گی۔

چوتھا فائدہ:

جمع کتابی کا ایک انتہائی اہم فائدہ یہ ہے کہ فتنہ انکار حدیث کی سرکوبی ہو گی، کیونکہ انکار حدیث کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ احادیث سے قرات کا ثبوت ہوتا ہے جو کہ منکرین قرات کے مطابق قران کی قطعیت کے منافی ہے۔ لہذا وہ احادیث جن میں قرات کا ذکر ہے غیر مستند ہیں اور جن راویوں سے وہ روایات

صفحہ - 677

منقول ہیں وہ غیر ثقہ ہیں۔ جب قرات مصاحف کی شکل میں موجود ہوں گی تو جس طرح قرات کا انکار ناممکن ہو گا اسی طرح انکار حدیث جو قرات کی بنیاد پر کیا جاتا ہے، ختم ہو جائے گا اور اس سے انکار حدیث کی باقی بنیادوں پر بھی زد پڑے گی۔

پانچواں فائدہ:

جمع کتابی کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ کسی بھی روایتکا مصحف جب تحقیق کے بعد شائع ہو جاتا ہے تو وہ رسم اور ضبط میں معیار بن جاتا ہے۔ پھر جب بھی کوئی مسئلہ پیش آئے تو مصحف کی طرف رجوع کر لیا جاتا ہے۔ اسی طرح جن روایات میں مصحف شائع ہو چکے ہیں وہ رسم اور ضبط بھی ایک معیار بن چکے ہیں اور جن روایات میں مصاحف شائع نہیں ہوتے اور ان میں پایا جانے والا اختلاف شائع شدہ مصاحف میں موجود بھی نہیں ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مصاحف مطبوعہ میں اشمام الحرکتہ بالحرکتہ کی مثال تو موجود ہے جیسے قیل لیکن کسی بھی مصحف میں اشمام الحرف بالحرف کی مثال موجود نہیں۔ جس طرح صراط اور اصدق میں ص اور زاء کا اشمام اگرچہ کتب میں موجود ہے۔ اسی طرح امام یعقوب کی قرات میں یاءات زائد کی ہے جو یاءات زوائد وقف اور وصل دونوں میں پڑھی جاتی ہے ہیں۔ ایسی مثالوں کے لئے بھی مصاحف کی صورت میں معیار مقرر کرنے کی ضرورت ہے جو کہ جمع کتابی کی صورت میں حاصل ہو جائے گا۔

جمع کتابی کے سلسلہ میں "کلیتہ القران، جامعہ لاہور الاسلامیہ اور دیگر اداروں کی خدمات

کلیتہ القران الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ

کلیتہ القران، جامعہ لاہور الاسلامیہ نے جہاں خدمت قران کے کے بہت سے سلسلے شروع کر رکھے ہیں، وہاں جمع کتابی کے سلسلے میں بھی کسی سے پیچھے نہیں رہا اور اس میں وہ کام کیا ہے کہ جو تاریخ اسلام میں اپنی نوعیت اور جامعیت کے اعتبار سے یگانہ حیثیت کا حامل ہے۔ وہ یہ کہ قرات قرانیہ عشرہ متواترہ، جو کہ کلیات اور مدارس میں صدیوں سے پڑھائی جارہی ہیں اور جیسا کہ ہم نے پہلے کہا کہ قواعد وضوابط اور پڑھنے کے انداز تو کتب قرات میں موجود ہیں، لیکن باقاعدہ مصاحف کی شکل میں موجود نہیں ہیں، کلیتہ القران الکریم، جامعہ لاہور کے فضلاء میں سے تقریباًبارہ محقق اساتذہ نے محنت شاقہ فرما کر تین سال کے عرصہ میں وہ تمام غیر متداولہ قرات میں سولہ مصاحف تیار کر لئے ہیں اور جیسا کہ راقم نے پہلے عرض کیا ہے کہ یہ کام اپنی نوعیت اور جامعیت کے حوالے سے تاریخ اسلامی کا پہلا کام ہے۔ یہ کام کویت کے عالمی ادارہ "حامل المسک الاسلامیہ" کی سربراہ تنظیم "لجنۃ الزکاۃ للشامیۃ والشیوخ" کے ایما پر کیا گیا ہے، جس کی مراجعت کے لئے مذکورہ تنظیم کے ذمہ داران کا "لجنتہ مراجعۃ المصاحف" مصر سے تعاقد ہے اور آج کل یہ مشروع اسی ادارہ کے زیر اہتمام تنفیذی مراحل میں ہے۔

ان مصاحف کی تیاری میں "مجمع الملک فہد" کی طرف سے شائع کردہ روایت حفص کے مصحف کو اساس بنایا گیا ہے اور قرات عشرہ کے متعدد

اختلافات کے مطابق علم رسم، علم ضبط اور علم الفواصل کی فنی تفصیلات کا لحاظ کرتے ہوئے رسم مصحف میں تبدیلیاں کر دی گئی ہیں۔ ذیل میں ہم متعدد علوم سے متعلق ان کتب کی ایک فہرست ذکر کرتے ہیں، جن کی روشنی میں اس سارے علمی کو سرانجام دیا گیا ہے۔

صفحہ - 679

کتب علمی قراءات

1۔ جامع البیان فی القراءات السبع المتواترہ از امام ابو عمرو دانی

2۔ النشر فی القراءات العشر از امام ابن جزری

3۔ غیث النفع فی القراءات السبع امام صفاقسی

4۔ عنایات رحمانی شرح شاطبیۃ از استاد القراء قاری فتح محمد پانی پتی

5۔ البدور الزاھرۃ فی القراءات العشر المتواترہ من طریقی الشاطبیہ والدرۃ از شیخ عبد الفتاح القاضی

6۔ مصحف دار الصحابۃ بالقراءات العشر المتواترہ از جمال الدین محمد شریف

7۔ القراءات العشر فی ھامش القران الکریم از محمد کریم راجح

8۔ اجذاء مختلفۃ فی القراءات العشر المتواترہ از قاری رحیم بخش پانی پتی

کتب علم رسم

1۔ المقنع فی معرفۃ رسم المصاحف والامصار از امام دانی

2۔ المحکم فی نقط المصاحف از امام دانی

3۔ کتاب المصاحف از امام ابو بکر عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث السجستانی بالمعروف بابن ابی داؤد

4۔ مختصر التبیین لھجاء التنزیل از امام ابو داؤد سلیمان بن نجاح

5۔ عقیلۃ اتراب القصائد از امام ابو القاسم شاطبی

6۔ دلیل الحیران از الشیخ ابراہیم بن احمد المارغنی

7۔ تنبیہ الخلان علی اعلان بتکمیل مورد الظمان از علامہ عبد الواحد الاندلسی

8۔ نثر المرجان فی رسم نظم القران از محمد غوث بن محمد النائطی

9۔ جامع البیان فی معرفۃ رسم القران از علی اسمعایل الھنداوی

10۔ نفائس البیان فی رسم القران از شیخ محمد ادریس العاصم

کتب علم ضبط

1۔ کتاب النقط از امام ابو عمرو دانی

2۔ المحکم فی نقط المصاحف از امام ابو عمرو دانی

3۔ کتاب اصول الضبط وکیفیتہ علی جھتہ الاختصار از امام ابو داؤد سلیمان بن نجاح

4۔ الطراز فی شرح ضبط الخراز از الامام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ التنیسی

5۔ سمیر الطالبین فی رسم وضبط الکتاب المبین از شیخ علامہ علی محمد الضباع
6۔ ارشاد الطالبین الی ضبط الکتاب المبین از ڈاکٹر محمد سالم المحیسن

صفحہ - 680

کتب علم الفاوصل وعد الآری

1۔ ناظمۃ الزھر فی علم الفواصل از امام ابوالقاسم شاطبی
2۔ بشیر السیر شرح ناظمۃ الزھر از علامہ عبد الفتاح القاضی
3۔ کاشف العسر شرح ناظمۃ الزھر از قاری فتح محمد پانی پتی
4۔ ھدایات الرحیم از قاری رحیم بخش پانی پتی

مجمع الملک فھد بن عبد العزیز

گزشتہ صفحات میں ہم مجمع کتابی کے سلسلہ میں خدمات پر روشنی ڈال چکے ہیں کہ مجمع الملک فھد نے روایت حفص کے علاوہ باقی تین متداول روایات میں مصاحف شائع کر کے باقاعدہ اس کام کی بنیاد ڈالی ہے یقیناوہ اس بارے میں ہونے والے کام کے اجراء میں برابر کے شریک ہیں کیونکہ جس فکرہ کے مطابق ذمہ داران کلیہ القران یہ کام شروع کیا تھاوہ مجمع کے کام ہی سے سامنے آیا۔ مجمع الملک فھد کا علمی کام کون سے شیوخ نے کن کتب کی روشنی میں کیا، اس کی تفصیل ہر ایک مصحف کے آخر میں موجود ہے۔

ہماری حالیہ اطلاعات کے مطابق مجمع الملک فھد نے بھی روایات غیر متداولہ پر کام شروع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جمع کتابی کے مشروع کے سلسلہ میں اہل جہد کی مبارک کاوشیں بارآور فرمائے۔ آمین

دارالقراءت البانیۃ

جمع کتابی کے سلسلے میں علاقہ البانیہ کا ایک ادارہ دارالقراءت بھی کام کر رہا ہے، جس کے تحت قراءات سبعہ کی چودہ مرویات میں سے غیر متداولہ قراءات کی طباعت کا مشروع جاری ہے۔ اہل ادارہ نے اپنے کام کے تعارف کے لئے باقاعدہ ایک ویب سائٹ بھی بنا رکھی ہے۔ طباعت مصاحف کی سلسلہ میں اس ادارہ کا انداز یہ ہے کہ ایک ایک مصحف کی تیاری کر کے اس کی تکمیل کرتے ہیں اور پھر دوسرے مصحف پر کام شروع کر دیتے ہیں۔ یہ ادارہ فی الحال دو مصاحف یعنی مصحف بزی اور مصحف قنبل پر کام مکمل کر چکا ہے اور لجنۃ مراجعۃ المصاحف مصر کے رئیس شیخ القراء ڈاکٹر احمد عیسیٰ معصراوی کی زیر نگرانی تیرہ افراد کی کمیٹی ان دونوں مصاحف کی مراجعت کر چکی ہے اور یہ مصاحف طباعت کے مرحلے میں ہیں۔ اہل ادارہ آج کل روایت ہشام اور روایت ابن ذکوان کی تیاری کے سلسلے میں کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں بھی اپنے بابرکت پروا گرام مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نوٹ

چار متداولہ روایات کو مجمع املک فھد کے علاوہ عالم اسلام کے متعدد ممالک کے مختلف طباعتی اداروں نے بھی نشر کیا ہے۔ وہ مطبوعہ مصاحف جن ان چار روایات میں مختلف مکتبوں کی طرف سے مطبوع ہیں ان میں سے تیس کے قریب اداروں کے مصاحف ہمارے پاس موجود ہیں، جس کی مکمل فہرست آپ قراءات متداولہ اور ان میں مطبوع" مصاحف کا ایک تعارف" کے زیر عنوان لکھے گئے مقالے میں دیکھ سکتے ہیں۔

صفحہ - 681

دعوت فکر!

اے اہل قران! سلف اپنے حصے کا کام کر چکے ان کے پاس حفاظت قران کے جو ذرائع تھے وہ بروئے کار لائے اور حفاظت کلام حمید کا حق ادا کر دیا۔ اب ہمارے کرنے کے دو کام ہیں ایک تو یہ کہ قران کے تلفظ اداء کو محفوظ کریں جس کی طرف مرد درویش ڈاکٹر لبیب سعید نے ہمیں دعوت فکر دی، اپنے حصے کا کام کیا اور مقالہ لکھ کر اپنا پیغام بھی ہم تک پہنچا دیا۔ اب ہمارے ذمہ یہ قرض باقی ہے کہ اس کی کوششیں رنگ لائیں، اس کا لگایا ہوا پودا پھل آور درخت بنے، اس کا ولولہ اہل قران کے لئے محرک بنے، اس کے جذبوں کی تپش حاملین قران محسوس کریں اور حفاظت قرانی کا شوق، شوق صاحبان نظر بنے۔

ہم منتظر ہیں کہ حمیت قرانی کا کون سا پیکر اس آواز پر لبیک کہتا ہے؟ کون سا لحن داؤدی کا مالک اپنی آواز کو اس کام کے لئے وقف کرتا ہے؟ کون سا تلفظ و اداء کا ماہر اس کار خیر کو اپنا مشغلہ بناتا ہے؟ اور کون سا صاحب ثروت اس مبارک کام کے لئے اپنے خزانوں کے منہ کھولتا ہے۔

دوسرا مسئلہ جمع کتابی کا ہے تو اس باب میں ہم نے چند فوائد کی روشنی میں اس کی اہمیت اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ صاحبان علم وبسط کو اس طرف توجہ دینی چاہیے تا کہ ہم حفاظت قران کی ذمہداری سے کلی طور پر عہدبرآں ہو سکیں۔ اس بارے میں علماء کی رائے اگر یہ ہو کہ یہ کام خلاف مصلحت ہے لہذا نہیں کرنا چاہیے تو عرض ہے کہ یہ کام پہلے مجمع الملک فھد اور دیگر ادارے شروع کرا چکے ہیں۔ اس کے فوائد جو ہم نے ذکر کئے ہیں اس بات کے متقاضی ہیں کہ یہ کام ہونا چاہیے لیکن اس کام کو کرنے کے بارے میں ہماری چند سفارشات ہیں:

1۔ یہ کام علمی نوعیت کا ہونا چاہیے، عوامی نوعیت کا نہ ہو تا کہ وہ لوگ جو علم قراءات سے ابتدائی واقفیت بھی نہیں رکھتے وہ کہیں فتنے کا شکار نہ ہو جائیں۔

2۔ جمع روایات میں قران شائع کرنے کے بعد اس کو پوری دنیا کی لائبریریوں میں پہنچایا جائے۔ عوامی سطح پر لانے سے پرہیز کیا جائے البتہ رائے عامہ ہموار کرنے کے بعد عوامی سطح پر بھی لایا جا سکتا ہے۔

3۔ یہ کام ان اداروں کی زیر نگرانی ہونا چاہیے جو مصاحف کی تیاری اور طباعت میں اتھارٹی کی حیثیت رکھتے ہیں مثلاً ادارہ مجمع الملک فھد اور ادارہ بحوث علمیہ مصر کی لجنۃ مراجعۃ المصاحف وغیرہ۔

اللہ ہمیں قران کی خدمت کے لئے چن لے اور ان خدمات کو ذریعہ نجات بنائے۔ آمین۔

یہ قران کی خدمت ہو رہی ہے یا مزید انتشار کے سامان؟ یا محض منکرین حدیث کی گردنیں اڑانے کا لائسنس جاری کروانے کی کوشش؟ گویا اب ہو گا یہ کہ کس میں مجال ہے جو کسی بات سے انکار کر دے؟ نسخہ نمبر 12 لاؤ، ارے یہ تو منکر قران ہے دیکھو دیکھو قران میں کیا لکھا ہے۔ شاید "آیت" رجم کا بھی کوئی ایسا ہی حل نکال لیا جائے۔

والسلام

م۔م۔ مغل

12 جنوري 2010, 06:44ش

مدعا عنقا ہے " ان کے " عالمِ تقریر کا

محمود احمد غزنوی

13 جنوري 2010, 03:51ص

قرآن کی سات مشہور طریقوں سے قراءت کی جاتی رہی ہے جس میں کہیں کہیں زیر زبر پیش وغیرہ کا اختلاف ہے اور یہ حقیقت ہے۔ یہ جو اعراب ہم دیکھتے ہیں یہ تو حجاج بن یوسف نے لگوائے تھے اس سے پہلے قرآن کی کتابت بغیر زیر زبر پیش کے ہوتی تھی۔

arifkarim

13 جنوري 2010, 06:40ش

قرآن کی سات مشہور طریقوں سے قراءت کی جاتی رہی ہے جس میں کہیں کہیں زیر زبر پیش وغیرہ کا اختلاف ہے اور یہ حقیقت ہے۔ یہ جو اعراب ہم دیکھتے ہیں یہ تو حجاج بن یوسف نے لگوائے تھے اس سے پہلے قرآن کی کتابت بغیر زیر زبر پیش کے ہوتی تھی۔

القلم قرآن فانٹ کے متن پر تیاری کے دوران ہمنے مختلف برصغیری نسخوں سے رہنمائی حاصل کی تھی۔ گو کہ ان سب میں زیر، زبر، پیش کا ٹکراؤ اتنا خاص نہیں تھا۔ البتہ علامات قرآنی میں خاصا فرق موجود تھا۔ یوں ایک "حلوہ" سے بچنے کیلئے معروف زمانہ قرآن پبلشنگ سسٹم کے متن کا انتخاب کیا گیا جو کہ بقول انکے بہت سے معروف مفتیان و علماء کرام نے کئی بار پروف ریڈ کیا ہے!

باسم

14 جنوري 2010, 02:20ش

قرآت کا اختلاف حق ہے اس کا واضح ثبوت قدیم ترین مصحف ہے۔
ابتدا میں قبائل عرب کو مختلف قبیلے کے لہجے میں پڑھنے میں دشواری ہوئی تو سبعہ احرف کے ذریعے امت پر آسانی ہوئی
جب تک اس کا علم رہا اختلاف نہ ہوا جب لاعلمی ہوئی تو اختلاف بھی ہوا پھر جمع عثمان رضی اللہ عنہ کے ذریعے یہ اختلاف ہمیشہ کیلیے ختم ہو گیا
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار یا پانچ مصاحف تیار کرواکر مختلف دینی مراکز میں بھجوائے، ان مصاحف میں تمام قرآت کو جس قدر ہو سکا جمع کیا گیا اور جہاں ممکن نہ ہوا وہ کسی ایک مصحف میں لکھ دی گئی اور ہر علاقے میں وہی مصحف مشہور ہوا جو وہاں بھیجا گیا تھا اور اب تک ایسا ہی ہے اور اختلاف سے بچنے کی یہی بہترین صورت تھی۔
یہی وجہ ہے کہ پاک و ہند میں مصحف مدینہ رائج نہیں ہو سکا اور نہ عرب ممالک میں جدید عربی رسم الخط میں مصاحف چھاپنے کی تجویز کو پزیرائی مل سکی۔
علمی سطح پر متواتر قرآت کو مصحف کی شکل میں باقی رکھنے کی ضرورت اگر ہے بھی تو اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے امام مصحف کو شائع کیا گیا۔
عوامی سطح پر نہ امام مصحف کی اشاعت مناسب ہے نہ متواتر قرآت کے مصاحف کی

ایک سوال: قدیم اسلامی مخطوطات کی ایک کتاب میں امام مصحف سے نقل شدہ قدیم نسخے کی کراچی میں موجودگی کا علم ہوا کسی صاحب کو معلوم ہے کہ یہ کس میوزیم میں ہے؟

طالوت

16 جنوري 2010, 02:29ش

قرآن کی سات مشہور طریقوں سے قراءت کی جاتی رہی ہے جس میں کہیں کہیں زیر زبر پیش وغیرہ کا اختلاف ہے اور یہ حقیقت ہے۔ یہ جو اعراب ہم دیکھتے ہیں یہ تو حجاج بن یوسف نے لگوائے تھے اس سے پہلے قرآن کی کتابت بغیر زیر زبر پیش کے ہوتی تھی۔

کمال حیرت ہے، پھر یہ دعوٰی کیونکر کیا جاسکتا ہے کہ قران میں اختلافات نہیں۔ اور پھر یہ دعوی کہ قران ہم تک من و عن پہنچا؟ رہی اعراب تو محض اعراب ہی نہیں نقطے بھی بعد میں لگائے گئے۔ کہانی دلچسپ ہے۔

وسلام

محمود احمد غزنوی

17 جنوري 2010, 04:04ص

کمال حیرت ہے، پھر یہ دعوٰی کیونکر کیا جاسکتا ہے کہ قران میں اختلافات نہیں۔ اور پھر یہ دعوی کہ قران ہم تک من و عن پہنچا؟ رہی اعراب تو محض اعراب ہی نہیں نقطے بھی بعد میں لگائے گئے۔ کہانی دلچسپ ہے۔

وسلام

ایک حیرت وہ ہوتی ہے جو جہالت کی کوکھ سے جنم لیتی ہے۔ اور دوسری حیرت وہ ہے جو علم عطا کرتا ہے۔ اب آپ خود ہی سوچ لیں کہ آپکے والی حیرت کس قسم کی ہے:) ;)۔۔۔۔

طالوت

17 جنوري 2010, 03:23ش

ایک حیرت وہ ہوتی ہے جو جہالت کی کوکھ سے جنم لیتی ہے۔ اور دوسری حیرت وہ ہے جو علم عطا کرتا ہے۔ اب آپ خود ہی سوچ لیں کہ آپکے والی حیرت کس قسم کی ہے:) ;)۔۔۔۔

ظاہر ہے میرے نام کے آگے پیچھے کہیں بھی عالم مولانا محترم ڈاکٹر یا شیخ وغیرہ دکھائی نہیں دیتا تو یقینا یہ جہالت کی کوکھ سے جنم لی ہوئی حیرت ہو گی:rolleyes: اگر آپ اسے علمی حیرت میں تبدیل فرمائیں تو بندہ ممنون ہو گا۔

منتظر۔۔۔۔۔۔۔۔

وسلام

محمود احمد غزنوی

18 جنوري 2010, 03:10ص

اس موضوع پر ابو بکر الباقلانی کی کتاب 'الانتصار' کی

دوست اگر آپ مذکورہ کتاب کا مطالعہ کریں تو بات اور بھی واضح ہو جائے گی۔ اس سلسلے میں جناب رحمت اللہ طارق صاحب کی تحقیق بھی اسی کتاب میں موجود ہے۔

تاہم میں اب پھر سے حیرت میں ہوں کہ اس قدر علم رکھنے والے لوگ جیسے مودودی صاحب تک اختلاف قرات کے برجوش حامی رہے جبکہ یہ تو عام سمجھ کی بات ہے۔ شاید روایت پرستی کا اثر ہے وگرنہ یہ تو کوئی عام سمجھ رکھنے والا بھی با آسانی سمجھ سکتا ہے اور پھر مودودی صاحب تاریخ کے اس قدر شیدائی ہیں کہ کچھ بھی پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ اور پھر اختلاف قرات سے قران کی جو حیثیت متعین ہوتی ہے وہ اہل اسلام کے لئے خاصی پریشان کن ہونا چاہیے۔ کیونکہ قران ہی واحد شئے ہے جس کے باعث ہم اسلام کا مضبوطی سے دفاع کرتے آئے ہیں۔
وسلام

محمود احمد غزنوی

21 جنوري 2010, 02:39ش

قراءت کا اختلاف قیاس آرائی یا روایت نہیں بلکہ حقیقت ہے اور ہر دور میں یہ حقیقت موجود رہی ہے اسکو جھٹلانے کا مطلب خود فریبی کے سوا اور کچھ نہیں۔۔۔ جب قرآن میں اللہ تعالی نے فرما دیا کہ 'ہم نے یہ ذکر نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں'۔۔۔ تو اسکا مطلب یہی ہے کہ قرآن کو ان سات قراءتوں سے پڑھنا اس آیت میں بیان کی گئی حفاظت کے خلاف نہیں جاتا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو معاذاللہ اللہ کا وعدہ جھوٹا ثابت ہوتا کیونکہ قرآن کی سات اندازسے قراءت ایک حقیقت ہے۔ اور یہ آیت بھی ایک حقیقت ہے پس یہ دونوں حقیقتیں متعارض و متناقض نہیں ہیں۔

طالوت

22 جنوري 2010, 06:35ش

جی ہاں یہ آپس میں بالکل متضاد نہیں۔ بے شک کسی قاری کی قرات میں قران کی تین سورتیں اڑادی جائیں یا آیتوں کا اضافہ کر لیا جائے۔ سبحان اللہ!
اور اختلاف قرات کے قریب قریب سارے راوی و قاری غلام، عجمی الاصل، کئی ایک مجہول الحال کوئی کسی کا شاگرد نہیں کوئی کسی کا استاد نہیں کسی نے سرے سے قران پڑھا نہیں مگر قاری۔
بات وہی ہے صاحب کہ اختلاف قرات نہ تو کسی طور ثابت کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس سے قران کا محفوظ ہونا ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی وہ دعویٰ مسلمین کا کہ رسول عربی کے زمانے سے قران بغیر کسی زیر زبر پیش کے اضافے و کمی کے چلا آتا ہے۔ یہ خود فریبی ان حضرات کی ہے جو اس پر یقین رکھتے ہیں۔ ااور اختلاف قرات کے یقین پر قران میں اتنے نقائص پیدا ہونے کے باوجود آپ کا یہ فرمانا کہ " قرآن کی سات اندازسے قراءت ایک حقیقت ہے۔ اور یہ آیت بھی ایک حقیقت ہے پس یہ دونوں حقیقتیں متعارض ومتناقض نہیں ہیں" ۔؟؟؟؟ ویسے میں مذکورہ کتاب کر بر قیانے کی کوشش کر رہا ہوں تاکہ اختلاف قرات کے فتنے کے خاتمے میں اپنا فرض پورا کر سکوں۔ اگر آپ اس کے خلاف ہیں تو اپنا فرض پورا کیجئے فیصلہ خود قارئین کر لیں گے۔

میرے خیال میں آپ نے جو پیار بھرے انداز میں ہنستے مسکراتے مجھے جہالت کی کوکھ کا طعنہ دیا تھا اس پر نظر ثانی فرمالیں۔

والسلام

شاکر

24 جنوري 2010, 09:38ص

بات وہی ہے صاحب کہ اختلاف قرات نہ تو کسی طور ثابت کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس سے قران کا محفوظ ہونا ثابت ہوتا ہے
بھائی، گزارش ہے کہ ماہنامہ رشد کے جس شمارے سے آپ نے فقط ایک مضمون نقل کیا ہے۔ اس شمارے کے سات صد پلس صفحات میں اختلاف قراءت کی حقیقت کو کئی طرح سے ثابت کیا گیا ہے۔ نیز دور حاضر میں اختلاف قراءات پر کئے جانے والے متجددین کے ہر چھوٹے بڑے اعتراض کے جوابات دئے گئے ہیں۔ اور یاد رہے کہ یہ صرف حصہ اول تھا۔ اسی قراءات نمبر کا دوسرا حصہ بھی چند ماہ پہلے شائع ہو چکا ہے۔ اور بلاشبہ اختلاف قراءات کے موضوع پر اردو زبان میں اس سے بہتر مواد موجود نہیں۔
حقیقت سے نظریں چرانے سے کچھ حاصل نہیں۔ یہ خالص علمی موضوع ہے۔ تمنّا عادی صاحب کے پیش کردہ شبہات کا جواب بھی اسی رشد کی جون 2009 کی اشاعت، قراءات نمبر حصّہ اوّل، میں صفحہ 475 پر بعنوان "منکر قراءات علامہ تمنا عادی کے نظریات کا جائزہ" ملاحظہ فرمالیں۔ یکطرفہ مطالعہ کی بنیاد پر دلائل کا وزن کئے بغیر فیصلے کرلینا دانشمندی نہیں۔ اگر آپ رشد کی ان دونوں اشاعتوں کو مکمل پڑھ لیں تو مجھے یقین ہے کہ کوئی بھی مخلص شخص اختلاف قراءات کی حقیقت کا انکار نہیں کرسکتا۔
الحمدللہ یہ دونوں خصوصی نمبرز ان پیج فارمیٹ میں دستیاب ہیں۔ اور ادارہ محدّث کی اجازت بھی حاصل ہے۔ لہٰذا ان شاءاللہ جلد ہی احباب اسے کتاب وسنت ڈاٹ کام (http://www.KitaboSunnat.com) پر یونی کوڈ حالت میں ملاحظہ فرماسکیں گے۔

طالوت

24 جنوري 2010, 06:32ش

شکریہ شاکر۔ بقیہ بات ان خصوصی نمبرز کے مطالعہ کے بعد ہو گی۔ تاہم یہ دلائل ایسے نہیں کہ آسانی سے ہضم کئے جاسکیں اور سچ تو یہ ہے کہ ان پر مزید بحث کی گنجائش ہی نہیں کیونکہ مولانا عمادی اور جناب رحمت اللہ طارق نے قرات سے متعلق ممکنہ مثبت و منفی دونوں قسم کی دلیلیں متقدمین کی طرف سے پیش کئے ہیں جو ان کی دیانت داری اور موضوع پر مکمل مطالعے کا مظہر ہے۔ مگر بہر حال خصوصی نمرز کا انتظار رہے گا۔
والسلام

باسم

25 جنوري 2010, 03:17ش

عربی زبان ہو یا کوئی اور زبان، حروف وضع کرنے والوں کا یہ ہمیشہ سے وطیرہ رہا ہے کہ وہ حرفوں کے درمیان فرق کو ہمیشہ مدنظر رکھتے ہیں۔ عربی زبان کے اٹھائیس حروف میں سے قریبا22 حروف ہم شکل ہیں۔ اور بغیر اعراب کے شاید تو معاملہ کچھ سمجھا جا سکے مگر بغیر نقاط کے ایسے حروف وضع کرنے والا ضرور دماغی خلل کا شکار ہے۔ اور ظاہر ہے ایسا نہیں۔ بلکہ نقاط و اعراب کا ثبوت دور جاہلیت کے عربی ادب سے بھی ملتا ہے۔ اور نہ بھی ملے تو یہ بات اس قدر خلاف عقل ہے کہ مانی ہی نہیں جا سکتی۔

یہ موقف عقلی بنیادوں پر بظاہر مضبوط ہے مگر بغیر نقاط کے حروف کو درست پڑھنا ایسا خلاف عقل بھی نہیں

" قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے " اس جملے کو بغیر نقطوں کے لکھا جائے تب بھی اردو پڑھ لینے والا اس جملے کو درست پڑھے گا

پھر جب اس کے ساتھ معلم کی تعلیم بھی شامل ہو تو غلطی کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے

اب اس کے ساتھ اگر معلم نقطے بھی لگا دے تو غلطی کا امکان نہ رہے گا۔

جب ہم قرآن مجید کے قدیم ترین مصاحف (http://en.wikipedia.org/wiki/File:Qur%27anic_Manuscript_-_3_-_Hijazi_script.jpg) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک والا ناموں (http://www.islamicsupremecouncil.com/tabarruk/letter2.jpg) کے عکس دیکھتے ہیں تو ہمیں ان میں نقاط نظر نہیں آتے۔

اس صورتحال میں، بیان کیے گئے موقف کو تسلیم کرنا مشکل ہے

بلکہ قدیم ترین امام مصحف (http://www.ircica.org/mushaf-al-sharif-attributed-to-uthman-bin-affan/irc788.aspx) پر کی گئی تحقیق تو اس بات کو بہت واضح کر دیتی ہے۔

"طوپ کاپی میں محفوظ مصحف کا جائزہ لینے سے ایک بات سامنے آئی کہ دوسرے مصاحف میں ادغام کی جو علامت استعمال ہوئی ہے اس کے ایک بڑے حصے میں وہی علامت استعمال ہوئی ہے۔

حرف "ب" کے اوپر ایک لائن "ت" کے اوپر دو لائنیں اور حرف "ث" پر تین لائنیں لگائی گئی ہیں تاکہ حروف ایک دوسرے سے جدا نظر آ سکیں اور اسی طرح حرف "ن" اور "ی" بھی اوپر بیان کیے گئے طریقے کے مطابق لکھے گئے تھے۔ یعنی ایک لائن حرف "ن" کے اوپر اور دو لائنیں حرف "ی" کے نیچے لگائی گئی تھیں، ان ایک جیسے حروف کے مجموعے میں لفظ "ث" پر لگائی جانے والی تین لائنیں بہت شاذ نظر آتی ہیں۔

اسی طرح حرف "ج"، "ح" اور "خ" ہیں۔ "ج" پر ایک لائن اور "خ" کے اوپر ایک لائن اور "ح" بغیر کسی نقطے کے نظر آتا ہے۔

د ذ ر ذ س ش ط ظ

ان حروف پر نہ کوئی علامت ادغام ہے نہ ہی کوئی خط۔ یہ اسی حالت پر برقرار رہتے ہیں جیسے ادغام سے پہلے ہوتے ہیں۔

حرف صاد اور ضاد کا فرق بغیر کسی لائن یا علامت کے استعمال کیے سابقہ حرف سے پتہ چلایا جاتا ہے، حرف "ف" پر ایک خط اور "ت" کے نیچے ایک خط کھینچ کر انہیں مختلف ظاہر کیا گیا ہے۔"

روزنامہ امت 10 مئی 2009، ترجمہ مولانا سلمان احمد عباسی

اور اس تحقیق کے نتیجے پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی گئی ہے

"ہماری نظر میں طوپ کاپی مصحف کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ مصحف انسانیت کو یہ پیغام دیتا ہے آج پڑھا جانے والا قرآن اپنی اصلی حالت پر برقرار ہے۔ بار بار دیا جانے والا پیغام یہ ہے کہ ہم تک پہنچنے والی مشہور اور مستند قراءتیں بلا تحریف ہیں۔"

انتہا

26 جنوری 2010, 05:59 ص

ہم یہ بات دیانت داری سے سوچیں کہ اگر اس فورم پر کوئی عیسائی آ جائے تو یہ باتیں پڑھ کر وہ تو یہی سمجھے گا کہ مسلمانوں کے تو بیس قرآن ہیں اور ہماری صرف چار انجیل کی کتابیں ہیں۔ ان مسلمانوں سے تو ہم عیسائی ہی اچھے ہیں۔ ایسے دھاگے جن میں اس طرح کے علمی اختلافات کر کے آخر کس چیز کو پھیلایا جا رہا ہے؟ ذرا ہم سب اس کو سوچیں۔
آیا ان سے علم میں اضافہ ہو رہا ہے یا تفرقہ میں؟

شاکر

26 فروری 2010, 07:26 ص

وعدہ کے مطابق ماہنامہ رشد کا خصوصی قراءات نمبر (حصہ اول) حاضر ہے۔ اس لنک (http://kitabosunnat.com/kutub-library/article/urdu-islami-kutub/quran-aur-uloom-ul-quran/31-qirat-saba-wa-ashra/435-monthly-rushad-ka-qirat-no.html) سے ڈاؤن لوڈ فرمالیں۔

شاکر

28 فروری 2010, 09:12 ص

الحمدللہ، ماہنامہ رشد کا خصوصی قراءات نمبر (حصہ دوم) بھی آج اپ لوڈ کر دیا گیا ہے۔ دلچسپی رکھنے والے احباب درج ذیل ربط سے ڈاؤن لوڈ فرما سکتے ہیں۔
ماہنامہ رشد۔۔ خصوصی قراءات نمبر (حصہ دوم) ۔۔ ڈاؤن لوڈ ربط (http://www.kitabosunnat.com/kutub-library/article/urdu-islami-kutub/quran-aur-uloom-ul-quran/31-qirat-saba-wa-ashra/437-monthly-rushad-ka-qirat-no.html)

شاکر

28 فروری 2010, 09:13 ص

ماہنامہ رشد۔۔ خصوصی قراءات نمبر (حصہ اول) کے اہم مضامین:

1۔ مدارس دینیہ میں قراءات کی ضرورت

2۔ فاقرءواماتیسر من القرآن

3۔ احادیث مبارکہ میں واردشدہ قراءات

4۔ قرآن کریم کے متنوع لہجات اوران کی حجیت

5۔ احادیث کی روشنی میں ثبوت قراءات

6۔ برصغیرپاک وہند میں تجوید وقراءات کا آغاز

7۔ متعدد قراءات کو ثابت کرنے والی جملہ احادیث

8۔ سبعہ احرف سے مراد اور قراءات عشرہ کی حجیت

9۔ قرآن کے سات حروف

10۔ قراءات عشرہ کی اسانید اوران کا تواتر

11۔ تعارف علم قراءات---اہم سوالات وجوابات

12۔ اختلاف قراءات قرآنیہ اور مستشرقین

13۔ قراءات قرآنیہ کا مقام اور مستشرقین کے شبہات

14۔ منکر قراءات علامہ تمناعمادی کا نظریات کا جائزہ

15۔ قرآن اور قراءات قرآنیہ کے ثابت ہونے کا ذریعہ

16۔ مصحف مدینہ کی اہمیت اور تعارف

17۔ اشاریہ برموضوع علم تجوید وقراءات

شاکر

28فروري2010, 09:16ص

ماہنامہ رشد۔۔خصوصی قراءات نمبر(حصہ دوم) کے اہم مضامین:

آئینہ رشد

فہرست مضامین

قرآن مجید کا صوتی جمال اور اسلامی کلچر

حدیث وسنت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات کا مجموعہ

قراءات کی حجیت، اہمیت اور امت کا تعامل
تعارف علم القراءات۔۔۔ اہم سوالات وجوابات
ضابطہ ثبوت قراءات کا تفصیلی جائزہ
قراءات قرآنیہ کی اساس۔۔۔۔ تلقی وسماع

اعجاز قرآنی

احکام فقہ میں قراءات قرآنیہ کے اثرات
علم تفسیر پر قراءات قرآنیہ کے اثرات
رسم قرآنی کا اعجاز اور اس کے معانی پر اثرات

تحقیق و تنقید

نظریہ النحو القرآنی۔۔۔۔۔۔ ایک تحقیقی جائزہ
تواتر کا مفہوم اور ثبوت قرآن کا ضابطہ
نماز میں قراءات متواترہ کی تلاوت
الحال والمرتحل۔۔۔ شرعی حیثیت
بین السورتین تکبیرات۔۔۔۔ تحقیقی جائزہ
مروجہ محافل قراءات۔۔۔ ناقدانہ جائزہ

انکار قراءات

علم الضبط کا آغاز وارتقاء اور ممیزات
جدید قواعد املا پر کتابت مصاحف کی ممانعت
رسم عثمانی کا التزام اور علمائے امت کی آراء
علم وقف وابتداء۔۔۔۔ تعارفی جائزہ

متفرقات

محدث قراء کرام
مفسر قراء کرام
فقہائے احناف میں قراء کرام
فقہائے مالکیہ میں قراء کرام
فقہائے شافعیہ میں قراء کرام
فقہائے حنابلہ میں قراء کرام
نحوی ولغوی قراء کرام
قدیم مؤلفین میں سے قراء کرام

انٹرویوز

مولانا حافظ عبد الرحمن مدنی سے ملاقات
قاری محمد ادریس العاصم سے ملاقات

کتابیات

سابقہ ادوار میں لکھی گئیں کتب قراءات کا جائزہ
جامعات میں تجوید و قراءات پر لکھے گئے مقالات
علم قراءات کے متعلقہ مخطوطات۔۔۔تعارف
کشف الظنون میں کتب قراءات کا ایک جائزہ

سیر و سوانح

امام ابو القاسم الشاطبی رحمہ اللہ
علامہ علی محمد الضباع رحمہ اللہ

ادارہ

اخبارالجامعہ

قراءت نمبر (حصہ اول) کے بارے میں تبصرے

ناصف

11اپریل2010, 07:50ص

جناب طالوت اصل کااعتراض کیاھے

فرید احمد

25اپریل2010, 11:21ص

اختلاف قرأت کی بناپر قرآن کے الگ الگ نسخے چھاپنے کا حکم !

http://www.banuri.edu.pk/ur/node/1025

طالوت

25اپریل2010, 05:40ش

بات محض اتنی ہے کہ اگر یہ اختلاف تلفظ پر ہوتا تو قابل قبول تھا، مگر اگر یہ کہا جائے کہ فلاں آیت فلاں اختلافی نسخے میں موجود ہے اور فلاں میں نہیں۔ تو زہر کا یہ کڑوا گھونٹ پیا نہیں جاتا۔ البتہ جن کے خیال میں اس سے قران کی اس خصوصیت کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا جس کی بنا پر ہم آج تک اس مکرم کتاب کا دفاع کرتے آئے ہیں تو ایسی عقلمندی سے میں محروم ہوں اور رہنا بھی چاہتا ہوں۔

وسلام

---

http://www.urduweb.org/mehfil/showthread.php?27780-

کیا-اب-قران-کے-بیس-مختلف-نسخے-پڑھنا-ہوں-گے-؟

http://www.urduweb.org/mehfil/showthread.php?27780-%DA%A9%DB%8C%D8%A7-%D8%A7%D8%A8-%D9%82%D8%B1%D8%A7%D9%86-%DA%A9%DB%92-%D8%A8%DB%8C%D8%B3-%D9%85%D8%AE%D8%AA%D9%84%D9%81-%D9%86%D8%B3%D8%AE%DB%92-%D9%BE%DA%91%DA%BE%D9%86%D8%A7-%DB%81%D9%88%DA%BA-%DA%AF%DB%92-%D8%9F/page2

Attack on Islam: The 20 Versions of the Qur'an today. (7 are recorded in the Hadith.)

Qur'an of today is different than what Muhammad revealed!



Islam: Truth or Myth?

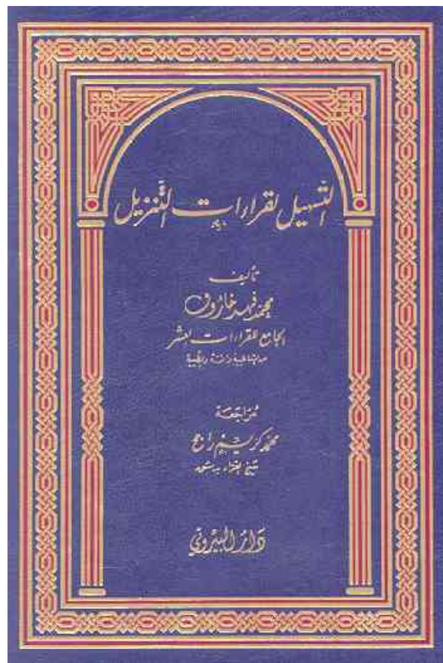
The Muslim Claim that the Qur'an is unchanged:
No other book in the world can match the Qur'an ... The astonishing fact about this book of ALLAH is that it has remained unchanged, even to a dot, over the last fourteen hundred years. ... No variation of text can be found in it. You can check this for yourself by listening to the recitation of Muslims from different parts of the world. (Basic Principles of Islam, Abu Dhabi, UAE: The Zayed Bin Sultan Al Nahayan Charitable & Humanitarian Foundation, 1996, p 4)

Many Variant Readings of the Quran

1. "Muslims attack the Bible on the grounds that it sometimes has conflicting wording from different manuscripts. Yet this is exactly the case with the text of the Quran. There are many conflicting readings on the text of the Quran as Arthur Jeffery has demonstrated in his book, Material for the History of the Text of the Quran" (New York, Russell F. Moore, 1952).
2. Mentions Variant readings in the Koran: Dashti, 23 Years, p. 28
3. Mentions Variant readings in the Koran: Mandudi, Meaning of the Quran, pp. 17-18
4. Mentions Variant readings in the Koran: McClintock and Strong, Cyclopedia, V152).
5. "[the Koran] had a large number of variants, not always trifling in significance" (Islam, p. 189).
6. "It is interesting to note that in scholarly Muslim journals, there is beginning to be a grudging acknowledgment of the fact that there are variant and conflicting readings on the text of the Quran" (One example would be Saleh al-Wahaihu, "A Study of Seven Quranic Variants," International Journal of Islamic and Arabic Studies, Vol. V (1989), #2, pp. 1-57).
7. "The Muslin accounts of the history of the Quran texts are a mass of confusion, contradiction and inconsistencies" (Burton, Collection, p. 231).
8. "Abdollah renounced Islam on the ground that the revelations, if from God, could not be changed at the prompting of a scribe such as he. After his apostasy he went to Mecca and joined the Qorayshites" (Dashti, 23 Years, p. 98).

9. "There being some passages in the Quran which are contradictory, the Muhammadan doctors obviate any objection from thence by the doctrine of abrogation; for they say that God in the Quran commanded several things which were for good reasons afterwards revoked and abrogated" (E. Wherry, A Comprehensive Commentary on the Qurun, p. 110).
10. "It is to us astounding how so compromising a procedure can have been permitted to be introduced into the system by friends and foes (Canon Sell in his work, Historical Development of the Qura, Madras: Diocesan Press, 1923, pp. 36-37).
11. "When Muhammad died there existed no singular codex of the sacred text" (Caesar Farah, Islam: Beliefs and Observations, New York; Barrons, 1987, p. 28).
12. "One thing only is certain and is openly recognized by tradition, namely, that there was not in existence any collection of revelations in the final form, because, as long as he was alive, new revelations were being added to the earlier ones" (The Shorter Encyclopedia of Islam p. 271).

The proof the Muslim claim is false, is in this book:



Translation of front cover:
Making Easy the Readings of What Has Been Sent Down
Author
Muhammad Fahd Khaaruun
The Collector of the 10 Readings
From Al-Shaatebeiah and Al-Dorraah and Al-Taiabah
Revised by
Muhammad Kareem Ragheh
The Chief Reader of Damascus
Daar Beirut
Click photos for enlargement

As you can see, the boxed text is the text of the Qur'an and the margins at the left and the bottom are variant readings. There are more known variants than this book includes. Even worse, there are more than readers in existence, but this book limits the variants to only these 10 readers.

Click photos for enlargement



What Muslim and non-Muslim scholars say about the known variations/versions within the Qur'an being used in the world today:

- "owing to the fact that the kufic script in which the Koran was originally written contained no indication of vowels or diacritical points, variant readings are recognized by Muslims as of equal authority." (N.J. Dawood, The Koran, Middlesex, England: Penguin Books, 1983, p 10, introduction to Dawood's translation of the Koran)
- "Lists of the differences between the two transmissions are long, ... (however) The simple fact is that none of the differences, whether vocal (vowel and diacritical points) or graphic (basic letter), between the transmission of Hafs and the transmission of Warsh has any great effect on the meaning. Many are differences which do not change the meaning at all, and the rest are differences with an effect on meaning in the immediate context of the text itself, but without any significant wider influence on Muslim thought. One difference (Q. 2/184) has an effect on the meaning that might conceivably be argued to have wider ramifications." (Adrian Brockett, `The Value of the Hafs and Warsh transmissions for the Textual History of the Qur'an', Approaches to the History of the Interpretation of the Qur'an, ed. Andrew Rippin; Oxford: Clarendon Press, 1988, p 34,37)

- "the Reading of Abu `Amr in the version of al-Duri ... prevails in the Sudan, Nigeria, and Central Africa." (Labib as-Said, *The Recited Koran: A History of the First Recorded Version*, tr. B. Weis, et al, Princeton, New Jersey: The Darwin Press, 1975, p. 84)

(C)ertain variant readings existed and, indeed, persisted and increased as the Companions who had memorised the text died, and because the inchoate (basic) Arabic script, lacking vowel signs and even necessary diacriticals to distinguish between certain consonants, was inadequate. ... In the 4th Islamic century, it was decided to have recourse (to return) to "readings" (*qira'at*) handed down from seven authoritative "readers" (*qurra'*); in order, moreover, to ensure accuracy of transmission, two "transmitters" (*rawi*, pl. *ruwah*) were accorded to each. There resulted from this seven basic texts (*al-qira'at as-sab'*, "the seven readings"), each having two transmitted versions (*riwayatan*) with only minor variations in phrasing, but all containing meticulous vowel-points and other necessary diacritical marks. ... The authoritative "readers" are:
Nafi (from Medina; d.169/785)
Ibn Kathir (from Mecca; d.119/737)
Abu `Amr al-'Ala' (from Damascus; d.53/770)
Ibn `Amir (from Basra; d.118/736)
Hamzah (from Kufah; d.156/772)
al-Qisa'i (from Kufah; d.189/804)
Abu Bakr `Asim (from Kufah; d.158/778)
The predominant reading today, spread by Egyptian Koran readers, is that of `Asim in the transmission (*riwayah*) of Hafs (d. 190/805). In Morocco, however, the reading is that of Nafi` in the *riwayah* of Warsh (d. 197/812) and Maghrebin Korans are written accordingly. (Cyril Glassé, *The Concise Encyclopedia of Islam*, San Francisco: Harper & Row, 1989, p 324)

20 versions of the Qur'an!

Here is a list of the ten readers, each of which have two versions

The Readers and their Transmitted Versions	
The Reader	**The Transmitter**
"The Seven" readers	
Nafi`	Warsh
	Qalun
Ibn Kathir	al-Bazzi
	Qunbul
Abu `Amr al-'Ala'	Al-Duri
	al-Suri
Ibn `Amir	Hisham

	Ibn Dhakwan
Hamzah	Khalaf
	Khallad
al-Qisa'i	al-Duri
	Abu'l-Harith
Abu Bakr `Asim	Hafs
	Ibn `Ayyash
"The Three" readers	
Abu Ja`far	Ibn Wardan
	Ibn Jamaz
Ya`qub al-Hashimi	Ruways
	Rawh
Khalaf al-Bazzar	Ishaq
	Idris al-Haddad
There are even more Readers than these but these are considered the most authoritative.	

Seven different version of the Koran:

- "What is said about Al-Mutaawwilin (those who form wrong opinions of disbelief about their Muslim brothers). Umar bin Al-Khattab said, "I heard Hisham bin Al-Hakim reciting Surat-al-Furqan during the lifetime of Allah's Apostle (SAW). I listened to his recitation and noticed that he recited it in several different ways which Allah's Apostle (SAW) had not taught me. So I was about to jump over him during his prayer but I waited till he finished his prayer whereupon I put, either his upper garment or my upper garment, around his neck and seized him by it and asked him, "Who has taught you this Sura?" He replied, "Allah's Apostle (SAW) has taught it to me." I said (to him), "You have told a lie! By Allah, Allah's Apostle (SAW) has taught me this Sura which I have heard you reciting." So I dragged him, to Allah's Apostle (SAW), I said, "O Allah's Apostle! I have heard this man reciting Surat-al-Furqan in a way which you have not taught me, and you did teach me Surat-al-Furqan." On that Allah's Apostle (SAW) said, "O Umar, release him! Recite, O Hisham." So Hisham recited before him in the way as I had heard him reciting. Allah's Apostle (SAW) said, "It has been revealed like this." Then Allah's Apostle (SAW) said, "Recite O Umar." So I recited it. The Prophet (SAW) said, "It has been revealed like this." And then he added, "This Quran has

been revealed to be recited in seven different ways, so recite it which ever way easier for you." (See Hadith No. 514 Vol. 6) Vol. 9 - Apostates - Chapter 9 27/30)

الجزء الثالث — سورة البقرة

وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ
يَعْلَمُهُۥ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿٢٧٠﴾ إِن تُبْدُوا۟
ٱلصَّدَقَٰتِ فَنِعِمَّا هِىَ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا ٱلْفُقَرَآءَ
فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّـَٔاتِكُمْ
وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٧١﴾ ۞ لَّيْسَ عَلَيْكَ هُدَىٰهُمْ
وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهْدِى مَن يَشَآءُ وَمَا تُنفِقُوا۟ مِنْ خَيْرٍ
فَلِأَنفُسِكُمْ وَمَا تُنفِقُونَ إِلَّا ٱبْتِغَآءَ وَجْهِ ٱللَّهِ
وَمَا تُنفِقُوا۟ مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ
﴿٢٧٢﴾ لِلْفُقَرَآءِ ٱلَّذِينَ أُحْصِرُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ
لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِى ٱلْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ
ٱلْجَاهِلُ أَغْنِيَآءَ مِنَ ٱلتَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَٰهُمْ
لَا يَسْـَٔلُونَ ٱلنَّاسَ إِلْحَافًا وَمَا تُنفِقُوا۟ مِنْ خَيْرٍ
فَإِنَّ ٱللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٌ ﴿٢٧٣﴾ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُم
بِٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ
رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٢٧٤﴾

٤٦

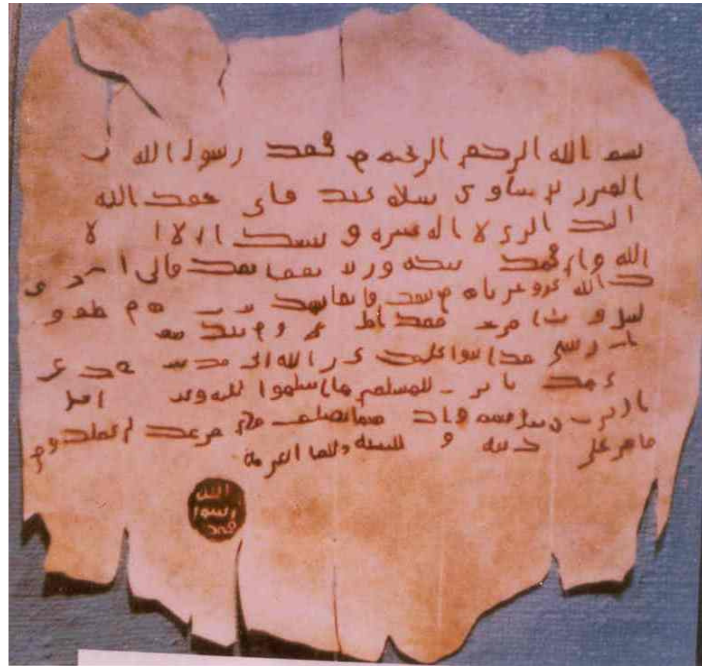
(٢٧١) ﴿فَنَعِمَّا﴾ ابن عامر، وحمزة، والكسائي، وخلف.
﴿فَنِعِمَّا﴾ ورش، وابن كثير، وحفص، ويعقوب.
﴿فَنِعْمَّا﴾ قالون، وأبو عمرو، وشعبة، بخلف عنهم، وأبو جعفر. وباختلاس كسرة العين: قالون، وأبو عمرو، وشعبة، وهو الوجه الثاني لهم.
(٢٧١) ﴿هِيَ﴾ وقف يعقوب بهاء السكت.
(٢٧١) ﴿فَهْوَ﴾ قالون، وأبو عمرو، والكسائي، وأبو جعفر.
﴿فَهُوَ﴾ الباقون، ووقف يعقوب بهاء السكت.
(٢٧١) ﴿وَنُكَفِّرْ﴾ نافع، وحمزة، والكسائي، وأبو جعفر، وخلف.
﴿وَنُكَفِّرُ﴾ ابن كثير، وأبو عمرو، وشعبة، ويعقوب.
﴿وَيُكَفِّرُ﴾ الباقون.
(٢٧١) ﴿سيئاتكم﴾ لورش ثلاثة البدل، ووقف حمزة بإبدال الهمزة ياء خالصة ﴿سيِّاتكم﴾.
(٢٧٢) ﴿فلأنفسكم﴾ بالتحقيق، وبإبدال الهمزة ياء خالصة، وقف حمزة ﴿فَلِيَنفُسكم﴾.
(٢٧٣) ﴿يَحسَبُهُم﴾ ابن عامر، وعاصم، وحمزة، وأبو جعفر. ﴿يَحْسِبُهُم﴾ الباقون.
(٢٧٤) ﴿ولا خوفَ عليهُم﴾ يعقوب. ﴿ولا خوفٌ عليهُم﴾ حمزة. ﴿ولا خوفٌ عليهِم﴾ الباقون.

الممال

﴿أنصار، النهار﴾ أبو عمرو، ودوري الكسائي، وبالتقليل ورش.
﴿هداهم﴾ حمزة، والكسائي، وخلف، وقللها ورش بخلفه.
﴿بسيماهم﴾ حمزة، والكسائي، وخلف، وقللها أبو عمرو، وورش بخلفه.

Go To Start: WWW.BIBLE.CA
http://www.bible.ca/islam/islam-quran-changed-20-versions.htm

Muhammad Wrote God's Revelations With His Own Hand



The first revelation was "Read" and included the statement "God teaches by means of the pen" (69:1-4), and the second revelation was "The Pen" (68:1). The only function of the pen is to write.

Ignorant Muslim scholars of the first two centuries after the Quran could not understand the Quran's challenge to produce anything like it. They had no idea about the Quran's mathematical composition, and
they knew that many literary giants could have composed works comparable to the Quran.

In fact, many such literary giants did claim the ability to produce a literary work as excellent as the Quran. The latest claim came from Taha Hussein, the renowned Egyptian writer.

The ignorant Muslim scholars then decided to proclaim Muhammad an illiterate man! They figured that this would make the Quran's extraordinary literary excellence truly miraculous. The word they relied on to bestow illiteracy upon the Prophet was "UMMY." Unfortunately for those "scholars," this word clearly means "Gentile," or one who does not follow any scripture (Torah, Injeel, or Quran) [see 2:78, 3:20, 3:75, 62:2); it does NOT mean "illiterate."

The Prophet was a successful merchant. The "Muslim scholars" who fabricated the illiteracy lie forgot that there were no numbers during the Prophet's time; the letters of the alphabet were used as numbers.
As a merchant dealing with numbers every day, the Prophet had to know the alphabet, from one to one-thousand. The Quran tells us that Muhammad wrote down the Quran - Muhammad's contemporaries are quoted as saying:

"These are tales from the past that he wrote down. They are being dictated to him day and night" 25:5

You cannot "dictate" to an illiterate person. The Prophet's enemies who accuse him of illiteracy abuse Verse 29:48, which relates specifically to previous scriptures.

On the 27th night of Ramadan 13 B.H. (Before Hijerah), Muhammad the soul, the real person, not the body, was summoned to the highest universe and the Quran was given to him (2:97, 17:1, 44:3, 53:1-18, 97:1-5). Subsequently, the angel Gabriel helped Muhammad release a few verses of the Quran at a time, from the soul to Muhammad's memory.
The Prophet wrote down and memorized the verses just released into his mind.

When the Prophet died, he left the complete Quran written down with his own hand in the chronological order of revelation, along with specific instructions as to where to place every verse. The divine instructions recorded by the Prophet were designed to put the Quran together into the final format intended for God's Final Testament to the world (75:17).
The early Muslims did not get around to putting the Quran together until the time of Khalifa Rashed `Uthmaan. A committee was appointed to carry out this task. Read Appendix 24 for the details.

Quran-Islam_org - True Islam